سیرتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سینٹر 40 اردو بازار لاہور

Marfat.com

(جملہ حقوق کمپوزنگ محفوظ)

نام کتاب	....	سیرت رسولِ عربی ﷺ
مصنف	....	علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ
تعداد	....	۶۰۰
کمپوزنگ	....	عبدالسلام/قمر الزمان رائل پارک لاہور
پروف ریڈنگ	....	حافظ عبدالرحمٰن
تاریخ اشاعت	....	نومبر ۲۰۰۴ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری عطاری
قیمت	....	180 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Marfat.com

فہرست

مضمون	صفحہ
ملک عرب کا جغرافیہ (پہلا مقدمہ)	۱۰
عرب تاریخ قدیم پر طائرانہ نظر (دوسرا مقدمہ)	۳
پہلا باب	
برکاتِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹
دوسرا باب	
حالات نسب وولادت تا بعثت	۲۳
خاندانی شرافت وسیادت	۲۳
حضرت عبداللہ کی وفات	۳۰
واقعہ اصحاب فیل	۳۰
تولد شریف	۳۲
تولد شریف کی خوشی کا ثمرہ	۳۲
تولد شریف کے وقت خوارق	۳۳
رضاعت	۳۴
تعدد شق صدر	۳۵
حضرت آمنہ کی وفات	۳۶
عبدالمطلب وابوطالب کی کفالت	۳۶
طفولیت میں آپ کی دعا سے نزول باران	۳۶
شام کا پہلا سفر	۳۷
حرب فجار میں شرکت	۳۸
حلف الفضول میں شرکت	۳۸
شام کا دوسرا سفر	۳۹
حضرت خدیجہ سے نکاح	۴۰
تعمیر کعبہ	۴۰
تیسرا باب	
حالات بعثت شریف تا ہجرت	۴۴
دنیا کی حالت	۴۴
ابتداء وحی	۵۱
آغاز دعوت	۵۲
تبلیغ علی الاعلان	۵۲
۵ نبوت	۵۸
۶ نبوت	۵۸
۷ نبوت	۶۱
۱۰ نبوت	۶۲
۱۱ تا ۱۳ نبوت	۶۴
چوتھا باب	
حالات ہجرت تا وفات شریف	۶۹
خبر دار الندوہ	۶۹
قصہ ہجرت	۷۰
ہجرت کا پہلا سال	۷۶
تعمیر مسجد قباء	۷۶
مدینہ میں نزول رحمت	۷۷
تعمیر مسجد نبوی	۷۹
اصحاب صفہ	۸۰
ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر	۸۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مہاجرین کے مکانات کی تعمیر	۸۱
مسجد نبوی میں چراغ کی ابتداء	۸۲
مواخات	۸۲
اذان کی ابتداء	۸۴
یہود سے معاہدہ	۸۵
ہجرت کا دوسرا سال	۸۶
تحویل قبلہ	۸۶
غزوات وسرایا کا آغاز	۸۷
غزوۂ بدر کبریٰ	۸۹
غزوۂ بنی قینقاع	۱۰۶
غزوۂ سویق	۱۰۶
ہجرت کا تیسرا سال	۱۰۶
غزوۂ اُحد	۱۰۷
ہجرت کا چوتھا سال	۱۲۵
غزوۂ بنی نضیر	۱۲۵
ہجرت کا پانچواں سال	۱۲۶
غزوۂ دومۃ الجندل	۱۲۶
غزوۂ احزاب	۱۲۶
غزوۂ بنی قریضہ	۱۲۷
ہجرت کا چھٹا سال	۱۲۷
بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ	۱۲۷
ہجرت کا ساتواں سال	۱۳۳
والیان ملک کو دعوت اسلام	۱۳۳
غزوۂ ذی قرد	۱۴۵
غزوۂ خیبر	۱۴۶
غزوۂ وادی القریٰ	۱۴۸
ہجرت کا آٹھواں سال	۱۴۹
غزوۂ موتہ	۱۴۹
غزوۂ فتح مکہ	۱۵۰
غزوۂ حنین	۱۵۹
جنگ اوطاس	۱۶۱
محاصرۂ طائف	۱۶۲
ہجرت کا نوواں سال	۱۶۶
غزوۂ تبوک	۱۶۶
مسجد ضرار	۱۶۷
ہجرت کا دسواں سال	۱۶۹
ہجرت کا گیارہواں سال	۱۶۹
پانچواں باب	
وفات شریف	۱۸۱
حلیہ شریف	۱۸۴
روئے مبارک	۱۸۵
چشم مبارک	۱۸۶
ابروئے مبارک	۱۸۸
بینی مبارک	۱۸۸
پیشانی مبارک	۱۸۸
گوش مبارک	۱۸۸
دہان مبارک	۱۸۹
لعاب دہن مبارک	۱۸۹
زبان مبارک	۱۹۱
آواز مبارک	۱۹۱
خندہ وگریہ مبارک	۱۹۲
سر مبارک	۱۹۲
گردن مبار	۱۹۳
دست مبارک	۲۲۰
سینہ مبارک وقلب شریف	۲۰۰
شکم مبارک	۲۰۰
پشت مبارک	۲۰۱
پائے مبارک	۲۰۱

Marfat.com

مضمون	صفحہ
قد مبارک	۲۰۲
رنگ مبارک	۲۰۳
جلد مبارک و بوئے خوش	۲۰۳
موئے مبارک	۲۰۴
لباس	۲۰۵
درود شریف	۲۰۶
حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۰۷
چھٹا باب	
آپ کے خلق عظیم کا بیان	۲۱۶
صبر و حلم و عفو	۲۱۷
شفقت و رحمت	۲۳۰
کافروں پر رحمت	۲۳۴
عورتوں پر شفقت و رحمت	۲۳۵
حسن معاشرت کی تاکید	۲۳۷
عورتوں کے حقوق	۲۳۸
یتامیٰ و مساکین و بیوگان پر شفقت و رحمت	۲۳۹
بچوں پر شفقت و رحمت	۲۴۱
غلاموں پر شفقت و رحمت	۲۴۴
چوپایوں پر شفقت و رحمت	۲۴۵
پرندوں اور حشرات الارض پر رحمت	۲۴۷
نباتات و جمادات پر رحمت	۲۴۸
تواضع و حسن معاشرت	۲۴۸
سخاوت و ایثار	۲۵۳
شجاعت و قوت عزم و استقلال	۲۵۸
زُہد	۲۶۰
خوف و عبادت	۲۶۴
عدل و انصاف	۲۶۵
صدق	۲۶۸
حسن عہد و وفا	۲۶۹
عفت و حیا	۲۶۹
تقسیم اوقات	۲۷۰
جلد دوئم	
ساتواں باب	۲۷۹
آپ کے معجزوں کا بیان	۲۷۹
فصل اوّل	۲۷۹
اعجاز القرآن کا بیان	۲۷۹
اعجاز القرآن کی پہلی وجہ	۲۸۱
فصاحت و بلاغت	۲۸۱
اعجاز القرآن کی دوسری وجہ	۲۹۲
نظم قرآن کا اسلوب بدیع	۲۹۲
اعجاز القرآن کی تیسری وجہ	۲۹۶
غیب کی خبریں	۲۹۶
اعجاز القرآن کی چوتھی وجہ	۳۳۲
علوم القرآن	۳۳۲
قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کی مثالیں	۳۳۹
دیگر معجزات کا بیان	۳۴۷
نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ	۳۶۴
انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہونا	۳۶۶
حیوانات کی طاعت اور کلام	۳۶۶
اونٹ کی شکایت اور سجدہ	۳۶۶
بکری کی اطاعت اور سجدہ	۳۶۷
بھیڑیے کی شہادت اور طاعت	۳۶۸
شیر کی طاعت	۳۶۹
نباتات کا کلام و طاعات اور سلام و شہادت	۳۶۹

Marfat.com

مضمون	صفحہ
جمادات کی اطاعت اور تسبیح و سلام	۳۷۱
مغیبات پر مطلع ہونا	۳۷۴
حضرت امام مہدی علیہ السلام	۳۸۹
دجال لعین	۳۹۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۳۹۱
یاجوج و ماجوج	۳۹۲
دخان (دھواں)	۳۹۳
آفتاب کا مغرب سے نکلنا	۳۹۴
دابۃ الارض	۳۹۴
خانہ کعبہ کا گرایا جانا	۳۹۴
ایک بڑی آگ	۳۹۵
نفخ صور	۳۹۵
حجاز کی آگ	۳۹۶
تاتاریوں کا فتنہ اور حادثہ بغداد	۳۹۸
کعبہ شریف کی حجابت	۴۰۱
محاسن ظاہری و باطنی	۴۰۲
نصاریٰ کا اعتراض	۴۰۲
آٹھواں باب	
آپ کے فضائل و خصائص کا بیان	۴۱۵
خصائص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	۴۲۱
نواں باب	
آپکی ازواج مطہرات اور اولاد کرام کا بیان	۴۴۷
حضرت خدیجہ بنت خویلد	۴۵۱
حضرت سودہ بنت زمعہ	۴۵۲
حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق	۴۵۳
حضرت حفصہ بنت عمر فاروق	۴۵۵
حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ	۴۵۵
حضرت ام حبیبہ	۴۵۷
حضرت زینب بنت جحش اسدیہ	۴۵۷
حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ	۴۶۰
حضرت زینب میمونہ بنت حارث ہلالیہ	۴۶۱
حضرت جویریہ خزاعیہ مصطلقیہ	۴۶۱
حضرت صفیہ اسرائیلیہ	۴۶۲
آنحضرت کی اولاد کرام	۴۶۲
حضرت قاسم	۴۶۳
حضرت زینب	۴۶۳
حضرت رقیہ	۴۶۶
حضرت اُم کلثوم	۴۶۶
حضرت فاطمۃ الزہراء	۴۶۷
حضرت عبداللہ	۴۶۹
حضرت ابراہیم	۴۶۹
دسواں باب	
اُمت پر آنحضرت ﷺ کے حقوق کا بیان	۴۷۳
ایمان و اتباع	۴۷۳
محبت و عشق	۴۷۶
علامات حب صادق	۴۸۰
آنحضرت کی تعظیم و توقیر اور ادب کے طریقے	۴۸۷
آنحضرت کی حدیث کا ادب	۵۰۰
آنحضرت کے آثار شریفہ کی تعظیم	۵۰۲
درود شریف و زیارت قبر شریف	۵۱۳
حدیث لاشد الرحال کی بحث	۵۲۰
خاتمہ در بحث استغاثہ و توسل	۵۲۳
ولادت شریف سے پہلے توسل	۵۲۳
وفات شریف کے بعد توسل	۵۲۷
حدیث توسل بالعباس کی بحث	۵۵۵
عرصات قیامت میں شفاعت و توسل	۵۶۳

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ ذی الجلال والاکرام۔ والصلوۃ والسلام علی سیّدنا ومولانا وَ وسیلتنا فِی الدَّارَیۡنِ محمد خیر الانام۔ وعلی الہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریتہٖ واتباعہٖ الی یوم البعث والقیام۔

امابعد گورنمنٹ کالج لاہور کی پروفیسری سے سبکدوش ہونے کے کچھ عرصہ بعد فقیر توکلی نے حضرت خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے حالات لکھنے شروع کیے۔ پہلے یہ ارادہ تھا کہ ان کے شروع میں چند صفحے وقفِ حالاتِ مبارک حضور امام الاولیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کر دیے جائیں گے۔ مگر جب وہ کتاب اختتام کے قریب پہنچی تو یہ شوق پیدا ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوانح اقدس میں ایک مستقل کتاب لکھوں۔ چنانچہ سیرت کا ایک نہایت مختصر سا خاکہ ذہن نشین کر کے طبع آزمائی کرنے لگا۔ عنایت الٰہی اور حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی روحانی مدد شاملِ حال ہوئی۔ پھر کیا بیان کروں، حالات تھے پیارے پیارے۔ جذبۂ شوق میرے قلم کو کشاں کشاں کہیں سے کہیں لے گیا اور غایت اختصار کے باوجود یہ کتاب تیار ہوگئی جو قارئین کرام کے سامنے ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی سیرت سے واقف ہونا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب ارشادِ الٰہی مسلمانوں کے لیے واجب التقلید نمونہ ہیں۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال وافعال، اخلاق وعادات، حرکات وسکنات، وضع وقطع، رفتار وگفتار اور طریق معاشرت وغیرہ سب کے سب بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ ہیں۔ تاکہ وہ قیامت تک آپ کے نام لیواؤں کے لیے دستور العمل بنیں۔

اسی دستور العمل میں رضائے مولیٰ کریم جل شانہ، اور مسلمانوں کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ مسلمان اگر اغیار کی غلامی سے آزادی چاہتے ہیں تو وہ حضور انور ﷺ کی غلامی اختیار کریں اور جمیع امور میں آپ کے ارشادات کی تعمیل، آپ کے طرز عمل کا اتباع، آپ کے قوانین کی پابندی، آپ کے اطوار وعادات کی پیروی، اور آپ کی ذات منبع البرکات کی انتہائی محبت اور تعظیم وتوقیر ملحوظ رکھیں۔ حضور بابی ہو وامی تو یہاں تک فرما رہے ہیں، کہ ''تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا۔ جب

Marfat.com

تک کہ میں اس کی نظر میں اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔'' کامل وحقیقی ایمان اسی کا نام ہے۔ایسے ہی مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے وانتم الاعلون کا مژدہ سنایا ہے۔عرب کو دیکھیے۔ پہلے ان کی مذہبی، اخلاقی، سیاسی اور تمدنی حالت کیسی گری ہوئی اور ناگفتہ بہ تھی۔مگر جب وہ درس گاہ محمدی ﷺ سے اس حقیقت کی سند لے کر نکلے، تو کیا کیا بن گئے۔معارف ربانی کے عارف اور اسرار فرقانی کے ماہر بن گئے، شب بیدار عابد بن گئے، فاتح عالم بن گئے، مبلغ اسلام بن گئے، معلمِ اخلاق بن گئے۔علوم وفنون کے موجد بن گئے۔غرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم وصحبت نے ان کی کایا ہی پلٹ دی۔دنیا ان کی اس بے نظیر ترقی پر حیران تھی اور ہے۔چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فارس میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بھیجا تو یزدگرد شاہ فارس نے اپنے سپہ سالار رستم بن ہرمرد کو مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔رستم مذکور نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک تہدید آمیز نامہ میں یوں لکھا:۔

زشیر شتر خوردن و سو سمار عرب را بجائے رسید است کار

کہ تاج کیاں راکند آرزو تفو برتو اے چرخ گرداں تفو

(شاہنامہ فردوسی)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں رستم کو دعوت اسلام دی۔مگر وہ رو براہ نہ ہوا۔اور مقابلہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔کاش زمانہ موجودہ کے مسلمان بھی اسوۂ حسنہ رسول اللہ ﷺ کے پورے عامل بن کر قرون اولیٰ کی برکات کا مشاہدہ کریں۔

اس پر آشوب زمانہ میں ملک ہند میں کئی فتنے برپا ہیں، جو سب کے سب صراط مستقیم یعنی مسلک اہلِ سنت و جماعت سے منحرف ہیں۔اردو میں سیرت پر جو چند کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں سے شاید ہی کوئی بہمہ وجوہ اہل السنّت والجماعت کے معیار پر پوری اترے۔فقیر نے بتوفیق الٰہی اس کتاب میں مسلک اہلِ سنت کی پابندی کا پورا التزام رکھا ہے۔اور مستند اور معتبر روایات مع حوالہ درج کی ہیں۔آیات واحادیث وغیرہ کا ترجمہ بالعموم لفظ بلفظ دیا گیا ہے اور عبارت آرائی کا چنداں لحاظ نہیں رکھا گیا۔قارئین کرام اثنائے مطالعہ میں جہاں کسی صحابی یا اور بزرگ کا نام پائیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اور مناسب فقرہ استعمال کریں۔

جب اس کتاب کا مسودہ تیار ہو چکا تو اس کی طبع واشاعت کا مرحلہ پیش آیا۔میں نے اپنے برادر عزیز عالی جناب فیض مآب چودھری محمد سلیمان صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پنجاب سے

Marfat.com

تذکرہ کیا۔ انہوں نے میری صدا پر خوشی سے لبیک کہا۔ مجھے امید واثق ہے کہ یہ کارنامہ جناب چودھری صاحب موصوف کے اعمال حسنہ میں امتیازی حیثیت رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں آبرو سے رکھے۔ اور ان کے صاحبزادوں کو طویل العمر کرے۔ بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آغاز کتاب سے پہلے یہ مناسب سمجھا گیا کہ ملک عرب کا جغرافیہ اور تاریخ قدیم پیش کی جائے۔ جن سے ایک حد تک مضامین سیرت کا بھی تعلق ہے۔ سفر آخرت درپیش ہے اگر مہلت مل گئی تو دوسرے ایڈیشن میں نقشۂ عرب اور بعض دیگر مضامین کے اضافہ کا ارادہ ہے۔

واللہ ھو الموفق والمعین۔

محمد نور بخش توکلی

بانی مدرستہ توکلیہ۔ چک قاضیاں
ضلع لودھیانہ لودھیانہ۔ نور منزل

۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۳۸ء

Marfat.com

پہلا مقدمہ

ملکِ عرب کا جغرافیہ

ملک عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ چونکہ اس کو تین طرف سے تو سمندر نے اور چوتھی طرف سے دریائے فرات نے جزیرے کی طرح گھیرا ہوا ہے۔ اس لیے اسے جزیرۂ عرب کہتے ہیں۔

اس کے شمال میں بلادِ شام و عراق ہیں۔ مغرب میں بحر احمر یعنی بحیرۂ قلزم جنوب میں بحر ہند اور مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس ہیں۔

اس کا طول شمالاً جنوباً پندرہ سو میل کے قریب اور اوسط عرض شرقاً غرباً آٹھ سو میل ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار مربع میل یعنی براعظم یورپ کی ایک تہائی کے قریب ہے۔

علمائے جغرافیہ نے بر بنائے طبیعت ارضی اس ملک کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے جن کا بیان بطریق اختصار نیچے لکھا جاتا ہے۔

۱- اقلیم حجاز جو مغرب میں بحر احمر کے ساحل کے قریب واقع ہے۔ حجاز سے ملحق ساحل بحر کو جو نشیب ہے تہامہ یا غور کہتے ہیں۔ اور حجاز سے مشرق کو جو حصہ ملک ہے وہ نجد (زمین مرتفع) کہلاتا ہے۔ حجاز چونکہ نجد و تہامہ کے درمیان حاجز و حائل ہے۔ اس لیے اسی نام سے موسوم ہے۔

حجاز کے مشہور شہروں میں مکہ مشرفہ ہے جو مشرق میں جبل ابوقبیس اور مغرب میں جبل قعیقعان کے درمیان واقع ہے۔ اس شہر مبارک میں نوشیرواں کی تخت نشینی کے بیالیسویں سال سال فیل میں ربیع الاول کی بارھویں تاریخ کو سیّدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔ خانہ کعبہ (بیت اللہ شریف) اسی شہر میں ہے۔ مناسک حج کے مشہور مقامات میں سے صفا اور مروہ تو بیت اللہ شریف کے عین قریب ہی ہیں۔ منیٰ تین میل مشرق کو ہے۔ منیٰ سے اسی قدر فاصلے پر مشرق کی طرف مزدلفہ اور مزدلفہ سے مشرق کو اتنے ہی مسافت پر عرفات ہے۔

Marfat.com

مکہ مشرفہ سے شمال کی طرف قریباً دوسو میل کے فاصلہ پر مدینہ منورہ ہے۔ جہاں حضور سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کا مزار مقدس واقع ہے۔ مدینہ منورہ سے قریباً تین میل شمال کو جبل احد ہے۔ جہاں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔

مکہ مشرفہ کا بندرگاہ جدہ ہے جو ۴۲ میل کے فاصلے پر بحیرۂ قلزم کے ساحل پر واقع ہے۔ مدینہ منورہ کا بندرگاہ ینبوع ہے جو مدینہ سے ۱۳۷ میل کے فاصلے پر بحیرۂ قلزم کے ساحل پر ہے۔ حجاز ریلوے لائن ۱۹۰۸ء میں دمشق سے مدینہ منورہ تک تیار ہوگئی تھی۔ مدینہ منورہ سے مکہ مشرفہ تک اس وقت تک تیار نہیں ہوئی۔

اس اقلیم میں حرمین شریفین کے علاوہ بدر، احد، خیبر، فدک، حنین، طائف، تبوک اور غدیر خم اسلامی تاریخ میں بہت مشہور ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر مدین تبوک کے محاذ میں ساحل بحر احمر پر واقع ہے۔ حجر میں جو وادی القریٰ میں ہے آثارِ ثمود اب تک پائے جاتے ہیں۔ طائف اہل مکہ مشرفہ کا مصیف ہے۔ یہاں کے میوے مشہور ہیں۔

۲- اقلیم یمن جو حجاز کے جنوب میں بحر احمر اور بحر ہند کے ساحل سے متصل واقع ہے اس کی یمن و برکت یا کعبۃ اللہ سے جانب یمین ہونے کے سبب سے اس نام سے موسوم ہے۔

اس اقلیم میں نجران، صنعاء اور سبا و مآرب مشہور تاریخی مقامات ہیں۔ مخا، حدیدہ اور زبید تجارتی حیثیت رکھتے ہیں۔

صنعاء دارالسلطنت ہے جو عدن سے ۱۶۸ میل ہے۔ کنیسہ قلیس اسی شہر میں تھا۔ اس کا بندرگاہ حدیدہ ہے۔ جہاں سے بن اور چمڑے بیرونی ممالک کو جاتے ہیں۔ صنعاء سے چار دن کی مسافت پر سبا و مآرب کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

نجران ایک بڑا شہر تھا جس کے متعلق ستر گاؤں تھے۔ یہ شہر ملک عرب میں عیسائیت کا مرکز تھا۔ یہاں ایک بڑا گرجا تھا۔ جسے بنو عبدالمدان بن الدیان حارثی نے کعبۃ اللہ کے مقابلہ میں بنایا تھا۔ وہ کعبۃ اللہ کی طرح اس کی تعظیم کرتے تھے اور اسے کعبہ نجران کہا کرتے تھے۔ اسی گرجا کے بڑے بڑے پادری ہجرت کے بارھویں سال حضور سید المرسلین ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور حضور نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ نجران ہی کے ایک گاؤں میں قصہ اصحاب الاخدود وقوع میں آیا تھا۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں پایا جاتا ہے۔

۳- اقلیم حضرموت جو یمن کے مشرق میں بحر ہند کے ساحل سے متصل واقع ہے۔ اس کے

Marfat.com

مشہور شہر تریم اور شبام ہیں۔ شبام دارالسلطنت ہے ان کے علاوہ مرباط، ظفار، شحر اور مکلہ ساحل پر واقع ہیں۔ مکلہ سے لوبان بیرونی ممالک کو جاتا ہے۔

۴- اقلیم مہرہ جو حضرموت کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں کے اونٹ مشہور ہیں۔ جنہیں قبیلہ مہرہ کی طرف نسبت کرکے اہل مہریہ بولتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کی غذا عموماً مچھلی ہے۔

۵- اقلیم عمان جو مہرہ سے متصل بحر ہند و بحر عمان کے ساحل سے ملحق ہے۔ اس کے مشہور شہروں میں سے مسقط اور صحار ہیں۔ یہاں کے باشندے عموماً خوارج اباضیہ ہیں۔

۶- اقلیم الاحساء جسے بحرین بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بحر فارس و بحر عمان کے ساحل پر واقع ہے۔ اس طرف کے جزائر میں موتیوں کے مغاص ہیں۔ اس کے مشہور شہروں میں سے قطیف۔ ہفوف اور ہجر ہیں۔ یہاں کے باشندے عموماً رافضی تبرائی ہیں۔

۷- اقلیم نجد جو حجاز کے مشرق اور صحرائے شام کے جنوب میں ہے۔ اسی اقلیم کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ یہ پیشینگوئی محمد بن عبدالوہاب اور فرقہ وہابیہ کے ظہور سے پوری ہوگئی۔ اسی اقلیم کے شمالی حصے میں حرب داحس اور حرب بسوس وقوع میں آئیں۔ جن میں سے ہر ایک چالیس سال تک جاری رہی۔ وہابیہ کا دارالسلطنت ریاض ہے۔

۸- اقلیم الاحقاف جو عمان واحساء و نجد و حضرموت و مہرہ کے درمیان میں ایک وسیع بے آباد صحرا ہے۔ اس کا حال معلوم نہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضرموت کے متصل احقاف ہی میں ہے۔

پیداوار

یمن وغیرہ میں بن کے پیڑ اور صمغ عربی کے درخت (اقاقیا) ہوتے ہیں حضرموت میں نباتات عطریہ اور مشمومات اور عود قلی ہوتی ہے۔ کھجور، کپاس، مکی اور چاول یمن میں خصوصیت سے ہوتے ہیں۔ سنا جنوبی حجاز اور تہامہ میں ہوتی ہے۔ بلسان مکہ مشرفہ کے قریب اور حنا مغربی ساحل پر پائی جاتی ہے۔ نجد کے گھوڑے اور مہرہ کے اونٹ مشہور ہیں۔ گدھے، دنبے، بکریاں اور مویشی کثرت سے ہیں۔ عرب میں وحوش میں سے شتر مرغ، چیتا، پلنگ، سیاہ گوش اور کفتار ہیں۔

Marfat.com

دوسرا مقدمہ

عرب کی تاریخ قدیم پر طائرانہ نظر

زمانہ قدیم میں طوفان نوح کے بعد جزیرہ عرب میں سام بن نوح کی نسل کے لوگ آباد تھے۔ چنانچہ بنو یعرب بن قحطان بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام یمن میں بستے تھے۔ بنو جرہم بن قحطان اور بنو عملیق بن لوذ بن سام حجاز میں رہتے تھے۔ بنو طسم بن لوذ اور بنو جدیس بن عامر بن آرم بن سام یمامہ میں بحرین تک پھیلے ہوئے تھے۔ قوم عاد بن عوض بن آرم شحر و عمان و حضر موت کے مابین احقاف میں آباد تھی۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ قوم ثمود بن جاثر بن آرم حجاز و شام کے درمیان حجر میں آباد تھی۔ ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔

ایک زمانہ گزرنے پر عاد و ثمود و جدیس و عمالیق و جرہم فنا ہو گئے۔ اس واسطے ان کو عرب بائدہ بولتے ہیں۔ ان میں سے جو باقی رہے وہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں مل جل گئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ جرہم میں ہوئی تھی۔ اس واسطے ان کی اولاد کو عرب مستعربہ کہتے ہیں اور بنو قحطان کو عرب عاربہ یعنی اصلی عرب بولتے ہیں۔ القصہ مذکورہ بالا تباہی و اختلاط کے بعد عرب میں دو بڑے قبیلے رہ گئے۔ بنو قحطان اور بنو عدنان (بنو اسمٰعیل علیہ السلام) ان دونوں کی بہت سی شاخیں تھیں۔ اب عرب کا بڑا حصہ خاندانِ اسمٰعیل سے ہے۔ اور خود حضور سید المرسلین ﷺ بھی اسی خاندان سے ہیں۔

قدیم الایام سے عربوں کی تجارت مصر و شام کے ساتھ تھی۔ چنانچہ جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرادیا تو انہوں نے دیکھا کہ گلعاد سے اسماعیلیوں کا قافلہ آرہا ہے۔

Marfat.com

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاز ہندوستان و سندھ سے ہوتے ہیں اور وہ مصر کو جا رہے ہیں۔ یہ چیزیں لاشوں کے ساتھ دفن کی جاتی تھیں جو مصریوں کے کام آیا کرتی تھیں۔ اس کے مدتوں بعد وہ اہالی صور کے ساتھ مصالحوں، موتیوں، [illegible] بیش بہا پتھروں اور سونے کی تجارت کرتے دیکھے جاتے ہیں۔

قدیم زمانے میں عربوں پر بہت سے بیرونی حملے ہوئے۔ مگر وہ کسی کے ماتحت نہ رہے چنانچہ مصری فوج کشیوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ قیومرث فارسی (متوفی ۹۲۵ قبل مسیح) نے عرب کے شمالی حصے کے بعض شہروں کو مغلوب کیا۔ مگر مورخ ہیرودوٹس (متوفی ۴۲۴ قبل مسیح) ہمیں یقین دلاتا ہے کہ دارا بن گشتاسپ (جس نے سلطنت فارس کی توسیع کی تھی) کے عہد میں عرب خراج سے بری تھے۔ سکندر اعظم نے ایران پر حملہ کیا۔ ایران کے بہت سے شہر فتح کئے۔ مگر غنیمت لے کر اپنے وطن کو چلا گیا۔ سکندر کے جانشین انٹیگونس (متوفی ۳۰۱ قبل مسیح) ان پر حملہ آور ہوا۔ مگر اسے ان سے ساتھ ہی صلح کرنی پڑی۔ رومی فوج پومپے (مولود ۱۰۶ قبل مسیح) نے ملک عرب کے ایک حصہ کو تاراج کیا۔ مگر اس کی فوج پسپا ہوئی تو عربوں نے شدت سے تعاقب کیا۔ اور وہ چند روز تک شام میں رومیوں کو تنگ کرتے رہے۔ ولادت مسیح سے تقریباً ۲۴ سال پہلے رومی سپہ سالار ایلیوس گالس یمن تک آیا۔ اس نے چاہا کہ عرب کو فتح کرے۔ مگر ناکام رہا۔ طراجان رومی نے ۱۲۰ء کے قریب ان پر حملہ کیا اور شہر حجر کا محاصرہ کر لیا مگر رعد و ژالہ و گرد باد اور مکھیوں کے جھنڈ کے سبب سے اس کا لشکر کامیاب نہ ہوا۔ جب وہ حملہ کرتے تو یہی آفتیں پیش آتیں۔ ۲۰۰ء کے قریب سیویرس رومی نے لشکر جرار اور سامان حرب کے ساتھ شہر حجر کا دوبارہ محاصرہ کیا مگر لشکر و شہر کے [illegible] ایک سبب [illegible] نے شاہ کو محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور کر دیا۔

شاہ ایران شاپور ذوالاکتاف نے عرب پر حملہ کیا۔ تو بحرین و ہجر و یمامہ میں کشت و خون کرتا ہوا مدینہ تک پہنچ گیا۔ سرداران عرب جو گرفتار ہو کر آتے تھے۔ وہ ان کے مونڈھے نکال دیتا تھا۔ اس لیے اسے ذوالاکتاف کہتے تھے۔ مگر اسی بادشاہ نے ۳۶۰ء کے قریب تکریت پر جو خود مختار عربوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا حملہ کیا۔ تو ناکام رہا۔

[illegible] صدی [illegible] میں [illegible] ایک فوج [illegible] بادشاہ مالک [illegible] اپنی فوج [illegible] ہاتھیوں سے [illegible] سے لے کر آئے اپنے [illegible] داخل ہوا تو ان آدمیوں نے اسے قتل کر ڈالا۔

Marfat.com

اہلِ یمن نے اسی سبب سے بلقیس کو اپنا حکمران بنایا۔ ورنہ وہ عورت کی حکومت کو پسند نہ کرتے تھے۔ یہ وہی بلقیس ہے جس کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

بلقیس کے بعد خاندان حمیر کے بہت سے بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت یمن پر متمکن ہوئے۔ جب اہلِ یمن نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ تو ان پر سیل عرم بھیجا گیا۔ جس سے ان کے باغات وغیرہ برباد ہوگئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے وہ رزق و معاش کی تلاش میں مختلف اطراف کو ہجرت کر کے چلے گئے۔ چنانچہ بنولخم بن عدی کی ایک جماعت خراسان کی طرف نکلی۔ انہوں نے دریائے فرات کے قریب شہر حیرہ کی بنا ڈالی۔ جو بعد میں اسی خاندان کا دارالسلطنت رہا۔ ملوک لخمیہ ومناذرہ ۶۳۴ء تک اکاسرہ کی طرف سے عراق پر گورنر ہوتے رہے۔ اس کے بعد اسلام کا تسلط ہوگیا۔[۷]

بنولخم کی طرح بنوقحطان کی ایک جماعت ہجرت کر کے دمشق کے متصل ایک چشمہ پر جسے غسان کہتے تھے جا اتری۔ وہ آخر کار شام کے حکمران بن گئے۔ ملوک غسان جنہیں مؤرخین عرب، عرب متنصرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ قیاصرہ روم کی طرف سے قریباً ۲۰۰ء سے ۶۳۶ء تک ملک شام میں حکمرانی کرتے رہے۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا۔ جو بھاگ کر قیصر کے ہاں چلا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ ملک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

بنوقحطان میں سے قبیلہ ازد کے دو بھائی اوس وخزرج مدینہ میں آ بسے۔ انصار ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ قحطانیوں میں سے بعضے اندرون جزیرۂ عرب میں چلے گئے۔ چنانچہ ملوک کندہ نے نجد میں اپنی سلطنت قائم کی۔ ان کے علاوہ عرب میں اور متفرق ملوک تھے جن کے ذکر کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔

سیل عرم کے بعد جو لوگ یمن میں رہ گئے ان پر بنوقحطان بدستور حکمرانی کرتے رہے۔ ان بادشاہوں میں سے ایک کا نام شمر بن افریقیس بن ابرہہ تھا۔ کہتے ہیں کہ شمر مذکور بڑا عالی ہمت تھا۔ اس نے عراق پر لشکر کشی کی۔ اور اسے فتح کر کے چین کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں جب وہ صغد میں پہنچا تو اس نواح کے باشندے ایک مقام میں پناہ گزین ہوگئے۔ شمر نے چاروں طرف سے محاصرہ کر کے ان کو قتل کیا۔ اور اس مقام کو کھدوا کر ویران کر دیا۔ اس واسطے اس مقام کو شمر کند کہنے لگے۔ جسے عرب، معرب کر کے سمرقند بولتے تھے۔ شمر وہاں سے چین کی طرف بڑھا مگر وہ اور اس کی فوج پیاس سے ہلاک ہوگئی۔[۸]

Marfat.com

تبابعۂ یمن میں سے تبان اسعد ابو کرب تھا۔ وہ بلاد مشرق کو فتح کر کے واپس آتا ہوا مدینہ میں اترا۔ جہاں وہ جاتا ہوا اپنے بیٹے کو چھوڑ گیا تھا۔ مگر اس کو کسی نے ناگہاں قتل کر دیا تھا۔ اس لیے تبع مذکور نے مدینہ اور اہلِ مدینہ کو تباہ کرنا چاہا۔ مگر یہود بنی قریظہ سے دو عالموں نے تبع کو منع کیا۔ اس نے وجہ دریافت کی تو عالموں نے کہا کہ آخر زمانہ میں قریش میں سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا۔ جس کی ہجرت اسی شہر مدینہ کی طرف ہوگی۔ وہ یہ سن کر باز آیا اور اس نے مذہب یہود اختیار کر لیا۔

تبع مذکور مدینہ سے اپنے وطن یمن کی طرف روانہ ہوا راستے میں اس نے مکہ میں چھ دن قیام کیا۔ اور طواف کر کے کعبہ پر بردیمانی چڑھائی۔ یہ تبع پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے کعبۃ اللہ پر پردہ چڑھایا۔ مکہ سے وہ یمن میں آیا۔ دونوں عالم اس کے ساتھ تھے۔ اس نے اپنی قوم یعنی حمیر کو یہودیت کی دعوت دی۔ حمیر اس وقت تک بت پرست تھے۔ انہوں نے تبع کی دعوت سے آخر کار مذہب یہود اختیار کر لیا۔

تبان اسعد کے بعد اس کے بیٹے حسان کو عمرو بن تبان اسعد نے ملک کے لالچ میں قتل کر دیا۔ عمرو مذکور بھی جلدی ہلاک ہو گیا۔ اور حمیر کی سلطنت کا شیرازہ پراگندہ ہو گیا۔ لخنیعہ ینوف ذوشناتر جو شاہی خاندان میں سے نہ تھا ان کا بادشاہ بن بیٹھا۔ وہ فاسق خبیث تھا۔ ابنائے ملوک سے لواطت کیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ بادشاہ نہ بن جائیں۔ کیونکہ اس زمانے میں عرب کی عادت تھی کہ ایسے شہزادے کو بادشاہ نہ بناتے تھے۔ زرعہ بن تبان اسعد اپنے بھائی احسان کے قتل کے وقت بچہ ہی تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔ اس کے سر کے بال پیٹھ تک پہنچتے تھے۔ اس واسطے اس کا لقب ذونواس تھا۔ خوبصورتی کے سبب سے لوگ اسے یوسف کہا کرتے تھے۔ ذوشناتر نے اسے بلا بھیجا۔ ذونواس سمجھ گیا اور ایک تیز چھری جوتے میں پاؤں تلے چھپا کر لے گیا۔ جب وہ خلوت میں پہنچا تو اسی چھری سے ذوشناتر کا کام تمام کر دیا۔ یہ شجاعت دیکھ کر حمیر نے ذونواس ہی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اہلِ نجران اس وقت عیسائی تھے۔ ذونواس لشکر سمیت نجران میں گیا۔ اور اس نے اہلِ نجران کو یہودیت کی دعوت دی۔ ذونواس نے ایک خندق کھدوا کر آگ سے بھر دی۔ جو لوگ یہودی ہونے سے انکار کرتے وہ ان کو آگ میں گرا دیتا تھا۔ قرآن کریم میں اسی ذونواس اور اس کے اصحاب کو سورۂ بروج میں اصحاب الاخدود کہا گیا ہے۔

نجران کے عیسائیوں میں سے ایک شخص دوس ذوثعلبان قیصر روم جستینین (متوفی ۵۶۵ء) کے پاس پہنچا۔ اور اسے سب ماجرا کہہ سنایا۔ قیصر نے جواب دیا کہ تمہارا ملک ہم سے بہت دور ہے۔ ہم شاہ حبشہ نجاشی کو جو عیسائی ہے تمہاری مدد کے لیے لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ دوس قیصر کا نامہ نجاشی کے پاس

Marfat.com

لایا۔ نجاشی نے اپنے ایک امیر ارباط کو لشکر جرار دے کر دوس کے ساتھ روانہ کیا۔ اس لشکر میں ابرہہ اشرام بھی تھا۔ ذونواس کو شکست ہوئی۔ وہ بدیں خیال کہ مبادا دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو جائے ۵۲۸ء میں سمندر میں ڈوب کر مر گیا۔ ارباط ۵۲۹ء سے ۵۴۹ء تک یمن میں حکمران رہا۔ وہ کمزوروں پر تعدی کیا کرتا تھا۔ اس لیے بہت سی رعیت اس کے خلاف ابرہہ سے مل گئی۔ ابرہہ نے ارباط سے کہا کہ ہم دونوں سمجھ لیں۔ چنانچہ دونوں لڑنے لگے۔ ابرہہ نے پس پشت ایک غلام کو مقرر کیا تھا۔ جب ارباط نے حربہ مارا تو ابرہہ کی پیشانی پر پڑا۔ اور اس کی آنکھ، ناک اور ہونٹ کاٹ دیئے۔ اسی سبب سے اس کو ابرہہ اشرم کہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس غلام نے ابرہہ کی پشت کی طرف سے نکل کر ارباط کو قتل کر ڈالا۔ اس طرح حبشہ اور یمن نے ابرہہ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ نجاشی یہ حال سن کر ابرہہ پر ناراض ہوا۔ مگر ابرہہ نے معافی مانگ کر اس کو راضی کر لیا۔ اسی ابرہہ نے صنعاء میں ایک گرجا بنایا تھا۔ تاکہ عرب بجائے کعبۃ اللہ کے اس کا طواف کیا کریں۔ مگر بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے اس میں بول و براز کر دیا۔ اس پر ابرہہ ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو ڈھانے آیا۔ مگر وہ اور اس کی فوج تباہ ہو گئی۔ یہ قصہ اصحاب فیل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ حضور ختم المرسلین ﷺ کا تولد شریف اس واقعہ کے پچپن دن بعد ہوا۔

ابرہہ کے بعد اس کا بیٹا یکسوم تخت یمن پر بیٹھا۔ مگر جلد ہی ہلاک ہو گیا۔ پھر یکسوم کا بھائی مسروق تخت نشین ہوا۔ اہلِ یمن اجنبیوں کی حکومت سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس لیے سیف بن ذی یزن حمیری قیصر روم کے پاس گیا اور اپنے ملک کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرنے کے لیے اس سے مدد مانگی۔ قیصر نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے وہ کسریٰ نوشیرواں کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ہمارے ملک پر اجنبیوں کی حکومت ہے اگر آپ مدد دیں تو ہمارا ملک آپ کے زیر فرمان ہو جائیگا۔ کسریٰ کے ایک مرزبان نے یہ مشورہ دیا کہ بادشاہ کے قید خانہ میں آٹھ سو آدمی واجب القتل موجود ہیں ان کو بھیج دیا جائے۔ اگر وہ ہلاک ہو گئے فہو المراد۔ اور اگر فتحیاب ہو گئے تو علاقہ مفتوحہ آپ کے قبضہ میں آ جائے گا۔ چنانچہ قیدیوں میں سے ایک شخص وہرز کی سرکردگی میں وہ سب مہم یمن پر بھیج دیئے گئے۔ اہلِ فارس کو فتح نصیب ہوئی۔ اور مسروق مارا گیا۔ اس طرح حبشہ کا تصرف یمن پر بہتر سال (۵۲۹ء سے ۶۰۱ء تک) رہا۔

وہرز کے بعد کسریٰ کی طرف سے مرزبان بن وہرز پھر تینجان بن مرزبان نائب السلطنت مقرر رہا۔ تینجان کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوا۔ مگر کسریٰ نے اسے معزول کر کے باذان کو اپنا نائب مقرر کیا۔ جب حضور سید المرسلین ﷺ مبعوث ہوئے تو اس وقت یہی باذان حاکم یمن تھا۔ جب

Marfat.com

کسریٰ (خسرو پرویز) کو حضور اقدس ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو اس نے باذان کو لکھا کہ تم اس مدعی نبوت کے پاس جاؤ اور اسے کہہ دو کہ اپنے دعوے سے باز آ جائے۔ ورنہ اس کا سر قلم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ باذان نے وہ خط رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔ حضور نے باذان کو جواب میں لکھا کہ کسریٰ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو قتل ہو جائے گا۔ جب یہ نامہ باذان کو ملا۔ تو کہنے لگا کہ اگر وہ نبی ہیں تو ایسا ہی ہوگا چنانچہ کسریٰ کو اس کے بیٹے شیروز نے اسی مہینے اور اسی تاریخ کو قتل کر دیا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ یہ دیکھ کر باذان اور دیگر اہلِ فارس جو یمن میں تھے مشرف باسلام ہوئے۔

حروب عرب کی جنہیں ایام عرب سے تعبیر کیا جاتا ہے اس مختصر مقدمہ میں گنجائش نہیں۔ عرب جاہلیت کی دینی واخلاقی حالت کا بیان آگے آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

---

۱ کتاب پیدائش باب ۳۷۔ آیہ ۲۵۔

۲ حزقی ایل باب ۲۷۔ آیہ ۲۰ تا ۲۲۔

۳ تاریخ کامل ابن اثیر۔

۴ لغت بائبل مصنفہ پادری جان براؤن مطبوعہ نیو یارک ۱۸۳۳ء تحت لفظ عرب۔

۵ تاریخ کامل ابن اثیر ذکر شاپور ذوالاکتاف۔

۶ تنزل و زوال روما الکبریٰ مصنفہ ایڈورڈ گبن در چہار جلد۔ جلد اول ص ۵۲۵۔

۷ کامل ابن اثیر جزء اول ص ۹۷

۸ معجم البلدان یاقوت حموی۔ تحت سمرقند۔

۹ یہاں سے سیرت ابن ہشام سے ماخوذ ہے۔

Marfat.com

پہلا باب

برکاتِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بلا واسطہ اپنے حبیب محمد ﷺ کا نور پیدا کیا، پھر اسی نور کو خلق عالم کا واسطہ ٹھہرایا۔ اور عالم ارواح ہی میں اس روح سراپا نور کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ ایک روز صحابۂ کرام نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ آپ کی نبوت کب ثابت ہوئی آپ نے فرمایا:- وادم بین الروح والجسد [۱] یعنی میں اس وقت نبی تھا۔ جب کہ آدم کی روح نے جسم سے تعلق نہ پکڑا تھا۔ بعد ازاں اسی عالم میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں سے وہ عہد لیا جو اذاخذ اللہ میثاق النبین الآیہ [۲] میں مذکور ہے۔ جس وقت ان پیغمبروں کی روحوں نے عہد مذکور کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت وامداد کا اقرار کر لیا۔ تو نورِ محمدی ﷺ کے فیضان سے ان روحوں میں وہ قابلیتیں پیدا ہوگئیں کہ دنیا میں اپنے اپنے وقت میں ان کو منصب نبوت عطا ہوا اور اس سے معجزات ظہور میں آئے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا   فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ
فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا   يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ منظوم

معجزے جتنے کہ لائے تھے رسولان کرام   لڑ اسی کے نور سے جاملتی ہے سب کی بہم
آفتاب فضل ہے وہ سب کواکب اسکے تھے   ظلمتوں میں نور پھیلایا جنہوں نے بیش وکم

اسی عہد کے سبب سے حضرات انبیائے سابقین علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو حضور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد وبشارت اور ان کے اتباع وامداد کی تاکید فرماتے رہے ہیں۔ اگر حضور نبی اُمی بابی ہو واُمی کی نبوت دنیا میں ظاہر نہ ہوتی۔ تو تمام انبیائے سابقین علیٰ نبینا وعلیہم والصلوٰۃ والسلام کی نبوتیں باطل ہو جاتیں اور وہ تمام بشارتیں ناتمام رہ جاتیں۔ پس دنیا میں حضور

Marfat.com

اقدس ﷺ کی تشریف آوری نے تمام انبیائے سابقین علیہم السلام کی نبوتوں کی تصدیق فرمادی۔[۴]
بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ۔

جس طرح رسول کریم ﷺ کا نور از ہر منبع انوار الانبیاء تھا۔ اسی طرح آپ کے جسم اطہر کا مادہ بھی لطیف ترین اشیاء تھا۔ چنانچہ حضرت کعب احبار سے منقول[۵] ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو پیدا کرنا چاہا۔ تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ سفید مٹی لاؤ۔ پس جبرائیل بہشت کے فرشتوں کے ساتھ اترے اور حضرت کی قبر شریف کی جگہ سے مٹھی بھر خاک سفید چمکتی دمکتی اٹھا لائے۔ پھر وہ مشت خاک سفید بہشت کے چشمۂ تسنیم کے پانی سے گوندھی گئی۔ یہاں تک کہ سفید موتی کی مانند ہوگئی۔ جس کی بڑی شعاع تھی بعدازاں فرشتے اسے لے کر عرش و کرسی کے گرد اور آسمانوں اور زمین میں پھرے یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ (روح انور و مادۂ اطہر) کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا۔ تو اپنے حبیب پاک کے نور کو ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ اس نور کے انوار ان کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔ اور ان سے عہد لیا گیا کہ یہ نور انور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا کرے۔ اسی واسطے جب وہ حضرت حواء علیہا السلام سے مقاربت کا ارادہ کرتے تو انہیں پاک و پاکیزہ ہونے کی تاکید فرماتے یہاں تک کہ وہ نور حضرت حواء علیہا السلام کے رحم پاک میں منتقل ہوگیا۔ اس وقت وہ انوار جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھے حضرت حواء کی پیشانی میں نمودار ہوئے۔ ایام حمل میں حضرت آدم علیہ السلام نے بپاس ادب و تعظیم حضرت حواء سے مقاربت ترک کردی۔ یہاں تک کہ حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو وہ نور ان کی پشت میں منتقل ہوگیا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا کہ حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے۔ آپ کے بعد ایک بطن میں جوڑا (لڑکا لڑکی) پیدا ہوتا رہا۔ اس طرح یہ نور پاک، پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ تک پہنچا۔ اور ان سے بناء برقول اصح ایام تشریق میں جمعہ کی رات کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔

اسی نور کے پاک وصاف رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت کے تمام آباء وامہات کو شرک و کفر کی نجاست اور زنا کی آلودگی سے پاک رکھا ہے۔ اسی نور کے ذریعہ سے حضرت کے تمام آباء و

Marfat.com

اجداد نہایت حسین و مرجع خلائق تھے۔ اسی نور کی برکت سے حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ملائک کے مسجود بنے اور اسی نور کے وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی طوفان میں غرق ہونے سے بچی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آتش نمرود گلزار ہوگئی۔ اور اسی نور کے طفیل سے حضرات انبیائے سابقین علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات پر اللہ تعالیٰ کی عنایات بے غایت ہوئیں۔

جب آنحضرت ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند اشعار عرض کئے[ل]۔ جن میں مذکور ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام کا طوفان سے بچنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود کا گلزار ہو جانا حضور کے نور ہی کی برکت سے تھا۔ حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رضی اللہ عنہ حضور رسول اکرم ﷺ کی مدح میں یوں[ک] فرماتے ہیں:

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرَءٌ كَلَّا
وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاكَا اَنْتَ الَّذِیْ
مِنْ نُوْرِكَ الْبَدْرِ السَّنَا وَالشَّمْسُ
مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَا اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا
تَوَسَّلَ اٰدَمُ مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ اَبَاكَا
وَبِكَ الْخَلِیْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهُ بَرْدًا
وَّقَدْ خَمِدَتْ بِنُوْرِسَنَاكَا وَدَعَاكَ
اَیُّوْبُ لِضُرٍّ مَسَّهُ فَاُزِیْلَ عَنْهُ الضُّرُّ
حِیْنَ دَعَاكَا وَبِكَ الْمَسِیْحُ اَتٰی
بَشِیْرًا مُخْبِرًا بِصِفَاتِ حُسْنِكَ
مَادِحًا لِعُلَاكَا كَذٰلِكَ مُوْسٰی لَمْ یَزَلْ
مُتَوَسِّلًا بِكَ فِی الْقِیٰمَةِ مُحْتَمَا
بِحِمَاكَا وَالْاَنْبِیَاءُ وَكُلُّ خَلْقٍ فِی
الْوَرٰی وَالرُّسُلُ وَالْاَمْلَاكُ تَحْتَ
لِوَاكَا

آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی۔ اگر آپ نہ ہوتے آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج آپ ہی کے نور زیبا سے چمک رہا ہے آپ وہ ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے لغزش کے سبب سے آپ کا وسیلہ پکڑا تو وہ کامیاب ہو گئے۔ حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں آپ ہی کے وسیلہ سے خلیل علیہ السلام نے دعا مانگی، تو آپ کے روشن نور سے آگ ان پر ٹھنڈی ہوگئی اور بجھ گئی۔ اور ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت میں آپ ہی کو پکارا تو اس پکارنے پر ان کی مصیبت دور ہوگئی۔ اور مسیح علیہ السلام آپ ہی کی بشارت اور آپ ہی کی صفات حسنہ کی خبر دیتے اور آپ کی مدح کرتے ہوئے آئے۔

Marfat.com

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام آپ کا وسیلہ پکڑنے والے اور قیامت میں آپ کے سبزہ زار میں پناہ لینے والے رہے۔ اور انبیاء اور مخلوقات میں سے ہر مخلوق اور پیغمبر اور فرشتے آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:-

وصلی اللہ علیٰ نورِ کزو شد نورہا پیدا
زمیں از حبِ او ساکن فلک در عشق او شیدا
محمد احمد و محمود وے راخالقش بستود
کزوشد بود ہر موجود زو شد دیدہا بینا
اگر نامِ محمد رانیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یا فتے توبہ، نہ نوح از غرق نجینا
نہ ایوب از بلاراحت نہ یوسف حشمت و جاہت
نہ عیسیٰ آں مسیحا دم نہ موسیٰ آں ید بیضا

....

---

۱ مصنف عبدالرزاق (متوفی ۲۱۱ھ) بروایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری۔

۲ ترمذی شریف۔

۳ اس آیت کا ترجمہ یوں ہے۔ "اور جب لیا اللہ نے اقرار پیغمبروں کا کہ البتہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب وحکمت سے پھر آئے تمہارے پاس رسول سچا کرنے والا اس چیز کو کہ تمہارے ساتھ ہے البتہ تم ایمان لاؤ گے اس پر اور البتہ مدد دو گے اس کو۔ کہا خدا نے کیا اقرار کیا تم نے اور لیا اس پر عہد میرا۔ کہا انہوں نے اقرار کیا ہم نے۔ فرمایا خدا نے تم گواہ رہو اور میں تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ انتہیٰ (آل عمران۔ رکوع ۵)

۴ بلکہ لایا ہے حق کو اور سچا کیا ہے پیغمبروں کو (صافات ۔رکوع ۲)

۵ وفاء الوفاء فی فضائل المصطفیٰ لابن الجوزی۔

۶ خصائص کبریٰ للسیوطی بحوالہ حاکم وطبرانی۔

۷ مجموعہ قصائد ص ۴۰

Marfat.com

دوسرا باب

حالات نسب وولادت شریف تا بعثت شریف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سیّدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اور عدنان حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد سے ہیں۔

خاندانی شرافت وسیادت

رسول اللہ ﷺ کا خاندان عرب میں ہمیشہ سے ممتاز اور معزز چلا آتا تھا۔ نضر (یا فہر) کا لقب قریش تھا۔ اس وجہ سے اس کی اولاد کو قریشی اور خاندان کو قریش کہنے لگے اور اس سے اوپر والے کنانی کہلائے۔ قریش کی وجہ تسمیہ میں بہت سے مختلف اقوال ہیں جن کے ایراد کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے بھیجا گیا۔ ایک قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا۔ جس سے کہ ہوا۔" حدیث مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ بنایا۔ اسی طرح ترمذی شریف میں بہ سند حسن آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو مجھ کو ان کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا۔ پھر قبیلوں کو چنا، تو مجھ کو سب سے اچھے قبیلہ میں بنایا۔ پھر گھروں کو چنا، تو مجھے ان کے سب سے اچھے گھر میں بنایا۔ پس میں روح وذات اور اصل کے لحاظ سے ان سب سے اچھا ہوں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے:-

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ — خدا نے حضرت محمد ﷺ کا مثل کبھی پیدا نہیں کیا

اَبَدًا وَّعِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ — اور مجھے علم ہے کہ وہ آپ کا مثل پیدا نہ کریگا

نضر کے بعد فہر اپنے وقت میں رئیس عرب تھا۔ اس کا ہمعصر حسان بن عبد کلال حمیری چاہتا تھا

Marfat.com

کہ کعبہ کے پتھر اٹھا کر یمن میں لے جائے۔ تا کہ حج کے لیے وہیں کعبہ بنا دیا جائے۔ جب وہ اس ارادے سے حمیر وغیرہ کو ساتھ لے کر یمن سے آیا۔ اور مکہ سے ایک منزل پر مقام نخلہ میں اترا۔ تو فہر نے قبائل عرب کو جمع کر کے اس کا مقابلہ کیا۔ حمیر کو شکست ہوئی۔ حسان گرفتار ہوا اور تین برس کے بعد فدیہ دے کر رہا ہوا۔ اس واقعہ سے فہر کی ہیبت وعظمت کا سکہ عرب کے دلوں پر جم گیا۔

فہر کے بعد قصی بن کلاب نے نہایت عزت واقتدار حاصل کیا۔ قصی مذکور آنحضرت ﷺ کے جد خامس ہیں۔ ان کا اصلی نام زید تھا۔ کلاب کی وفات کے بعد ان کی والدہ فاطمہ نے بنو عذرہ میں سے ایک شخص ربیعہ بن حزام سے شادی کر لی تھی۔ وہ فاطمہ کو اپنی ولایت یعنی ملک شام کو لے گیا۔ فاطمہ اپنے ساتھ زید کو بھی لے گئی۔ چونکہ زید ابھی بچہ ہی تھے اور اپنے وطن مالوف سے دور جا رہے تھے اس لیے ان کو قصی (تصغیر اقصیٰ بمعنی بعید) کہنے لگے۔ جب قصی جوان ہو گئے تو پھر مکہ میں اپنی قوم میں آ گئے۔ اور وہیں حلیل خزاعی کی بیٹی حبی سے شادی کر لی۔ حلیل اس وقت کعبہ کا متولی تھا۔ اس کے مرنے پر تولیت قصی کے ہاتھ آئی۔ اس نے خزاعہ کو بیت المال سے نکال دیا۔ اور قریش کو گھاٹیوں پہاڑیوں اور وادیوں سے جمع کر کے مکہ کے اندر اور باہر آباد کیا۔ اس وجہ سے قصی کو مجمع بھی کہتے ہیں۔

قصی نے کئی کارہائے نمایاں کیے۔ چنانچہ ایک کمیٹی گھر قائم کیا جسے دارالندوہ کہتے تھے۔ مہمات امور میں مشورے یہیں کرتے۔ لڑائی کے لیے جھنڈا یہیں تیار ہوتا۔ نکاح اور دیگر تقریبات کی مراسم یہیں ادا کرتے۔ حرم کی رفادت وسقایت کا منصب بھی قصی ہی نے قائم کیا۔ چنانچہ موسم حج میں قریش کو جمع کر کے یہ تقریر کی۔ ''تم خدا کے پڑوسی اور خدا کے گھر کے تولی ہو۔ اور حجاج خدا کے مہمان اور خدا کے گھر کے زائرین ہیں۔ وہ اور مہمانوں کی نسبت تمہاری میزبانی کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لیے ایام حج میں ان کے کھانے پینے کے لیے کچھ مقرر کرو۔'' اس پر قریش نے سالانہ رقم مقرر کی۔ جس سے ہر سال ایام منیٰ میں غریب حاجیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ سقایت کے لیے قصی نے چرمی حوض بنائے جو ایام حج میں کعبہ کے صحن میں رکھے جاتے تھے۔ ان حوضوں کے بھرنے کے لیے مکہ کے کوؤں کا پانی مشکوں میں اونٹوں پر لایا جاتا تھا۔ ان مناصب کے علاوہ قریش کے باقی شرف بھی یعنی حجابت (کعبہ کی کلید برداری وتولیت) اور لواء (علم بندی) اور قیادت (امارت لشکر) قصی کے ہاتھ میں تھے۔ اور قصی ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے مزدلفہ پر روشنی کی تا کہ لوگوں کو عرفات سے نظر آ جائے۔

Marfat.com

قصی کے چار لڑکے (عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزیٰ، عبد) اور دو لڑکیاں (تخمر، برہ) تھیں۔عبدالدار اگرچہ عمر میں سب سے بڑا تھا۔مگر شرافت و وجاہت میں اپنے بھائیوں کے ہم پایہ نہ تھا۔اور عبد مناف تو سب سے اشرف تھے یہ آنحضرت ﷺ کے جد رابع تھے۔ان کا اصلی نام مغیرہ تھا۔رسول اللہ ﷺ کے نور کی جھلک ان کی پیشانی میں ایسی تھی کہ ان کو قمر البطحا (وادیٔ مکہ کا چاند) کہا کرتے تھے۔ جب قصی بہت بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے عبدالدار سے کہا کہ میں تجھے تیرے بھائیوں کے برابر کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر حرم شریف کے تمام مناصب اس کے سپرد کر دیئے۔ قصی کی ہیبت کے سبب سے اس وقت کسی نے اعتراض نہ کیا۔مگر قصی کے بعد جب عبدالدار اور عبد مناف کا بھی انتقال ہو چکا تو عبد مناف کے بیٹوں (ہاشم، عبد شمس، مطلب، نوفل) نے اپنا استحقاق ظاہر کیا اور چاہا کہ حرم شریف کے وظائف عبدالدار کی اولاد سے چھین لیں۔اس پر قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا۔بنو اسد بن عزیٰ اور بنو زہرہ بن کلاب اور بنو تیم بن مرہ اور بنو حارث بن فہر یہ سب بنو عبد مناف کی طرف اور بنو مخزوم اور بنو سہم اور بنو جمح اور بنو عدی بن کعب دوسری طرف ہو گئے۔بنو عبد مناف اور ان کے احلاف نے قسمیں کھا کر معاہدہ کیا کہ ہم ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔اور یک جہتی کے اظہار کے لیے ایک پیالہ خوشبو سے بھر کر حرم شریف میں رکھا۔اور سب نے اس میں اپنی انگلیاں ڈبوئیں۔اس لیے ان پانچ قبائل کو مطیبین کہتے ہیں۔اسی طرح دوسرے فریق نے باہم معاہدہ کیا اور ایک پیالہ خون سے بھر کر اس میں اپنی انگلیاں ڈبو کر چاٹ لیں۔اس لیے ان پانچ قبائل کو لعقۃ الدم (خون کے چاٹنے والے) کہتے ہیں۔غرض ہر دو فریق لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔مگر اس بات پر صلح ہو گئی کہ سقایت و رفادت و قیادت بنو عبد مناف کو دی جائے۔اور حجابت ولواء و ندوہ بدستور بنو عبدالدار کے پاس رہے۔ چنانچہ ہاشم کو جو بھائیوں میں سب سے بڑے تھے سقایت و رفادت ملی۔ ہاشم کے بعد مطلب کو اور مطلب کے بعد عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے بعد ابو طالب کو ملی۔اور ابو طالب نے اپنے بھائی عباس کے حوالہ کر دی۔قیادت عبد شمس کو دی گئی۔عبد شمس کے بعد اس کے بیٹے امیہ کو پھر امیہ کے بیٹے حرب کو پھر حرب کے بیٹے ابوسفیان کو عطا ہوئی۔اس لیے جنگ احد اور احزاب میں ابوسفیان ہی قائد تھا۔جنگ بدر کے وقت وہ قافلہ قریش کے ساتھ تھا۔اس لیے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس امیر الجیش تھا۔دارالندوہ عبدالدار کی اولاد میں رہا۔ یہاں تک کہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔انہوں نے اسے دارالامارت بنا لیا اور آخر کار حرم میں شامل

Marfat.com

ہو گیا۔ حجابت آج تک عبدالدار کی اولاد میں ہے۔ اور وہ بنوشیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار ہیں۔ لواء بھی اسی کی اولاد میں رہا۔ چنانچہ جنگ احد میں جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ جب ایک قتل ہو جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لیتا۔ اس طرح ان کی ایک جماعت قتل ہو گئی۔

ہاشمؓ نے منصب رفادت وسقایت کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو صبح کے وقت کعبہ سے پشت لگا کر یوں خطاب کرتے تھے۔ ''اے قریش کے گروہ تم خدا کے گھر کے پڑوسی ہو۔ خدا نے بنی اسمٰعیل میں سے تم کو اس کی تولیت کا شرف بخشا ہے اور تم کو اس کے پڑوس کے لیے خاص کیا ہے۔ خدا کے زائرین تمہارے پاس آ رہے ہیں جو اس کے گھر کی تعظیم کرتے ہیں۔ پس وہ خدا کے مہمان ہیں۔ اور خدا کے مہمانوں کی میزبانی کا حق سب سے زیادہ تم پر ہے۔ اس لیے تم خدا کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائرین کا اکرام کرو۔ جو ہر ایک شہر سے تیروں جیسی لاغر اور سبک اندام اونٹنیوں پر ژولیدہ مو اور غبار آلودہ آ رہے ہیں۔ اس گھر کے رب کی قسم اگر میرے پاس اس کام کے لیے کافی سرمایہ ہوتا تو میں تمہیں تکلیف نہ دیتا میں اپنے کسب حلال کی کمائی میں سے دے رہا ہوں۔ تم میں سے بھی جو چاہے ایسا کرے۔ میں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ جو شخص بیت اللہ کے زائرین کو اپنے مال سے دے، وہ بجز حلال کی کمائی کے نہ ہو۔'' اس تقریر پر قریش اپنے حلال مالوں میں سے دیا کرتے اور دارالندوہ میں جمع کر دیتے۔

ہاشم کا اصلی نام عمرو تھا۔ علو رتبہ کے سبب عمرو العلا کہلاتے تھے۔ نہایت مہمان نواز تھے، ان کا دسترخوان ہر وقت بچھا رہتا تھا۔ ایک سال قریش میں سخت قحط پڑا۔ یہ ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر ایام حج میں مکہ میں پہنچے۔ اور روٹیوں کا چورہ کر کے اونٹوں کے گوشت کے شوربے میں ڈال کر ثرید بنایا اور لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے ان کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والا) کہنے لگے۔

عبد مناف کے صاحبزادوں نے قریش کی تجارت کو بہت ترقی دی اور دول خارجہ کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے ان سے کاروان قریش کے لیے فرامین حفظ و امن حاصل کیے۔ چنانچہ ہاشم نے قیصر روم اور ملک غسان سے اور عبد شمس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے اور نوفل نے اکاسرہ عراق سے اور مطلب نے یمن کے شاہ حمیر سے اسی قسم کے فرمان لکھوا لیے۔ اس کے بعد ہاشم نے قریش کے لیے سال میں دو تجارتی سفر مقرر کیے اس لیے قریش موسم سرما میں یمن و حبشہ میں اور گرما میں عراق و شام میں جاتے اور ایشیائے کوچک کے مشہور شہر انقرہ (انگورہ) تک پہنچ جاتے۔

ہاشم کی پیشانی میں نورِ محمدی ﷺ چمک رہا تھا۔ احبار میں سے جو آپ کو دیکھتا آپ کے ہاتھ کو

Marfat.com

بوسہ دیتا۔ قبائل عرب واحبار میں سے آپ کو شادی کے پیام آتے مگر آپ انکار کر دیتے۔ ایک دفعہ بغرض تجارت آپ ملک شام کو گئے۔ راستے میں مدینہ میں بنوعدی بن نجار میں سے ایک شخص عمرو بن زید بن لبید خزرجی کے ہاں ٹھہرے۔ اس کی صاحبزادی سلمیٰ حسن وصورت وشرافت میں اپنی قوم کی تمام عورتوں میں ممتاز تھی۔ آپ نے اس سے شادی کر لی۔ مگر عمرو نے ہاشم سے یہ عہد لیا کہ سلمیٰؓ جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے میں جنے گی۔ شادی کے بعد ہاشم شام کو چلے گئے۔ جب واپس آئے تو سلمیٰ کو اپنے ساتھ مکہ میں لے آئے۔ حمل کے آثار بخوبی محسوس ہوئے تو سلمیٰ کو مدینہ میں چھوڑ کر آپ شام کو چلے گئے۔ اور وہیں غزہ ؓمیں پچیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور غزہ ہی میں دفن ہوئے۔ سلمیٰ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے سر میں کچھ سفید بال تھے۔ اس لئے اس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ اور شیبۃ الحمد بھی کہتے تھے۔ حمد کی نسبت اس کی طرف اس امید پر کی گئی کہ اس سے افعال نیک سرزد ہوں گے۔ جس کے سبب سے لوگ اس کی تعریف کیا کریں گے۔ شیبہ سات یا آٹھ سال مدینہ ہی میں رہے۔ پھر مطلب کو خبر لگی تو بھتیجے کو لینے کے لئے مدینہ میں پہنچے۔ جب مدینہ سے واپس آئے تو شیبہ کو اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کر لیا۔ شیبہ کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ جب چاشت کے وقت مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مطلب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ مطلب نے کہا: یہ میرا عبد (غلام) ہے۔ اس وجہ سے شیبہ کو عبدالمطلب کہنے لگے۔ وجہ تسمیہ میں بعضوں نے اور قول بھی نقل کئے ہیں۔

مطلب کے بعد اہل مکہ کی ریاست عبدالمطلب[۱] کو ملی۔ اور رفادت وسقایت ان کے حوالہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ ان سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔ جب قریش کو کوئی حادثہ پیش آتا تو عبدالمطلب کو کوہ شیبہ پر لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے بارگاہ رب العزت میں دعا مانگتے۔ اور ایام قحط میں ان کے واسطہ سے طلب باراں کرتے اور وہ دعا قبول ہوتی۔ عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جو تحنث کیا کرتے تھے۔ یعنی ہر سال ماہ رمضان میں کوہ حرام میں جا کر خدا کے گیان دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے۔ وہ موحد تھے شراب وزنا کو حرام جانتے تھے۔ نکاح محارم سے اور بحالت برہنگی طواف کعبہ سے منع کرتے۔ لڑکیوں کے قتل سے روکتے۔ چور کا ہاتھ کاٹ دیتے بڑے مجاب الدعوات اور فیاض تھے۔ اپنے دسترخوان سے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پرند چرند کو کھلایا کرتے تھے۔ اس لئے انہیں مطعم الطیر (پرندوں کو کھلانے والے) کہتے تھے۔ یہ سب کچھ نور محمد کی برکت سے تھا۔

عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کیا۔ اسکا قصہ یوں ہے کہ

Marfat.com

حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کعبہ کی تولیت نابت بن اسمٰعیل کے سپرد ہوئی نابت کے بعد نابت کا نانا مضاض بن عمرو جرہمی متولی ہوا۔ جب بنو جرہم حرم شریف کی بے حرمتی کرنے اور کعبہ کے مال اپنے خرچ میں لانے لگے تو بنوبکر بن عبد مناف بن کنانہ اور غبشان خزاعی نے ان کو مکہ سے یمن کی طرف نکال دیا۔ اس وقت سے خزاعہ متولی ہوئے۔ خزاعہ میں سے اخیر متولی حلیل بن حبشیہ تھا۔ اس کے بعد تولیت قصی کے ہاتھ آئی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی نے نکلتے وقت کعبہ کے ہر دو غزال طلائی اور حجر رکن کو زمزم میں ڈال کر اسے ایسا بند کر دیا کہ مدت تک کسی کو اس کا نشان تک معلوم نہ رہا۔ آخر کار عبد المطلب کو خواب میں اسے کھودنے کا اشارہ ہوا۔ عبد المطلب کے ہاں اس وقت صرف ایک صاحبزادہ حارث تھا۔ اسی کو ساتھ لے کر کھودنے لگے۔ جب کنوئیں کا بالائی نظر آیا تو خوشی میں تکبیر کہی۔ کھودتے کھودتے ہر دو غزال اور کچھ تلواریں اور زرہیں برآمد ہوئیں۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا کہ اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ عبد المطلب نے بجائے مقابلہ کے اس معاملہ کو قرعہ اندازی پر چھوڑا۔ پس یہ ہر دو غزال کا قرعہ کعبہ پر اور تلواروں اور زرہوں کا قرعہ عبد المطلب پر پڑا اور قریش کے نام کچھ نہ نکلا۔ اس طرح عبد المطلب نے زمزم کو کھود کر درست کیا۔ اس وقت سے زمزم ہی کا پانی حاجیوں کے کام آنے لگا۔ اور مکہ کے کنوؤں کے پانی کی ضرورت نہ رہی۔

زمزم کے کھودنے میں عبد المطلب نے اپنے معاونین کی قلت محسوس کر کے یہ منت مانی تھی کہ اگر میں اپنے سامنے دس بیٹوں کو جوان دیکھ لوں۔ تو ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کروں گا۔ جب مراد برآئی تو ایفائے نذر کے لیے دسوں بیٹوں کو لے کر کعبہ میں آئے۔ اور پجاری سے اپنی نذر کا حال بیان کیا اور کہا کہ ان دسوں پر قرعہ ڈالو، دیکھو کس کا نام نکلتا ہے۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے اپنے نام کا قرعہ دیا۔ ایک طرف پجاری قرعہ نکال رہا تھا۔ دوسری طرف عبد المطلب یوں دعا کر رہے تھے۔

''یا اللہ میں نے ان میں سے ایک کی قربانی کی منت مانی تھی اب میں ان پر قرعہ اندازی کرتا ہوں، تو جسے چاہتا ہے اس کا نام نکال۔''

اتفاق سے عبد اللہ کا نام نکلا۔ جو رسول اللہ ﷺ کے والد اور عبد المطلب کو سب بیٹوں میں پیارے تھے۔ عبد المطلب چھری ہاتھ میں لے کر ان کو قربان گاہ کی طرف لے چلے۔ مگر قریش اور عبد اللہ کے بھائی مانع ہوئے۔ آخر کار عبد اللہ اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا اتفاق یہ کہ عبد اللہ ہی

Marfat.com

کے نام پر قرعہ نکلا۔ پھر عبداللہ اور بیس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا مگر نتیجہ وہی نکلا۔ بڑھاتے بڑھاتے سو اونٹوں پر نوبت پہنچی تو قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے سو ۱۰۰ اونٹ قربانی کئے، اور عبداللہ بچ گئے۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے انا ابن الذبیحین یعنی میں دو ذبیح (اسمٰعیل و عبداللہ) کا بیٹا ہوں۔

جب عبدالمطلب اونٹوں کی قربانی سے فارغ ہوئے تو عبداللہ کی شادی کی فکر ہوئی۔ عبداللہ نورِ محمدی ﷺ کے سبب کمال حسن و جمال رکھتے تھے۔ قضیہ ذبح سے اور مشہور ہو گئے۔ قریش کی عورتیں ان کی طرف مائل تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پردہ عفت و عصمت میں محفوظ رکھا۔ عبدالمطلب ان کے لیے ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو شرف نسب و حسب و عفت میں ممتاز ہو۔ اس لیے وہ ان کو بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ کے ہاں لے گئے۔ وہب کی بیٹی آمنہ زہریہ قرشیہ نسب و شرف میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں عبدالمطلب نے وہب کو عبداللہ کی شادی کا پیغام دیا۔ اور وہیں عقد ہو گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ آمنہ اپنے چچا وہیب کے پاس رہتی تھیں۔ عبدالمطلب نے وہیب کو پیغام دیا اور نکاح ہو گیا اور اسی مجلس میں خود عبدالمطلب نے وہیب کی صاحبزادی ہالہ سے شادی کی۔

عبدالمطلب کے ہاں بقول ابن ہشام پانچ بیویوں سے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

زوجہ کا نام	اولاد
سمراء بنت جندب ہوازنیہ	حارث
لبنیٰ بنت ہاجرہ خزاعیہ	ابولہب (اصلی نام عبدالعزیٰ)
فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ	ابو طالب (اصلی نام عبدمناف) زبیر۔ عبداللہ (والد رسول اللہ)
	بیضاء۔ عاتکہ۔ برہ امیمہ۔ اروی رضی اللہ عنہا
ہالہ بنت وہیب زہریہ	حمزہ رضی اللہ عنہ۔ مقوم۔ حجل۔ صفیہ رضی اللہ عنہا
نتیلہ بنت جناب خزرجیہ	عباس رضی اللہ عنہ ضرار

جب نورِ محمدی ﷺ حضرت آمنہ کے رحم مبارک میں منتقل ہو گیا تو کئی عجائبات ظہور میں آئے۔ اس سال قریش میں سخت قحط سالی تھی۔ اس نور کی برکت سے زمین پر جابجا روئیدگی کی مخملی چادر نظر آنے لگی۔ درختوں نے اپنے پھل جھکا دیئے اور مکہ میں اس قدر فراخ سالی ہوئی کہ اس سال کو سنۃ

Marfat.com

الفتح والابتہاج کہنے لگے۔ قریش کا ہر ایک چار پایہ فصیح عربی زبان میں حضرت آمنہ کے حمل کی خبر دینے لگا۔ بادشاہوں کے تخت اور بت اوندھے گر پڑے۔ مشرق و مغرب کے وحشی چرند پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ جن پکار اٹھے کہ حضرت کا زمانہ قریب آ گیا۔ کہانت کی آبرو جاتی رہی اور رہبانیت پر خوف طاری ہوا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خواب میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "تیرے پیٹ میں جہان کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا۔"

حضرت عبداللہ کی وفات

جب قول مشہور کے موافق حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو حضرت کے دادا عبدالمطلب نے آپ کے والد حضرت عبداللہ کو مدینہ میں کھجوریں لانے کے لیے بھیجا۔ حضرت عبداللہ وہاں اپنے والد کے ننہال بنو عدی بن نجار میں ایک ماہ بیمار رہ کر انتقال فرما گئے۔ اور وہیں دار نابغہ میں دفن ہوئے۔ بعضے کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو تجارت کے لیے ملک شام بھیجا تھا۔ وہ واپس آتے ہوئے مدینہ میں بنو عدی میں ٹھہرے اور بیمار ہو کر یہیں رہ گئے۔ حضرت عبداللہ کا ترکہ ایک لونڈی ام ایمن برکہ حبشیہ اور پانچ اونٹ اور کچھ بکریاں تھیں۔

واقعہ اصحاب فیل

تولد شریف سے ۵۵ دن پہلے ایک واقعہ پیش آیا جو اصحاب فیل کا واقعہ کر کے مشہور ہے۔ اس واقعہ کی کیفیت بطریق اختصار یوں ہے کہ اس وقت شاہ حبشہ کی طرف سے ابرہہ یمن کا گورنر تھا۔ اس نے شہر صنعاء میں ایک کلیسا بنایا اور شاہ حبشہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے لیے ایک بے نظیر کلیسا بنوایا ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ عرب کے لوگ آئندہ خانہ کعبہ کو چھوڑ کر یہیں حج و طواف کیا کریں۔ جب یہ خبر عرب میں مشہور ہو گئی تو بنی کنانہ میں سے ایک شخص نے غصہ میں آ کر اس کلیسا میں بول و براز کر دیا۔ یہ دیکھ کر ابرہہ آگ بگولا ہو گیا اور اس نے قسم کھائی کہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دوں تو میرا نام ابرہہ نہیں۔ اسی وقت فوج و ہاتھی لے کر کعبہ پر چڑھائی کی۔ یہاں تک کہ مقام مغمس میں جو مکہ مشرفہ سے دو میل ہے جا اترا۔ اور ایک سردار کو حکم دیا کہ اہلِ مکہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے۔ چنانچہ وہ سردار، قریش کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں ہانک لایا۔ جن میں دو سو اونٹ عبدالمطلب بن ہاشم کے بھی تھے۔ بعد ازاں ابرہہ کی طرف سے حناطہ حمیری گیا اور عبدالمطلب کو ابرہہ کے پاس لے آیا۔ ابرہہ نے عبدالمطلب کا بڑا اکرام کیا اور دونوں میں بذریعہ ترجمان یہ گفتگو ہوئی۔

Marfat.com

ابرہہ: تم کیا چاہتے ہو؟

عبدالمطلب: میرے اونٹ واپس کردو۔

ابرہہ: (متعجب ہوکر) تمہیں اونٹوں کا تو خیال ہے، مگر خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباءواجداد کا دین ہے اور جسے میں ڈھانے آیا ہوں اس کا نام تک نہیں لیتے۔

عبدالمطلب: میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ خانہ کعبہ کا مالک اور ہے۔ وہ اپنے گھر کو بچائے گا۔

ابرہہ: خانہ کعبہ مجھ سے بچ نہیں سکتا۔

عبدالمطلب: پھر تم جانو اور وہ۔

اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ میں واپس آ گیا اور قریش سے کہنے لگا کہ شہر مکہ سے نکل جاؤ اور پہاڑوں کے دروں میں پناہ لو۔ یہ کہہ کر خود چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گیا اور دروازے کا حلقہ پکڑ کر یوں دعا کی۔

لا هم ان العبد يمنع رحله فامنع دارك

لا يغلبن صليبهم و محالهم غدوا محالك

ان كنت تاركهم وقبلتنا فأمر ما بدالك

ترجمہ اشعار: اے اللہ بندہ اپنے گھر کو بچایا کرتا ہے تو بھی اپنا گھر بچا۔

ایسا نہ ہو کہ کل کو ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر غالب آ جائے۔

اگر تو ہمارے قبلہ کو ان پر چھوڑنے لگا ہے، تو حکم کر جو چاہتا ہے۔

ادھر عبدالمطلب یہ دعا کر کے اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑوں کے درے میں پناہ گزیں ہوا۔ ادھر صبح کو ابرہہ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے فوج اور ہاتھی لے کر تیار ہوا۔ جب اس نے ہاتھی کا منہ مکہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ بہتیرے آنکس مارے مگر نہ اٹھا۔ آخر مکہ کی طرف سے اس کا منہ موڑ کر اٹھایا تو اٹھا اور تیز بھاگنے لگا۔ غرض جب مکہ کی طرف اس کا منہ کرتے تو بیٹھ جاتا۔ اور کسی دوسری طرف کرتے تو اٹھ کر بھاگتا۔ اسی حال میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے ابابیلوں کے غول کے غول بھیجے۔ جن کے پاس کنکریاں تھیں۔ ایک ایک چونچ میں اور دو دو پنجوں میں۔ انہوں نے کنکروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ جس پر کنکر گرتی ہلاک ہو جاتا۔ یہ دیکھ کر ابرہہ کا لشکر بھاگ نکلا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر دشمن سے بچالیا۔ قرآن مجید سورۂ فیل میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

قصہ اصحاب فیل میں دو طرح سے حضرت کی کرامت ظاہر ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر صحاب فیل

Marfat.com

غالب آتے تو وہ حضرت کی قوم کو قید کر لیتے اور غلام بنا لیتے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا۔تاکہ اس کے حبیب پاک پر حمل وطفولیت کی حالت میں اسیری وغلامی کا دھبہ نہ لگے۔ دوسرے یہ کہ اصحاب فیل نصاریٰ اہل کتاب تھے جن کا دین قریش کے دین سے جو بت پرست تھے یقیناً بہتر تھا۔مگر یہ کہ حضرت کے وجود باجود کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کی حرمت قائم رکھنے کے لیے قریش کو باوجود بت پرست ہونے کے اہل کتاب پر فتح دی۔یہ واقعہ حضرت کی نبوت کا پیش خیمہ تھا۔کیونکہ آپ کے دین میں اسی بیت اللہ کی تعظیم اسی کے حج اور اسی کی طرف نماز کا حکم ہوا۔

تولد شریف

جب حمل شریف کو چاند کے حساب سے پورے نو مہینے ہوگئے تو حضور اقدس ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن فجر کے وقت کہ ابھی بعض ستارے آسمان پر نظر آرہے تھے پیدا ہوئے۔ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے۔سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے (جس سے آپ اپنے علو مرتبہ کی طرف اشارہ فرمارہے تھے) بدن بالکل پاکیزہ اور تیز بوکستوری کی طرح خوشبودار ختنہ کئے ہوئے۔ناف بریدہ۔چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح نورانی۔آنکھیں قدرت الٰہی سے سرمگیں۔دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں۔آپ کی والدہ نے آپ کے دادا عبدالمطلب کو جو اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کررہے تھے بلا بھیجا۔وہ حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔اور بیت اللہ شریف میں لیجا کر آپ کے لیے صدق دل سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا۔آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے ابولہب کو تولد شریف کی خبر دی تو اس نے اس خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔

حضرت ﷺ جس مہینے میں پیدا ہوئے۔اس کا نام تو ربیع تھا ہی۔مگر وہ موسم بھی ربیع (بہار) کا تھا۔کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ربیع فی ربیع فی ربیع ونور فوق نور فوق نور

چہرہ مبارک ۱۲، موسم ربیع ۱۲، ماہ تولد شریف ۱۲

تولد شریف کی خوشی کا ثمرہ

ابولہب کی موت کے ایک سال بعد حضرت عباس نے خواب میں ابولہب کو برے حال میں دیکھا۔پوچھا تجھے کیا ملا؟ ابولہب نے جواب دیا:-

Marfat.com

لم الق بعد کم غیر انی	تمہارے بعد مجھے کچھ آرام نہیں ملا سوائے اس کے کہ ثویبہ
سقیت فی ھذہ بعتاقتی	کو آزاد کرنے کے سبب سے بمقدار اس (مغاک میان
ثوبیة	ابہام وسبابہ) کے پانی مل جاتا ہے جسے میں پی لیتا ہوں۔

اس حدیث عروہ بن زبیر کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب بتا رہا ہے کہ میرے تمام اعمال رائیگاں گئے سوائے ایک کے اور وہ یہ کہ میں نے حضرت کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اس ایک عمل کا فائدہ باقی رہ گیا۔ اور وہ یوں ہے کہ اس کے بدلے ہر دوشنبہ کو ابہام وسبابہ کے درمیانی مغاک کی مقدار مجھے پانی مل جاتا ہے جسے میں انگلیوں سے چوس لیتا ہوں اور عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ یہ حضور رسول اکرم ﷺ کی خصوصیات سے ہے۔ ورنہ کافر کا کوئی عمل فائدہ نہ دے گا۔

فقیر توکلی گزارش کرتا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تولد شریف پر خوشی منانے سے ایک کافر کو یہ فائدہ پہنچا تو قیاس کیجئے کہ ایک مسلمان جو ہر سال مولود شریف کراتا اور حضور احمد مختار ﷺ کے تولد شریف پر خوشیاں مناتا اس دار فانی سے رخصت ہو جائے تو اسے کس قدر فائدہ پہنچے گا۔

تولد شریف کے وقت خوارق

تولد شریف کے وقت غیب سے عجیب وغریب اور خارق عادت امور ظاہر ہوئے تا کہ آپ کی نبوت کی بنیاد پڑ جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ وپسندیدہ ہیں۔ چنانچہ ستارے تعظیم کے لیے جھک کر آپ کے قریب آ گئے اور ان کے نور سے حرم شریف کی پست زمین اور ٹیلے روشن ہو گئے۔ آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا کہ مکہ مشرفہ کے رہنے والوں کو ملک شام کے قیصری محل نظر آ گئے۔ شیاطین پہلے آسمانوں پر چلے جاتے اور کاہنوں کو بعض مغیبات کی خبر دے دیتے تھے۔ اور وہ لوگوں کو کچھ اپنی طرف سے ملا کر بتا دیا کرتے تھے۔ اب آسمانوں میں ان کا آنا جانا بند کر دیا گیا۔ اور آسمانوں کی حفاظت شہاب ثاقب سے کر دی گئی۔ اس طرح وحی وغیر وحی میں خلط ملط ہو جانے کا اندیشہ جاتا رہا۔ شہر مدائن میں محل کسریٰ پھٹ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ اس میں اشارہ تھا کہ چودہ حکمرانوں کے بعد ملک فارس خادمان اسلام کے قبضہ میں آ جائے گا۔ فارس کے آتش کدے ایسے سرد پڑ گئے کہ ہر چند ان میں آگ جلانے کی کوشش کی جاتی تھی مگر نہ جلتی تھی۔ بحیرۂ ساوہ جو ہمدان وقم کے درمیان چھ میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا تھا اور جس کے کناروں پر شرک وبت پرستی ہوا کرتی تھی یکا یک بالکل خشک ہو گیا۔ وادی ساوہ (شام وکوفہ کے درمیان) کی ندی جو بالکل خشک پڑی تھی لبالب بہنے لگی۔

Marfat.com

رضاعت

آنحضرت ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے کئی دن دودھ پلایا۔ پھر ابولہب کی آزاد کی ہوئی لونڈی ثویبہ نے چند روز ایسا ہی کیا۔ بعدازاں حلیمہ سعدیہ نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔

قریش میں دستور تھا کہ شہر کے لوگ اپنے شیرخوار بچوں کو بدوی آبادی میں بھیج دیا کرتے تھے تاکہ بچے بدوؤں میں پل کر فصاحت اور عرب کی خالص خصوصیات حاصل کریں۔ اور مدت رضاعت کے ختم ہونے پر عوضانہ دے کر واپس لے آتے تھے۔ اس لیے نواح مکہ کے قبائل کی بدوی عورتیں سال میں دو دفعہ ربیع و خریف میں بچوں کی تلاش میں شہر مکہ میں آیا کرتی تھیں۔ چنانچہ اس دفعہ قحط سالی میں حلیمہ سعدیہ اپنے قبیلہ کی دس عورتوں کے ساتھ اسی غرض سے شہر میں آئی۔ حلیمہ کے ساتھ اس کا شیرخوار بچہ عبداللہ نام، اس کا شوہر حارث بن عبدالعزیٰ سعدی، ایک دراز گوش اور ایک اونٹنی تھی بھوک کے مارے نہ اونٹنی دودھ کا ایک قطرہ دیتی تھی اور نہ حلیمہ کی چھاتیوں میں کافی دودھ تھا۔ اس لیے بچہ بے چین رہتا تھا۔ اور رات کو اس کے رونے کے سبب سے میاں بیوی سو بھی نہ سکتے تھے۔ اب قسمت جاگی تو حلیمہ کو جو شرف و کمال میں مشہور تھی ایسا مبارک رضیع مل گیا کہ ساری زحمت کافور ہوگئی۔ دیکھتے ہی دائیں چھاتی سے لگالیا۔ دودھ نے جوش مارا۔ حضرت نے پیا اور بائیں چھاتی چھوڑ دی جس سے حلیمہ کے بچے نے پیا۔ اس کے بعد بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہ عدل جبلی کا نتیجہ تھا۔ ڈیرے پر پہنچی تو پھر دونوں بچوں نے سیر ہوکر دودھ پیا۔ حارث نے اٹھ کر اونٹنی کو جو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ جس سے میاں بیوی سیر ہوگئے اور رات آرام سے کٹی۔ اس طرح تین راتیں مکہ میں گزار کر حضرت آمنہ کو وداع کر دیا گیا اور حلیمہ اپنے قبیلہ کو آئی۔ اس نے حضرت کو اپنے آگے دراز گوش پر سوار کرلیا۔ دراز گوش نے پہلے کعبہ کی طرف تین سجدے کر کے سر آسمان کی طرف اٹھایا گویا شکریہ ادا کیا کہ اس سے یہ خدمت لی گئی۔ پھر روانہ ہوئی۔ اور حضرت ﷺ کی برکت سے ایسی چست و چالاک بن گئی کہ قافلہ کے سب چوپایوں سے آگے چل رہی تھی حالانکہ جب آئی تھی تو کمزوری کے سبب سے سب سے پیچھے رہ جاتی تھی۔ ساتھ کی عورتیں حیران ہوکر پوچھتی تھیں ابوذ دیب کی بیٹی! کیا یہ وہی دراز گوش ہے؟ حلیمہ جواب دیتی، واللہ یہ وہی ہے۔ بنو سعد میں اس وقت سخت قحط تھا۔ مگر حضرت ﷺ کی برکت سے حلیمہ کے مویشی سیر ہوکر آتے اور خوب دودھ دیتے۔ اور دوسروں کے مویشی بھوکے آتے اور وہ دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ دیتے۔ اس طرح حلیمہ کی سب تنگدسی دور ہوگئی۔ [1]

Marfat.com

حلیمہ حضرت ﷺ کو کسی دور جگہ نہ جانے دیتی تھی۔ ایک روز وہ غافل ہوگئی اور حضرت ﷺ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کے وقت بھیڑوں کے ریوڑ میں تشریف لے گئے۔ مائی حلیمہ تلاش میں نکلی۔ اور آپ کو شیماء کے ساتھ پایا۔ کہنے لگی، ایسی تپش میں؟ شیماء ؓ بولی۔ ''اماں جان! میرے بھائی نے تپش محسوس نہیں کی۔ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ جب آپ ٹھہر جاتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا۔ اور جب چلتے تو بادل بھی چلتا۔ یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم اس جگہ آ پہنچے ہیں۔''

جب حضرت ﷺ دو سال کے ہوگئے تو مائی حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ اور آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے کر آئی اور کہا۔ کاش تو اپنے بیٹے کو میرے پاس اور رہنے دے تاکہ قوی ہو جائے۔ کیونکہ مجھے اس پر وبائے مکہ کا ڈر ہے۔ یہ سن کر بی بی آمنہ نے آپ کو حلیمہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ حلیمہ کا بیان ہے کہ ہمیں واپس آئے دو یا تین مہینے گزرے تھے کہ ایک روز حضرت ﷺ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے ہماری بھیڑوں میں تھے کہ آپ کا بھائی دوڑتا آیا۔ کہنے لگا کہ میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو شخص آئے جن پر سفید کپڑے ہیں۔ انہوں نے پہلو کے بل لٹا کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ یہ سن کر میں اور میرا خاوند دوڑے گئے۔ دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ ہم دونوں آپ کے گلے لپٹ گئے اور پوچھا، بیٹا! تجھے کیا ہوا۔ آپ نے بیان کیا کہ دو شخص میرے پاس آئے جن پر سفید کپڑے تھے۔ انہوں نے پہلو کے بل لٹا کر میرا پیٹ پھاڑ دیا۔ اور اس میں سے ایک خون کی پھٹکی نکال کر کہا کہ **ھذا حظ الشیطان منک** (یہ تجھ سے شیطان کا حصہ ہے) پھر اسے ایمان وحکمت سے بھر کر سی دیا۔ پس ہم آپ کو اپنے خیمہ میں لے آئے۔ میرے خاوند نے کہا، حلیمہ! مجھے ڈر ہے اس لڑکے کو کچھ آسیب ہے۔ آسیب ظاہر ہونے سے پہلے اسے اس کے کنبے میں چھوڑ آ۔ میں آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائی اور بڑے اصرار کے بعد اس سے حقیقت حال بیان کی۔ ماں نے کہا: اللہ کی قسم ان پر شیطان کو دخل نہیں۔ میرے بیٹے کی بڑی شان ہے۔

تعدد شق صدر

واضح رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شق صدر چار مرتبہ ہوا ہے۔ ایک وہ جن کا ذکر اوپر ہوا۔ یہ اس واسطے تھا کہ حضور انور وساوس شیطان سے جن میں بچے مبتلا ہوا کرتے ہیں محفوظ رہیں۔ اور بچپن ہی سے اخلاق حمیدہ پر پرورش پائیں۔ دوسری مرتبہ دس برس کی عمر میں ہوا تاکہ آپ کامل ترین اوصاف پر جوان ہوں۔ تیسری مرتبہ غار حرا میں بعثت کے وقت ہوا تاکہ آپ وحی کے بوجھ کو

Marfat.com

برداشت کرسکیں۔چوتھی مرتبہ شب معراج میں ہوا تاکہ آپ مناجات الٰہی کے لیے تیار ہو جائیں۔

حضرت آمنہ کی وفات

حضرت ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ میں آپ کے دادا کے نہال بنو عدی بن نجار میں ملنے گئیں۔بعضے کہتے ہیں کہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے گئی تھیں۔ام ایمن بھی ساتھ تھی۔جب واپس آئیں تو راستے میں مقام ابوا میں انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

ہجرت کے بعد جب حضرت ﷺ کا گزر بنو نجار پر ہوا تو اپنے قیام مدینہ کا نقشہ سامنے آ گیا اور اپنے قیامگاہ کو دیکھ کر فرمایا:''اس گھر میں میری والدہ مکرمہ مجھے لے کر ٹھہری تھیں۔میں بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرا کرتا تھا۔''(مواہب لدنیہ)

عبدالمطلب وابوطالب کی کفالت

ام ایمن حضرت کو مکہ میں لائیں اور آپ کے دادا عبدالمطلب کے حوالہ کیا۔عبدالمطلب آپ کی پرورش کرتا رہا۔مگر جب آپ کی عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو اس نے بھی وفات پائی اور حسب وصیت آپ کا چچا ابوطالب جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باپ اور آپ کے والد عبداللہ کا ماں جایا بھائی تھا۔آپ کی تربیت کا کفیل ہوا۔ابوطالب نے آپ کی کفالت کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔اور آپ کو اپنی ذات اور بیٹوں پر مقدم رکھا۔

طفولیت میں حضرت ﷺ کی دعا سے نزول باراں

ایک دفعہ ابوطالب نے حضرت ﷺ کو ساتھ لے کر بارش کے لیے دعا کی تھی جو حضور کی برکت سے فوراً قبول ہوئی تھی۔چنانچہ ابن عساکر جلہمہ بن عرفطہ سے ناقل ہے کہ اس نے کہا کہ میں مکہ میں آیا۔اہلِ مکہ قحط میں مبتلا تھے۔ایک بولا کہ لات وعزیٰ کے پاس چلو۔دوسرا بولا کہ منات کے پاس چلو۔یہ سن کر ایک خوبرو جید الرائے بوڑھے نے کہا:تم کہاں الٹے جا رہے ہو حالانکہ ہمارے درمیان باقیہ ابراہیم وسلالہ اسماعیل موجود ہے۔وہ بولے کیا تمہاری مراد ابوطالب ہے؟اس نے کہا ہاں۔پس وہ سب اٹھے اور میں بھی ساتھ ہو لیا۔جا کر دروازے پر دستک دی ابوطالب نکلا تو کہنے لگے۔''ابوطالب!جنگل قحط زدہ ہو گیا۔ہمارے زن وفرزند قحط میں مبتلا ہیں۔چل مینہ مانگ۔''پس ابوطالب نکلا۔اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا۔گویا آفتاب تھا۔جس سے ہلکا سیاہ بادل

Marfat.com

دور ہو گیا ہو۔ اس کے گرد اور چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے۔ ابو طالب نے اس لڑکے کو لیا اور اس کی پیٹھ کعبہ سے لگائی۔ اس لڑکے (محمد ﷺ) نے التجا کرنے والے کی طرح اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حالانکہ اس وقت آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نہ تھا۔ اشارہ کرنا تھا کہ چاروں طرف سے بادل آنے لگے۔ برسا اور خوب برسا۔ جنگل میں پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ اور آبادی و وادی سب سرسبز و شاداب ہو گئے۔ اسی بارے میں ابو طالب نے کہا ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه	اور گورے رنگ والے جن کی ذات
ثمال الیتامی عصمة للارامل	کے وسیلہ سے نزول باراں طلب

کیا جاتا ہے۔ یتیموں کے ملجاء و ماوٰی۔ رانڈوں اور درویشوں کے نگہبان بعثت کے بعد جب قریش آنحضرت ﷺ کو ستا رہے تھے تو ابو طالب نے ایک قصیدہ لکھا تھا جو سیرت ابن ہشام میں دیا ہوا ہے۔ شعر مذکور اسی قصیدے میں سے ہے۔ اس شعر میں ابو طالب قریش پر بچپن سے حضرت ﷺ کے احسانات جتا رہا ہے۔ اور گویا کہہ رہا ہے کہ ایسے قدیم بابرکت محسن کے درپے آزار کیوں ہو؟ (مواہب و زُرقانی)

شام کا پہلا سفر

جب حضرت ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال کی ہوئی تو ابو طالب حسب معمول قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کو جانے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ اس سے لپٹ گئے۔ اس لیے اس نے آپ کو بھی ساتھ لے لیا۔ جب قافلہ شہر بصرے میں پہنچا تو وہاں بحیرا راہب نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ یہ سارے جہان کا سردار ہے۔ رب العالمین کا رسول ہے۔ اللہ اس کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۔ قریشیوں نے پوچھا تجھے یہ کیونکر معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ جس وقت تم گھاٹی سے چڑھے کوئی درخت اور پتھر باقی نہ رہا مگر سجدے میں گر پڑا۔ درخت اور پتھر پیغمبر کے سوا کسی دوسرے شخص کو سجدہ نہیں کرتے۔ اور میں ان کو مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند ہے۔ پھر اس راہب نے کھانا تیار کیا۔ جب وہ اس کے پاس کھانا لایا تو حضرت ﷺ اونٹوں کے چرانے میں مشغول تھے۔ اس نے کہا، آپ کو بلا لو۔ آپ آئے تو بادل نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ جب آپ قوم کے نزدیک آئے تو ان کو درخت کے سایہ کی طرف آگے بڑھے ہوئے پایا جس وقت آپ بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ آپ کی طرف ہٹ آیا۔ پھر کہا۔ ''تمہیں خدا کی قسم بتاؤ ان کا ولی کون ہے؟ انہوں نے کہا ابو طالب۔ پس اس

Marfat.com

نے ابوطالب سے بتا کید تمام کہا کہ ان کو مکہ واپس لے جاؤ۔ کیونکہ اگر تم آگے بڑھو گے تو ڈر ہے کہیں یہودی ان کو قتل کر دیں۔ لہٰذا ابوطالب آپ کو واپس لے آیا۔ اور شہر بصرٰے سے آگے نہ بڑھا۔ اور اس راہب نے حضرت کو خشک روٹی اور زیتوں کا تیل زادِ راہ دیا۔ [۱۳]

حرب فجار میں شرکت

آغاز اسلام سے پہلے عرب میں جو لڑائیاں ان مہینوں میں پیش آتی تھیں جن میں لڑنا ناجائز تھا حروب فجار کہلاتی تھیں۔ چوتھی یعنی اخیر حرب فجار میں حضور اقدس ﷺ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ نعمان بن منذر شاہ حیرہ ہر سال اپنا تجارتی مال بازار عکاظ میں فروخت ہونے کے لیے اشراف عرب میں سے کسی کی پناہ میں بھیجا کرتا تھا۔ اس دفعہ جو اس نے اونٹ لدوا کر تیار کیے۔ اتفاقاً عرب کی ایک جماعت اس کے پاس حاضر تھی جن میں بنی کنانہ میں سے براض اور ہوازن میں سے عروہ رحال موجود تھا۔ نعمان نے کہا: اس قافلہ کو کون پناہ دیگا؟ براض بولا: میں بنی کنانہ سے پناہ دیتا ہوں۔ نعمان نے کہا میں ایسا شخص چاہتا ہوں جو اہلِ نجد و تہامہ سے پناہ دے۔ یہ سن کر عروہ نے کہا: اکلب خلیع یجیر هالك [۱۴] میں اہلِ نجد و تہامہ سے پناہ دیتا ہوں۔ براض نے کہا اے عروہ کیا تو بنی کنانہ سے پناہ دیتا ہے؟ عروہ نے کہا: تمام مخلوق سے۔ پس عروہ اس قافلہ کے ساتھ نکلا۔ براض بھی اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور موقع پا کر عروہ کو ماہ حرام میں قتل کر ڈالا۔ ہوازن نے قصاص میں براض کو قتل کرنے سے انکار کیا۔ کیونکہ عروہ ہوازن کا سردار تھا۔ وہ قریش کے کسی سردار کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ مگر قریش نے منظور نہ کیا۔ اس لیے قریش و کنانہ اور ہوازن میں جنگ چھڑ گئی۔ کنانہ کا سپہ سالار اعظم حرب بن امیہ تھا۔ جو ابوسفیان کا باپ اور حضرت امیر معاویہ کا دادا تھا۔ اور ہوازن کا سپہ سالار اعظم مسعود بن معتب ثقفی تھا۔ لشکر کنانہ کے ایک پہلو پر عبداللہ بن جدعان اور دوسرے پر کریز بن ربیعہ اور قلب میں حرب بن امیہ تھا۔ اس جنگ میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں سے ایک میں حضرت کے چچا آپ کو بھی لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چودہ سال کی تھی۔ مگر آپ نے خود لڑائی نہیں کی۔ بلکہ تیر اٹھا اٹھا کر اپنے چچاؤں کو دیتے رہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ و کنت انبل علی اعمامی [۱۵]۔ بعضے کہتے ہیں آپ نے بھی تیر پھینکے تھے۔ بہر حال اخیر میں فریقین میں صلح ہو گئی۔

حلف الفضول میں شرکت

جب قریش حرب فجار سے واپس آئے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ شہر زبید کا ایک شخص اپنا مال تجارت

Marfat.com

مکہ میں لایا جسے عاص بن وائل سہمی نے خرید لیا۔مگر قیمت نہ دی۔اس پر زبیدی نے اپنے احلاف عبدالدار ومخزوم وجمح وسہم وعدی بن کعب سے مدد مانگی۔مگران سب نے مدد دینے سے انکار کیا۔پھر اس نے جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر فریاد کی۔ جسے قریش کعبہ میں سن رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک پر بنو ہاشم زہرہ اور بنو اسد بن عبدالعزیٰ سب عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے۔اور باہم عہد کیا کہ ہم ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کریں گے۔ اور مظالم واپس کرادیا کریں گے۔اس کے بعد وہ سب عاص بن وائل کے پاس گئے اور ان سے زبیدی کا مال واپس کرایا۔اس معاہدہ کو حلف الفضول اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ اس معاہدے کے مشابہ تھا جو قدیم زمانہ میں جرہم کے وقت مکہ میں بدیں مضمون ہوا تھا۔کہ ہم ایک دوسرے کی حق رسانی کیا کریں گے۔اور قوی سے ضعیف کا اور مقیم سے مسافر کا حق لے کر دیا کریں گے۔ چونکہ جرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے محرک تھے ان سب کا نام فضل تھا۔جن میں سے فضل بن حارث اور فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ تھے۔اس لیے اس کو ''حلف الفضول'' سے موسوم کیا گیا تھا۔

اس معاہدہ قریش میں آنحضرت ﷺ بھی شریک تھے۔اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدے کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں اسے نہ توڑتا اور ایک روایت میں ہے کہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ایسے معاہدے میں حاضر ہوا کہ اگر اس سے غیر حاضری پر مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں پسند نہ کرتا۔اور آج اسلام میں بھی اگر کوئی مظلوم یاآل حلف الفضول کہہ کر پکارے تو میں مدد دینے کو حاضر ہوں۔

شام کا دوسرا سفر

جب حضرت ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو آپ کے صدق وامانت کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ یہاں تک کہ زبان خلق نے آپ کو امین کا لقب دے دیا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت خدیجہ نے جو ایک معزز مالدار خاتون تھیں آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں۔ جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں، آپ کو اس کا مضاعف دوں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبول فرمایا۔اور مال تجارت لے کر شام کو روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ آپ کے ساتھ تھا جو آپ کی خدمت کرتا تھا اور آپ کی ضروریات کا متکفل تھا۔ جب آپ شام میں پہنچے تو بازار بصرے میں ایک راہب نسطورا نام کی خانقاہ کے نزدیک اترے۔ وہ راہب میسرہ کی طرف آیا اور اسے جانتا تھا۔ کہا ''اے میسرہ! یہ کون ہے جو اس درخت کے نیچے اترا ہے۔'' میسرہ نے کہا:

Marfat.com

اہلِ حرم میں سے قریش سے ہے راہب نے کہا: سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے کبھی کوئی نہیں اترا۔ پھر اس نے پوچھا کیا اس کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے۔ میسرہ نے جواب دیا ہاں۔ اور کبھی دور نہیں ہوتی۔ یہ سن کر راہب بولا: ''یہ وہی ہیں اور یہی آخر الانبیاء ہیں۔ کاش میں ان کو پاؤں جس وقت یہ مبعوث ہوں گے۔'' اور میسرہ سے کہا کہ ''ان سے جدا نہ ہونا اور نیک نیتی سے ان کے ساتھ رہنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا شرف عطا کیا ہے۔'' حضرت بزار بصریٰ میں خرید و فروخت کر کے مکہ واپس آئے جب حضرت خدیجہ نے جو عورتوں کے درمیان ایک بالا خانے میں بیٹھی تھی آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو دو فرشتے آپ کے سر مبارک پر دھوپ سے سایہ کئے ہوئے تھے۔ میسرہ نے حضرت خدیجہ سے بیان کیا کہ میں نے تمام سفر میں آپ کا یہی حال دیکھا ہے۔ اور اس راہب کے قول و وصیت کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تجارت میں مضاعف نفع دیا۔ حضرت خدیجہ نے جو دیکھا اور سنا اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ بیشک ساری مخلوق کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

حضرت خدیجہ سے نکاح

اس وقت حضرت خدیجہ بیوہ تھیں۔ ان کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں۔ ان کی پاکدامنی کے سبب لوگ جاہلیت میں ان کو طاہرہ کہا کرتے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں آنحضرت ﷺ کے خاندان سے ملتا ہے۔ حضرت خدیجہ نے امور مذکورہ بالا کو مدنظر رکھ کر واپس آنے کے قریباً تین مہینے بعد یعلے بن منیہ کی بہن نفیسہ کی وساطت سے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ نے اس درخواست کی خبر اپنے چچاؤں کو دی۔ انہوں نے قبول کیا۔ پس تاریخ معین پر ابو طالب اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر رؤسائے خاندان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر گئے۔ اور ان کے چچا عمرو بن اسد نے اور بقول بعض ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے ان کا نکاح کر دیا۔ شادی کے وقت ان کی عمر چالیس سال کی تھی۔ ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور پانسو درہم مہر قرار پایا۔ یہ آنحضرت ﷺ کی پہلی شادی تھی۔ حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ نے چند شادیاں اور کیں۔ تمام ازواجِ مطہرات کا مہر پانچ سو درہم ہی مقرر رہا۔ آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہوئی۔ صرف ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے سنہ آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ دس ہجری میں انتقال فرما گئے۔

تعمیر کعبہ

جب حضرت کی عمر مبارک پینتیس سال کی ہوئی تو قریش نے کعبہ کو ازسرنو بنایا۔ علامہ ازرقی [۱۹]

Marfat.com

(متوفی ۲۲۳ھ) نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پتھروں سے جو تعمیر کی تھی اس کا طول و عرض حسب ذیل تھا:-

ارتفاع------------------------ --۹ گز [۱۷]

طول (سامنے کی طرف) حجر اسود سے رکن شامی تک	۳۲ گز (۳۲ ہاتھ)
عرض (میزاب شریف کی طرف) رکن شامی سے رکن غربی تک	۲۲ گز (۲۲ ہاتھ)
طول (پچھواڑے کی طرف) رکن غربی سے رکن یمانی تک	۳۱ گز (۳۱ ہاتھ)
عرض رکن یمانی سے حجر اسود تک	۲۰ گز (۲۰ ہاتھ)

اس عمارت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کر رہے تھے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کندھے پر پتھر لاد کر لا رہے تھے۔ جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو مقام پر کھڑے ہو کر کام کرتے رہے۔ جب حجر اسود کی جگہ تک پہنچ گئے تو آپ نے حضرت اسمٰعیل سے فرمایا کہ ایک پتھر لاؤ۔ میں اسے یہاں نصب کردوں، تاکہ لوگ طواف یہاں سے شروع کیا کریں۔ حضرت اسمٰعیل پتھر کی تلاش میں گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حجر اسود لے کر حاضر ہوئے۔ اس بناء میں دروازہ سطح زمین کے برابر تھا۔ مگر چوکھٹ بازو نہ تھے۔ نہ کواڑ تھے نہ چھت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد عمالقہ [۱۸] و جرہم و قصی نے اپنے اپنے وقت میں اس عمارت کی تجدید کی۔ چونکہ عمارت نشیب میں واقع تھی۔ وادیٔ مکہ کی رووں کا پانی حرم میں آجاتا تھا۔ اس پانی کی روک کے لیے بالائی حصہ پر بند بھی بنوا دیا گیا تھا۔ مگر وہ ٹوٹ پھوٹ جاتا تھا۔ اس دفعہ ایسے زور کی رو آئی کہ کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ اس سے قریش نے پرانی عمارت کو ڈھا کر نئے سرے سے مضبوط و مسقف بنانے کا ارادہ کیا۔ حسن اتفاق یہ کہ ایک رومی تاجر باقوم کا جہاز ساحل جدہ پر کنارے سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ باقوم مذکور معمار و نجار بھی تھا۔ قریش کو جو خبر لگی تو ولید بن مغیرہ چند اور قریشیوں کے ساتھ وہاں پہنچے۔ اس نے چھت کے لیے جہاز کے تختے مول لے لیے۔ اور باقوم کو بھی ساتھ لے آیا۔ دیواروں کے لیے قریش کے ہر ایک قبیلہ نے الگ الگ پتھر ڈھونے شروع کئے۔ مرد دو۲ دو۲ مل کر دور سے پتھروں کو کندھوں پر اٹھا کر لاتے تھے۔ چنانچہ اس کام میں حضرت اپنے چچا عباس کے ساتھ شریک تھے۔ اور کوہِ صفا کے متصل اجیاد سے پتھر لا رہے تھے۔ جب سامانِ عمارت جمع ہوگیا تو ابو وہب بن عمرو بن عائذ مخزومی کے مشورے سے قبائل قریش نے تعمیر کے لیے بیت اللہ کی چاروں طرفیں آپس میں تقسیم کرلیں۔ ابو وہب مذکور حضرت کے والد ماجد عبداللہ کا ماموں تھا۔ اس نے قریش سے کہا کہ

Marfat.com

کعبہ کی تعمیر میں کسب حلال کی کمائی کے سوا اور مال صرف نہ کیا جائے۔ جب عمارت حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا پیدا ہوا۔ ہر ایک قبیلہ چاہتا تھا کہ ہم ہی حجر اسود کو اٹھا کر نصب کریں گے۔ اسی کشمکش میں چار دن گزر گئے۔ اور تلواروں تک نوبت پہنچ گئی۔ بنوعبدالدار اور بنوعدی بن کعب نے تو اس پر جان دینے کی قسم کھائی۔ اور حسب دستور اس حلف کی تاکید کے لیے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔ پانچویں دن سب مسجد حرام میں جمع ہوئے۔ ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی نے جو حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا والد اور قریش میں سب سے معمر تھا یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص اس مسجد کے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہ ثالث قرار دیا جائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے روز سب سے پہلے داخل ہونے والے ہمارے آقائے نامدار ﷺ تھے۔ دیکھتے ہی سب پکار اٹھے ''یہ امین ہیں۔ ہم ان پر راضی ہیں۔'' جب انہوں نے آپ سے یہ معاملہ ذکر کیا تو آپ نے ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود کو رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر طرف والے ایک ایک سردار انتخاب کر لیں۔ اور وہ چاروں سردار چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں۔ اس طرح جب وہ چادر مقام نصب کے برابر پہنچ گئی تو حضرت نے حجر اسود کو اپنے مبارک ہاتھ سے اٹھا کر دیوار میں نصب فرما دیا۔ اور وہ سب خوش ہو گئے۔

قریش نے اس تعمیر میں بہ نسبت سابق کئی تبدیلیاں کر دیں۔ بنائے خلیل میں ارتفاع نو گز تھا۔ اب اٹھارہ گز ارتفاع کر کے عمارت مسقف کر دی گئی۔ مگر سامان تعمیر کے لیے نفقہ حلال کافی نہ ملا۔ اس لیے بنائے خلیل میں سے جانب غرب کا کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا۔ اور اس کے گرد چار دیواری کھینچ دی گئی کہ پھر موقع ملے گا تو کعبہ کے اندر لے لیں گے۔ اس حصہ کو حجر یا حطیم[۹] کہتے تھے۔ بنائے خلیل میں کعبہ کا دروازہ سطح زمین کے برابر تھا۔ مگر اب قریش نے زمین سے اونچا کر دیا تا کہ جس کو چاہیں اندر جانے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں۔ عہد نبوت میں حضرت کا ارادہ ہوا کہ حجر کو عمارت کعبہ میں ملا ئیں اور دروازہ سطح زمین کے برابر کر دیں۔ مگر بدیں خیال ایسا نہ کیا کہ قریش نئے نئے مسلمان ہیں، کہیں دیوارِ کعبہ کے گرانے سے بدظن ہو کر دین اسلام سے نہ پھر جائیں۔

Marfat.com

حواشی

۱ قصی کے حالات کے لیے دیکھو سیرت ابن ہشام اور سیرت حلبیہ۔

۲ رفادت حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام کرنا۔ سقایت حاجیوں کو آب زمزم پلانا۔

۳ کامل ابن اثیر و سیرت حلبیہ۔

۴ سلمٰی ہاشم سے پہلے احیحہ بن جلاح کے تحت میں تھی۔ جس سے عمرو بن احیحہ پیدا ہوا۔

۵ یہ شہر مصر کی طرف اقصائے شام میں واقع ہے۔ مطلب نے رومان میں۔ عبد شمس نے مکہ میں اور نوفل نے سلمات میں وفات پائی۔ جو عراق سے مکہ کے راستے میں ایک قطعہ آب ہے۔

۶ ان کے حالات کے لیے دیکھو سیرت ہشامیہ اور سیرت بنویہ للسید احمد زینی المشہور بدحلان۔

۷ استیعاب ابن عبدالبر۔

۸ بقول واقدی حارث کی ماں کا نام صفیہ بنت جندب ہے اور اروی حارث کی سگی بہن ہے۔

۹ صحیح بخاری، کتاب النکاح باب وامھٰتکم الّتی ارضعنکم۔ نیز زُرقانی علی المواہب (جزء اول ص ۳۹)

۱۰ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ ان حکمرانوں کے نام یہ ہیں۔ نوشیرواں، ہرمز بن نوشیرواں، خسرو پرویز بن ہرمز، شیرویہ بن خسرو پرویز، اردشیر بن شیرویہ، شہر یار یا شہریراز، کسریٰ بن شیرویہ (بقول بعض بن پرویز) ملکہ بوران ہمشیرہ شیرویہ فیروز خفش، ارزمیدمنت، ہمشیرہ شیرویہ، خرزاد خسروانہ اولاد پرویز بن ہرمز، ابن مہر جنس از نسل اردشیر بن بابک، فیروز بن مہران جنس، یزد بن شہر یار بن پرویز ۱۲

۱۱ واہب و زُرقانی

۱۲ ابن سعد و ابونعیم وغیرہ

۱۳ ترمذی شریف

۱۴ کیا راندۂ قوم کتا تیرے قافلہ کو پناہ دے گا؟ دیکھو عبد عقد الفرید لابن عبدربہ۔

۱۵ اور میں تیرا اٹھا کر اپنے چچاؤں کو دے رہا تھا۔

۱۶ اعلام باعلام بیت اللہ الحرام للعلامۃ قطب الدین الحنفی ص ۱۴

۱۷ شرعی گز ۲۴۔ انگل کا ہوتا ہے۔

۱۸ تفصیل اعلام باعلام بیت اللہ الحرام میں ہے۔

۱۹ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حجر کو حطیم نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ نام ایام جاہلیت میں وضع ہوا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں وہاں باہم قسم کھایا کرتے تھے اور عقد حلف کی علامت یہ ہوا کرتی تھی کہ معاہدین اپنا جوتا یا چابک یا کمان حجر کی طرف پھینک دیا کرتے تھے۔ اس واسطے حجر کو حطیم کہا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

Marfat.com

تیسرا باب

حالات بعثت شریف تا ہجرت

اس عنوان پر قلم اٹھانے سے پہلے مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عرب اور باقی دنیا کی دینی اور اخلاقی اور روحانی حالت جو تھی اس کا مجمل بیان پیش کیا جائے جس سے حضور نبی آخرالزماں ﷺ کی بعثت کی ضرورت واہمیت ثابت ہو جائے۔

دنیا کی حالت

عرب پہلے دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت نابت کعبہ کے متولی ہوئے۔ ان کے بعد قبیلہ جرہم متولی ہوا۔ اس قبیلہ کو عمرو بن لحی نے جو قبیلہ خزاعہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ بیت اللہ شریف سے نکال دیا اور خود متولی بن گیا۔ اس کا اصلی نام عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر ازدی تھا۔ عرب میں بت پرستی کا بانی یہی شخص تھا۔ اسی نے سائبہ وصیلہ بحیرہ حامیہ کی رسم ایجاد کی تھی۔ ایک دفعہ یہ سخت بیمار ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ بلقاء واقع شام میں ایک گرم پانی کا چشمہ ہے۔ اگر تم اس میں غسل کرو تو تندرست ہو جاؤ گے۔ اس لیے یہ بلقاء میں پہنچا اور اس چشمہ میں غسل کرنے سے اچھا ہو گیا۔ وہاں اس نے لوگوں کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا۔ پوچھا کہ یہ کیا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں۔ اور ان ہی کے وسیلہ سے دشمن پر فتح پاتے ہیں۔ یہ سن کر اس نے درخواست کی کہ ان میں سے کچھ مجھے بھی عنایت کیجئے۔ غرض اس نے وہ بت لا کر کعبہ کے گرد نصب کر دیئے اور عرب کو ان کی پوجا کی دعوت دی۔ اس طرح عرب میں بت پرستی شائع ہو گئی۔ جس کا اجمالی خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

بت کا نام	مقام جہاں وہ بت تھا	قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا	کیفیت
.	دومۃ	کلب	یہ بت بشکل انسان بزرگ جثہ تھا۔ جس پر دو ۲ حلہ منقوش تھے

Marfat.com

	الجندل جو دمشق و مدینہ کے وسط میں ہے		ایک حلہ بطور آزاد دوسرا بطور چادر۔ تلوار آڑے لٹکائے ہوئے اور کمان شانے پر۔ سامنے ایک تھیلے میں نیزہ اور جھنڈا تھا اور ایک ترکش تھی جس میں تیر تھے۔ حارثہ اجداری اپنے بیٹے مالک کو دودھ دیکر اس بت کے پاس بھیجا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اپنے معبود کو پلا لاؤ۔
سواع	رہاط	ہذیل	بنولحیان اس بت کے خادم یا پجاری تھے۔
یغوث	مذحج	مذحج واہلِ جرش	مذحج یمن میں ایک ٹیلہ کا نام ہے۔
یعوق	خیوان	ہمدان اور اسکے نواح کے لوگ یمن میں	خیوان صنعاء یمن سے مکہ کی طرف دو دن کا راستہ ہے۔
نسر	بلخع	حمیر	بلخع سرزمین سبا واقع یمن میں ہے۔ حمیر نسر کو پوجتے رہے یہاں تک کہ ذونواس نے ان کو یہودی بنالیا۔ اسی طرح حمیر کے لیے تبدیل مذہب سے پہلے صنعاء یمن میں ایک مندر ریام تھا جس پر وہ قربانیاں چڑھاتے تھے۔
فلس (بشکل انسان)	اجا	طئی	قبیلہ طئی کے دو پہاڑ اجا و سلمٰی مدینہ منورہ سے جانب شمال تین مرحلہ کے فاصلہ پر ہیں۔ اس بت پر قربانی چڑھاتے تھے۔ اگر کوئی جانور بھاگ کر اس کی پناہ میں آتا تو وہ اسی کا ہو جاتا۔ ایک روز اس کا پجاری صیفی نام ایک عورت کی اونٹنی بھگا لایا اور اس بت کے پاس لا کر باندھ دی۔ عورت
			نے اپنے ہمسایہ سے شکایت کی۔ وہ اونٹنی کو کھول کر لے گیا۔ پجاری نے بت سے فریاد کی، مگر کچھ نہ بنا۔ عدی بن حاتم نے یہ دیکھ کر بت پرستی چھوڑ دی اور عیسائی ہو گئے۔ پھر ۹ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔
مناۃ	قدید کے قریب ساحلِ بحر پر کوہ مشقل کے نواح میں	اوس وخزرج ہذیل وخزاعہ	قریش اور باقی تمام عرب اس کی عبادت کرتے تھے اور اس پر قربانیاں چڑھاتے تھے۔ اوس وخزرج جب مدینہ سے حج کرنے آتے تو ارکان حج ادا کر کے اپنے سر اس بت کے پاس منڈواتے تھے اور اس کے بغیر حج کو نا تمام سمجھتے تھے۔
لات	طائف	ثقیف	مربع پتھر تھا۔ تمام عرب اس کی تعظیم کرتے تھے۔

Marfat.com

عزیٰ	وادی حراض واقع نخلہ شامیہ (مکہ سے جانب شمال دو دن کا راستہ)	قریش	یہ ایک شیطانہ تھی۔ جس کا تھان ببول کے تین درختوں میں تھا۔ فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید نے ان درختوں کو کاٹ دیا اور عزیٰ کو قتل کر دیا قریش دیگر اصنام کی نسبت اس کی تعظیم زیادہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حرم کعبہ کی طرح وادی حراض میں ایک درہ کو اس کا حرم قرار دیا تھا۔ اس درہ کا نام سقام تھا۔ اور قربانیوں کے لیے ایک مذبح بنایا تھا جسے غبغب کہتے تھے۔ عرب لات و منات وعزیٰ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ہماری شفاعت کریں گی۔
ذوالخلصہ	تبالہ	خثعم۔ بجیلہ ازد سراة	تبالہ مکہ ویمن کے درمیان مکہ سے سات یا آٹھ دن کی راہ ہے۔ یہ بت سفید پتھر پر منقوش تھا۔ جس پر تاج کی مثل کوئی شے تھی۔
سعد	ساحل جدہ	مالک وملکان پسران کنانہ	طویل پتھر تھا۔ اس پر خون بہایا جاتا تھا۔
ذوالکفلین	ارض دوس واقع یمن	دوس	فتح مکہ کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی نے اس بت کو بحکم رسول اللہ ﷺ آگ سے جلا دیا تھا۔
ذوالشریٰ	ذوالشریٰ	بنو حارث بن یشکر ازدی	ذوالشریٰ مکہ معظمہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔
اُقیصر	مشارف شام	قضا۔ لخم۔ جذام عاملہ۔ غطفان	اس کا حج کرتے۔ قربانی دیتے اور اس کے پاس اپنا سر منڈایا کرتے سر منڈوانے والا ہر بال پر گیہوں کے آٹے کی ایک مٹھی پھینکا کرتا تھا۔
نہم	X	مزینہ	اس کا پجاری خزاعی بن عبد نہم مزنی تھا۔ اس نے جب رسول اللہ ﷺ کا حال سنا تو اس بت کو توڑ کر حاضر خدمت ہوا اور ایمان لایا۔ رضی اللہ عنہ۔
عائم	X	ازد سرات	X
رُضاء یا رضی	X	بنو ربیعہ بن کعب بن سعد تمیمی	اس بت کا ذکر صنعاء کے پرانے کتبوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس کو مستوغر یعنی عمرو بن ربیعہ تمیمی نے زمانہ اسلام میں منہدم کر دیا۔
سعیر		عنزہ	اس پر قربانیاں چڑھاتے تھے۔

Marfat.com

عُمیانس	موضع خولان واقعہ یمن	خولان	مویشیوں اور کھیتوں کو اس بت اور خدا تعالیٰ کے درمیان تقسیم کیا کرتے تھے۔ بقول ہشام کلبی وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا لآیہ خولان ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے
ہبل	مکہ	قریش	کعبۃ اللہ جو خانہ خدا تھا بت خانہ بنا ہوا تھا۔ اس میں تین سو ساٹھ بت تھے جن میں ہبل بہت بڑا اور جوف کعبہ میں نصب کیا ہوا تھا۔ یہ بت بشکل انسان عقیق احمر کا بنا ہوا تھا اس کا بایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا۔ قریش کو اسی حالت میں ملا تھا۔ انہوں نے اس کیلئے سونے کا ہاتھ بنا دیا تھا۔ اس کے سامنے سات تیر رکھے ہوئے تھے۔ جن سے پجاری قرعہ اندازی کیا کرتا تھا۔ اساف اور نائلہ دونوں زمزم کی جگہ پر تھے قریش ان کے پاس قربانیاں دیا کرتے تھے۔ قریش کا ایک بت مناف تھا۔ علاوہ ان کے مکہ کے گھر گھر میں ایک ایک بت تھا۔ جب کوئی سفر کو جاتا تو بطور تبرک اس کو مسح کرتا۔ جب واپس آتا تو گھر میں داخل ہو کر سب سے پہلے اس کو مسح کرتا۔

مندرجہ بالا بتوں کے علاوہ عرب میں اور بھی بت تھے۔ ستاروں کی بھی پوجا ہوتی تھی۔ چنانچہ قبیلہ حمیر سورج کی پرستش کرتا تھا۔ کنانہ چاند کو۔ بنو تمیم دبران کو۔ قیس شعریٰ کو۔ اسد عطارد کو اور لخم و جذام مشتری کو پوجتے تھے۔ [؎]

عرب میں درخت پرستی بھی پائی جاتی تھی۔ مکہ مشرفہ کے قریب ایک بڑا سبز درخت تھا۔ جاہلیت میں لوگ سال میں ایک دفعہ وہاں آتے اور اس درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے پاس حیوانات ذبح کرتے۔ کہتے ہیں کہ عرب جب حج کو آتے تو اپنی چادریں اس درخت پر لٹکا دیتے اور حرم میں بغرض تعظیم بغیر چادروں کے داخل ہوتے۔ اس لیے اس درخت کو انواط کہتے تھے۔ [؎] ابن اسحاق نے حدیث وہب بن منبہ میں ذکر کیا ہے کہ جب فیمیون نصرانی اپنی سیاحت میں نجران میں بطور غلام فروخت ہوا تو اس وقت اہلِ نجران ایک بڑے درخت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اس درخت کے پاس سال میں ایک دفعہ عید ہوا کرتی تھی۔ وہ عید کے موقع پر اپنے اچھے سے اچھے کپڑے اور عورتوں کے زیورات اس درخت پر ڈال دیا کرتے تھے۔ پھر وہ فیمیون کی کرامت دیکھ کر عیسائی ہو گئے۔ [؎]

بتوں پر عموماً حیوانات کا خون بہایا جاتا تھا۔ مگر بعض دفعہ انسان بھی ذبح کر دیتے تھے۔ چنانچہ نیلوس ایک قسم کی قربانی کا ذکر جو ۴۱۰ء میں دی گئی تھی بدیں الفاظ کرتا ہے:-

Marfat.com

حجاز کے وحشی عربوں کے ہاں دیوتا کی کوئی صورت نہ تھی۔ صرف ان گھڑ پتھروں کی ایک قربان گاہ ہوا کرتی تھی۔ اس پر وہ ستارہ صبح (زہرہ) کے لیے کوئی انسان یا سفید اونٹ بڑی جلدی سے ذبح کیا کرتے تھے۔ یہ قربانی طلوع آفتاب سے پہلے بظاہر بدیں وجہ ہوا کرتی تھی کہ وہ ستارہ اس عمل میں پیش نظر رہے۔ وہ مقام متبرک کے گرد بھجن گاتے ہوئے تین بار طواف کرتے۔ تب سردار قوم یا بوڑھا پجاری اس بھینٹ پر پہلا وار کرتا اور اس کا کچھ خون پیتا۔ بعدازاں حاضرین کود پڑتے اور اس جانور کو کچا اور صرف نیم پوست کندہ طلوع آفتاب سے پہلے کھا جاتے۔ خود نیلوس کا بیٹا زہرہ کی بھینٹ چڑھنے کو تھا کہ ایک اتفاقی امر سے بچ گیا۔ نیلوس سے پیشتر پورفری بیان کرتا ہے کہ عرب میں دومہ کے باشندے سال میں ایک بار ایک لڑکے کی بھینٹ دیتے۔ اور اسے قربان گاہ کے نیچے دفن کردیتے۔[د]

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ عرب کے طول وعرض میں بت پرستی کا جال بچھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ یہودیت ونصرانیت ومجوسیت بھی کہیں کہیں رائج تھی[ے] چنانچہ حمیر، کنانہ، بنو حارث بن کعب اور کندہ میں یہودیت تھی۔ مدینہ میں یہودیوں کا زور تھا۔ خیبر میں بھی یہودی بستے تھے۔ ربیعہ، غسان اور بعض قضاعہ میں نصرانیت تھی۔ مجوسیت بہت کم تھی۔ وہ بت پرستی و یہودیت وعیسائیت میں جذب ہوتے ہوتے صرف بنو تمیم میں رہ گئی تھی۔ جن کے منازل نجد سے یمامہ تک پائے جاتے تھے۔ حضرت حاجب بن زرارہ تمیمی اسی قبیلہ سے تھے۔ جنہوں نے کسریٰ کے ہاں اپنی کمان رہن رکھی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں فک کرا کر بطور ہدیہ خدمت اقدس میں بھیجی تھی۔

عرب میں ازدواج کی کثرت تھی۔ چنانچہ جب حضرت غیلان ثقفی ایمان لائے تو ان کے تحت میں دس عورتیں تھیں۔ جمع بین الاختین جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ ضحاک بن فیروز کا بیان ہے کہ جب میرا باپ اسلام لایا تو اس کے تحت میں دو سگی بہنیں تھیں۔ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا سب سے بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو میراث میں پاتا۔ چاہتا تو اس سے شادی کرلیتا۔ ورنہ اپنے کسی اور بھائی یا رشتہ دار کو شادی کے لیے دے دیتا۔ زناکاری کا عام رواج تھا۔ اور اسے جائز خیال کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جاہلیت میں نکاح[ے] چار طرح کا تھا۔ ایک نکاح متعارف جیسا کہ آج کل ہے کہ زوج وزوجہ کے ولی مہر معین پر متفق ہوجائیں اور ایجاب وقبول ہوجائے۔ دوسرا نکاح استبضاع۔ بدیں طور کہ شوہر اپنی عورت کے حیض سے پاک ہونے کے بعد کہتا کہ تو فلاں سے استبضاع (طلب ولد) کرلے اور خود اس سے مقاربت نہ کرتا۔ یہاں تک کہ اس

Marfat.com

شخص سے حمل ظاہر ہو جاتا۔ اس وقت چاہتا تو وہ اپنی زوجہ سے مجامعت کرتا یہ استبضاع بغرض نجابت ولد کیا جاتا تھا۔ تیسرا نکاح جمع۔ بدیں طور کہ دس سے کم مرد ایک عورت پر یکے بعد دیگرے داخل ہوتے۔ یہاں تک کہ وہ حاملہ ہو جاتی۔ وضع حمل کے چند روز بعد وہ عورت ان سب کو بلاتی اور ان سے کہتی کہ تم نے جو کیا وہ تمہیں معلوم ہے۔ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہتی کہ یہ تیرا بچہ ہے۔ پس وہ اسی کا سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ شخص انکار نہ کر سکتا تھا۔ چوتھا نکاح بغایا۔ بدیں طور کہ بہت سے مرد جمع ہو کر بغایا (زنا کار عورتیں) میں سے کسی پر بے روک ٹوک داخل ہوتے۔ یہ بغایا بطور علامت کے اپنے دروازوں پر جھنڈے نصب کرتی تھیں۔ جو چاہتا ان کے پاس جاتا جب ان میں سے کوئی حاملہ ہو جاتی تو وضع حمل کے بعد وہ سب مرد اس کے ہاں جمع ہوتے اور قافہ کو بلاتے وہ قافہ اس بچہ کو (اس کے اعضاء دیکھ کر فراست سے) جس سے منسوب کرتا اسی کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ اور اس سے انکار نہ ہو سکتا تھا۔

شراب خوری اور قمار بازی بھی عرب میں کثرت سے رائج تھیں۔ مہمان نوازی کی طرح ان دونوں میں مال و دولت لٹانے پر فخر کیا کرتے تھے۔ ملک عرب میں انگوروں یا کھجوروں وغیرہ سے جو شراب بناتے تھے وہ ان کے لیے کافی نہ تھی۔ اس لیے شراب کا بہت بڑا حصہ دیگر ممالک سے منگایا جاتا تھا۔ وہ بہت تیز ہوتی تھی۔ پانی میں ملا کر استعمال کیا کرتے تھے۔ شراب کی دکانوں پر جھنڈے لہرایا کرتے تھے۔ جب کسی دکان میں شراب کا ذخیرہ ختم ہو جاتا تو جھنڈا اتار لیا جاتا تھا۔ اشعار عرب میں جن مقامات کی شراب کا ذکر آیا ہے، ان کی تفصیل یوں ہے:-

ملک کا نام	مقامات جو شراب کیلئے مشہور تھے	کیفیت
سیریا یعنی شام	جدر، حمص، بیت راس، خص اندرین، بصراے، صرخد، مآب	بیت راس دو شہروں کا نام ہے۔ ایک بیت المقدس میں دوسرا انواع حلب میں ہے۔ دونوں میں انگور بکثرت اور شراب کے لیے مشہور تھے۔ جدر کی شراب کو جدریہ کہتے تھے۔
فلسطین	مقدر۔ عوز۔ بیسان	مقدر کی شراب کی مقدری یا مقدریہ اور بیسان کی شراب کو بیسانیہ بولتے تھے۔
الجزیرہ	عانہ	عانہ کی شراب کو عانیہ کہتے ہیں۔
کلدیہ یا بابلونیا	بابل، صریفون، قطربل	صریفون عکبرٗ کے قریب ہے اور قطربل بغداد و عکبرٗ کے درمیان تھے۔ ان مقامات کی شراب کو بابلیہ و صریفیہ و قطربلیہ کہتے تھے۔

Marfat.com

خلاصہ کلام یہ کہ دین ابراہیمی جو عرب کا اصلی دین تھا۔ سوائے چند رسموں کے جن سے عقل سلیم کو قطع نظر ارشاد انبیاء علیہم السلام کے انکار نہیں ہوسکتا عرب میں معدوم ہو گیا تھا۔ بجائے توحید کے عموماً شرک و بت پرستی تھی۔ وہ معبودان باطل کو قادر مطلق کی طرح اپنے حاجت روا جانتے تھے۔ بعضے اجرام فلکیہ، آفتاب ماہتاب وستارگان کی پوجا کرتے تھے۔ بعضے تشبیہ کے قائل تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی پوجا کرتے اور خدا کے ہاں ان کی شفاعت کے امیدوار تھے۔ شرک و تشبیہ کا کیا ذکر بعض کو خدا کی ہستی ہی سے انکار تھا۔ وہ شب و روز شراب خوری، قمار بازی، زنا کاری اور قتل و غارت گری میں مشغول رہتے تھے۔ قساوت قلب کا یہ حال تھا کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے۔ بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھانے سے دریغ نہ کرتے۔ لڑائیوں میں آدمیوں کو زندہ جلا دینا۔ مستورات کا پیٹ چاک کرنا اور بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز سمجھتے تھے۔ ان کے درمیان جو یہود و نصاریٰ تھے ان کی حالت بھی دگرگوں تھی۔ ان کی کتابیں محرف ہو چکی تھیں۔ یہود خدا کو مغلولۃ الید اور حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور نصاریٰ تین خدا مانتے تھے۔ اور مسئلہ کفارہ کی آڑ میں اعمال حسنہ کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔

یہ حالت صرف عرب کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ بلکہ تمام دنیا میں اسی طرح کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اہلِ فارس[۵] آگ کے پوجنے اور ماؤں کے ساتھ وطی کرنے میں مشغول تھے۔ ترک شب و روز بستیوں کے تباہ کرنے اور بندگان خدا کو اذیت دینے میں مصروف تھے۔ ان کا دین بتوں کی پوجا اور ان کی عادت مخلوقات پر ظلم کرنا تھا۔ ہندوستان کے لوگ بتوں کی پوجا اور خود کو آگ میں جلانے کے سوا کچھ نہ جانتے تھے۔ اور نیوگ کو جائز سمجھتے تھے۔

یہ عالمگیر ظلمت اس امر کی مقتضی تھی کہ حسب عادت الٰہی ملک عرب میں جہاں دنیا بھر کے ادیان باطلہ و عقائد قبیحہ و اخلاق ردیہ موجود تھے۔ ایک ہادی تمام دنیا کے لیے مبعوث ہو۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

عرب جیسی قوم میں جس کی حالت اوپر بیان ہوئی سیّدنا محمد مصطفےٰ ﷺ کی زندگی بعثت تک ہر پہلو کے لحاظ سے بالکل بےلوث رہی۔ آپ اخلاق حمیدہ سے متصف اور صدق و امانت میں مشہور تھے۔ حتیٰ کہ قوم نے آپ کو امین کا لقب دیا ہوا تھا۔ آپ مجالس لہو و لعب میں کبھی شریک نہ ہوئے۔ وہ افعال جاہلیت جن کی آپ کی شریعت میں ممانعت وارد ہے، آپ کبھی ان کے مرتکب نہ ہوئے جو جانور بتوں پر ذبح کیے جاتے، آپ ان کا گوشت نہ کھاتے۔ فسانہ گوئی، شراب خوری، قمار بازی

Marfat.com

اور بت پرستی جو قوم میں عام شائع تھیں، آپ ان سب سے الگ رہے۔ سال میں ایک بار ماہ رمضان میں کوہ حرا میں جو مکہ مشرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں طرف کو ہے اعتکاف فرمایا کرتے۔ اور وہاں ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ چند راتوں کا توشہ ساتھ لے جاتے۔ وہ ختم ہو چکتا تو گھر تشریف لاتے اور اسی قدر توشہ لے کر حراء میں جا معتکف ہوتے۔

ابتداءِ وحی

جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔ وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی۔ جو کچھ آپ رات کو خواب میں دیکھتے، بعینہٖ وہی ظہور میں آتا۔ چھ ماہ اسی حالت میں گزر گئے کہ ایک روز آپ حسب معمول غار حراء میں مراقب تھے کہ فرشتہ (جبرائیل) آپ کے پاس آیا۔ اس نے آپ سے کہا۔ اِقْرَأْ (پڑھو) آپ نے فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِیٍ (میں پڑھا ہوا نہیں) آپ کا بیان ہے کہ اس پر فرشتہ نے مجھے پکڑ کر بھینچا۔ یہاں تک کہ وہ مجھ سے غایت وسع وطاقت کو پہنچا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا اِقْرَأْ میں نے کہا مَا اَنَا بِقَارِیٍ پس اس نے مجھے پکڑ کر تیسری بار بھینچا یہاں تک کہ وہ مجھ سے غایت وسع اور طاقت کو پہنچا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:-

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○	پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا آدمی کو لہو کی پھٹکی سے۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھایا آدمی کو جو کچھ نہ جانتا تھا۔

یہ سبق پڑھ کر آپ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا قصہ بیان کیا وہ آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو عیسائی اور تورات وانجیل کا ماہر تھا۔ اس نے یہ ماجرا سن کر کہا کہ یہ وہی ناموس وفرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ پر اترا تھا۔[9] اس کے بعد کچھ مدت تک وحی بند رہی تا کہ آپ کا شوق وانتظار زیادہ ہو جائے۔ پھر یہ آیتیں نازل ہوئیں:-

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○	اے لحاف میں لپٹے اٹھ کھڑا ہو۔ پس ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی کر اور اپنے کپڑے پاک رکھ۔ اور پلیدی کو چھوڑ دے۔

Marfat.com

آغاز دعوت

قُمْ فَاَنْذِرْ سے آپ پر انذار اور دعوت الی اللہ فرض ہو چکی تھی۔ مگر اعلان دعوت کا حکم نہ آیا تھا۔ اس لیے آپ نے پہلے خفیہ طور سے ان لوگوں کو دعوت اسلام دی جن پر آپ کو اعتماد تھا اور جو آپ کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ اس دعوت پر کئی مرد و زن ایمان لائے۔ چنانچہ مردوں میں سب سے پہلے جو آپ پر ایمان لائے وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ آزاد کئے ہوئے غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ۔ اور غلاموں میں حضرت بلال ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایمان لاتے ہی دعوت اسلام شروع کر دی۔ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ۔ یعنی حضرات عثمان غنیؓ سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبداللہ، عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام آپ ہی کی ترغیب سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے بعد حضرات سعید بن زید۔ ابوذر غفاری۔ ارقم بن ابی ارقم۔ عبداللہ بن مسعود۔ عثمان بن مظعون۔ ابوعبیدہ بن الجراح۔ عبیدہ بن حارث۔ حصین والد عمران بن حصین۔ عمار بن یاسر۔ جناب بن الارت۔ خالد بن سعید بن العاص اور صہیب رومی وغیرہم سابقین اولین کے زمرہ میں شامل ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور عورتوں میں فاطمہ بنت خطاب ہمشیرہ عمر فاروق اسماء بنت ابی بکر۔ اسماء بنت سلامہ تمیمیہ۔ اسماء بنت عمیس خثعمیہ۔ فاطمہ بنت المجلل قرشیہ عامریہ۔ فکیہہ بنت یسار۔ رملہ بنت ابی عوف اور امینہ بنت خلف خزاعیہ۔ سابقات الی الاسلام میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ لیکن یہ سب کچھ جو ہوا پوشیدہ طور پر ہوا۔ نماز بھی شعاب مکہ میں چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور کچھ اصحاب مکہ کے کسی شعب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین نے دیکھ کر اس فعل کو برا کہا۔ پس باہم لڑائی ہو گئی۔ حضرت سعد نے اونٹ کے تالو کی ہڈی ان نابکاروں میں سے ایک پر ماری اور سر توڑ ڈالا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب دار ارقم میں جو کوہ صفا کے نشیب میں تھا رہتے اور وہیں نماز پڑھتے۔

تبلیغ علی الاعلان

خفیہ دعوت کو جب تین سال ہو چکے تو اعلان کا حکم اس طرح آیا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ (سورہ حجر)
پس تو کھول کر بیان کر دے جو تجھے حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے کنارہ کر۔

Marfat.com

نیز حکم آیا۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔ (شعراء) اور ڈرا اپنے نزدیک کے ناطے والوں کو۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قبیلہ قریش کے بطون کو یوں پکارا۔ یا بنی فہر یا بنی عدی۔ یہاں تک کہ وہ جمع ہو گئے۔ جو خود نہ آ سکتا تھا۔ وہ اپنی طرف سے کسی اور کو بھیجتا تا کہ دیکھے کہ یہ پکار کیسی ہے۔ پس ابولہب اور قریش آ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ''بتاؤ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ وادیٔ مکہ سے ایک سواروں کا لشکر تم پر تاخت و تاراج کرنا چاہتا ہے۔ تو کیا تمہیں یقین آ جائے گا؟'' وہ بولے۔ ''ہاں۔ کیونکہ ہم نے تم کو سچ ہی بولتے دیکھا ہے۔'' آپ نے فرمایا۔ ''تو میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر سخت عذاب نازل ہوگا۔'' اس پر ابولہب بولا: ''تجھ پر آئندہ ہمیشہ ہلاک و زیان ہو۔ کیا اس کے لیے تو نے ہم کو جمع کیا ہے؟'' تب یہ آیتیں نازل ہوئیں:۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ ہلاک ہو جیو ہاتھ ابولہب کے اور ہلاک ہو وہ۔ کام نہ آیا اس کو مال اسکا اور نہ جو کچھ کمایا۔

جب آنحضرت ﷺ نے اعلان دعوت کیا اور بت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کی تو سرداران قریش عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ بن عبد شمس، ابوسفیان، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی اور اسود بن مطلب وغیرہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتاتا ہے اور ہمیں احمق ٹھہراتا ہے۔ تم اس کو منع کر دو۔ یا بیچ میں سے ہٹ جاؤ۔ ہم اس سے سمجھ لیں گے۔ ابوطالب نے انہیں نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا۔ آپ نے تبلیغ کو جاری رکھا۔ مگر قریش بجائے روبراہ ہونے کے آپ سے حسد و عداوت زیادہ کرنے لگے۔ اور ایک دوسرے کو آپ سے لڑنے پر ابھارنے لگے۔ وہ دوبارہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ''ابوطالب! بے شک ہم میں تری قدر و منزلت ہے ہم نے تم سے کہا تھا کہ اپنے بھتیجے کو منع کر دو۔ مگر تم نے ایسا نہیں کیا۔ خدا کی قسم! ہم اپنے معبودوں اور آباؤ اجداد کی توہین گوارا نہیں کر سکتے۔ تم اس کو روک دو، ورنہ وہ اور تم میدان میں آؤ کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔'' وہ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ابوطالب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا کر کہا۔ ''اے میرے بھتیجے! تیری قوم نے میرے پاس آ کر ایسا ایسا کہا ہے۔ تو اپنے آپ پر اور مجھ پر رحم کر۔ اور مجھے امر مالایطاق کی تکلیف نہ دے۔'' یہ سن کر حضور نے بدیں خیال کہ اب میرے چچا نے مجھے چھوڑ دیا ہے

Marfat.com

اور میری مدد سے عاجز آ گیا ہے یوں فرمایا ''اے میرے چچا! اللہ کی قسم اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تاکہ میں اس کام کو چھوڑ دوں۔ تب بھی میں اس کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے یا میں خود اس میں ہلاک ہو جاؤں۔''[۱]

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

پھر آپ آبدیدہ ہوئے اور رو پڑے۔ آپ واپس ہوئے تو ابوطالب نے بلا کر کہا۔ ''اے میرے بھتیجے! جو کچھ آپ چاہیں کہیں میں کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔'' جب قریش نے دیکھا کہ ابوطالب اس طرح نہیں مانتا۔ تو عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ساتھ لے کر اس کے پاس آئے، کہنے لگے۔ اے ابوطالب! یہ عمارہ قریش میں نہایت قوی اور خوبصورت نوجوان ہے۔ ہم یہ تجھے دیتے ہیں۔ تو اس کو اپنا بیٹا بنا لے۔ اور اس کے عوض میں اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دے۔ ابوطالب نے کہا: ''اللہ کی قسم تم مجھے بڑی تکلیف دیتے ہو۔ کیا تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں اسے تمہارے واسطے پالوں اور اپنا بیٹا تمہیں دوں کہ اسے قتل کر ڈالو! اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔'' یہ سن کر قریش اور بھی برافروختہ ہو گئے۔ وہ ایک روز ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے۔ ولید مذکور فصاحت و بلاغت میں ان کا سردار تھا۔ ایام حج قریب تھے ولید و قریش میں یوں گفتگو ہوئی:۔

ولید: اے گروہ قریش! حج کا موسم آ گیا ہے۔ عرب کے قبائل تمہارے پاس آئیں گے جنہوں نے تمہارے صاحب کا حال سن لیا ہے۔ اس کے بارے میں ایک رائے پر اتفاق کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دوسرے کی تکذیب کرو۔

قریش: آپ ہی ایک رائے قائم کر دیں۔ ہم اسے تسلیم کر لیں گے۔

ولید: نہیں، تم ہی کہو میں سنتا ہوں۔

قریش: ہم کہیں گے کہ وہ کاہن ہے۔

ولید: اللہ کی قسم وہ کاہن نہیں۔ ہم نے کاہن دیکھے ہوئے ہیں۔ اس کا کلام نہ کاہن کا زمزمہ ہے نہ سجع۔

قریش: ہم کہیں گے کہ وہ دیوانہ ہے۔

ولید: وہ دیوانہ نہیں۔ ہم نے دیوانگی دیکھی ہوئی ہے۔ وہ دیوانہ کا غیظ و غضب نہیں نہ دیوانہ کا خلجان و وسوسہ ہے۔

قریش: ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔

Marfat.com

ولید: وہ شاعر نہیں۔ ہمیں تمام اقسام شعر رجز، ہزج، قریض، مقبوض اور مبسوط معلوم ہیں۔ اس کا کلام شعر نہیں۔

قریش: ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔

ولید: وہ جادوگر نہیں۔ ہم نے جادوگر اور ان کے جادو دیکھے ہوئے ہیں۔ یہ جادوگروں کا پھونک مارنا نہیں۔ اور نہ ان کا رسیوں یا بالوں کو گرہ دینا ہے۔

قریش: ابو عبد شمس! پھر تم بتاؤ ہم کیا کہیں؟

ولید: اللہ کی قسم، اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے۔ اس کلام کی اصل مضبوط جڑ والا درخت خرما ہے اور اس کی فرع پھل ہے۔ ان باتوں میں سے جو بات تم کہو گے۔ وہ ضرور پہچان لی جائے گی کہ جھوٹ ہے۔ اس کے بارے میں صحت سے قریب تر قول یہ ہے کہ تم کہو۔ وہ جادوگر ہے۔ اور ایسا کلام لایا ہے۔ جو جادو ہے۔ اس کلام میں وہ باپ بیٹے ہیں، بھائی بھائی میں، میاں بیوی میں اور خویش و اقارب میں جدائی ڈال دیتا ہے۔

ولید کا کلام سن کر وہ مجلس سے چلے گئے۔ جب موسم حج میں لوگ آنے لگے تو وہ ان کے راستوں میں بیٹھتے۔ جو کوئی ان کے پاس سے گزرتا وہ اس کو آنحضرت ﷺ سے ڈرا دیتے اور آپ کا حال بیان کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ولید کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں:-

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۝ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۝ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝

چھوڑ دے مجھ کو اور اسکو جو میں نے بنایا اکیلا۔ اور دیا میں نے اس کو مال پھیلا کر اور بیٹے موجود (یعنی زندگی والے) اور تیاری کر دی اسکو خوب تیاری اور پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور دوں۔ کوئی نہیں وہ ہے ہماری آیتوں کا مخالف۔

ان کے بعد کی اور کئی آیتیں ولید ہی کے بارے میں ہیں۔

اسی طرح ایک دن جب کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے سردار قوم عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور قریش میں یوں گفتگو ہوئی:-

عتبہ: اے گروہ قریش! کیا میں محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں تا کہ اس سے کلام کروں اور چند باتیں اس کے آگے پیش کروں۔ شاید وہ ان میں سے ایک بات کو پسند کرے۔ پس ہم وہ کر دیں اور وہ ہم سے باز رہے۔

Marfat.com

قریش: ہاں اے ابوالولید۔ آپ جائیے اور اس سے گفتگو کیجئے۔

عتبہ: (حضرت سے مخاطب ہو کر) بھائی کے بیٹے! آپ کو معلوم ہے کہ خویش و اقارب میں آپ بزرگ و برگزیدہ اور نسب میں عالی رتبہ ہیں۔ آپ اپنی قوم میں ایک نیا مذہب لائے ہیں جس سے آپ نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ آپ نے ان کے داناؤں کو نادان بتایا۔ ان کے معبودوں اور ان کے دین کو برا کہا۔ اور ان کے گزشتہ آباؤ اجداد کو کافر بتایا۔ سنئے میں چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ شاید آپ ان میں سے ایک بات پسند فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ: ابوالولید! بیان کریں میں سنتا ہوں۔

عتبہ: بھائی کے بیٹے! اس نئے مذہب سے آپ کا مقصود اگر مال ہے تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ مالدار بن جائیں۔ اگر اس سے ہم پر شرف مقصود ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ آپ کے بغیر کوئی کام نہ کیا کریں گے۔ اگر آپ کو ملک مطلوب ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر ہم آپ سے اس جن کو نہ روک سکیں جو آپ کے پاس آتا ہے۔ تو آپ کا علاج کرائیں گے۔ اور علاج میں اپنا خرچ کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ جن بھاگ جائے۔

آنحضرت ﷺ: ابوالولید! کیا تو کہہ چکا جو کہنا تھا؟

عتبہ: ہاں۔

آنحضرت ﷺ: مجھ سے سن۔

عتبہ: سنائیے۔

(آنحضرت ﷺ نے سورۂ حٰمٓ السجدہ کی آیات تا آیۂ سجدہ تلاوت فرما کر سجدہ کیا اور عتبہ کھڑا سنتا رہا۔)

آنحضرت ﷺ: ابوالولید! تو نے سنا؟

عتبہ: میں نے سن لیا۔ آپ جانیں اور آپ کا کام۔

قریش: (عتبہ کو آتا دیکھ کر ایک دوسرے سے) اللہ کی قسم ابوالولید وہ چہرہ لے کر نہیں آیا جو لے کر گیا تھا۔ (عتبہ کو پاس بیٹھا دیکھ کر) ابوالولید! وہاں کا حال سنائیے۔

عتبہ: اللہ کی قسم میں نے ایسا کلام سنا کہ اس کی مثل کبھی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم وہ شعر نہیں۔ نہ جادو ہے۔ نہ کہانت۔ اے گروہ قریش! میرا کہا مانو۔ اس شخص کو کرنے دو جو کرتا ہے۔ اور اس سے الگ ہو جاؤ۔

Marfat.com

اللہ کی قسم میں نے جو کلام اس سے سنا ہے اس کی بڑی عظمت وشان ہوگی۔ اگر عرب اس کو مغلوب کرلیں تو تم غیر کے ذریعے اس سے بچ گئے۔ اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے۔ اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے تم اس کے سبب سے خوش نصیب ہو جاؤ گے۔

قریش: ابوالولید! اللہ کی قسم اس نے اپنی زبان سے تجھے بھی جادو کردیا۔

عتبہ: اس کی نسبت میری یہی رائے ہے۔ تم جو چاہو کرو۔

اب رسول اللہ ﷺ کا ذکر بلادعرب میں دور دور پہنچ چکا تھا قریش روز بروز تشدد میں زیادتی کرتے جاتے تھے۔ انہوں نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ کمینے لوگوں کو آپ پر برانگیختہ کیا۔ آپ کی تکذیب کی۔ آپ پر استہزاء کیا۔ آپ کو شاعر کہا۔ جادوگر بتایا۔ کاہن کہا۔ سڑی اور پاگل بتایا مگر آپ برابر تبلیغ فرماتے رہے۔

ایک روز آپ خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے۔ حرم شریف میں اس وقت قریش کی ایک جماعت موجود تھی۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کی ترغیب سے ذبح کئے ہوئے اونٹوں کی اوجھ سجدے کی حالت میں آپ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی۔ یہ دیکھ کر وہ سب نابکار قہقہہ مار کر ہنسے۔ کسی نے آپ کی صاحبزادی بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کردی۔ وہ فوراً دوڑی آئیں اور آپ کی پشت مبارک سے وہ پلیدی دور کردی اور ان کو برا بھلا کہا۔ یہ نابکار حرمات اللہ کی بے حرمتی بھی کیا کرتے تھے۔ اس لیے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یوں بددعا[۱] فرمائی۔ ''یا اللہ! تو گروہ قریش کو پکڑ۔ یا اللہ! تو ابوجہل بن ہشام۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف کو پکڑ۔'' اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے دن مقتول دیکھا اور امیہ کے سوا سب چاہ بدر میں پھینک دیئے گئے۔ امیہ موٹا تھا۔ جب اسے کھینچنے لگے تو چاہ میں ڈالنے سے پہلے ہی اس کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔

اسی طرح شیاطین قریش ایک دن خانہ کعبہ میں جمع تھے۔ ابوجہل ایک بھاری پتھر اٹھا کر سجدے کی حالت میں آنحضرت ﷺ کے سر مبارک کو کچلنے کے لیے آگے بڑھا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو وہ خوف زدہ اور رنگ بدلا ہوا پیچھے بھاگا۔ اور پتھر ہاتھ سے نہ پھینک سکا۔ قریش نے پوچھا۔ ابوالحکم! تجھے کیا ہوا؟ بولا جب میں نزدیک گیا تو میں نے اس کے ورے ایک اونٹ دیکھا۔ اللہ کی قسم میں نے اس کا وہ سر اور گردن اور دانت دیکھے کہ کبھی کسی اونٹ کے دیکھنے میں نہیں آئے۔ وہ اونٹ مجھے کھانے لگا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔[۲] ''وہ جبرائیل تھے۔ اگر ابوجہل اور نزدیک

Marfat.com

آ تا تو اسے پکڑ لیتے۔'' ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ نابکار کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن مبارک میں چادر ڈال لی۔ پھر اسے کھینچا یہاں تک کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوڑے آئے اور فرمانے لگے۔[۱۵] ''کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔'' یہ سن کر وہ ہٹ گئے۔

یہ اذیتیں آنحضرت ﷺ تک محدود نہ تھیں۔ بلکہ آپ کے اصحاب بھی طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ وہ غریب مسلمان جن کا مکہ میں کوئی قبیلہ اور یار و یاور نہ تھا۔ خصوصیت سے قریش کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔ اذیتیں مختلف انواع کی تھیں۔ مثلاً آگ پر لٹا دینا۔ تپتی ریت پر لٹا کر بھاری پتھر سینہ پر رکھ دینا تا کہ کروٹ نہ لے سکے۔ چابک سے اس قدر مارنا کہ ٹوٹ جائے۔ چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دینا۔ جکڑ کر کوٹھڑی میں بند کر دینا۔ پاؤں میں رسی باندھ کر تپتی ریت پر گھسیٹنا۔ گلا اس قدر گھونٹنا کہ دم نکل جانے کا گمان ہو جائے۔ زدوکوب سے بے ہوش و مختل الحواس کر دینا۔ نیزہ مار کر ہلاک کر دینا وغیرہ۔

۵ نبوت

جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ مسلمانوں کا مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا ہے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ ملک حبشہ کا بادشاہ اپنے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا۔ تم میں سے جو چاہیں وہاں چلے جائیں۔ چنانچہ اس سال ماہ رجب میں اول اول گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ جن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ بھی تھیں۔ حسن اتفاق سے جب یہ بندرگاہ پر پہنچے تو دو تجارتی جہاز حبشہ کو جا رہے تھے۔ جہاز والوں نے ان کو سستے کرایہ پر بٹھا لیا۔ قریش کو خبر لگی تو انہوں نے بندرگاہ تک تعاقب کیا۔ مگر موقع نکل چکا تھا۔

مہاجرین قریباً تین ماہ حبشہ میں امن و امان سے رہے۔ ماہ شوال میں ان کو یہ غلط خبر پہنچی کہ اہل مکہ ایمان لے آئے ہیں۔ اس لیے ان میں سے اکثر مکہ میں واپس آ گئے۔

۶ نبوت

اس سال آنحضرت ﷺ کے چچا امیر حمزہ ایمان لائے۔ اور ان کے تین دن بعد حضرت عمر فاروق بھی مشرف باسلام ہوئے۔ جو لوگ حبشہ سے واپس آئے تھے قریش نے ان کو اور دوسرے

Marfat.com

مسلمانوں کو زیادہ ستانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ہجرت پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ اس دفعہ ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں۔

جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ فوراً واپس آ گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب وغیرہ جو وہاں رہ گئے تھے وہ فتح خیبر کے وقت مدینہ میں واپس آئے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان سے معانقہ کیا۔ اور پیشانی کو بوسہ دے کر فرمایا:[۱۶] ''میں نہیں بتا سکتا کہ فتح خیبر سے مجھے زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے آنے سے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی باارادہ ہجرت حبشہ کی طرف نکلے تھے۔ برک العماد تک جو مکہ سے یمن کی طرف پانچ دن کی راہ ہے پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ ملا۔ اس نے پوچھا، کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ سا فیاض و مہمان نواز اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا۔ غریب پرور اور حوادث حق میں لوگوں کا مددگار مکہ سے نکل جائے یا نکالا جائے۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ اس لیے آپ ابن الدغنہ کے ساتھ مکہ میں واپس آ گئے۔[۱۷]

جب قریش کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے مشورہ کر کے ایک سفارت بسر کردگی عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ (یا عمارہ بن ولید) نجاشی کی خدمت میں مع تحائف بھیجی۔ سفراء وہاں پہنچ کر پہلے بادشاہ کے بطارقہ سے ملے۔ اور نذریں پیش کر کے کہا کہ ہم میں چند نادان لونڈوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جو نصرانیت و بت پرستی دونوں سے جدا ہے۔ وہ بھاگ کر یہاں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔ ہمیں اشراف قریش نے آپ کے بادشاہ کے پاس بھیجا ہے کہ ان کو واپس کر دے۔ درخواست پیش ہونے پر آپ ہماری تائید کر دیں۔ چنانچہ سفراء نے نجاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر تحائف پیش کئے۔ اور سارا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے مہاجرین کو طلب کیا۔ بطارقہ نے کہا: ''حضور! یہ لوگ ان کے حال سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ ان کے حوالہ کر دیں۔'' بادشاہ نے کہا: ''نہیں پہلے ہم ان سے دریافت کر لیں۔'' چنانچہ جب مہاجرین دربار میں حاضر ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے ان کی طرف سے اس طرح تقریر شروع کی۔[۱۸]

شاہا! ''ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے

Marfat.com

تھے۔اپنوں سے دشمنی رکھتے تھے۔ پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے تھے۔قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ہم اس حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول ہماری طرف بھیجا۔جس کے نسب اور صدق و امانت اور پرہیزگاری سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔اس نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم خدا کو ایک جانیں۔اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں بتوں کی پوجا جو ہم اور ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے چھوڑ دیں۔سچ بولا کریں۔امانت ادا کریں۔اپنوں سے محبت وسلوک رکھیں۔ہمسایوں سے نیک سلوک کریں۔محارم اور خونریزی سے باز آئیں۔یتیموں کا مال نہ کھائیں۔عفیف عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔نماز پڑھیں۔صدقہ دیں۔روزے رکھیں۔پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔اللہ کی عبادت کرنے لگے۔شرک و بت پرستی چھوڑ دی۔حرام کو حرام اور حلال کو حلال جاننے لگے۔اس جرم پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی۔اور اذیت دے کر مجبور کرنے لگی کہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر پھر بتوں کو پوجنے لگ جائیں۔اور خبائث کو بدستور سابق حلال سمجھیں۔جب انہوں نے ہم پر قہر وظلم کیا اور ہمارے فرائض مذہبی کی بجاآوری میں سدراہ ہوگئے۔تو ہم آپ کے ملک میں آپ کی پناہ میں آگئے۔ہمیں امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہ ہوگا۔''

یہ تقریر سن کر نجاشی نے کہا کہ تمہارے پیغمبر پر جو کلام اترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔حضرت جعفر ؓ نے سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھیں۔نجاشی سن کر اتنا رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔اور اس کے اساقفہ بھی روئے۔پھر نجاشی نے کہا: ''یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔''اس کے بعد سفیروں سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ۔اللہ کی قسم! میں ان کو تمہارے حوالہ نہ کروں گا۔

دوسرے دن عمرو بن العاص نے حاضر دربار ہو کر عرض کیا۔''حضور! یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نسبت برا عقیدہ رکھتے ہیں۔'' نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا۔جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے پوچھا کہ ''تم حضرت عیسیٰ کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہو؟'' حضرت جعفر نے کہا ہم اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ ہمارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ خدا کے بندے اور پیغمبر اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا لیا اور کہا۔''واللہ! جو تم نے کہا حضرت عیسیٰ اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں۔'' جب نجاشی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو بطارقہ حاضرین کے نتھنوں سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی۔مگر نجاشی نے پروا نہ کی۔اور سفارت بالکل ناکام واپس آئی۔

Marfat.com

۷ نبوت

قریش نے جب دیکھا کہ باوجود تشدد و مزاحمت کے اسلام قبائل عرب میں پھیل رہا ہے۔ حضرت حمزہ وعمر رضی اللہ عنہما جیسے لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی ہے اور سفارت بھی بے نیل و مرام واپس آ گئی ہے تو انہوں نے بالاتفاق یہ قرار دیا[۱۹] کہ (حضرت) محمد (ﷺ) کو علانیہ قتل کر دیا جائے۔ ابو طالب کو یہ خبر پہنچی تو اس نے بنی ہاشم و بنی مطلب کو جمع کر کے کہا کہ (حضرت) محمد (ﷺ) کو بغرض حفاظت اپنے شعب (درہ) میں لے چلو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب قریش کو معلوم ہوا کہ ہاشم و مطلب کی اولاد نے (سوائے ابولہب کے) بلا امتیاز مذہب حضرت کو اس طرح اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو انہوں نے مقام محصب میں جو کہ مکہ و منیٰ کے درمیان ہے آپس میں یہ عہد کیا کہ ہاشم و مطلب کی اولاد سے مناکحت اور لین دین سب موقوف کر دیا جائے یہاں تک کہ وہ تنگ آ کر محمد (ﷺ) کو قتل کے لیے ہمارے حوالہ کر دیں۔[۲۰] اور تاکید مزید کے لیے یہ معاہدہ تحریر کر کے کعبۃ اللہ کی چھت میں لٹکا دیا۔ کفار قریش نے نہایت سختی سے اس معاہدہ پر عمل کیا۔ باہر سے جو غلہ مکہ میں آتا وہ خود ہی خرید لیتے اور مسلمانوں تک نہ پہنچنے دیتے۔ اگر ان میں سے کوئی بطور صلہ رحم اپنے کسی مسلمان رشتہ دار کو اناج بھیجتا تو اس کے بھی سدراہ ہوتے۔ غرض بنو ہاشم شعب ابی طالب میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ ابو طالب کا یہ معمول تھا کہ جب لوگ سو جاتے تو آنحضرت ﷺ کو بغرض حفاظت آپ کے بستر سے اٹھاتا۔ تاکہ دوسرے بستر پر جا لیٹیں اور آپ کے بستر پر اپنے کسی بیٹے یا بھائی کو لٹاتا۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ابو طالب آپ کی مراعات و مدد کیا کرتا تھا۔ اور آپ کے لیے ناراض ہوا کرتا تھا۔ کیا یہ عمل اس کو فائدہ دے گا؟ آپ نے فرمایا:-

نعم وجدته فی غمرات من النار	ہاں میں نے اسے سرتاپا بڑی آگ میں پایا۔
فاخرجته الیٰ ضحضاح۔	پس اس کو نکال کر تھوڑی آگ میں کر دیا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچتی ہے۔

یہ تو عذاب قبر میں تخفیف ہے قیامت کو بھی اس کی یہی حالت ہوگی۔ چنانچہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ابو طالب کا ذکر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیمۃ مجھے امید ہے قیامت کو میری شفاعت اسے

Marfat.com

فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ۔

فائدہ دیگی۔ پس اس کو تھوڑی آگ میں کر دیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ جوش کھائے گا۔

بعض علماء نے خلاف احادیث صحاح ابو طالب کا ایمان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ۔

جب تین سال اسی حالت میں گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو خبر دی کہ اس معاہدے کو دیمک اس طرح چاٹ گئی ہے کہ اللہ کے نام کے سوا اس میں کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے یہ خبر ابو طالب کو دی۔ اس نے کفار قریش کو جا کر کہا۔ ''اے گروہ قریش! میرے بھتیجے نے مجھ کو اس طرح خبر دی ہے۔ تم اپنا معاہدہ لاؤ۔ اگر یہ خبر صحیح نکلی تو تم قطع رحم سے باز آؤ۔ اور اگر غلط نکلی تو میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔'' وہ اس پر راضی ہو گئے۔ جب معاہدہ دیکھا گیا تو ویسا ہی پایا گیا جیسا کہ خبر دی گئی تھی۔ اسی وقت پانچ اشخاص (ہشام بن عمرو۔ زبیر بن ابی امیہ مخزومی۔ معطم بن عدی۔ ابو البختری۔ زمعہ بن الاسود) کچھ قیل و قال کے بعد اس معاہدے کو چاک کرنے پر متفق ہو گئے۔ اور آخر کار ابو البختری نے لے کر پھاڑ ڈالا۔ باقی سب بجائے روبراہ ہونے کے مزید ایذا کے درپے ہو گئے۔

۱۰ نبوت

اس سال ماہ رمضان میں ابو طالب نے وفات پائی۔ اور اس کے تین روز بعد خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی انتقال فرما گئیں۔ اب کفار قریش رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی پر اور دلیر ہو گئے۔ ایک روز ایک نابکار نے راہ میں آپ کے سر مبارک پر خاک ڈال دی۔ آپ اسی حالت میں گھر تشریف لے گئے۔ آپ کی صاحبزادی نے دیکھا۔ تو پانی لے کر سر مبارک کو دھونے لگیں۔ اور روتی جاتی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ ''جان پدر! اللہ تعالیٰ تیرے باپ کو بچا لے گا۔''[۲۱]

آخر آنحضرت ﷺ نے تنگ آ کر اس خیال سے کہ اگر ثقیف ایمان لے آئے تو قریش کے برخلاف میری مدد کریں گے، طائف کا قصد کیا۔ زید بن حارثہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر اشراف ثقیف یعنی عبد یا لیل اور اس کے بھائی مسعود حبیب کو دعوت اسلام دی۔ مگر انہوں نے آپ کی دعوت کا بری طرح جواب[۲۲] دیا۔ ایک بولا: ''اگر تجھے خدا نے پیغمبر بنایا ہے تو وہ کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے۔'' دوسرے نے کہا: ''کیا خدا کو پیغمبری کے لیے تیرے سوا کوئی اور نہ ملا؟''

Marfat.com

تیسرے نے کہا: ''میں ہرگز تجھ سے کلام نہیں کرسکتا۔ اگر تو پیغمبری کے دعویٰ میں سچا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو قابل خطاب نہیں۔'' جب آپ مایوس ہوکر واپس ہوئے تو انہوں نے کمینے لوگوں اور غلاموں کو آپ پر ابھارا۔ جو آپ کو گالیاں دیتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ اتنے میں لوگ جمع ہوگئے۔ وہ آپ کے راستہ میں دورویہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ درمیان سے گزرے تو قدم اٹھاتے وقت آپ کے پاؤں پر پتھر برسانے لگے۔ یہاں تک کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ کو پتھروں کا صدمہ پہنچتا تو بیٹھ جاتے۔ مگر وہ بازو تھام کر کھڑا کر دیتے۔ جب پھر چلنے لگتے تو پتھر برساتے اور ساتھ ساتھ ہنستے جاتے۔ اس طرح انہوں نے عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کے باغ تک آپ کا تعاقب کیا۔ آپ نے باغ میں ایک انگور کی شاخ کے سایہ میں پناہ لی۔ عتبہ اور شیبہ اگرچہ آپ کے سخت دشمن تھے۔ مگر آپ کی اس حالت پر ان کو بھی رحم آ گیا۔ انہوں نے اپنے نصرانی غلام عداس سے کہا کہ انگور کا ایک خوشہ تھال میں رکھ کر ان کے پاس لے جا اور کہہ دے کہ کھالیں۔ آپ نے بسم اللہ کہہ کر کھایا۔ عداس متعجب ہو کر کہنے لگا کہ ان شہروں کے لوگ ایسا نہیں کہتے۔ آپ نے پوچھا۔ تو کہاں سے ہے؟ اس نے کہا نینوی سے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ نیک بندے یونس بن متّیٰ کا شہر ہے۔ پھر اس نے آپ سے یونس کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی میری طرح پیغمبر تھے۔ یہ سن کر وہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور اسلام لایا۔

اسی سفر میں مقام نخلہ میں جو مکہ مشرفہ سے ایک رات کا راستہ ہے شہر نصیبین[۲۳] کے جن حاضر ہوئے۔ آپ رات کو نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ وہ سن کر ایمان لائے۔ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ الآیہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ نخلہ میں چند روز قیام رہا۔ وہاں سے آپ حرا میں تشریف لائے۔ اور مطعم بن عدی کو پیغام بھیجا کہ کیا تم مجھے اپنی پناہ وامان میں لے سکتے ہو؟ مطعم نے قبول کیا۔ آپ رات کو مطعم کے ہاں رہے۔ جب صبح ہوئی تو مطعم اور اس کے بیٹوں نے ہتھیار لگائے اور آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ طواف کیجئے۔ اور خود تلواریں لگائے ہوئے مطاف میں موجود رہے۔ جب حضرت طواف سے فارغ ہوئے تو اسی ہیئت میں آپ کے دولت خانہ تک آپ کے ساتھ آئے۔

اس سفر طائف کے مدتوں بعد ایک روز عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا ہے جو احد کے دن سے سخت ہو۔ فرمایا بیشک میں نے تیری قوم سے دیکھا جو

Marfat.com

دیکھا۔ اور جو میں نے ان سے دیکھا اس میں سب سے سخت عقبہ کا دن تھا۔ جب کہ میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل بن کلال پر پیش کیا۔ اس نے دعوت اسلام کو قبول نہ کیا۔ پس میں غم کی حالت میں گردن جھکائے چلا۔ مجھے ہوش نہ آیا مگر قرن الثعالب میں۔ سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل نے مجھے سایہ کیا ہوا ہے۔ میں نے نظر اٹھائی تو اس بادل میں حضرت جبرائیل دکھائی دیئے۔ حضرت جبرائیل نے مجھے آواز دی اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے۔ اور انہوں نے جو آپ کو جواب دیا وہ بھی سن لیا ہے۔ آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا گیا ہے۔ تاکہ آپ اسے حکم دیں جو کچھ آپ اپنی قوم میں چاہتے ہیں۔ حضور کا بیان ہے کہ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی اور اسلام کے بعد کہا اے محمد! بیشک اللہ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ مجھ کو آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اخشبین [۲۴] کو ان پر الٹ دوں۔ (تو الٹ دیتا ہوں) آپ نے جواب دیا۔ "نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں [۲۵] گے۔"

۱۱ تا ۱۳ نبوت

آنحضرت ﷺ کی عادت شریف تھی کہ ہر سال موسم حج میں تمام قبائل عرب کو جو مکہ اور نواح مکہ میں موجود ہوتے دعوت اسلام دیا کرتے تھے۔ اسی غرض سے ان کے میلوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے۔ ان میلوں میں سے عکاظ و مجنہ و ذوالمجاز کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ عکاظ جو ان سب سے بڑا تھا نخلہ و طائف کے درمیان طائف سے دس میل کے فاصلہ پر لگا کرتا تھا۔ یہ عرب کی تجارت کی بڑی منڈی اور شعراء کا دنگل تھا۔ ذیقعدہ کی پہلی تاریخ سے بیس تک رہا کرتا تھا۔ پھر مجنہ جو مر الظہران کے متصل مکہ سے چند میل پر تھا۔ اخیر ذیقعدہ تک لگتا۔ اور ذوالمجاز جو عرفہ کے متصل تھا ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے آٹھویں تک قائم رہتا۔ بعد ازاں لوگ حج کو نکلتے۔ آنحضرت ﷺ لوگوں کے ڈیروں پر جا کر تبلیغ فرماتے۔ مگر کوئی آپ کی نصرت کا دم نہ بھرتا تھا۔ عرب کے قبائل جن کے پاس حضرت بغرض تبلیغ تشریف لے گئے یہ ہیں۔ بنو عامر محارب، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، بنو نضر، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمہ، ان سب کو آپ نے دعوت اسلام دی۔ مگر کوئی ایمان نہ لایا۔ ابولہب لعین ہر جگہ ساتھ جاتا۔ جب آپ کہیں تقریر فرماتے تو وہ برابر سے کہتا "اس کا کہنا نہ مانیو۔ یہ بڑا دروغ گو دین سے پھرا ہوا ہے۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کو اپنے دین اور اپنے رسول کا اعزاز منظور تھا۔ اس لیے نبوت کے گیارہویں سال ماہ رجب میں جب آپ نے حسب عادت منیٰ میں عقبہ کے نزدیک جہاں اب مسجد عقبہ ہے قبیلہ خزرج کے چھ آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ ایمان لے آئے۔

واضح رہے کہ مدینہ کا اصلی نام یثرب تھا۔ بہت قدیم زمانہ میں یہاں قوم عمالقہ کے لوگ آباد تھے، ان کے بعد شام سے یہود آ بسے۔ اور انہوں نے یثرب اور اس کے نواح میں اپنی سکونت کے لیے آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے قلعے بنائے۔ جب مارب واقع یمن میں سیل عرم آیا تو وہاں کے لوگ یمن سے نکل کر مختلف جگہوں میں چلے گئے۔ چنانچہ قبیلہ ازد بن غوث قحطانی کے دو بھائی اوس و خزرج یثرب میں آ بسے۔ تمام انصار ان ہی دو کے خاندان سے ہیں۔ جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔ یہود کا چونکہ بڑا اقتدار و زور تھا اس لیے قبیلہ اوس و خزرج آخرکار ان کے حلیف بن گئے۔ یہود اہلِ کتاب اور صاحب علم تھے۔ اوس و خزرج نے جو بت پرست تھے ان سے سنا ہوا تھا کہ ایک اور پیغمبر عنقریب مبعوث ہونے والا ہے۔ اس لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول دعوت اسلام دی تو خزرج کے چھ اشخاص نے آپ کے حالات پر غور کر کے ایک دوسرے سے کہا کہ ''واللہ! یہ تو وہی ہیں جن کا ذکر ہم نے یہود مدینہ سے سنا ہوا ہے۔ کہیں یہود ہم سے سبقت نہ لے جائیں۔'' اس لیے وہ سب آپ پر ایمان لائے۔ انہوں نے مدینہ میں پہنچ کر اپنے بھائی بندوں کو اسلام کی دعوت دی۔ آئندہ سال بارہ مرد ایام حج میں مکہ میں آئے اور انہوں نے عقبہ کے متصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر عورتوں کی طرح بیعت کی۔ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ چوری نہ کریں گے اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔ زنا نہ کریں گے۔ بہتان نہ لگائیں گے۔ کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ چونکہ عورتوں سے ان ہی باتوں پر بیعت ہوئی تھی۔ اس لیے بیعت مذکورہ کو عورتوں کی سی بیعت کہا گیا۔ اس کو بیعت عقبہ اولیٰ یعنی عقبہ میں اول مرتبہ بیعت بولتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بارہ کے ساتھ مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف کو بدیں غرض بھیجا کہ ان کو تعلیم اسلام دیں۔ حضرت مصعب نے سعد بن زرارہ کے مکان پر قیام کیا۔ پھر ان کو ساتھ لے کر بنی عبدالاشہل اوسی میں آئے۔ اس قبیلہ کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر آپ کے سمجھانے سے ایمان لائے اور ان کے ایمان لانے سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ بقول مشہور اسی سال ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں جسد شریف کے ساتھ معراج شریف ہوا اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔

Marfat.com

نبوت کے تیرہویں سال ایام حج میں انصار کے ساتھ ان کی قوم کے بہت سے مشرک بھی بغرض حج مکہ میں آئے۔ جب حج سے فارغ ہوئے تو ان میں سے تہتر مرد اور دو عورتیں اپنی قوم سے چھپ کر ایام تشریق میں رات کے وقت عقبہ منیٰ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت عباس بن عبدالمطلب جواب تک اسلام نہ لائے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ سب سے پہلے وہی بولے۔ ''اے گروہ خزرج! محمد (ﷺ) اپنی قوم میں معزز ہیں۔ اور اپنے شہر میں مددگاروں کی ایک جماعت ساتھ رکھتے ہیں۔ ہم نے ان کو دشمنوں سے بچایا ہے۔ اگر تم اپنے عہد کو پورا کر سکو اور ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر۔ ورنہ ابھی سے ان کا ساتھ چھوڑ دو۔'' اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم مجھ سے وہ چیز باز رکھو گے جو اپنے اہل وعیال سے باز رکھتے ہو۔ یہ سن کر سب سے پہلے براء بن معرور انصاری خزرجی نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر کہا۔ ''ہمیں منظور ہے۔ یا رسول اللہ ہمیں بیعت کر لیجئے۔ واللہ ہم اہل حرب واہلِ سلاح ہیں۔ یہی چیزیں باپ دادا سے ہمیں ورثہ میں ملی ہیں۔'' ابوالہیثم بن تیہان انصاری اوسی نے قطع کلام کر کے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! یہود سے ہمارے تعلقات ہیں جو بیعت سے ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب اللہ آپ کو غلبہ دے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں چلے جائیں۔'' آپ نے مسکرا کر فرمایا: ''نہیں۔ تمہارا خون میرا خون ہے۔ میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔'' اس طرح جب وہ بیعت کے لیے آمادہ ہو گئے تو عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری خزرجی نے ان سے کہا۔ ''یہ بھی خبر ہے تم محمد (ﷺ) سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو۔ یہ عرب وعجم سے جنگ پر بیعت ہے۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ جب تمہارے مال تاراج ہوں اور تمہارے اشراف قتل ہوں۔ تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے۔ تو ابھی سے چھوڑ دو۔ اور اگر ایسی مصیبت پر بھی ساتھ دے سکو تو بیعت کر لو۔'' سب بولے ہم اسی بات پر بیعت کرتے ہیں۔ مگر یا رسول اللہ! اگر ہم اس عہد پر ثابت رہیں تو ہمیں کیا ملے گا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بہشت۔ یہ سن کر سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اسے عقبہ کی بیعت ثانیہ کہتے ہیں۔ بیعت کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان میں سے بارہ اشخاص کو نقیب مقرر کیا۔ جن کے نام خود انصار نے پیش کیے۔ اور ان سے یوں خطاب فرمایا۔ ''تم اپنی اپنی قوم کے حالات کے کفیل ہو۔ جیسا کہ حواری حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) کے تھے۔ اور میں اپنی قوم کا کفیل ہوں۔'' وہ بولے کہ ہاں!

Marfat.com

منظور ہے۔اس کے بعد وہ اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔صبح کو قریش ان سے کہنے لگے۔ہم نے سنا ہے کہ تم نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر بیعت کی ہے۔ان کے مشرک ساتھیوں نے کہا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔یہ سن کر قریش واپس چلے گئے۔مگر تفتیش کے بعد حقیقت حال جو ان کو معلوم ہوئی تو انہوں نے انصار کا تعاقب کیا۔صرف سعد بن عبادہ ان کے ہاتھ آئے۔ظالموں نے ان ہی کے لونٹ کے تنگ سے ان کے ہاتھ گردن سے جکڑ لیے۔اور مارتے پیٹتے اور سر کے بالوں سے گھسیٹتے ہوئے ان کو مکہ میں لے آئے۔وہاں جبیر بن مطعم بن عدی اور حارث بن حرب بن امیہ نے ان کو چھڑایا۔

حواشی

ا یہ خاکہ ابوالمنذر رہشام کلبی (متوفی ۲۰۴ھ) کی تصنیف کتاب الاصنام سے ماخوذ ہے جو مصر میں ۱۳۴۳ھ میں چھپ چکی ہے۔

۲ طبقات الامم لابن صاعد الاندلسی مطبوعہ بیروت ۱۹۱۲ء ص ۴۳

۳ معجم البلدان یاقوت حموی۔تحت انواط۔

۴ سیرت ابن ہشام۔قصہ اصحاب الاخدود۔

۵ مذہب واخلاق کی انسائیکلوپیڈیا۔تحت عرب قدیم۔

۶ حیواۃ الحیوان الدمیری (جز اول ص ۱۶۹) بحوالہ بصائر القد ما وسرائر الحکماء للشیخ ابی حیان التوحیدی المتوفی ۳۸۰ھ

۷ کشف الغمہ للقطب الشعرانی۔جزء ثانی ص ۵۶

۸ شرح فقہ اکبر لعلی القاری۔

۹ تفصیل کے لیے صحیح بخاری کتاب التفسیر دیکھو۔

۱۰ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ شعراء۔

۱۱ سیرت ابن ہشام۔

۱۲ سیرت ابن ہشام۔

۱۳ سیرت ابن ہشام۔

۱۴ صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب طرح جیف المشرکین فی البئر۔

۱۵ سیرت ابن ہشام۔

۱۶ صحیح بخاری۔مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

۱۷ مشکوٰۃ شریف بحوالہ شرح السنہ باب المصافحہ والمعانقہ۔
۱۸ تفصیل کیلئے دیکھو صحیح بخاری۔ باب ہجرت مدینہ۔
۱۹ سیرت ابن ہشام۔
۲۰ خصائص کبریٰ السیوطی بحوالہ بیہقی و ابونعیم۔
۲۱ صحیح بخاری۔ باب نزول النبی ﷺ مکہ۔
۲۲ سیرت ابن ہشام۔
۲۳ سیرت ابن ہشام۔
۲۴ یہ مقام موصل سے چھ دن کا راستہ ہے۔ اور موصل سے شام کو قافلہ کا راستہ ہے اس پر واقع ہے۔
۲۵ اخشبین دو پہاڑ ہیں۔ جن کے درمیان مکہ مشرفہ واقع ہے انکے نام یہ ہیں۔ ابوقبیس اور تیقعان۔
۲۶ صحیح بخاری و صحیح مسلم۔
۲۷ اس بیعت کے حالات سیرت ابن ہشام سے ماخوذ ہیں۔

Marfat.com

چوتھا باب

حالات ہجرت تا وفات شریف

قریش کی اذیت رسانی کے سبب سے اب مکہ میں مسلمانوں کا قیام نہایت دشوار ہو گیا۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہجرت کر کے مدینہ چلے جاؤ۔ چنانچہ صحابۂ کرام متفرق طور پر رفتہ رفتہ چوری چھپے مدینہ پہنچ گئے۔ اور مکہ میں حضور انور بابی ہو وأمی کے علاوہ حضرات ابوبکر و علی رضی اللہ عنہم اور کچھ بیمار و عاجز رہ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''امید ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل جائیگی۔'' عرض کیا۔ ''میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ یہ امید ہے؟'' فرمایا ہاں۔'' یہ سن کر حضرت صدیق ہمراہی کی امید پر حاضر خدمت رہے۔

خبر دار الندوہ

قریش نے جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے ہیں اور مہاجرین مکہ کو انصار نے اپنی حمایت و پناہ میں لے لیا ہے تو وہ ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی وہاں چلے جائیں اور اپنے مددگاروں کو ساتھ لے کر حملہ آور ہوں۔ اس لیے تمام قبائل قریش کے سردار عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ۔ ابوسفیان۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ نضر بن حارث۔ ابوالبختری بن ہشام ہیں۔

پسرانِ حجاج اور امیہ خلف دار الندوہ میں مشورہ کے لیے جمع ہوئے۔ ابلیس لعین بھی کمبل اوڑھے اور شیخ پارسا کی صورت بنائے دروازہ پر آ موجود ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بولا ''میں نجدیوں سے ایک شیخ ہوں۔ میں نے سن لیا ہے جس امر کے لیے تم جمع ہوئے ہو۔ اس لیے میں بھی حاضر ہوا ہوں تاکہ سنوں کہ تم کیا کہتے ہو۔ اور مجھے تم سے اپنی رائے اور نصیحت سے بھی دریغ نہ ہوگا۔'' وہ بولے بہت اچھا۔ آئیے۔ جب آنحضرت ﷺ کا معاملہ پیش ہوا تو ایک بولا: کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دو اور کھانے پینے کو کچھ نہ دو۔

Marfat.com

خود ہلاک ہو جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا: یہ رائے اچھی نہیں۔ اللہ کی قسم! اگر تم اس کو اس طرح کی کوٹھڑی میں قید بھی کر دو۔ تو اس کی خبر بند دروازے میں سے اس کے اصحاب تک پہنچ جائے گی۔ وہ تم پر حملہ کر کے اس کو چھڑا لیں گے۔ دوسرا بولا کہ اس کو شہر سے نکال دو جہاں چاہے چلا جائے۔ ہمیں اس کا خوف نہ رہے گا۔ شیخ نجدی نے کہا اللہ کی قسم! یہ رائے اچھی نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کا کلام کیسا شیریں اور دلفریب ہے اگر تم ایسا کرو گے تو ممکن ہے وہ کسی قبیلہ میں چلا جائے اور اپنے کلام سے اسے اپنا تابع بنا لے۔ اور پھر انہیں ساتھ لے کر تم پر حملہ کر دے۔ ابوجہل بولا: میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابوجہل نے کہا: ''وہ یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ میں سے ایک ایک عالی قدر دلیر خاندانی جوان لیں۔ اور ہر نوجوان کے ہاتھ میں ایک ایک تیز تلوار دے دیں۔ پھر وہ سب مل کر اس کو قتل کر دیں۔

اس طرح جرمِ خون تمام قبائل پر عائد ہوگا اب مناف کی اولاد تمام قبائل سے لڑ نہیں سکتی۔ اس لیے وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اور ہم آسانی سے خون بہا دے دینگے۔'' یہ سن کر شیخ نجدی بولا: ''یہی بات درست ہے۔ اس کے سوا کوئی اور رائے نہیں۔'' سب نے اس رائے پر اتفاق کیا اور مجلس برخاست ہوگئی۔ قرآن مجید کی آیہ ذیل میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے:-

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

(انفال، ع ۴)

اور جس وقت کافر تیرے حق میں بدسگالی کرتے تھے کہ تجھ کو قید رکھیں یا تجھ کو مار ڈالیں یا تجھ کو جلاوطن کر دیں۔ اور وہ بدسگالی کرتے تھے اور اللہ بدسگالی کرتا تھا۔ اور اللہ اچھا بدسگالی کرنے والوں کا ہے۔

قصۂ ہجرت

جب قریش قتل پر اتفاق کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قریش کے ارادہ کی آپ کو اطلاع دی اور عرض کیا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ عین دوپہر کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازے پر دستک دی۔ اجازت کے بعد اندر داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ''جو تمہارے پاس ہیں ان کو نکال دو۔'' حضرت صدیق نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان، آپ کے اہل کے سوا کوئی اور

Marfat.com

نہیں۔'' آپ نے فرمایا کہ ''مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے۔'' حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان! میں آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا۔''یا رسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان! آپ ان دو اونٹنیوں میں سے ایک پسند فرمالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیمت سے لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو شادی کے بعد سے اس وقت تک اپنے والد بزرگوار کے گھر میں تھیں بیان فرماتی ہیں کہ ہم نے سفر کی ضروریات کو جلدی تیار کر دیا۔ اور دونوں کے لیے کچھ کھانا توشہ دان میں رکھ دیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے نطاق (پٹکے) کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے توشہ دان کا منہ اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ باندھا۔ جس کی وجہ سے ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ ایک کافر عبداللہ بن اریقط دئلی جو راستہ سے خوب واقف تھا رہنمائی کے لیے اجرت پر نوکر رکھ لیا گیا۔ اور دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کر دی گئیں تاکہ تین راتوں کے بعد غار پر حاضر کر دے۔ اس انتظام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ کو تشریف لے گئے۔

ایک تہائی رات گزری تھی کہ قریش نے حسب قرارداد دولت خانہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس انتظار میں رہے کہ آپ سو جائیں تو حملہ آور ہوں۔ اس وقت آپ کے پاس صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ قریش کو اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی۔ مگر آپ کی امانت و دیانت پر انہیں اس قدر اعتماد تھا کہ جس کے پاس کچھ مال و اسباب ایسا ہوتا کہ اسے خود اپنے پاس رکھنے میں جوکھم نظر آئی۔ وہ آپ ہی کے پاس امانت رکھتا۔ چنانچہ اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ امانتیں تھیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور حکم دیا کہ یہ امانتیں واپس کر کے چلے آنا۔ اور خود خاک کی ایک مٹھی لی۔ اور سورۂ یٰسین شریف کے شروع کی آیات فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ تک پڑھتے ہوئے کفار پر پھینک دی اور اس مجمع میں سے صاف نکل گئے۔ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانا۔ ایک مخبر نے جو اس مجمع میں نہ تھا ان کو خبر دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یہاں سے نکل گئے۔ اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر جو ہاتھ پھیرا۔ تو واقع میں خاک پائی۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سبز چادر اوڑھے ہوئے سوتے دیکھ کر خیال کیا کہ رسول اللہ سو رہے ہیں۔ جب صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو وہ کہنے لگے کہ اس مخبر نے سچ کہا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولتخانہ سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

Marfat.com

راستے میں بازار حزورہ میں جو بعد میں مسجد حرام میں شامل کرلیا گیا ٹھہر کر یوں خطاب فرمایا۔

''بطحائے مکہ، تو پاکیزہ شہر ہے اور میرے نزدیک کیسا عزیز ہے۔ اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔'' اسی رات آپ حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر گھر کے عقب میں ایک دریچہ سے نکلے اور کوہ ثور کی غار پر پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ غار میں داخل ہوں۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل نہ ہولوں۔ تاکہ اگر اس میں کوئی سانپ بچھو وغیرہ ہو۔ تو وہ مجھ کو کاٹے آپ کو نہ کاٹے۔ اس لیے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پہلے داخل ہوئے۔ غار میں جھاڑو دی۔ اس کے ایک طرف میں کچھ سوراخ پائے۔ اپنا شلوار پھاڑ کر ان کو بند کیا۔ مگر دو سوراخ باقی رہ گئے، ان میں اپنے دونوں پاؤں ڈال دیئے۔ پھر عرض کیا اب تشریف لائیے۔ آپ داخل ہوئے۔ اور سر مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ ایک سوراخ سے کسی چیز نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو کاٹا۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ملے کہ مبادا رسول اللہ ﷺ جاگ اٹھیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسو جو آپ کے چہرۂ مبارک پر گرے تو فرمایا۔ ''ابوبکر تجھے کیا ہوا؟ عرض کی۔ ''میرے ماں باپ آپ پر فدا، مجھے کسی چیز نے کاٹ کھایا'' آپ نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ فوراً سب درد جاتا رہا۔[۱] اس غار میں دونوں تین راتیں رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ جو نوخیز جوان تھے رات کو غار میں ساتھ سوتے صبح منہ اندھیرے شہر چلے جاتے۔ اور قریش جو مشورہ کرتے یا کہتے شام کو غار میں آکر اس کی اطلاع دیتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ دن کو بکریاں چراتا۔ اور رات کو دو بکریاں غار پر لے جاتا۔ ان کا دودھ حضور اقدس ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کام آتا۔ عامر منہ اندھیرے بکریوں کو عبداللہ کے نقش پا پر ہانک لے جاتا تاکہ نقش قدم مٹ جائے۔

جب آنحضرت ﷺ رات کو اپنے دولتخانہ سے نکل آئے تو صبح کو کفار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تیرا یار کہاں گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں اس لیے پائے مبارک کے نشان کے ذریعے سے انہوں نے آنحضرت ﷺ کا تعاقب کیا۔ جب وہ کوہ ثور کے پاس پہنچے تو پائے مبارک کا نشان [illegible] مشتبہ ہوگیا۔ وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور غار کے دہانہ پر پہنچ گئے۔ مگر غار پر اس وقت خدائی پہرہ لگا ہوا تھا۔ دہانہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا۔ اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ اگر (حضرت) محمد (ﷺ) اس میں داخل ہوتے تو مکڑی جالا نہ تنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی۔ اسی حال میں آہٹ پاکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ! اگر

Marfat.com

ان میں سے کسی کی نظر اپنے قدم پر پڑ جائے تو ہمیں دیکھ لے گا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا۔'' غم نہ کر۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔''

قصہ کوتاہ غار میں تین راتیں گزار کر شب دوشنبہ یکم ربیع الاول نو ہجری بنوی پر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے عامر بن فہیرہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بغرض خدمت اپنے ساتھ سوار کرلیا تھا۔ بدرقہ آگے آگے راستہ بناتا جاتا تھا۔ راستے میں اگر کوئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نسبت پوچھتا تھا کہ یہ کون ہیں تو جواب دیتے کہ یہ میرے ہادی طریق ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ (دوشنبہ کی) رات کو روانہ ہوکر ہم برابر چلتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور راستہ میں آمدورفت بند ہوگئی۔ ہمیں ایک بڑا پتھر نظر آیا۔ ہم اس کے نزدیک اتر پڑے۔ میں نے اس کے سایہ میں اپنے ہاتھوں سے جگہ ہموار کی۔ اس پر پوستین بچھادی اور عرض کی۔'' یارسول اللہ! آپ سو جائیں۔ میں آپ کے اردگرد پاسبانی کرتا ہوں۔'' آپ سو گئے، میں نکلا کہ دیکھوں ادھر ادھر کوئی دشمن تو نہیں آ رہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں اسی پتھر کی طرف سایہ میں آرام پانے کے لیے لارہا ہے۔ میں نے پوچھا۔ تو کس کا غلام ہے؟ اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا تو میں نے اسے پہچان لیا، اور پوچھا۔ کیا تیری بکریوں میں دودھ دینے والی ہیں؟ وہ بولا کہ ہاں۔ میں نے کہا: کیا تو دوہ کر دے سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ پس اس نے ایک بکری پکڑلی۔ میں نے کہا: اس کا تھن گرد و غبار سے صاف کرلے۔ پھر کہا کہ تو اپنا ہاتھ صاف کرلے۔ اس نے ایک پیالہ چوبین میں دودھ دوہا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک مطہرہ ساتھ لے گیا تھا جس سے آپ وضو کرتے۔ میں نے ٹھنڈا کرنے کے لیے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا کر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے خوب پیا۔ جس سے میری طبیعت خوش ہوئی۔ پھر فرمایا۔ کیا چلنے کا وقت نہیں آیا؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ دن ڈھل چکا تھا کہ ہم وہاں سے چلے۔[۱]

دوسرے روز یعنی سہ شنبہ کے دن جب قدید کے قریب پہنچے تو سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی تعاقب میں نکلا۔ جس کی کیفیت وہ خود یوں بیان کرتا ہے۔'' کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ جو شخص محمد (ﷺ) یا ابوبکر کو قتل کرے گا یا گرفتار کر کے لائے گا اسے ایک خون بہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جائے گا۔ میں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک شخص نے آکر کہا۔'' سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند اشخاص دیکھے ہیں۔ میرے خیال میں وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہیں۔'' میں سمجھ گیا کہ وہی ہیں۔ مگر میں نے اس

Marfat.com

سے کہا کہ وہ نہیں ہیں۔ تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے سے گئے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں مجلس سے اٹھ کر گھر آیا۔ اور اپنی لونڈی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو پشتہ کے پیچھے (بطن وادی میں) لے جا کر ٹھہرا۔ میں نیزہ لے کر اپنے گھر کے عقب سے نکلا۔ اور بن نیزہ سے زمین میں خط کھینچا اور نیزے کے بالائی حصہ کو نیچا کیے ہوئے گھوڑے کے پاس پہنچا۔ میں نے سوار ہو کر گھوڑے کو ذرا دوڑایا یہاں تک کہ میں ان کے قریب جا پہنچا۔ میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ میں گر پڑا۔ اٹھ کر میں نے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اس میں سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہئے یا نہیں۔ مگر جواب خلاف مراد نکلا۔ میں نے تیر کی بات نہ مانی۔ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرأت کی آواز سنی حالانکہ آپ (میری طرف) نہ دیکھتے تھے اور ابوبکر اکثر پیچھے دیکھتے تھے تو میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ میں نے اتر کر گھوڑے کو زجر و توبیخ کی۔ اس نے چاہا کہ اٹھے۔ مگر وہ پاؤں زمین سے نہ نکال سکا۔ جب وہ (بمشکل تمام) سیدھا کھڑا ہوا تو ناگاہ اس کے پاؤں کے نشان سے دھوئیں کی مانند غبار آسمان کی طرف اٹھا۔ میں نے پھر تیروں سے فال لی۔ مگر خلاف مراد ہی جواب ملا۔ میں نے پکارا۔ امان! امان! یہ سن کر وہ ٹھہر گئے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ مکرر تجربہ سے میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ رسول اللہ کا بول بالا ہوگا۔ میں نے آپ سے قریش کے ارادے اور انعام کا ذکر کیا۔ اور زاد و متاع پیش کیا۔ مگر انہوں نے کچھ نہ لیا۔ اور صرف یہی درخواست کی کہ ہمارا حال پوشیدہ رکھنا۔ اس کے بعد میں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے کتاب امن تحریر فرما دیجئے۔ آپ کے حکم سے عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا۔[۱]" سراقہ نے فرمانِ امن اپنی ترکش میں رکھ لیا اور واپس ہوا۔ راستے میں جس سے ملتا، یہ کہہ کر واپس کر لیتا کہ میں نے بہت ڈھونڈا۔ آنحضرت ﷺ اس طرف نہیں ہیں۔ حسن اتفاق سے حضور اقدس ﷺ کو مسلمانوں کا ایک قافلہ ملا جو شام سے مال تجارت لا رہا تھا۔ اس قافلہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے۔

قدید ہی میں سہ شنبہ کو دوپہر کے وقت ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے ہاں گزر ہوا۔ ام معبد کی قوم قحط زدہ تھی۔ وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا کرتی۔ اور آنے جانے والوں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا قصد کیا مگر اس کے پاس ان میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے خیمہ کی ایک جانب ایک

Marfat.com

بکری دیکھی۔ پوچھا: یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ لاغری و کمزوری کے سبب دوسری بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ پھر پوچھا۔ کیا دودھ دیتی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ اسے دوہ لوں۔ اس نے عرض کی۔ ''میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر آپ اس کے نیچے دودھ دیکھتے ہیں تو دوہ لیں۔'' آپ نے اس کے تھن پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور بسم اللہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ بکری نے آپ کے لیے دونوں ٹانگیں چوڑی کر دیں۔ دودھ اتار لیا اور جگالی کی۔ آپ نے برتن طلب کیا جو جماعت کو سیراب کر دے۔ پس آپ نے اس میں خوب دوہا۔ یہاں تک کہ اس پر جھاگ آ گئی۔ پھر ام معبد کو پلایا یہاں تک کہ سیر ہوگئی۔ اور اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ سب کے بعد آپ نے پیا۔ بعد ازاں دوسری بار دوہا۔ یہاں تک کہ برتن بھر دیا۔ اور اس کو (بطور نشان) ام معبد کے پاس چھوڑا اور اس کو اسلام میں بیعت کیا۔ پھر سب وہاں سے چل دیئے۔'' تھوڑی دیر کے بعد ام معبد کا خاوند گھر آیا۔ اس نے دودھ جو دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ حالانکہ گھر میں تو کوئی ایسی بکری نہیں جو دودھ کا ایک قطرہ بھی دے۔ ام معبد نے جواب دیا کہ ایک مبارک شخص آیا تھا کہ جس کا حلیہ شریف ایسا ایسا تھا۔ وہ بولا: وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے قصد کر لیا ہے کہ ان کی صحبت میں رہوں۔

جب مدینہ کے قریب موضع غمیم میں پہنچے جو رابغ و جحفہ کے درمیان ہے۔ تو بریدہ اسلمی قبیلہ بنی سہم کے ستر سوار لے کر حصول انعام کی امید پر آنحضرت ﷺ کو گرفتار کرنے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بریدہ ہوں۔ یہ سن کر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بطور تفاؤل فرمایا۔ ابوبکر! ہمارا کام خوش و خنک اور درست ہو گیا۔ پھر آپ نے بریدہ سے پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا کہ بنو اسلم سے۔ آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا ہمارے لیے خیر و سلامتی ہے۔ پھر پوچھا کون سے بنو اسلم سے؟ اس نے کہا کہ بنو سہم سے۔ آپ نے فرمایا، تو نے اپنا حصہ (اسلام سے) پا لیا۔ بعد ازاں بریدہ نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں۔ بریدہ نے نام مبارک سن کر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ جو سوار بریدہ کے ساتھ تھے وہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ بریدہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مدینہ میں آپ کا داخلہ جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہئے۔ پس اپنا عمامہ سر سے اتار کر نیزہ پر باندھ لیا اور حضرت کے آگے آگے روانہ ہوا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کس کے ہاں اتریں

Marfat.com

گے؟ فرمایا۔ یہ میرا ناقہ مامور ہے۔ جہاں یہ بیٹھ جائے گا وہی میری منزل ہے۔ بریدہ نے کہا: الحمدللہ کہ بنوسہم بطوع ورغبت مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ لوگ ہر روز صبح کو شہر سے نکل کر حرہ میں جمع ہوتے۔ انتظار کرتے کرتے جب دوپہر ہو جاتی تو واپس چلے جاتے۔ ایک دن انتظار کر کے گھروں میں واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے ایک قلعہ پر کسی مطلب کے لیے نظر دوڑائی۔ اسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہی سفید لباس پہنے ہوئے نظر پڑے جو سراب کے آگے حائل تھے۔ وہ یہودی نہایت زور سے بے ساختہ پکار اٹھا۔ ''اے معشر عرب! لو تمہارا مقصد و مقصود جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آ گیا۔'' یہ سن کر مسلمانوں نے فوراً ہتھیار لگا کر حرۂ قباء کے عقب میں رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ اور اظہار مسرت کے لیے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ جس کی آواز بنی عمرو بن عوف میں پہنچی۔ یہ قبیلہ موضع قباء میں جو مدینہ سے جنوب کی طرف دو میل کے فاصلہ پر ہے آباد تھا۔ اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہدم انصاری اوسی تھا۔ اس سے پہلے اکثر اکابر صحابہ اسی کے ہاں اترے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی کو شرف نزول بخشا۔

ہجرت کا پہلا سال

تعمیر مسجد قباء

قباء میں رسول اللہ ﷺ کا نزول ۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ کو ہوا۔ یہی تاریخ اسلامی کی ابتداء ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کی روانگی کے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے یہاں آ ملے۔ اور یہیں رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کی بناء رکھی جس کی شان میں یہ آیت وارد ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (سورۂ توبہ)

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے۔ زیادہ لائق ہے کہ تم اس میں کھڑا ہو۔ اس میں وہ مرد ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

کلثوم بن ہدم کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں خشک ہونے کے لیے پھیلا دی جاتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے یہ زمین لے کر مسجد مذکور کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں دیگر

Marfat.com

اصحاب کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی بغرض تشویق وترغیب کام کرتے تھے۔ شموس بنت نعمان انصاریہ مدینہ کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہی تھی کہ "رسول اللہ ﷺ اتنا بھاری پتھر اٹھاتے کہ جسم اطہر خم ہو جاتا اور بطن شریف پر مجھے مٹی کی سفیدی نظر آ جاتی آپ کے اصحاب میں سے اگر کوئی عقیدت مند آ کر عرض کرتا۔ "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا! چھوڑ دیجئے۔ میں اٹھاتا ہوں۔" تو آپ فرماتے "نہیں۔ تم ایسا اور پتھر اٹھالو۔ اور خود اسی کو عمارت میں لگاتے۔" اس تعمیر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو سمت قبلہ بتا رہے تھے۔ اسی واسطے کہا جاتا تھا کہ اس مسجد کا قبلہ اعدل واقوم[۱] ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی شاعر بھی تعمیر مسجد میں شامل تھے اور کام کرتے ہوئے یوں کہتے جاتے تھے۔

اَفْلَحَ مَنْ يُّعَالِجُ الْمَسَاجِدَا وَيَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَائِمًا وَقَاعِدًا وَلَا يَبِيْتُ اللَّيْلَ عَنْهُ رَاقِدًا ۔	وہ کامیاب ہے جو مسجدیں تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے۔ اور رات کو جاگتا رہتا ہے۔

آنحضرت ﷺ بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے[۲] تھے۔

مدینہ میں نزول رحمت

قباء میں چار (چودہ یا بیس) روز قیام رہا۔ یہاں سے جمعہ کے دن باطن مدینہ کو روانہ ہوئے۔ مہاجرین وانصار ساتھ تھے۔ انصار کے جس قبیلہ پر سے گزر ہوتا اس کے سربر آوردہ عقیدت مند عرض کرتے۔ "یا رسول اللہ! ہماری نصرت وحمایت میں اتریئے۔" آپ اظہار منت ودعائے خیر کے بعد فرماتے کہ "میرا ناقہ مامور ہے۔ اس کا راستہ چھوڑ دو۔" راستے میں بنو سالم خزرجی کے محلہ میں جمعہ کا وقت آ گیا۔ آپ نے وادی ذی صلب کی مسجد میں نماز جمعہ مع خطبہ ادا کی۔ یہ آپ کا پہلا جمعہ اور پہلا خطبہ تھا۔ اس طرح بنی بیاضہ، بنی ساعدہ اور بنی حارث بن خزرج سے گزرتے ہوئے بنی عدی بن نجار میں پہنچے جو آپ کے دادا عبدالمطلب کے ننہال تھے۔ سلیط بن قیس نجاری خزرجی وغیرہ نے ننہالی رشتہ کو یاد دلا کر اقامت کے لیے عرض کیا۔ مگر ان کو بھی وہی جواب ملا۔ بعد ازاں آپ کا ناقہ محلہ مالک بن نجار میں اس جگہ بیٹھ گیا جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ پھر اٹھ کر قدرے آگے بڑھا۔ اور مڑ کر پہلی جگہ بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ یہی منزل ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری نجاری خزرجی آپ کی اجازت سے آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام یہ فرما کر المرء مع رحلہ وہیں تشریف فرما ہوئے ۔

مبارک منزلے کاں خانہ راما ہے چنیں باشد

ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشاہے چنیں باشد

حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سے جو خوشی مدینہ میں مسلمانوں کو ہوئی اس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ حضور انور کی سواری نزدیک پہنچی تو جوش مسرت کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین عورتیں چھتوں پر نکل آئیں اور یوں گانے لگیں ۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا	ہم پر چاند نکل آیا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ	وداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	ہم پر خدا کا شکر واجب ہے
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ	جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگے

آپ کے ناقہ کا بیٹھنا تھا کہ بنونجار کی لڑکیاں دف بجاتی نکلیں اور یوں گانے لگیں:۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَارِ	ہم بنونجار کی لڑکیاں ہیں
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ	اے نجاریو! محمد ﷺ کیسا اچھا ہمسایہ ہے

آپ نے یہ سن کر ان لڑکیوں سے پوچھا۔ کیا تم مجھ کو دوست رکھتی ہو؟ وہ بولیں۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ میں بھی تم کو دوست رکھتا ہوں۔

اسی خوشی میں زن و مرد، چھوٹے بڑے گلی کوچوں میں پکار رہے تھے۔ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ۔ حبشی غلام آپ کے قدوم میمنت لزوم کی خوشی میں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔ انسانوں پر کیا موقوف ہے وحوش بھی اپنی حرکات وسکنات سے خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

جب مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے قیام کا انتظام ہو چکا تو آپ نے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابورافع کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ میں بھیجا کہ آپ کے عیال کو مدینہ میں لے آئیں۔ اسی وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط دکلی (جو کہ مکہ کو واپس جارہا تھا) کے ہاتھ اپنے صاحبزادے عبداللہ کو رقعہ دے دیا کہ میرے عیال کو مدینہ میں لے آؤ۔ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینب کو ان کے خاوند ابوالعاص نے آنے نہ دیا حضرت رقیہ حبشہ میں تھیں۔ اس لیے زید و ابورافع حضور کی صاحبزادیوں حضرات ام کلثوم و فاطمہ اور زوجہ محترمہ حضرت سودہ کو اور ام ایمن زوجہ زید اور اسامہ بن زید کو لے آئے۔ اور ان کے ساتھ عبداللہ بن ابی

Marfat.com

بکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی والدہ ام رومان اور حضرت اسماء بنت ابی بکر کو لائے۔ یہ سب حارثہ بن نعمان کے ہاں اترے۔[۱۵]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام سات ماہ تک حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی رہا۔ جب مسجد نبوی کے ساتھ حجرے تیار ہو گئے تو نقل مکان فرمایا۔ اس عرصہ میں بنونجار نے مہمانی کا حق کما حقہ ادا کیا۔ حضرات ابوایوب اور سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے خصوصیت سے اس میں حصہ لیا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

تعمیر مسجد نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقہ جہاں بیٹھا تھا۔ وہ جگہ دو نجاری یتیموں (سہیل و سہل) کی تھی۔ جن کے ولی حضرت اسعد بن زرارہ نجاری خزرجی تھے۔ وہ اس زمین میں کھجوریں خشک کرنے کے لیے پھیلا دیا کرتے تھے۔ اس کے ایک حصہ میں حضرت اسعد نے نماز کے لیے ایک مختصر جگہ بنائی ہوئی تھی۔ جس پر چھت نہ تھی۔ یہاں وہ نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ باقی زمین میں کھجور کے درخت اور مشرکوں کی قبریں اور گڑھے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں مسجد جامع بنانے کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان یتیم بچوں کو بلا بھیجا اور ان سے قیمت پر زمین طلب کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم بلا قیمت آپ کی نذر کرتے ہیں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور قیمت دے کر خرید لی۔ تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ قبریں اکھڑوا کر ہڈیاں کسی دوسری جگہ دبا دی گئیں۔ درخت کاٹ دیئے گئے۔ اور گڑھے ہموار کر دیئے گئے۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کام کر رہے تھے۔ آپ اپنی چادر میں اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور یوں فرما رہے تھے۔

هذا الحمال واحمال خيبر هذا ابر ربنا واطهر .	اے ہمارے پروردگار! یہ اینٹیں خیبر کے تمروزبیب سے زیادہ ثواب والی اور پاکیزہ ہیں۔

اور نیز فرما رہے تھے:۔

اللهم ان الاجر اجر الاخره فارحم الانصار والمهاجره .	خدایا! بیشک اجر صرف آخرت کا اجر ہے پس تو انصار و مہاجرین پر رحم فرما۔

یہ مسجد نہایت سادہ تھی۔ بنیادیں تین ہاتھ تک پتھر کی تھیں۔ دیواریں کچی اینٹوں کی۔ چھت برگ خرما کی قد آدم سے کچھ اونچی اور ستون کھجور کے تھے۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا۔ تین دروازے تھے۔ ایک جانب کعبہ اور دو دائیں بائیں۔ جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف ہو گیا تو جانب

Marfat.com

کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور اس کے مقابل شمالی جانب میں نیا دروازہ بنادیا گیا۔ چونکہ چھت پر مٹی کم تھی اور فرش خام تھا۔ اس لیے بارش میں کیچڑ ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ رات کو بارش بہت ہوئی۔ جو نمازی آتا کپڑے میں کنکریاں ساتھ لاتا اور اپنی جگہ پر بچھالیتا۔ جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ "یہ خوب ہے" اور کنکروں کا فرش بنوا دیا۔

اصحاب صفہ

پایان مسجد میں ایک سائبان تھا جو صفہ کہلاتا تھا اور ان فقراء و مساکین صحابہ کے لیے تھا۔ جو مال و منال اور اہل و عیال نہ رکھتے تھے۔ ان ہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔ (کہف ع ۴)	اور روک رکھ جان اپنی ساتھ ان لوگوں کے کہ پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو صبح کو اور شام کو چاہتے ہیں رضامندی اسکی۔

ان کی تعداد میں موت یا سفر یا تزوج کے سبب سے کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ بعض وقت ان کی تعداد ستر تک پہنچ جاتی تھی۔ باہر سے مدینہ میں اگر کوئی آتا اور شہر میں اس کا کوئی شریف جان پہچان نہ ہوتا تو وہ بھی صفہ میں اترا کرتا تھا۔ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سو سے کچھ اوپر اہلِ صفہ کے نام گنائے ہیں۔ جن میں حضرات ابوذر غفاری۔ عمار بن یاسر۔ سلمان فارسی۔ صہیب رومی۔ بلال حبشی۔ ابوہریرہ۔ جناب بن الارت۔ حذیفہ بن الیمان۔ ابوسعید خدری۔ بشیر بن الخصاصیہ۔ ابومویہبہ (موئے رسول اللہ ﷺ) وغیرہم مشاہیر میں سے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ؓ۔

اہلِ صفہ پر آنحضرت ﷺ کی بڑی نظر عنایت تھی۔ ایک دفعہ غنیمت میں کنیزیں آئی ہوئی تھیں۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر آپ کی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت علی المرتضیٰ دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور ایک خادمہ کے لیے درخواست کی۔ آپ نے یوں جواب دیا۔ "اللہ کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ میں تم کو خادمہ دوں اور اہلِ صفہ بھوکے مریں ان کے خرچ کے لیے میرے پاس کچھ نہیں۔ میں ان اسیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہلِ صفہ پر خرچ کروں گا۔"

ازواجِ مطہرات کے حجروں کی تعمیر

ازواجِ مطہرات میں سے اس وقت صرف حضرت سودہ و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور انور ﷺ کے عقد میں آچکی تھیں ان کے لیے مسجد سے متصل دو مکان بنا دیئے گئے۔ بعد ازاں

Marfat.com

دیگر ازواج کے آنے پر اور مکانات بنتے گئے۔ ان مکانات میں سے پانچ کھجور کی شاخوں سے بنے تھے جن پر کہگل کی ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ کوئی حجرہ نہ تھا۔ دروازوں پر کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ باقی چار مکان پکی اینٹوں کے تھے جن کی چھت پر کھجور[۱۸] کی شاخوں کی کہگل کی ہوئی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک حجرہ کھجور کی شاخوں کا تھا۔ جس کے دروازے پر کمبل کا پردہ تھا۔ بقول داؤد بن[۱۹] قیس حجرہ کے دروازے سے اندرونی کمرہ کے دروازے تک چھ یا سات ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ اور اندرونی کمرہ دس ہاتھ کا تھا اور ارتفاع[۲۰] سات آٹھ ہاتھ کے درمیان تھا۔ حضرت امام حسن بصری کا بیان ہے کہ میں عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں مراہق تھا۔ ان مکانات کی چھت کو میں ہاتھ سے چھو لیتا تھا۔

یہ مکانات[۲۱] جانب غربی کے سوا مسجد کے گرداگرد تھے۔ ان کے دروازے مسجد ہی کی طرف تھے۔ اور مسجد سے اس قدر متصل تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں مسجد سے سر مبارک نکال دیتے اور ازواجِ مطہرات گھر میں بیٹھی آپ کے بال مبارک دھو دیا کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا دولت خانہ جانب مشرق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے متصل اس جگہ تھا جہاں اب آپ کی قبر شریف کی صوت بنی ہوئی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں دوگانہ ادا کرتے۔ بعد ازاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کا حال دریافت فرماتے۔ پھر ازواجِ مطہرات کے گھروں میں قدم رنجہ فرماتے۔

مہاجرین کے مکانات کی تعمیر

مہاجرین کی سکونت کے لیے مسجد کے قریب مکانات کا انتظام کیا گیا۔ چنانچہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوزہرہ کو مسجد کی ایک جانب میں ایک خطہ عنایت فرمایا۔ جس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قرشی زہری کے حصہ میں ایک خرماستان آیا جو ان کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ حضرت عبداللہ و عتبہ پسران مسعود ہذلی جو بنوزہرہ کے حلیف تھے۔ ان کے لیے مسجد کے پاس ایک خطہ معین کیا گیا جو ان کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت زبیر بن عوام قرشی اسدی کو ایک وسیع قطعہ ملا۔ جس میں مختلف اقسام کے درختوں کی جڑیں تھیں۔ وہ بقیع الزبیر کہلاتا تھا۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ قرشی تیمی کو ان کے گھروں کی جگہ ملی۔ حضرت ابوبکر صدیق کو بھی مسجد کے قریب زمین دی گئی۔ اسی طرح حضرات عثمان بن عفان قرشی اموی۔ خالد بن ولید قرشی مخزومی۔ مقداد بن اسود کندی اور طفیل بن حارث قرشی مطلبی وغیرہم کو زمینیں دی گئیں۔

ان قطعات میں سے جو زمینیں بے آباد غیر مملوکہ تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خود تقسیم فرما

Marfat.com

دیں۔ اور جن قطعات میں انصار کے منازل و مکانات تھے۔ وہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیئے۔ اور حضور انور ﷺ نے مہاجرین کو عطا فرما دیئے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت حارثہ بن نعمان نے اپنے مکانات بطور ہدیہ پیش [۲۲] کیے۔ بقول واقدی منازل حارثہ کی جگہ ہی حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجرے بنے۔

مسجد نبوی میں چراغ کی ابتداء

مسجد نبوی اور حجرات میں راتوں کو چراغ نہیں [۲۳] جلتے تھے۔ حضرت تمیم داری کے غلام سراج کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے روشنی کی جاتی تھی۔ ہم قنادیل و روغن زیتون اور رسیاں لائے۔ اور میں نے (قندیلوں کو ستونوں پر لٹکا کر) مسجد میں روشنی کی۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھ کر پوچھا۔ کہ ہماری مسجد کو کس نے روشن کیا ہے؟ تمیم نے کہا: میرے اس غلام نے۔ آپ نے پوچھا۔ اس کا کیا نام ہے؟ تمیم نے کہا: فتح۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔ بلکہ اس کا نام سراج ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے میرا نام سراج [۲۴] رکھا۔

مواخات

مہاجرین اپنے وطن سے اہل وعیال اور بھائی بندوں کو چھوڑ کر بے سروسامان چھپ کر نکلتے تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مسجد جامع کی تعمیر کے بعد مہاجرین وانصار میں رشتہ اخوت قائم کیا۔ تاکہ مہاجرین غربت کی وحشت اور اہل وعیال کی مفارقت محسوس نہ کریں اور ایک کو دوسرے سے مدد ملے۔ مہاجرین کی تعداد پینتالیس یا پچاس تھی۔ آپ ہر دو فریق میں سے دو دو کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ درحقیقت بھائی بن گئے۔ چنانچہ جب حضور انور بابی ہو امی نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قرشی زہری اور حضرت سعد بن ربیع انصاری خزرجی میں رشتۂ برادری قائم کر دیا۔ تو حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ انصار میں میرے پاس سب سے زیادہ مال ہے۔ میں اپنا مال آپ کو بانٹ دیتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک کو جو آپ پسند کریں میں طلاق دے دیتا ہوں۔ عدت گزرنے پر آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ کے اہل اور آپ کا مال آپ کو مبارک ہو۔ کیا یہاں کوئی بازار تجارت ہے؟ انہوں نے بنو قینقاع کے بازار کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن شام کو نفع کا پنیر اور مکھن ساتھ لائے۔ اسی طرح ہر روز بازار میں چلے جایا کرتے۔ تھوڑے عرصہ میں وہ مالدار ہو گئے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان کے بدن پر خوشبو کا

Marfat.com

نشان تھا۔ حضور انور ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کی کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے پوچھا کہ مہر کتنا دیا؟ عرض کی کہ پانچ درہم بھر سونا۔ فرمایا کہ ''ولیمہ دوخواہ ایک بکری[۵۲] ہو۔'' حضرت عبدالرحمٰن کی طرح کئی اور مہاجرین نے بھی تجارت کا کام شروع کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ عقد برادری کے بعد انصار نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے نخلستان ہمارے بھائیوں اور ہم میں تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ سن کر انصار نے مہاجرین سے کہا کہ کام (درختوں کو پانی دینا وغیرہ) تم کیا کرو۔ ہم تمہیں پھل میں شریک کرلیں گے۔ اس پر سب نے کہا بسر و چشم[۵۳]۔ یہ مساقات کی صورت تھی۔ مگر بعض نخلستان محض منیحہ کے طور پر بھی دیئے ہوئے تھے۔ جن میں کام بھی خود انصار کرتے تھے۔ اور مہاجرین کو پیداوار کا نصف دیتے تھے۔

یہ عقد برادری نصرت و مواسات و توارث پر تھا۔ اس لیے جب کوئی انصاری وفات پاتا تھا تو اس کی جائیداد و مال مہاجر کو ملتا تھا۔ اور قریبی رشتہ دار محروم رہتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:-

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(حشر۔ ع ۱)

اور (فئ ہے واسطے) ان لوگوں کے جنہوں نے مہاجرین سے پہلے دارالسلام (مدینہ) اور ایمان میں جگہ پکڑی۔ وہ دوست رکھتے ہیں ان کو جو وطن چھوڑ کر ان کے پاس آتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں کوئی دغدغہ نہیں پاتے اس چیز سے جو مہاجرین کو دی گئی۔ اور ان کو اپنی جانوں سے اول رکھتے ہیں اگرچہ خود ان کو تنگی ہو۔ اور جو کوئی اپنے نفس کے حرص سے بچایا جائے۔ وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

صحیح بخاری[۵۴] میں یہ قصہ مذکور ہے کہ ایک بھوکا سائل جناب پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے گھر میں دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے جواب آیا کہ صرف پانی۔ آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کو اپنا مہمان بنائے۔ ایک انصاری نے کہا: میں حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔ اور بیوی سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کو کھانا کھلاؤ۔ وہ بولی کہ صرف بچوں کی خوراک

Marfat.com

موجود ہے۔ کہا کہ تو وہ کھانا تیار کر۔ اور چراغ روشن کر کے کھانے کے وقت بچوں کو سلا دینا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب میاں بیوی اور مہمان کھانے پر بیٹھے تو بیوی نے بتی اکسانے کے بہانہ سے اٹھ کر چراغ گل کر دیا۔ میاں بیوی بھوکے رہے۔ اور اس طرح ہاتھ چلاتے رہے کہ گویا کھا رہے ہیں۔ صبح کو وہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ تمہارے نیک کام سے راضی ہوا۔ اور وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الآیہ نازل فرمائی۔

جب [۴] ھ میں بنو نضیر جلاوطن ہوئے اور ان کے اموال (اراضی ونخلستان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آئے تو آپ نے تمام انصار کو بلا کر فرمایا[۹] ۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں بنو نضیر کے اموال تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ اور مہاجرین تمہارے گھروں اور اموال میں بدستور رہیں گے۔ اور اگر تم چاہتے ہو تو یہ اموال مہاجرین کو بانٹ دیتا ہوں اور وہ تمہارے گھروں اور اموال سے بے دخل ہو جائیں گے۔ حضرات سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ان اموال کو آپ مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے۔ وہ ہمارے گھروں اور اموال میں بدستور رہیں گے۔ یہ سن کر انصار بولے۔ یا رسول اللہ! ہم اس پر راضی ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”خدایا! تو انصار اور ابنائے انصار پر رحم فرما۔“ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اموال بنی نضیر صرف مہاجرین میں تقسیم فرما دیئے۔

۸ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن الحضرمی کو بغرض تبلیغ ولایت بحرین میں بھیجا۔ منذر بن ساوی حاکم بحرین اور وہاں کے تمام عرب ایمان لائے۔ باقی اہلِ بحرین (مجوس و یہود و نصاریٰ) نے جزیہ پر صلح کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا۔ تا کہ بحرین کا جزیہ وخراج انصار کے لیے لکھ دیں۔ مگر انصار نے عرض کیا ”نہیں[۹]۔ اللہ کی قسم! ایسا نہ کیجئے۔ یہاں تک کہ حضور ہمارے قریشی بھائیوں کے لیے اتنا ہی مال لکھ دیں۔“

جب ۷ ھ میں خیبر فتح ہوا تو مہاجرین کے حصہ میں اس قدر مال آیا کہ ان کو انصار کے نخلستان کی حاجت نہ رہی۔ اس لیے انہوں نے وہ نخلستان جو بطور اباحت ان کے پاس تھے انصار کو واپس کر دیئے۔[۳]

اذان کی ابتداء

جب مدینہ منورہ میں مسجد جامع تیار ہو چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لیے کس طرح جمع کیا جائے۔ آپ نے اپنے اصحاب کرام سے مشورہ کیا۔ ظاہر ہے کہ ایک

Marfat.com

وقت اور ایک مکان میں اجتماع بغیر اعلام و آگاہی کے نہیں ہوسکتا۔ اس لیے صحابہ کرام نے اعلام کے لیے کئی طریقے پیش کیے۔ بعض نے کہا کہ آگ روشن کر کے اونچی کر دی جائے۔ مسلمان اسے دیکھ کر جمع ہو جایا کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوجہ مشابہت مجوس اس طریقہ کو پسند نہ فرمایا۔ بعضوں نے ناقوس تجویز کیا۔ مگر بوجہ مشابہت نصاریٰ یہ تجویز رد کر دی گئی۔ اسی طرح بوق کو بوجہ مشابہت یہود پسند نہ کیا گیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ ایک شخص کو نماز کے وقت بغرض اعلام بھیج دیا جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ اٹھ کر نماز کے لیے ندا کر دے۔ چنانچہ حضرت بلال یوں ندا کر دیا کرتے الصلوٰۃ جامعۃ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری کو خواب میں ان سب سے بہتر طریق بتلا دیا گیا۔ اور وہ مروجہ اذان شرعی ہے۔ حضرت عبداللہ نے اپنا خواب بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ حضور انور بابی ہو وامی پر اس سے پہلے اس بارے میں وحی آ چکی تھی۔ اس لیے آپ نے سن کر فرمایا کہ بیشک یہ رویاء حق ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ حضرت بلال کو کلمات اذان کی تلقین کر دو۔ وہ اذان دیں گے۔ کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند اور نرم وشیریں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

یہود سے معاہدہ

اسی سال رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں اور یہود مدینہ کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا۔ جس کے شرائط کی پوری تفصیل سیرت ابن ہشام میں ہے۔ ان شرائط کا خلاصہ یہ ہے:-

۱ خون بہا اور فدیہ کا طریقہ۔ سابقہ قائم رہے گا۔

۲ ہر دو فریق کو مذہبی آزادی ہوگی۔ ایک دوسرے کے دین سے تعرض نہ کریں گے۔

۳ ہر دو فریق ایک دوسرے کے خیر خواہ رہیں گے۔

۴ اگر ایک فریق کو کسی سے لڑائی پیش آئے تو دوسرا اس کی مدد کرے گا۔

۵ اگر فریقین میں ایسا اختلاف پیدا ہو جائے کہ جس سے فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور رسول پر چھوڑ دیا جائے گا۔

۶ کوئی فریق قریش اور ان کے معاونین کو امان نہ دے گا۔

۷ اگر کوئی دشمن یثرب پر حملہ آور ہو۔ تو ہر دو فریق مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

۸ اگر ایک فریق کسی سے صلح کرے گا۔ تو اس مصالحت میں دوسرا فریق بھی شامل ہوگا۔ مگر مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

Marfat.com

ہجرت کا دوسرا سال

تحویل قبلہ

نماز اسلام کا ایک رکن ہے۔ اور نماز کی روح خشوع ہے۔ خشوع کے لیے باطنی یکجہتی کے ساتھ ظاہری یکجہتی بھی درکار ہے۔ کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے اور مقصود اصلی کو تقویت پہنچتی ہے۔ نماز جماعت و جمعہ میں اتحادِ جہت کا اثر جو دوسرے نمازیوں پر پڑتا ہے محتاج بیان نہیں۔ اس لیے نماز میں ایک جہت کا تعین ضروری ہے۔ مگر اس تعین میں انسانی عقل کو دخل نہیں۔ بلکہ جو ذات پاک سزاوارِ عبادت ہے یہ تعین اسی کا حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ پہلے مکہ میں کعبہ کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد بحکم الٰہی بنا برحکمت و مصلحت وقت بیت المقدس آپ کا قبلہ مقرر ہوا۔ چنانچہ آپ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ یہود آپ پر طعن کیا کرتے تھے۔ کہ محمد ﷺ ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ مگر قبلہ میں ہمارے تابع ہیں۔ اس لیے آپ کی یہ آرزو رہی کہ ملت ابراہیمی کی طرح میرا قبلہ بھی ابراہیمی ہی ہو۔ مدت مذکورہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ آرزو پوری کر دی۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۚ (البقرہ۔ ع ۱۷)

بیشک ہم دیکھتے ہیں تیرے منہ کا پھرنا آسمان کی طرف پس ضرور ہم پھیریں گے تجھ کو اس قبلہ کی طرف کہ تو اسے پسند کرتا ہے۔ پس پھیر منہ اپنا مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو۔ پس پھیرو منہ اپنے اس کی طرف۔

اس تحویل کی کیفیت یہ ہے کہ نصف رجب یوم دوشنبہ یا نصف شعبان یوم سہ شنبہ کو حضور انور ﷺ مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر پڑھا رہے تھے۔ تیسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ وحی الٰہی سے آپ نے نماز ہی میں کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔ اور مقتدیوں نے بھی آپ کا اتباع کیا۔ اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ ایک نمازی جو شامل جماعت تھا عصر کے وقت مسجد بنی حارثہ میں گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں انصار نماز عصر بیت المقدس کی طرف پڑھ رہے ہیں۔ اس نے تحویل قبلہ کی خبر دی۔ وہ لوگ نماز ہی میں کعبہ رخ ہو گئے۔ دوسرے روز قباء میں عین اس وقت خبر پہنچی جب کہ لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے بھی اسی حال میں اپنا رخ بدل کر کعبہ کی طرف کر لیا۔

Marfat.com

تحویل قبلہ یہودیوں پر سخت ناگوار گزرا۔ وہ اس پر اعتراض کرنے لگے۔ ان کا اعتراض اور اس کا جواب قرآن کریم میں یوں مذکور ہے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اب کہیں گے لوگوں میں سے بیوقوف کس چیز نے پھیرا ان کو ان کے قبلے سے جس پر وہ تھے۔ کہہ دے اللہ کی ہے مشرق اور مغرب۔ چلاتا ہے جسے چاہتا ہے۔ سیدھی راہ کی طرف۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ

(البقرہ۔ ع ۱۷)

اور نہیں مقرر کیا ہم نے قبلہ اس کو جس پر تو پہلے تھا۔ (یعنی کعبہ) مگر اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا۔ اور کون پھر جائے گا۔ الٹے پاؤں۔ اور البتہ یہ قبلہ ہے شاق و دشوار۔ مگر ان لوگوں پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے (حکمت احکام کی)۔

پہلی آیت میں ان کا اعتراض نقل کر کے یوں جواب دیا گیا کہ شرق و غرب بلکہ جہات ستہ سب خدا کی ہیں۔ اس کو کسی خاص جہت سے خصوصیت نہیں کیونکہ وہ مکان و جہت سے پاک ہے۔ وہ جس جہت کو چاہے قبلہ مقرر کر دے۔ ہمارا کام اطاعت ہے۔ دوسری آیت میں مذکور ہے کہ تحویل قبلہ اس واسطے ہوا کہ ثابت و متزلزل میں تمیز ہو جائے۔

غزوات وسرایا کا آغاز

اسی سال سلسلۂ غزوات و سرایا شروع ہوتا ہے۔ محدثین و اہلِ سیر کی اصطلاح میں غزوہ وہ لشکر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بذات اقدس شامل ہوں۔ اور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات شریف شامل نہ ہوں۔ بلکہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو دشمن کے مقابلہ میں بھیج دیں تو وہ لشکر سریہ کہلاتا ہے۔ غزوات تعداد میں ستائیس ہیں جن میں سے نو میں قتال وقوع میں آیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ بدر، احد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف، سرایا کی تعداد سینتالیس ہے۔ نظر براختصار ہم سرایا کو پس انداز کر کے غزوات و بعض دیگر وقائع کا حال سنہ وار پیش کرتے ہیں۔

ہجرت کے بعد بھی کفار قریش مسلمانوں کے مذہبی فرائض کی بجا آوری میں مزاحم ہوتے تھے۔ اور اسلام کے مٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ بلکہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کی مخالفت پر

Marfat.com

برانگیختہ کرتے تھے۔ اس لیے حضور اقدس ﷺ نے مختلف اغراض کے لیے اپنے اصحاب کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں (سرایا) اطراف مدینہ میں بھیجنی شروع کیں۔ بلکہ بعض دفعہ خود بھی شرکت فرمائی۔ کہیں دشمن کی نقل وحرکت کی خبر لانے کے لیے۔ کہیں بعض قبیلوں سے معاہدہ قائم کرنے کے لیے اور کہیں محض مدافعت کے لیے ایسا کیا گیا۔ ہاں ایک غرض یہ بھی تھی کہ قریش کی شامی تجارت کا راستہ بند کر دیا جائے۔ اور یہ وہی بات ہے جس کی دھمکی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے بعد ابوجہل کو خانہ کعبہ میں یوں دی تھی۔ کہ اگر تم [۱] نے ہم کو طواف کعبہ سے روکا تو ہم تمہارا مدینہ کا راستہ بند کر دیں گے۔ چونکہ قریش بالعموم مسلمانوں کو حج وعمرہ سے روکتے تھے۔ اس لیے مجبوراً مسلمانوں کو ان کے تجارتی قافلوں سے تعرض کرنا پڑا۔ تاکہ مذہبی مداخلت سے باز آ جائیں۔

غزوۂ ابواء [۲] اسی سال کے ماہ صفر میں۔ غزوۂ بواط [۳] وغزوۂ بدر اولیٰ ماہ ربیع الاول میں اور غزوۂ ذوالعشیر [۴] ماہ جمادی الاخریٰ میں ہوا۔ بدر اولیٰ [۵] کرز بن جابر فہری کی گوشمالی کے لیے تھا جو مدینہ منورہ کے اونٹ ہانک لے گیا تھا۔ باقی تینوں، قافلہ قریش سے تعرض کے لیے تھے۔ مگر ان میں سے کسی میں بھی مقابلہ نہیں ہوا۔

غزوۂ ذوالعشیرہ کے بعد ماہ رجب میں آنحضرت ﷺ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو آٹھ یا بقول بعض بارہ مہاجرین کی جمعیت کے ساتھ نخلہ [۶] کی طرف روانہ کیا۔ وہ نخلہ میں پہنچ کر قافلہ قریش کے منتظر رہے۔ ناگاہ قریش کے اونٹوں کا قافلہ جن پر وہ شراب، منقہ اور چمڑا وغیرہ مال تجارت طائف سے لا رہے تھے ان کے قریب اترا۔ اس قافلے میں عمرو [۷] بن حضرمی، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ اور ابوجہل کے باپ ہشام بن مغیرہ کا آزاد کردہ غلام حکم بن کیسان تھے۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ اس میں حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی نے ایک تیر سے عمرو بن حضرمی کا کام تمام کر دیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش دونوں اسیروں اور مال غنیمت کو لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے غنیمت تقسیم فرما دی۔ حضرت حکم بن کیسان اسلام لائے۔ عثمان بن عبداللہ کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ مکہ میں چلا گیا، اور کفر پر مرا۔

اسی سال کے ماہ شعبان میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور ماہ رمضان میں غزوۂ بدر ثانیہ وقوع میں آیا۔

Marfat.com

غزوۂ بدر کبریٰ

غزوۂ بدر سب سے بڑا غزوہ ہے۔ اس کا سبب عمرو بن خضرمی کا قتل اور قافلہ قریش کا شام کی طرف سے آنا تھا۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کے قصد سے حضور اقدس ﷺ ذوالعشیرہ تک تشریف لے گئے تھے۔ امیر قافلہ ابوسفیان تھا۔ اس قافلے میں قریش کا بہت سا مال تھا۔ جب یہ قافلہ بدر کے قریب پہنچا۔ تو حضور اقدس ﷺ کو خبر لگی۔ آپ نے فوراً مسلمانوں کو نکلنے کی دعوت دی۔ اس لیے جلدی سے تیاری کر کے آپ بتاریخ ۱۲ ماہ رمضان بروز ہفتہ مدینہ سے نکلے اور مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر بئر ابی عتبہ پر لشکر گاہ مقرر ہوا۔ یہاں لشکر کا جائزہ لینے کے بعد آپ نے صغیر السن صحابہ (مثلاً ابن عمر، براء بن عازب، انس بن مالک، جابر، زید بن ثابت اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم) کو واپس کر دیا۔ اور باقی کو لے کر روانہ ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عمیر [۲۸] جن کی عمر سولہ سال کی تھی حضور اقدس ﷺ سے آنکھ بچا رہے تھے۔ کیونکہ ان کو شہادت کا شوق تھا۔ مگر ڈرتے تھے کہ کہیں چھوٹی عمر کے سبب واپس نہ کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جب پیش ہوئے تو واپسی کا حکم ملا۔ اس پر آپ رونے لگے۔ لہٰذا اس رحمۃ للعالمین نے شمولیت کی اجازت دے دی۔ بلکہ ان پر خود اپنی تلوار کا پرتلہ لگا دیا۔

واضح رہے کہ مسلمان محض قافلہ قریش سے تعرض [۲۹] کے لیے نکلے تھے۔ ان کو علم نہ تھا۔ کہ فوج قریش سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس لیے فوری نا تمام تیاری کی گئی۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ''جس کا سواری کا اونٹ موجود ہو وہ سوار ہو کر ہمارے ساتھ چلے''۔ انصار آپ سے ان اونٹوں کے لانے کے لیے جو مدینہ کے حصہ بالائی میں تھے، اجازت مانگنے لگے۔ آپ نے فرمایا ''نہیں صرف وہی ساتھ چلے جس کا سواری کا اونٹ حاضر [۳۰] ہے۔''

آپ کے ساتھ صرف ستر اونٹ دو گھوڑے اور تین سو آٹھ مجاہدین تھے جن میں سے مہاجرین کچھ ساٹھ سے اوپر تھے اور باقی سب انصار تھے۔ آٹھ صحابہ اور تھے۔ جو بوجہ عذر شامل نہ ہو سکے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کو بھی غنیمت میں سے پورا حصہ دیا۔ لہٰذا یہ بھی اصحاب بدر میں شمار ہوتے ہیں۔ ان آٹھ میں سے تین تو مہاجرین تھے یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جو اپنی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کے لیے حضور ہی کے ارشاد سے مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ اور سعید رضی اللہ عنہ بن زید (ہر دو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) جن کو حضور نے روانگی سے دس روز پیشتر قافلہ قریش کی خبر لانے کے لیے [illegible]

Marfat.com

مدینہ میں واپس آ ئے تھے۔اور پانچ انصار تھے۔یعنی ابولبابہ بن عبدالمنذر جن کوآنحضرت ﷺ نے اپنی غیبت میں مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ عاصم بن عدی العجلانی جو روحاء[1] سے ضرب شدید کے سبب واپس کردیئے گئے۔اور مدینہ منورہ کی بالائی آبادی (عالیہ) کے حاکم بنائے گئے۔حارث بن حاطب العمری جن کو حضور اقدس ﷺ نے روحاء سے کسی خاص کام کے لیے بنوعمرو بن عوف کے پاس بھیج دیا۔ حارث بن الصمہ جو روحاء میں ٹانگ پر ضرب شدید آنے کے سبب واپس کردیئے گئے۔اور خوات بن جبیر جو اثنائے راہ میں ساق پر پتھر لگنے کے سبب مقام صفراء[2] سے واپس کردیئے گئے۔

سواری کے لیے تین تین مجاہدین کو ایک ایک اونٹ ملا ہوا تھا۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ[3] ایک اونٹ پر اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم دوسرے پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ روحاء سے چل کر صفراء کے قریب پہنچے تو آپ نے حضرت بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو قافلہ قریش کی خبر لانے کے لیے بھیجا وہ بدر میں پہنچے اور وہاں سے یہ خبر سن کر آئے کہ قافلہ کل یا پرسوں[4] بدر میں پہنچے گا۔ابوسفیان کو شام میں خبر لگی تھی کہ حضرت قافلہ کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔اس لیے اس نے حجاز کے قریب پہنچ کر ضمضم بن عمرو کو بیس مثقال سونے کی اجرت پر مکہ میں قریش کے پاس بھیجا۔تا کہ ان کو قافلہ کے بچانے کی ترغیب دے۔ چنانچہ ضمضم اونٹ پر سوار ہو کر فوراً روانہ ہوگیا۔

مکہ پہنچ کر ضمضم نے اپنے اونٹ کے ناک کان کاٹ دیئے تھے۔کجاوہ الٹ دیا تھا۔اور اپنی قمیص پھاڑ دی تھی۔اس ہیئت کذائی میں وہ اپنے اونٹ پر سوار، یوں پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔"اے گروہِ قریش![5] قافلہ تجارت! قافلہ تجارت! تمہارا مال ابوسفیان کے ساتھ ہے۔محمد اور اس کے اصحاب اس کے سدراہ ہوگئے ہیں۔میں خیال نہیں کرتا کہ تم اسے بچالو گے۔فریاد! فریاد!" یہ سن کر قریش کہنے لگے۔کیا محمد اور اس کے اصحاب گمان کرتے ہیں۔کہ یہ قافلہ بھی عمرو بن حضرمی کی مانند ہوگا؟ ہرگز نہیں۔اللہ کی قسم! انہیں معلوم ہو جائے گا، کہ ایسا نہیں۔غرض قریش جلدی نکلے اور ان کے اشراف میں سے سوائے ابولہب کے کوئی پیچھے نہ رہا۔اور اس نے بھی اپنے عوض ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام کو بھیجا اور چار ہزار درہم جو بطور سود اس سے لینے تھے۔اس صلے میں اس کو معاف کردیئے۔امیہ بن خلف نے بھی پیچھے رہ جانے کا ارادہ کیا تھا۔کیونکہ اس نے حضرت سعد بن معاذ سے ہجرت کے بعد مکہ مشرفہ میں سنا تھا کہ وہ حضور اقدس ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ سے قتل

Marfat.com

ہوگا۔ مگر ابوجہل نے کہا: تو اہلِ وادیٔ مکہ کا سردار ہے۔ اگر تو پیچھے رہ گیا۔ دوسرے بھی دیکھا دیکھی تیرے ساتھ رہ جائیں گے۔ غرض پس وپیش کے بعد ابوجہل کے اصرار پر وہ بھی ساتھ ہولیا۔"[6]

قریش جب بڑے ساز وسامان سے اس طرح چلنے کو تیار ہوگئے۔ تو انہیں بنوکنانہ کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا کیونکہ بدر سے پہلے قریش وکنانہ میں لڑائی جاری تھی۔ اس لیے قریش خائف تھے۔ کہ مبادا کینہ سابق کے سبب ہمارے پیچھے ہم کو کوئی ضرر پہنچائیں۔ اس وقت ابلیس[7] بصورت سراقہ بن مالک ظاہر ہوا۔ جو کنانہ کا سردار تھا۔ اور کہنے لگا میں ضامن ہوں تمہارے پیچھے بنوکنانہ سے تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ میں تمہارے[8] ساتھ ہوں۔ اس طرح ابلیس لعین بصورت سراقہ لشکر قریش کے ساتھ تھا۔ علاوہ ازیں اہلِ مکہ کے ساتھ گانے والی عورتیں اور آلات ملاہی بھی تھے۔ رسد کا انتظام یہ تھا کہ امرائے قریش عباس، عتبہ بن ربیعہ، حارث بن عامر، نضر بن حارث، ابوجہل امیہ وغیرہ باری باری ہر روز دس دس اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھلاتے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا۔

جب ابوسفیان مدینہ کے نواح میں پہنچا۔ اور قریش کی کمک اس کی مدد کو نہ پہنچی۔ تو وہ نہایت خوفزدہ ہوا۔ کہ کہیں مسلمان کمین گاہ میں نہ ہوں۔ اسی حال میں وہ بدر میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا۔ کیا تو نے محمد کے جاسوسوں میں سے کسی کو دیکھا ہے؟ مجدی بولا: ''اللہ کی قسم! میں نے کسی اجنبی شخص کو نہیں دیکھا۔ ہاں اس مقام پر دو سوار آئے تھے۔ یہ کہہ کر عدی وبسبس کے مناخ[9] کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسفیان نے ان کے اونٹوں کی مینگنیوں کو لے کر توڑا تو کیا دیکھتا ہے کہ ان میں کھجور کی گٹھلیاں ہیں۔ کہنے لگا۔ ان اونٹوں[10] نے یثرب کی کھجوریں کھائی ہیں۔ وہ تو محمد کے جاسوس تھے۔ لہٰذا اس نے اپنے قافلے کے اونٹوں کے منہ پھیر دیے۔ اور بدر کو بائیں ہاتھ چھوڑ کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو روانہ ہوا۔ جب وہ قافلے کو محلِ خطر سے بچالے گیا۔ تو اس نے قیس بن امرالقیس کے ہاتھ قریش کو کہلا بھیجا۔ کہ میں نے قافلے کو بچالیا ہے۔ لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ یہ قاصد[11] جحفہ میں قریش سے ملا۔ اور انہیں ابوسفیان کا پیغام پہنچایا۔ قریش نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر ابوجہل بولا کہ ہم بدر[12] سے ورے واپس نہ ہوں گے۔ وہاں تین دن ٹھہرینگے۔ اونٹ ذبح کریں گے۔ اور کھائیں کھلائیں گے۔ شراب پئیں گے اور راگ سنیں گے۔ اس طرح قبائل عرب کے اطراف میں ہماری عظمت وشوکت کا آوازہ پھیل[13] جائے گا۔ اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ پس ابوجہل کی رائے پر عمل کیا گیا۔ جحفہ ہی میں اخنس[14] بن شریق الثقفی نے اپنے حلیف

Marfat.com

بنو زہرہ کو جو ایک سو اور بقول بعض تین سو مرد تھے۔ مشورہ کر دیا کہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اس طرح بنو عدی بن کعب جو قریش کے ساتھ آئے تھے۔ ثنیۂ لفت سے واپس لوٹ گئے۔ اور واپسی میں ابو سفیان ان سے ملا اور کہنے لگا۔ اے بنو عدی تم کیونکر لوٹ آئے۔ **لا فی العیر ولا فی النفیر** (نہ قافلے میں اور نہ قریش میں) وہ بولے کہ تم نے ہی تو قریش کو لوٹ جانے کا پیغام بھیجا تھا۔ غرض بنو زہرہ اور بنو عدی کے سوا تمام قریش کے قبائل لڑائی میں شامل تھے۔

مقام صفراء کے نزدیک وادیٔ ذفران میں حضور اقدس کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ لائے۔ پس آپ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا۔ اور پوچھا۔ کہ تم کیا چاہتے ہو عیر (قافلہ) یا نفیر (گروہ قریش) مسلمان چونکہ محض قافلہ کے قصد سے نکلے تھے۔ تعداد بھی کم تھی۔ اور سامان جنگ بھی کافی نہ تھا۔ اس لیے ایک فریق اس حالت میں لڑائی سے ہچکچاتا تھا۔ وہ بولے عیر۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ ناخوش ہوئے۔ لہٰذا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اور خوب کہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور اچھی کی۔ پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بولے کہ "یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو بتایا ہے وہ کیجئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم نہیں کہتے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی قوم نے کہا تھا۔ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاً بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔" یہ سن کر حضور اقدس ﷺ خوش ہوئے اور حضرت مقداد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے انصار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مجھے مشورہ دو۔ انصار کی طرف اشارہ کی وجہ یہ تھی۔ کہ انہوں نے بیعت عقبہ کے وقت کہا تھا۔ "یا رسول اللہ! ہم آپ کے ذمام یعنی عہد سے بری ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ہمارے دیار میں پہنچ جائیں جب آپ ہمارے دیار میں پہنچیں گے تو ہمارے امان و عہد میں ہوں گے۔ اور ہم آپ کی حمایت کریں گے۔ ہر ایسے امر سے کہ اس سے ہم اپنی اولاد اور عورتوں کی حمایت کرتے ہیں۔" چونکہ اس عبارت سے ایک طرح کا وہم ہوتا تھا۔ کہ انصار پر صرف مدینے ہی میں حضور کی حمایت واجب تھی۔ لہٰذا آپ نے اس مقام پر محض ان کے حال سے استکشاف واستمزاج کے لیے ایسا کیا۔ انصار نے جب حضور کا ارشاد سنا تو حضرت سعد بن معاذ نے جو اکابر انصار میں سے تھے۔ یوں جواب دیا۔ "ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اور شاہد ہیں اس امر پر کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہی حق ہے اور اس تصدیق پر ہم نے آپ کو اپنی اطاعت کے عہد و میثاق دیئے ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ جہاں چاہیں چلیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی

Marfat.com

قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ اس سمندر کو عبور کرنا چاہیں اور اس میں کود پڑیں تو بیشک ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں کود پڑیں گے۔ اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہمیں یہ ناگوار نہیں۔ کہ کل کو آپ ہمیں ساتھ لے کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہم لڑائی میں صابر اور دشمن کے مقابلے کے وقت صادق ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ مقابلے میں ہمارے ہاتھ سے آپ کو وہ دکھائے کہ جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ لہٰذا آپ ہم کو اللہ کی برکت سے لے چلیں۔'' حضور ﷺ حضرت سعد کے اس قول سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ'' اللہ کی برکت سے چلو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو باتوں (قافلہ اور فوج قریش) میں سے ایک ؎ کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اللہ کی قسم! گویا میں قریش کی موت کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔'' یہاں حضور ﷺ نے جھنڈے تیار کئے۔ سب سے بڑا جھنڈا مہاجرین کا تھا جو حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔ اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن المنذر کے پاس تھا۔ اور قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ نے اٹھایا ہوا تھا۔ مشرکین کے ساتھ بھی تین جھنڈے تھے۔ ایک ابوعزیز بن عمیر۔ دوسرا نضر بن حارث اور تیسرا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور اقدس ﷺ بتاریخ ۱۷ ماہ رمضان جمعہ کی رات کو بدر میں قریب کے میدان میں اترے اور قریش دوسری طرف اترے۔ ؎ حضور انور ﷺ نے حضرت علی و زبیر و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو مشرکین کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ قریش کے دو غلام پکڑ لائے۔ اس وقت حضور اقدس ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابۂ کرام نے ان ؎ غلاموں سے پوچھا۔ کیا تم ابوسفیان کے ساتھی ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم تو قریش کے سقے ہیں۔ قریش نے ہمیں پانی پلانے کے لیے بھیجا ہے۔ اس پر صحابہ کرام نے انہیں مارا۔ جب وہ درد سے بے چین ہوئے تو کہنے لگے۔ کہ ہم ابوسفیان کے ساتھی ہیں۔ اتنے میں حضرت نماز سے فارغ ہوئے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔'' جب یہ تم سے سچ بولے تم نے ان کو مارا۔ اور جب تم سے جھوٹ بولے۔ تو ان کو چھوڑ دیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا۔ وہ قریش کے ساتھی ہیں۔'' پھر حضور اقدس ﷺ نے ان غلاموں سے قریش کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم! یہ تودہ ریگ جو نظر آرہا ہے۔ اس کے پیچھے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ قریش تعداد میں کتنے ہیں؟ وہ بولے۔ کہ ہمیں معلوم نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن دس اور ایک دن نو۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں (واقع میں وہ ساڑھے نو سو تھے۔ اور ان کے پاس سو گھوڑے تھے) پھر آپ نے پوچھا۔ سرداران قریش میں سے

Marfat.com

کون کون آئے ہیں؟ وہ بولے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ ابوجہل بن ہشام۔ ابوالبختری بن ہشام۔ حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ طعیمہ بن عدی ابن نوفل۔ نضر بن حارث۔ زمعہ بن اسود۔ امیہ بن خلف۔ نبیہ ومنبہ پسران حجاج۔ سہل بن عمرو۔ عمرو بن عبدِ وُدّ۔ یہ سن کر حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ ''لو! مکہ نے اپنے جگر پارے تمہاری طرف بھیج دیئے ہیں۔'' پس حضور اقدس ﷺ جلدی کوچ کر کے کنوؤں کی طرف آئے۔ اور جو کنواں بدر کے سب سے قریب تھا اس پر اترے۔ حضرت حباب بن منذر نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! جہاں آپ ہیں وہ اچھی جگہ نہیں۔ آپ ہمیں اس کنوئیں پر لے چلیں جو قریش کے سب سے نزدیک ہو۔ میں بدر سے اور اس کے کنوؤں سے واقف ہوں۔ وہاں ایک میٹھے پانی کا کنواں ہے۔ جس کا پانی ختم نہیں ہوتا۔ ہم اس پر ایک حوض بنالیں گے۔ اس میں سے پئیں گے۔ اور جنگ کریں گے۔ اور باقی کنوؤں کو بند کر دیں گے۔ تاکہ کفار کو پانی نہ ملے۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حباب کی رائے درست ہے۔ علاوہ ازیں جہاں مسلمان اترے ہوئے تھے وہ نرم ریتلی زمین تھی۔ جس میں آدمیوں کے پاؤں اور چوپایوں کے کھر اور سم دھنستے تھے۔ اور جہاں کفار ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے وہاں کنوئیں کھود لیے تھے۔ اور پانی جمع کر لیا تھا۔ مسلمانوں میں سے بعض کو غسل جنابت اور بعض کو وضو کی حاجت تھی۔ اور پیاسے تھے۔ پانی نہ ملتا تھا۔ پس شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تمہارا گمان ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ اور تم پیغمبر ہمارے درمیان ہیں اور ہم اللہ کے پیارے ہیں۔ حالانکہ مشرکین پانی پر قابض ہیں۔ اور تم جُنب اور محدث ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھتے ہو۔ پھر تمہیں کس طرح امید ہو سکتی ہے۔ کہ تم ان پر غالب آجاؤ گے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند[۹۵] طاری کر دی۔ جس سے ان کا رنج وتعب دور ہو گیا۔ اور مینہ برسا دیا۔ جس سے انہوں نے پیا۔ غسل کیا۔ اپنے چوپایوں کو پلایا۔ اور مشکیں بھر لیں۔ اور ریت سخت ہو گئی جس پر چلنا آسان ہو گیا۔ اور کفار کی زمین کیچڑ ہو گئی جس پر چلنا دشوار ہو گیا۔ اس طرح وسوسۂ شیطانی جاتا رہا اور اطمینان حاصل ہو گیا۔

غرض حضور اقدس ﷺ اور آپ کے اصحاب وہاں سے چل کر کفار سے پہلے آب بدر پر پہنچ گئے۔ اور قریش کے سب سے قریب کنوئیں پر اترے۔ اور اس پر حوض بنا کر پانی سے بھر لیا۔ اور دوسرے کنوؤں کو بند کر دیا۔ پھر حضور اقدس کے لیے اونچی جگہ پر ایک عریش (کھجور کی شاخوں کا سائبان) بنایا گیا۔ اور حضرت بذات خود معرکہ کی جگہ پر تشریف لے گئے۔ اور دست مبارک کے

Marfat.com

اشارے سے فرماتے تھے کہ یہ فلاں کافر کے مارے جانے کی جگہ ہے۔ اور یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا۔ لڑائی میں ویسا ہی وقوع میں آیا۔ ان میں سے کسی نے بھی اشارے کی جگہ سے سرِ مو تجاوز نہ کیا۔ یہ سب کچھ جمعہ کی رات بتاریخ ۱۷ ماہ رمضان المبارک واقع ہوا۔ کفار کیچڑ کے سبب سے اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ حضرت مع صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عریش میں داخل ہوئے۔ یارِ غار یہاں بھی عریش کے اندر اپنے آقائے نامدار کی حفاظت کے لیے شمشیر[۶۶] برہنہ علم کیے ہوئے تھا۔ اور دروازے پر حضرت سعد بن معاذ تلوار آڑے لٹکائے پہرہ دے رہے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات بیدار اور مصروف دعا رہے۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو نماز کے لیے آواز دی۔ اور نماز سے فارغ ہو کر جہاد پر وعظ[۶۷] فرمایا۔ پھر آپ صف آرائی میں مشغول ہوئے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک تیر کی لکڑی تھی جس سے کسی کو آپ اشارہ فرماتے کہ آگے ہو جاؤ اور کسی سے ارشاد فرماتے تھے کہ پیچھے ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت سواد[۶۸] بن غزیہ انصاری جو صف سے آگے نکلے ہوئے تھے حضور اقدس نے اس لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا استو یا سواد (اے سواد برابر ہو جاؤ) حضرت سواد نے عرض کی۔ یارسول اللہ آپ نے مجھے ضرب شدید لگائی ہے۔ حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق و انصاف کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ مجھے قصاص دیں۔ یہ سن کر حضور نے اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا۔ اور فرمایا۔ اپنا قصاص لے لو۔ اس پر حضرت سواد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے لپٹ گئے۔ اور آپ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور نے پوچھا۔ اے سواد! تو نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سواد نے عرض کی۔ یارسول اللہ موت حاضر ہے۔ میں نے چاہا کہ آخر عمر میں میرا بدن آپ کے بدن اطہر سے مس کر جائے۔ یہ سن کر آپ نے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی اور اس نے معاف کر دیا۔ اسی اثناء میں مشرکین بھی نمودار ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعداد کثیر دیکھ کر یوں دعا فرمائی۔ ''یا اللہ! یہ قریش فخر و تکبر کرتے آپہنچے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ تیرے ساتھ جنگ کریں اور تیرے رسول کو جھٹلائیں۔ اے خدا میں اس نصرت کا منتظر ہوں۔ جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔''

جب ہر دو فریق صف آرائی کر چکے۔ تو قریش نے عمیر بن وہب جمحی کو لشکر اسلام کی تعداد معلوم کرنے بھیجا۔ وہ لشکر اسلام میں آیا۔ اور دیکھ بھال کے بعد واپس جا کر کہنے لگا۔ ''مسلمان[۶۹] کم و بیش تین سو ہیں۔ اور ان کے ساتھ ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہیں۔ اے گروہ قریش میں نے دیکھا

Marfat.com

کہ ان کے اونٹوں کے پالان موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ یثرب کے آب کش اونٹ زہر قاتل سے لدے ہوئے ہیں۔ ان کو اپنی تلواروں کے سوا اور کوئی پناہ نہیں۔ وہ گونگے ہیں۔ کلام نہیں کر سکتے اور سانپوں کی طرح زبانیں منہ سے نکالتے ہیں۔ اللہ کی قسم۔ میری رائے میں ان میں سے ایک شخص بھی قتل نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ تم میں سے ایک کو قتل نہ کرلے۔ پس جب وہ تم میں سے اپنی تعداد کے برابر قتل کر دیں گے تو اس کے بعد تمہارا جینا کیسا ہوگا۔ اس لیے تم آپس میں مشورہ کرلو۔'' جب حکیم بن حزام نے یہ سنا تو عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا۔ اے ابوالولید! تو قریش کا سردار ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ آخر زمانے تک دنیا میں تیرا ذکر خیر رہے؟ وہ بولا: پھر میں کیا کروں؟ حکیم نے کہا لوگوں کو واپس لے جا اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا خون بہا ادا کر دے۔ عتبہ نے کہا: بے شک وہ میرا حلیف تھا۔ اس کا خون بہا اور اس کا نقصان مال جو ہوا، وہ سب میرے ذمہ ہے۔ تو ابن الحنظلیہ (ابوجہل) کے پاس جا۔ کیونکہ وہی ہے جس کی طرف سے مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں میں لڑائی کرا دے۔ پھر عتبہ نے کھڑے ہو کر یوں تقریر کی۔ ''اے گروہ قریش! تمہیں محمد اور اس کے اصحاب کے ساتھ لڑنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کی قسم اگر تم محمد ﷺ کو قتل کرو گے تو تم میں سے ہر ایک کو ان میں اپنے چچیرے بھائی کے قاتل یا ماموں زاد بھائی کے قاتل یا اپنے خاندان کے کسی شخص کے قاتل کا منہ ہر وقت دیکھنا پڑے گا۔ اس لیے لوٹ چلو۔ اور محمد اور باقی عرب کو خود آپس میں سمجھ لینے دو۔'' حکیم مذکور کا بیان ہے کہ میں ابوجہل کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ابوجہل نے زرہ دان میں سے اپنی زرہ نکالی ہوئی ہے۔ اسے زیتون کے تیل کی چینک مل رہا ہے۔ میں نے کہا: اے ابوالحکم! عتبہ نے مجھے ایسا ایسا کہہ کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ ابوجہل نے کہا: ''خدا کی قسم!'' محمد اور اس کے اصحاب کو دیکھ کر اس کا سینہ پھول گیا ہے۔ (یعنی بزدل ہو گیا ہے) خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور محمد کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عتبہ بزدل تو نہیں ہے مگر اس نے دیکھا کہ محمد اور اس کے اصحاب چند اونٹوں کا گوشت کھانے والے ہیں۔ اور ان میں ان کا بیٹا ابوحذیفہ ہے۔ اس کے بارے میں وہ تم سے ڈر گیا ہے۔'' پھر ابوجہل نے عامر بن حضرمی کو کہلا بھیجا کہ تیرا حلیف عتبہ چاہتا ہے۔ کہ لوگوں کو ہٹا لے جائے۔ اور تو قصاص چاہتا ہے۔ اس لیے اٹھ اور اپنے بھائی کا قصاص اور عہد و پیمان یاد دلا۔ اس پر عامر مذکور اٹھا اور اپنے چوتڑ ننگے کر کے چلایا واعمراہ واعمراہ۔ یہ دیکھ کر لوگوں کی رائے بدل گئی۔ جب عتبہ کو معلوم ہوا کہ ابوجہل نے اس کی نسبت یہ الفاظ (اللہ کی قسم اس کا سینہ پھول گیا ہے) کہے ہیں۔ تو بولا'' وہ حلقہ دبر زرد کیے ہوئے جلدی

Marfat.com

جان لے گا کہ کس کا سینہ پھول گیا ہے میرا یا اس کا۔'' یہ کہہ کر عتبہ نے اپنے سر کے لیے خود طلب کی۔ مگر اس کی کھوپڑی اتنی بڑی تھی کہ تمام لشکر میں ایسی خود نہ ملی جو اس کے سر پر ٹھیک آ جائے۔ اس لیے اس نے چادر سے اپنا سر ڈھانپ لیا۔ اس طرح قریش آمادۂ جنگ ہو گئے۔ عتبہ نے عمیر بن وہب سے کہا کہ جنگ کرو اس لیے وہ سو سوار لے کر حملہ آور ہوا۔ مسلمان اپنی صف پر قائم رہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر لڑائی نہ کرنا۔ اس وقت حضور اقدس ﷺ پر نیند[۲] طاری ہو گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! قریش ہم پر آ پڑے ہیں۔ حضور بیدار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خواب میں قریش تھوڑے دکھائے۔[۳] اگر بہت دکھاتا تو مسلمان تعداد کثیر کا نام سن کر ڈر جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو دیکھئے۔ کہ میدان جنگ میں التحام حرب سے پہلے مسلمانوں کو کفار تھوڑے[۴] دکھائے تا کہ وہ جنگ پر اقدام کریں۔ اور کفار کو مسلمان تھوڑے دکھائے جس سے انہوں نے لڑنے میں بہت کوشش نہ کی۔

مسلمانوں میں سے جو سب سے پہلے لڑائی کے لیے نکلا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام مِہجع نام تھا۔ جسے عامر بن حضرمی نے تیر سے شہید کیا۔ وہ مسلمانوں میں پہلا قتیل تھا۔ پھر انصار میں سے حضرت حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو ترغیب دی اور فرمایا۔[۵] بہشت کی طرف اٹھو۔ جس کا عرض آسمان و زمین ہے۔'' یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام انصاری بولے۔ ''یارسول اللہ! بہشت جس کا عرض آسمان و زمین ہے؟'' آپ نے فرمایا ہاں۔ تب حضرت عمیر نے کہا واہ وا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تو نے واہ وا کیوں کہا۔ حضرت عمیر نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! فقط اس توقع پر کہ میں اہلِ بہشت سے ہو جاؤں۔'' آپ نے فرمایا۔ ''تب تو بیشک اہلِ بہشت میں سے ہے۔'' اس پر حضرت عمیر نے اپنی ترکش سے چھوارے نکال کر کھانے شروع کیے۔ پھر کہنے لگے۔ ''اگر میں زندہ رہوں یہاں تک کہ یہ چھوارے کھا لوں۔ تو البتہ یہ لمبی زندگی ہے۔'' یہ کہہ کر حضرت عمیر نے چھوارے جو پاس تھے پھینک دیئے۔ پھر جہاد کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ دوسری جانب صفِ اعداء میں سے اسود بن عبدالاسد مخزومی جو بد خلق تھا۔ آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ ''میں اللہ سے عہد کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پیوں گا۔ یا اسے ویران کر دوں گا یا اس سے ورے مر جاؤں گا۔'' ادھر سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نکلے۔ اسود حوض تک پہنچنے نہ پایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا پاؤں نصف ساق تک کاٹ دیا۔ اور وہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ پھر وہ حوض کے قریب پہنچا۔ یہاں تک کہ اس میں گر پڑا۔ تا کہ

Marfat.com

اس کی قسم پوری ہو جائے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا۔ اور حوض ہی میں اس کا کام تمام کر دیا۔ بعدازاں شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن ربیعہ نکلے۔ مشرکین نے چلا کر کہا۔ ''اے محمد! ہماری طرف اپنی قوم میں سے ہمارے جوڑ کے آدمی بھیجے۔'' یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ ''اے بنی ہاشم! اٹھو۔ اور اس حق کی حمایت میں لڑو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے۔ کیونکہ وہ باطل لائے ہیں تاکہ اللہ کے نور کو بجھا دیں'' پس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (جن کے سینہ مبارک پر بطور نشان شتر مرغ کا پر تھا) اور علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور عبیدہ رضی اللہ عنہ بن مطلب بن عبد مناف دشمن کی طرف بڑھے۔ اور ان کے سروں پر خود تھے۔ عتبہ نے کہا: ''تم بولو تاکہ ہم پہچان لیں۔'' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں حمزہ میں عبدالمطلب شیر خدا اور شیر رسول ہوں۔'' عتبہ بولا: ''یہ اچھا جوڑ ہے۔ میں حلیفوں کا شیر ہوں۔'' پھر اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ ولید اٹھ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ ولید کی طرف بڑھے۔ اور ایک نے دوسرے پر وار کیا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر عتبہ اٹھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر شیبہ اٹھا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ جو اصحاب میں سے عمر میں سب سے بڑے تھے۔ اس کی طرف بڑھے۔ شیبہ نے تلوار کی دھار حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ماری۔ جو پنڈلی کے گوشت پر لگی اور اسے کاٹ دیا۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شیبہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں؟'' حضور نے فرمایا۔ ''ہاں۔'' پھر حضرت عبیدہ نے کہا: اگر ابو طالب اس حالت میں مجھے دیکھتا۔ تو مان جاتا کہ میں اس کی نسبت اس کے شعر ذیل کا زیادہ مستحق ہوں ۔

ونسلمه حتّٰی نصرع حوله ونذهل
عن ابنائنا والحلائل .

ہم محمد کو حوالہ نہ کریں گے یہاں تک کہ ان کے گرد لڑ کر مر جائیں اور اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔

یہ سب کچھ ہر دو فوج کے اجتماعی حملہ سے پہلے وقوع میں آیا۔ پھر دونوں فوجیں مقابلہ کے لیے نزدیک ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید فرما دی کہ میرے حکم کے بغیر حملہ نہ کرو۔ اگر تمہیں دشمن آ گھیرے تو نیزوں سے اسے دور رکھو۔ اہلِ اسلام نے جب جنگ سے چارہ نہ دیکھا تو اپنی تعداد کی کمی اور دشمن کی کثرت دیکھ کر خدا سے دعا کرنے لگے۔ حضرت بھی صفیں درست کرنے کے بعد عریش میں تشریف لے آئے۔ عریش میں بجز یار غار آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اس وقت

Marfat.com

حضور انور قبلہ رو ہو کر یوں دست بدعا ہوئے۔ "[۴۸] یا اللہ! تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔ یا اللہ! تو نے جو کچھ مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا کر۔ یا اللہ اگر تو مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک کر دے گا۔ تو روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی۔" حضور ﷺ نے دعا میں اتنا الحاج کیا کہ چادر شانہ مبارک سے گر پڑی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر شانہ مبارک پر ڈال دی۔ پھر آپ کا دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا۔ "یا نبی اللہ آپ کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی درخواست کافی ہے۔ [۴۹] جو اس نے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ جلدی پورا کر دے گا۔" عریش ہی میں آنحضرت ﷺ پر غنودگی طاری ہوئی۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا۔ "ابو بکر! بشارہو۔ اللہ کی نصرت آ پہنچی۔ حضرت جبرائیل گھوڑے پر سوار باگ پکڑے آ رہے ہیں۔ اور ان کے دندان پشین پر غبار ہے۔" اس انعام کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے:-

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۔ (انفال۔ع۱)	جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ میں تمہاری مدد بھیجوں گا ہزار فرشتے لگاتار آنے والے۔

پہلے ہزار فرشتے آئے۔ پھر تین [۵۰] ہزار ہو گئے۔ بعد ازاں بصورت صبر و تقویٰ پانچ ہزار ہو گئے۔ شیطان نے جو بصورت سراقہ کفار کے ساتھ تھا۔ جب یہ آسمانی مدد دیکھی۔ تو اپنی جان کے ڈر سے بھاگ گیا۔ [۵۱] حضور اقدس ﷺ نے ایک کنکریوں کی مٹھی لے کر کفار کی طرف پھینک [۵۲] دی۔ کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں کنکریاں نہ ہوں۔ اب حضور نے حملہ اجتماعی کا حکم دیا۔ گھمسان کے معرکہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے کفار کو مسلمان اپنے سے دو چند [۵۳] دکھائے۔ جس سے ان پر رعب طاری ہو گیا۔ قتل کا بازار گرم ہوا۔ فرشتے نظر نہ آتے تھے۔ مگر ان کے افعال نمایاں تھے۔ کہیں کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کا نشان پایا جاتا۔ کہیں بے تلوار سر کٹتا نظر آتا کہیں آواز آتی۔ اقدم حیزوم۔ [۵۴] آخر کفار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلے۔ خود حضور اقدس ﷺ سے ننگی تلوار علم کئے یہ پکارتے ہوئے نکلے۔ [۵۵] سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (قمر۔ع۲)

حضور اقدس ﷺ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا [۵۶] تھا۔ کہ "مجھے معلوم ہے۔ کہ بنو ہاشم وغیرہ میں سے چند لوگ بجبر و اکراہ کفار کے ساتھ شامل ہو کر آئے ہیں۔ جو ہم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ اگر ان میں سے کوئی تمہارے مقابل آ جائے۔ تو تم اسے قتل نہ کرو۔" حضور انور ﷺ نے ان لوگوں کے نام بھی بتا دیئے تھے۔ از انجملہ ابو البختری عاص بن ہشام تھا۔ جو مکہ میں حضور

Marfat.com

اقدس ﷺ کو کسی قسم کی اذیت نہ دیا کرتا تھا۔ ابوالنجتر ی کے ساتھ جناوہ بن ملیحہ بھی اس کا ردیف تھا مجذر بن زیاد کی نظر جو ابوالنجتر ی پر پڑی۔ تو کہا کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تیرے قتل سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے تجھے چھوڑتا ہوں۔'' ابوالنجتر ی نے کہا: میرے رفیق کو بھی۔ مجذر نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم تیرے رفیق کو نہیں چھوڑنے کے ہمیں رسول اللہ نے فقط تیرے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔'' ابوالنجتر ی نے کہا: ''تب اللہ کی قسم میں اور وہ دونوں جان دیں گے۔ میں مکہ کی عورتوں کا یہ طعنہ نہیں سن سکتا۔ کہ ابوالنجتر ی نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا۔'' جب مجذر نے حملہ کیا۔ تو ابوالنجتر ی بھی یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا اور مارا گیا۔

لن یسلم ابن حرۃ زمیلہ	شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جب
حتٰی یموت او یریٰ سبیلہ	تک مر نہ جائے، یا اپنے رفیق کے بچاؤ کی راہ نہ دیکھ لے۔

آنحضرت ﷺ کا بڑا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے۔ امیہ ان کو اذیت دیا کرتا تھا۔ تاکہ اسلام چھوڑ دیں۔ مکہ کی گرم ریت میں پیٹھ کے بل لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا کرتا تھا۔ پھر کہا کرتا تھا۔ تمہیں یہ حالت پسند ہے یا ترک اسلام! حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی احد احد پکارا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کسی زمانہ میں مکہ میں امیہ سے معاہدہ کیا تھا۔ کہ وہ مدینہ میں آئے گا۔ تو یہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے۔ عہد کی پابندی کو ملحوظ رکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چاہا کہ وہ میدان جنگ سے بچ کر نکل جائے۔ اس لیے اس کو اور اس کے بیٹے کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھے۔ اتفاق یہ کہ حضرت بلال نے دیکھ لیا۔ اور انصار کو خبر کر دی۔ لوگ دفعتۃً ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا۔ لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی۔ اور امیہ کی طرف بڑھے۔ امیہ چونکہ جسیم و ثقیل تھا۔ اس لیے حضرت عبدالرحمٰن نے کہا تم زمین پر لیٹ جاؤ۔ وہ لیٹ گیا تو آپ اس پر چھا گئے۔ تاکہ لوگ اس کو مارنے نہ پائیں مگر لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن کی ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن کی بھی ایک ٹانگ زخمی ہوئی۔ اور زخم کا نشان مدتوں باقی رہا۔[۵۷]

جب میدان کارزار سرد ہو گیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ایسا کون ہے۔ جو ابوجہل کی خبر لائے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود گئے۔ اور اسے اس حال میں پایا کہ عفراء کے بیٹوں معاذ

Marfat.com

اورمعوذ نے اسے ضرب شمشیر سے گرایا ہوا تھا اور اس میں ابھی رمق حیات باقی تھا۔ حضرت ابن مسعود اس لعین کے سینے پر بیٹھ گئے۔ اور اس کی ناپاک داڑھی کو پکڑ کر کہا۔ کیا تو ابوجہل ہے؟ بتا آج تجھے اللہ نے رسوا کیا؟ اس لعین نے جواب دیا۔ ''رسوا کیا کیا؟ تمہارا مجھے قتل کرنا اس سے زیادہ[۵۸] نہیں کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر ڈالا۔ کاش مجھے کسان کے سوا کوئی اور قتل کرتا۔'' اس جواب میں اس لعین کا تکبر اور انصار کی تحقیر پائی جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت معاذ اور معوذ انصار میں سے تھے۔ اور انصار کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابن مسعود نے اس لعین کا کام تمام کر دیا۔ اور یہ خبر حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں لائے۔ حضور نے یہ سن کر تین بار اَللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ پڑھا۔ چوتھی بار یوں فرمایا اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ الْاَحْزَابَ وَحْـدَهٗ۔ پھر آپ حضرت ابن مسعود کو ساتھ لے کر اس لعین کی لاش کے پاس تشریف لے گئے۔ اور دیکھ کر یہ فرمایا۔ ''یہ امت کا فرعون ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے جنگ سے فارغ ہو کر حضرت زید بن حارثہ کو اس فتح کی خوشخبری دینے کے لیے مدینہ میں بھیجا۔ اور اسی غرض کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو اہلِ عالیہ (مدینہ کی بالائی آبادی) کی طرف بھیجا۔ جب حضرت زید مدینہ پہنچے۔ تو بقیع میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کو دفن کر رہے تھے۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے صرف چودہ شہید ہوئے جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں:- حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبدمناف۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص۔ حضرت ذوالشمالین عمیر بن عبدعمرو بن نضلہ۔ حضرت عاقل بن ابی بکیر۔ حضرت مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب۔ حضرت صفوان بن بیضاء (یہ چھ مہاجرین میں سے ہیں) حضرت سعد بن خیثمہ۔ حضرت مبشر بن عبدالمنذر۔ حضرت حارثہ بن سراقہ۔ حضرت عوف ومعوذ پسران عفراء۔ حضرت عمیر بن حمام۔ حضرت رافع بن معلیٰ۔ حضرت یزید بن حارث بن فسحم (یہ آٹھ انصار میں سے ہیں) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مشرکین میں سے ستر مقتول اور ستر گرفتار ہوئے۔ منجملہ مقتولین یہ ہیں:- شیبہ بن ربیعہ عتبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ عاص بن سعید بن عاص۔ ابوجہل بن ہشام۔ ابوالبختری حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب۔ حارث بن عامر بن نوفل بن عبدمناف۔ طعیمہ بن عدی۔ زمعہ بن اسود بن مطلب۔ نوفل بن خویلد۔ عاص بن ہشام بن مغیرہ جو حضرت عمر فاروق اعظم کا ماموں تھا۔ امیہ بن خلف۔ علی بن امیہ بن خلف۔ منبہ بن حجاج۔ معبد بن وہب۔ اور منجملہ اسیران یہ ہیں۔ نوفل بن

Marfat.com

حارث بن عبدالمطلب ۔عباس بن عبدالمطلب ۔عقیل بن ابی طالب ۔ابوالعاص بن ربیع ۔عدی بن خیار ۔ابوعزیز بن عمیر ۔ ولید بن ولید بن مغیرہ ۔عبداللہ بن ابی بن خلف ۔ابوعزہ عمرو بن عبداللہ جمحی شاعر ۔ وہب بن عمیر بن وہب جمحی ۔ابووداعہ بن ضبیرہ سہمی ۔سہیل بن عمرو عامری ۔

آنحضرت ﷺ کے حکم سے مشرکین مقتولین میں سے چوبیس روساء کی لاشیں ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں ۔جس میں مردار پھینکا کرتے تھے ۔امیہ بن خلف جوزرہ میں پھول گیا تھا ۔اس پر جہاں وہ پڑا تھا وہیں مٹی ڈال دی گئی ۔اور باقی لاشوں کو اور جگہ پھینک دیا گیا ۔

حضور اقدس ﷺ کی عادت شریف تھی ۔کہ جب دشمن پر فتح پاتے تو تین دن میدان جنگ میں قیام فرماتے ۔چنانچہ بدر میں بھی تیسرے روز سوار ہو کر مقتولین کے گڑھے پر تشریف لے گئے اور ان سے یوں خطاب [۸۹] فرمایا ۔"اے بیٹے فلاں کے ۔اے فلاں بیٹے فلاں کے ۔کیا اب تمہیں تمنا ہے ۔کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے ۔جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا ۔ہم نے اسے سچ پایا ۔کیا تم نے بھی اسے جو تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا ۔سچ پایا ۔" یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یارسول اللہ! آپ ان بے روح جسموں سے کیا خطاب فرمارہے ہیں؟" اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ۔"قسم ہے خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے ۔تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے ۔"[۹۰] پھر جناب رسالت مآب علیہ الوف التحیہ والصلوٰۃ مظفر و منصور اسیران جنگ اور غنائم کے ساتھ مدینہ کو واپس ہوئے ۔

جب آنحضرت ﷺ مقام صفراء میں پہنچے جو بدر سے ایک منزل ہے ۔تو آپ نے تمام غنیمت مجاہدین میں [۹۱] برابر برابر تقسیم فرمادی ۔اسی مقام پر حضرت عبیدہ بن حارث نے جن کا پائے مبارک کٹ گیا تھا ۔وفات [۹۲] پائی ۔صفراء ہی میں نضر بن حارث کو قتل کر دیا گیا ۔یہاں سے روانہ ہو کر جب عرق الظبیہ میں پہنچے ۔تو آنحضرت ﷺ کے حکم سے عقبہ بن معیط قتل کر دیا گیا ۔مدینہ میں اس فتح کی اتنی خوشی تھی ۔کہ لوگوں نے مبارکباد کہنے کے لیے حضور اقدس کا مقام روحاء میں استقبال کیا ۔اسیرانِ جنگ جناب سرورِ عالم ﷺ کے ایک دن بعد مدینہ میں پہنچے ۔آپ نے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیا تھا ۔اور تاکید فرمادی تھی ۔کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے ۔چنانچہ ابوعزیز بن عمیر کا بیان ہے ۔کہ جب مجھے بدر سے لائے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا ۔وہ صبح یا شام کا کھانا لاتے ۔تو روٹی مجھے دیتے ۔اور خود کھجوریں کھاتے ۔ان میں سے جس کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آتا ۔وہ میرے آگے رکھ دیتا ۔مجھے شرم آتی ۔میں اسے واپس کرتا ۔مگر وہ مجھ ہی کو واپس دیتا اور ہاتھ نہ لگاتا ۔[۹۳]

Marfat.com

جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے ان کو کپڑے دلوائے گئے۔ حضرت عباس چونکہ دراز قد تھے۔ کسی کا کرتہ ان کے بدن پر ٹھیک نہ اترتا تھا۔ عبداللہ بن ابی ر (رئیس المنافقین) نے جو حضرت عباس کا ہم قد تھا۔ اپنا کرتہ منگوا کر دیا۔ صحیح [۹۴] بخاری میں سفیان بن عیینہ کا یہ قول منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ مذکور کو قبر سے نکلوا کر جو اپنا کرتہ پہنایا تھا۔ وہ اکثر کے نزدیک اسی احسان کا معاوضہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ [۹۵] ''یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم اور آپ کا قبیلہ ہیں۔ انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ ان سے فدیہ لیا جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی توفیق دے۔'' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! میری تو وہ رائے نہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ بلکہ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔ تاکہ ہم ان کو قتل کر ڈالیں۔ مثلاً عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیں۔ اور میرے فلاں رشتہ دار کو میرے سپرد کر دیں۔'' حضور انور بابی ہو وامی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل [۹۶] فرمایا۔

قیدیوں میں سے ہر ایک کا فدیہ حسب استطاعت ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھا۔ جن کے پاس مال نہ تھا۔ اور وہ لکھنا جانتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا۔ کہ انصار کے دس [۹۷] لڑکوں کو لکھنا سکھا دے۔ چنانچہ زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔ بعضوں مثلاً ابوعزہ جمحی شاعر کو حضور اقدس ﷺ نے یونہی چھوڑ دیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک شخص سہیل بن عمرو تھا۔ جو عام مجمعوں میں آنحضرت ﷺ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں سہیل کے دندان پیشین اکھاڑ دوں۔ اور اس کی زبان نکال دوں۔ پھر وہ کسی جگہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے گا۔'' حضور نے فرمایا۔ ''میں اس کا عضو نہیں بگاڑتا۔ ورنہ خدا اس کی جزاء میں میرے اعضاء بگاڑ دے گا۔ گو میں نبی ہوں۔''

حضرت عباس ان دس رؤسائے قریش میں تھے۔ جنہوں نے لشکر قریش کی رسد کا سامان اپنے ذمہ لیا تھا۔ اس غرض کے لیے حضرت عباس کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ چونکہ ان کی نوبت کھانا کھلانے کی نہ آئی۔ اس لیے وہ سونا انہیں کے پاس رہا۔ اور غنیمت میں شامل کر لیا گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ میں مسلمان ہوں۔'' حضور نے فرمایا۔ ''اللہ کو تیرے اسلام کا خوب علم ہے۔ اگر تو سچا ہے۔ تو اللہ تجھے جزا دیگا۔ تو اپنے فدیہ کے ساتھ عقیل بن ابی طالب اور نوفل

Marfat.com

بن حارث بن عبدالمطلب اور اپنے حلیف عمرو بن حجدم کا فدیہ بھی ادا کر۔'' حضرت عباس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو تو نے اپنی بیوی ام الفضل کے پاس رکھا تھا۔ اور اسے کہا تھا کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں۔ تو اتنا فضل کو اتنا عبداللہ کو اتنا عبیداللہ کو ملے۔ یہ سن کر حضرت عباس [۹۸] نے کہا: ''قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس مال کا علم سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو نہ تھا۔ میں خوب جانتا ہوں۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' حضور نے فرمایا کہ تیرا یہ بیس اوقیہ سونا فدیہ میں شمار نہ ہوگا۔ یہ تو اللہ عزوجل نے ہمیں عطا کیا ہے۔ پس حضرت عباس نے اپنا اور اپنے بھائیوں کے بیٹوں اور اپنے حلیف کو فدیہ [۹۹] ادا کر دیا۔

شکست قریش کی خبر مکہ میں سب سے پہلے حیسمان [۱۰۰] بن ایاس خزاعی لایا۔ قریش اپنے مقتولین پر نوحہ کرنے لگے۔ پھر بدیں خیال کہ مسلمان ہم پر ہنسیں گے۔ نوحہ بند کر دیا۔ شکست کی خبر پہنچنے کے نو روز بعد ابولہب مر گیا۔ اسود بن عبدیغوث کے دو بیٹے زمعہ اور عقیل اور ایک پوتا حارث بن زمعہ میدان بدر میں کام آئے۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ ان پر روئے۔ مگر ممانعت کے سبب خاموش تھا۔ ایک رات اس نے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی۔ چونکہ اس کی بینائی جاتی رہی تھی۔ اس لیے اس نے اپنے غلام سے کہا۔ کہ جاؤ۔ دریافت کرو۔ کیا اب رونے کی اجازت ہوگئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں بھی زمعہ پر نوحہ کروں۔ کیونکہ میرا جگر جل گیا ہے۔ غلام نے آ کر کہا۔ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اس کے لیے رو رہی ہے۔ یہ سن کر اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر [۱۰۱] نکلے ؎

اتبکی ان یضل لھا بعیر	کیا وہ اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے
ویمنعھا من النوم السھود	اور بے خوابی اسے نیند نہیں آنے دیتی
فلا تبکی علیٰ بِکرٍ ولٰکن	سو وہ جوان اونٹ پر نہ روئے بلکہ
علیٰ بدرتقا صرت الجدود	بدر پر جہاں قسمتوں نے کوتاہی کی
وبکی ان بکیت علیٰ عقیل	اگر تجھ کو رونا ہے۔ تو عقیل پر رو
وبکی حارث اسد الا سود	اور شیروں کے شیر حارث پر رو
وبکیھم ولا تسمی جمیعًا	اور ان سب پر رو اور نام نہ لے
وما لابی حکیمت من ندید	اور ابوحکیمہ (زمعہ) کا کوئی ہمسر نہیں

یوم بدر واقع میں یوم فرقان تھا۔ کہ کفر و اسلام میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اور اللہ عزوجل نے ضعف

Marfat.com

کے بعد مسلمانوں کو تقویت دی۔ چنانچہ اس نعمت کو یوں یاد دلایا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۔ اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے۔ (آل عمران۔ ع ۱۳)

اس دن سے اسلام کا سکہ کفار کے دل پر جم گیا۔ اور اہلِ مدینہ میں بہت سے لوگ ایمان لائے۔ اہلِ بدر کے فضائل میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا[۱] ہے۔ ''بیشک اللہ اہلِ بدر سے واقف ہے کیونکہ اس نے فرما دیا۔ تم عمل کرو جو چاہو البتہ تمہارے واسطے جنت ثابت ہو چکی یا تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔'' آخرت میں مغفور ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی بدری ہونا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ ہتھیار بھی جن سے بدر میں کام لیا گیا۔ تبرک خیال کئے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جو برچھی عبیدہ بن سعید بن عاص کی آنکھ میں ماری[۲] تھی۔ وہ یادگار رہی۔ بدیں طور کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت زبیر سے مستعار لی۔ پھر آپ کے چاروں خلیفوں کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ ۷۳ھ میں حجاج نے ان کو شہید کر دیا۔

اہلِ بدر کے توسل سے جو دعا مانگی جائے وہ بفضل الٰہی مستجاب ہوتی ہے جیسا کہ مشائخ کا تجربہ ہے۔

اندلس کے مشہور سیاح محمد بن جبیر (متوفی ۲۷۔ شعبان ۶۱۴ھ) نے بدر کے حال میں یوں لکھا ہے[۳] ہے۔ ''اس موضع میں خرما کے بہت باغ ہیں۔ اور آبِ رواں کا ایک چشمہ ہے۔ موضع کا قلعہ بلند ٹیلے پر ہے۔ اور قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے۔ وہ قطعۂ زمین نشیب میں ہے۔ جہاں اسلامی لڑائی ہوئی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور اہلِ شرک کو ذلت دی۔ آج کل اس زمین میں خرما کا باغ ہے اور اس کے بیچ میں گنج شہیداں ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف جبل الرحمۃ ہے۔ لڑائی کے دن اس پہاڑ پر فرشتے اترے تھے۔ اس پہاڑ کے ساتھ جبل الطبول ہے۔ اس کی قطع ریت کے ٹیلے کی سی ہے۔ کہتے ہیں ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے نقارے کی صدا آتی ہے۔ اس لیے اس کا نام جبل الطبول رکھا ہے۔ ہنوز نصرت نبوی ﷺ کی یہ بھی ایک کرامت باقی ہے۔ اس بستی کے ایک عرب باشندے نے بیان کیا۔ کہ میں نے اپنے کانوں سے نقاروں کی آواز سنی ہے۔ یہ آواز ہر جمعرات اور دوشنبہ کو آیا کرتی ہے۔ اس پہاڑ کی سطح کے قریب آنحضرت ﷺ کے تشریف رکھنے کی جگہ ہے۔ اور اس کے سامنے میدان جنگ ہے۔''

Marfat.com

اللھم انی اسئلک بحبیبک سیّدنا ومولٰنا محمد ن المصطفٰی ﷺ وباھل بدر رضی اللہ تعالٰی عنھم ان تبلغنی فی الدارین اقصٰی مرامی وتغفرلی ولوالدی ولمشائخی ولاحبائی ولسائر المومنین و المؤمنات وان تؤید الاسلام و المسلمین ۔

اسی سال یوم فطر سے دو دن پہلے یا شروع شوال میں صدقۂ فطر واجب ہوا۔ عید کے دن نماز عید الفطر عید گاہ میں جماعت سے پڑھی گئی۔ اسی وقت زکوٰۃ مال فرض ہوئی۔

غزوۂ بنی قینقاع

نصف ماہ شوال میں غزوۂ بنی قینقاع پیش آیا۔ یہود سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ مدینہ کے گرد یہود کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ۔ ان تینوں نے یکے بعد دیگرے نقض عہد کیا۔ ان میں سب سے پہلے بنو قینقاع نے جو چھ سو مرد کارزار اور یہود میں سب سے بہادر تھے۔ عہد کو توڑا اور باغی ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ مگر پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد مغلوب ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔ اور وہ اذرعات ملک شام میں پہنچا دیے گئے۔ جہاں وہ جلدی ہلاک وتباہ ہو گئے۔

غزوۂ سویق

ماہ ذی قعدہ میں غزوۂ سویق وقوع میں آیا۔ سویق عربی میں ستو کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس غزوہ میں کفار کی غذا ستو تھی۔ اس لیے اس نام سے موسوم ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ غزوۂ بدر کے بعد ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک میں محمد (ﷺ) سے لڑائی نہ کر لوں جنابت سے سر نہ دھوؤں گا۔ اس لیے قسم کے پورا کرنے کے لیے وہ دو سو سوار لے کر نکلا۔ مقام عریض میں اس نے ایک نخلستان کو جلا دیا۔ اور ایک انصاری کو قتل کر ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ نے تعاقب فرمایا۔ ابوسفیان اور اس کے ہمراہی بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو کے بورے پھینک کر بھاگ گئے۔ جنہیں مسلمانوں نے اٹھا لیا۔ اور واپس چلے آئے۔

ہجرت کا تیسرا سال

نصف محرم کو غزوۂ قرقرۃ الکدر اور ربیع الاول میں غزوۂ انمار یا غطفان اور جمادی الاولیٰ میں غزوۂ بنی سلیم وقوع میں آیا۔ ان میں سے کسی میں مقابلہ نہیں ہوا۔ غزوۂ انمار میں وعثور غطفانی اسلام

Marfat.com

لایا۔ ماہ ربیع الاول میں کعب بن اشرف یہودی شاعر جو اسلام کی ہجو کیا کرتا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ماہ جمادی الاخریٰ میں ابو رافع اسلام بن ابی الحقیق یہودی جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری خزرجی کے ہاتھ سے مارا گیا۔[۵]

غزوۂ احد

ماہ شوال میں غزوۂ احد[۶] وقوع میں آیا۔ جب قریش بدر میں شکستِ فاش کھا کر مکہ میں آئے تو ابوسفیان کے قافلے کا تمام مال دارالندوہ میں رکھا ہوا پایا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ وغیرہ روسائے قریش جن کے باپ بھائی اور بیٹے جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ ابوسفیان اور دیگر شرکاء کے پاس آ کر کہنے لگے۔ کہ اپنے مال کے نفع سے مدد کرو۔ تاکہ ہم ایک لشکر تیار کریں۔ اور (حضرت) محمد (ﷺ) سے بدلہ لیں۔ سب نے بخوشی منظور کیا چنانچہ تمام مال فروخت کر دیا گیا۔ اور حسب قرارداد راس المال مالکوں کو دیا گیا۔ اور نفع تجہیز لشکر میں کام آیا۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ۵ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۝ (انفال۔ ع ۴)

جو لوگ کافر ہیں خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہوگا ان پر پچھتاؤ۔ پھر آخر مغلوب ہوں گے۔ اور جو کافر ہیں دوزخ کو ہانکے جائیں گے۔

قریش نے بڑی سرگرمی سے تیاری کی۔ اور قبائل عرب کو بھی دعوت جنگ دی۔ مردوں کے ساتھ عورتوں کی ایک جماعت بھی شامل ہوئی۔ تاکہ ان کو مقتولین بدر کی یاد دلا کر لڑائی پر ابھارتی رہیں۔ چنانچہ ابوسفیان کی زوجہ ہند بنت عتبہ۔ عکرمہ بن ابو جہل کی زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام۔ حارث بن ہشام بن مغیرہ کی زوجہ فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ۔ صفوان بن امیہ کی زوجہ برزہ بنت مسعود ثقفیہ۔ عمرو بن عاص کی زوجہ ریطہ بنت شیبہ سہمیہ۔ طلحہ حجبی کی زوجہ سلافہ بنت سعد۔ اپنے اپنے شوہروں سمیت نکلیں۔ اسی طرح خناس بنت مالک اپنے بیٹے ابو عزیز بن عمیر کے ساتھ نکلی۔ کل جمعیت تین ہزار تھی۔ جن میں سات سو زرہ پوش تھے۔ ان کے ساتھ دو سو گھوڑے تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی نام کو بھی یہ کہہ کر بھیج دیا۔ کہ اگر تم محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ کو میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے قتل کر دو۔ تو میں تم کو آزاد کر دوں گا۔

Marfat.com

یہ لشکر قریش بسر کردگیٔ ابوسفیان مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور مدینہ کے مقابل احد کی طرف بطن وادی میں اترا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جو اب تک مکہ میں تھے بذریعہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی تیاری کی خبر دی۔ حضور نے حضرت انس و مونس پسران فضالہ بن عدی انصاری کو بطور جاسوس بھیجا۔ وہ خبر لائے اور کہنے لگے۔ کہ مشرکین نے اپنے اونٹ اور گھوڑے عریض میں چھوڑ دیئے ہیں۔ جنہوں نے چراگاہ میں سبزی کا نام ونشان نہیں چھوڑا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حباب بن منذر کو بھی بغرض تجسس بھیجا۔ وہ لشکر کی تعداد وغیرہ کی خبر لائے۔ جمعہ کی رات (۱۴ شوال) کو حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ ایک جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانے پر پہرہ دیتے رہے۔ اور شہر پر بھی پہرہ لگا رہا۔ اسی رات حضور نے خواب میں دیکھا۔ کہ گویا آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ آپ کی تلوار ذوالفقار ایک طرف سے ٹوٹ گئی ہے ایک گائے نظر پڑی۔ جو ذبح کی جا رہی ہے۔ اور آپ کے پیچھے ایک مینڈھا سوار ہے۔ صبح کو آپ نے یہ تعبیر بیان فرمائی۔ کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے۔ تلوار [۱۰۷] کی شکستگی ذات شریف پر مصیبت ہے۔ گائے آپ کے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے۔ اور مینڈھا کبش [۱۰۸] الکتیبہ ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔ اس خواب کے سبب سے حضور انور کی رائے تھی۔ کہ لڑائی کے لیے مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ عبداللہ بن ابی کی بھی یہی رائے تھی۔ حضور نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ تو اکابر مہاجرین وانصار بھی آپ سے متفق ہو گئے۔ مگر وہ نوجوان جو جنگ بدر میں شامل نہ تھے۔ آپ سے درخواست کرنے لگے۔ کہ مدینہ سے نکل کر لڑنا چاہیے۔ ان کے اصرار پر آپ نکلنے کی طرف مائل ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد آپ نے وعظ فرمایا۔ اہل مدینہ واہلِ عوالی جمع ہو گئے۔ آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ اور دوہری زرہ پہن کر نکلے۔ یہ دیکھ کر وہ نوجوان کہنے لگے کہ ہمیں زیبا نہیں کہ آپ کی رائے کے خلاف کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "پیغمبر خدا کو شایاں نہیں۔ کہ جب وہ زرہ پہن لے تو اسے اتار دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اب جو میں حکم دوں وہی کرو۔ اور خدا کا نام لے کر چلو۔ اگر تم صبر کرو گے تو فتح تمہاری ہوگی۔" پھر آپ نے تین جھنڈے تیار کیے۔ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر کو اور خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر کو۔ اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت ۔ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اس طرح آپ ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ نکلے۔ جن میں سے ایک سو ۱۰۰ نے دوہری زرہ پہنی ہوئی تھی۔ حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ زرہ پہنے ہوئے آپ کے آگے چل رہے

Marfat.com

تھے۔ جب آپ ثنیۃ الوداع کے قریب پہنچے تو ایک فوج نظر آئی۔ آپ کے دریافت فرمانے پر صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ یہ یہود میں سے ابن ابی کے حلیف ہیں جو آپ کی مدد کو آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ لوٹ جائیں۔ کیونکہ ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔ جب آپ موضع شیخان میں اترے تو عرض لشکر کے بعد آپ نے بعض صحابہ کرام کو بوجہ صغر سنی واپس کر دیا۔ چنانچہ اسامہ بن زید۔ ابن عمر۔ زید بن ثابت۔ براء بن عازب۔ عمرو بن حزم۔ اسید بن ظہیر انصاری۔ ابو سعید خدری۔ عرابہ بن اوس۔ زید بن ارقم۔ سعد بن عقیب۔ سعد بن حبتہ۔ زید بن جاریہ انصاری اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم واپس ہوئے۔ حضرت سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج جو پندرہ پندرہ سال کے تھے پہلے روک دیئے گئے۔ پھر عرض کیا گیا۔ کہ یا رسول اللہ! رافع اچھا تیر انداز ہے۔ اس لیے وہ بھی رکھ لیے گئے۔ پھر سمرہ کی نسبت کہا گیا۔ کہ وہ کشتی میں رافع کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ دونوں کشتی لڑیں۔ چنانچہ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اس طرح حضرت سمرہ بھی رکھ لیے گئے۔ رات یہیں بسر ہوئی۔ دوسرے روز باغ شوط میں جو مدینہ اور احد کے درمیان ہے۔ فجر کے وقت پہنچے اور نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اسی جگہ ابن ابی اپنے تین سو آدمی لے کر لشکر اسلام سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ کہہ کر مدینہ کو چلا آیا کہ ''حضرت نے ان کا کہا مانا۔ میرا کہا نہ مانا۔ پھر ہم کس لیے یہاں جان دیں۔'' جب یہ منافقین واپس ہوئے۔ تو صحابہ کرام کے ایک گروہ نے کہا: کہ ہم ان سے قتال کرتے ہیں۔ اور دوسرے گروہ نے کہا کہ ہم قتال نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ مسلمان ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ (نساء۔ ع ۱۲)	پس کیا ہے واسطے تمہارے بیچ منافقوں کے دو فرقے ہو رہے ہو۔ اور اللہ نے الٹا کیا ان کو بسبب اس چیز کے کہ کمایا انہوں نے۔ کیا ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے؟ اور جس کو گمراہ کرے اللہ پس ہرگز نہ پاویگا تو واسطے اس کے راہ۔

ابن ابی کا قول سن کر خزرج میں سے بنو سلمہ اور اوس میں سے بنو حارثہ نے دل میں لوٹنے کی ٹھہرائی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ جب قصد کیا دو فریقوں نے تم میں سے یہ کہ

Marfat.com

نامردی کریں اور دوستدار تھا ان کا اللہ اور اوپر اللہ کے پس چاہئے کہ توکل کریں ایمان والے۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (آل عمران۔ ع ۱۳)

اب حضور کے ساتھ سات سو آدمی اور دو گھوڑے رہ گئے۔ آپ نے ابوخیثمہ انصاری کو بطور بدرقہ ساتھ لیا۔ تا کہ نزدیک کے راستے سے لے چلے۔ اس طرح حضور حرہ بنی حارثہ اور ان کے اموال کے پاس سے گزرتے ہوئے مربع بن قیظی منافق کے باغ کے پاس پہنچے۔ وہ نابینا تھا۔ اس نے جب لشکر اسلام کی آہٹ سنی تو ان پر خاک پھینکنے لگا۔ اور حضور سے کہنے لگا۔ کہ اگر تو اللہ کا رسول ہے تو میں تجھے اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سن کر صحابۂ کرام اسے قتل کرنے دوڑے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے قتل نہ کرو۔ یہ آنکھ کا اندھا دل کا بھی اندھا ہے۔ مگر حضور کے منع کرنے سے پہلے ہی سعد بن زید اشہلی نے اس پر کمان ماری اور سر توڑ دیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر لشکر اسلام نصف شوال یوم شنبہ کو کوہِ احد کی شعب (درّہ) میں کرانۂ وادی میں پہاڑ کی طرف اترا۔ حضور نے صف آرائی کے لیے پہاڑ کو پس پشت اور کوہ عینین کو جو وادئ قنات میں ہے اپنی بائیں طرف رکھا۔ کوہ عینین میں ایک شگاف یا درّہ تھا۔ جس میں سے دشمن عقب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوسکتا تھا۔ اس لیے آپ نے اس درے پر اپنے پچاس پیدل تیرانداز مقرر کئے۔ اور حضرت عبداللہ بن جبیر کو ان کا سردار بنایا۔ اور یوں ہدایت کی۔ "اگر تم دیکھو کہ پرندے ہم کو اچک لے گئے ہیں۔ تو اپنی جگہ کو نہ چھوڑو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں۔ اور اگر تم دیکھو۔ کہ ہم نے دشمن کو شکست دی ہے اور مار کر پامال کر دیا ہے۔ تو بھی ایسا ہی کرنا۔"[۱]

مشرکین نے بھی جو عینین میں وادئ قنات کے مدینہ کی طرف کے کنارے پر شورستان میں اترے ہوئے تھے۔ صفیں آراستہ کیں۔ چنانچہ انہوں نے سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید کو۔ میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو۔ پیدلوں پر صفوان بن امیہ کو۔ اور تیراندازوں پر جو تعداد میں ایک سو تھے، عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔ اور جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کو دیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا۔ کہ مشرکین کا جھنڈا بنو عبدالدار کے پاس ہے۔ تو آپ نے لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کو دیا۔ اور میمنہ پر حضرت زبیر بن عوام اور میسرہ پر حضرت منذر بن عامر کو مقرر فرمایا۔

مشرکین میں سب سے پہلے جو لڑائی کے لیے نکلا۔ وہ ابو عامر انصاری اوسی تھا۔ اس کو راہب کہا کرتے تھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھا۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ قبیلہ اوس کا

Marfat.com

سردار تھا۔ جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لے گئے۔ تو وہ آپ کی مخالفت کرنے لگا۔ اور مدینہ سے نکل کر مکہ میں چلا آیا۔ اس نے قریش کو آپ سے لڑنے پر آمادہ کیا۔ اور کہا۔ کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی تو میرے ساتھ ہو جائے گی۔ اس لیے اس نے پکار کر کہا۔ ''اے گروہِ اوس! میں ابو عامر ہوں۔'' اوس نے جواب دیا۔ ''اے فاسق! تیری مراد پوری نہ ہو۔'' فاسق کا نام سن کر کہنے لگا۔ کہ میری قوم میرے بعد بگڑ گئی ہے۔ اس کے ساتھ غلامان قریش کی ایک جماعت تھی۔ وہ مسلمانوں پر تیر پھینکنے لگے۔ مسلمان بھی ان پر سنگباری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ابو عامر اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔

مشرکین کا علم بردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا۔ ''مسلمانو! تم سمجھتے ہو کہ ہم میں سے جو تمہارے ہاتھوں مر جاتا ہے۔ وہ جلد دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ اور تم میں جو ہمارے ہاتھوں مر جاتا ہے۔ وہ جلد بہشت میں پہنچ جاتا ہے۔ کیا تم میں کوئی ہے جس کو میں جلد بہشت میں پہنچا دوں۔ یا وہ مجھے جلد دوزخ میں پہنچا دے۔'' حضرت علی ابن ابی طالب نکلے اور طلحہ کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ کھوپری پھاڑ دی اور وہ گر پڑا۔ حضور اقدس ﷺ کبش الکتیبہ کے مارے جانے پر خوش ہوئے۔ آپ نے تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے بھی آپ کا اقتداء کیا۔ طلحہ کے بعد اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ اس کے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی آتی تھیں۔ اور وہ ان کے آگے یہ رجز پڑھتا تھا:-

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا	بیشک علم برداروں پر واجب ہے
اَنْ تُخْضَبَ الصَّعْدَۃُ اَوْ تَنْدَقَّا	کہ نیزہ خون سے سرخ ہو جائے یا ٹوٹ جائے

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب مقابلے کے لیے نکلے۔ اور عثمان کے دو شانوں کے درمیان اس زور سے تلوار ماری کہ ایک بازو اور شانے کو کاٹ کر سرین تک جا پہنچی۔ حضرت حمزہ واپس آئے اور زبان پر یہ الفاظ تھے:-

انا ابن ساقی الحجیج	میں ساقی حجاج (عبدالمطلب) کا بیٹا ہوں

اب میدان کارزار گرم ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے۔ یہ سن کر کئی شخص آپ کی طرف بڑھے مگر آپ نے وہ تلوار کسی کو نہ دی۔ ابو دجانہ (سماک بن خرشہ انصاری) نے اٹھ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا حق یہ ہے کہ تو اس کو دشمن پر مارے۔ یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے۔ ابو دجانہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ حضور نے

Marfat.com

ابودجانہ کوعنایت فرمائی۔ ابودجانہ مشہور پہلوان تھے۔ اور لڑائی میں اکڑ کر چلا کرتے تھے۔ جب سرخ رومال سر پر باندھ لیتے تو لوگ سمجھ جاتے تھے۔ کہ لڑیں گے۔ انہوں نے تلوار لے کر حسب عادت سر پر سرخ رومال باندھا اور اکڑتے تنتنے نکلے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ چال خدا کو ناپسند ہے۔'' حضرت ابودجانہ صفوں کو چیرتے اور لاشوں پر لاشے گراتے دامنِ کوہ میں مشرکین کی عورتوں تک جا پہنچے۔ جو بغرض ترغیب دف پر اشعارِ ذیل گا رہی تھیں۔

نحن بنات الطارق	ہم (علو وشرف میں) پروین ستارے ہیں
نمشی علی النمارق	ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں
ان تقبلوا نعانق	اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گی
او تدبروا نفارق	پیچھے ہٹو گے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی

حضرت ابودجانہ نے تلوار اٹھائی کہ ہند بنت عتبہ کے سر پر ماریں۔ پھر بدیں خیال رک گئے۔ کہ یہ سزاوار نہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ایک عورت پر ماری جائے۔

حضرت ابودجانہ کی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی دشمنوں میں جا گھسے اور صفوں کی صفیں صاف کر دیں۔ حضرت امیر حمزہ کو آخر کار وحشی نے جو بعد میں ایمان لائے۔ شہید کر دیا۔ وحشی اپنا قصہ یوں بیان کرتے ہیں۔ ''حمزہ رضی اللہ عنہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر میں قتل کر دیا تھا۔ اس لیے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا: اگر تو حمزہ رضی اللہ عنہ کو میرے چچا کے بدلے قتل کر دے۔ تو آزاد ہو جائے گا۔ جب سال عینین میں (عینین احد کے مقابل ایک پہاڑ ہے۔ اور دونوں کے درمیان ایک وادی ہے) لوگ نکلے۔ تو میں لوگوں کے ساتھ لڑائی کے لیے نکلا۔ جب لڑائی کے لیے صف بستہ ہوئے۔ تو سباع (بن عبدالعزیٰ) نکلا اور کہا۔ کیا کوئی مبارز ہے؟ یہ سن کر حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اس کی طرف نکلے اور یوں خطاب کیا۔ اے سباع! اے عورتوں کے ختنہ کرنے والی ام نمار کے بیٹے! کیا تو خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کرتا ہے؟ یہ کہہ کر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا۔ پس وہ گل گذشتہ کی طرح ہو گیا۔ میں ایک پتھر کے نیچے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا۔ جب حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے نزدیک ہوا۔ میں نے اپنا حربہ اس پر مارا۔ وہ اس کی ناف و عانہ کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ اس کی دورانوں میں سے نکل گیا۔ اور یہ اس کا آخر امر تھا۔ جب لوگ واپس آئے میں ان کے ساتھ واپس آیا۔ اور مکہ میں ٹھہرا یہاں تک کہ اس میں اسلام پھیل گیا۔ پھر (فتح کے بعد) طائف کی طرف بھاگ گیا۔ جب اہلِ طائف نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنے قاصد بھیجے تو مجھ سے کہا گیا۔ کہ حضرت

Marfat.com

قاصدوں کو تکلیف نہیں دیتے۔ اس لیے میں قاصدوں کے ساتھ نکلا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا۔ کیا تو وحشی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا تو نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا؟ میں نے کہا: ایسا ہی وقوع میں آیا ہے جیسا کہ آپ کو خبر پہنچی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تو میرے سامنے نہ آیا کر۔ پس میں چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو مسیلمہ کذاب ظاہر ہوا۔ میں نے کہا: کہ میں مسیلمہ کی طرف ضرور نکلوں گا۔ شاید میں اسے مار ڈالوں اور اس طرح سے قتل حمزہ رضی اللہ عنہ کی مکافات کردوں۔ اس لیے میں لوگوں کے ساتھ نکلا۔ مسیلمہ کا حال ہوا جو ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک شخص ہے دیوار کے درمیان کھڑا ہوا۔ گویا کہ وہ ایک ژولیدہ موخاکستری اونٹ ہے۔ میں نے اس پر اپنا حربہ [۱] مارا جو اس کے دو پستان کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان سے پار ہو گیا۔ انصار میں سے ایک شخص اس کی طرف کودا اور اس کے سر پر تلوار ماری۔ پس ایک لونڈی نے گھر کی چھت پر (نوحہ کرتے ہوئے) کہا۔ وائے امیر المومنین! [۱] اسے ایک حبشی غلام وحشی نے قتل کر دیا [۱۱]۔"

حضرت حنظلہ بن ابی عامر انصاری اوسی نے مشرکین کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کیا۔ اور قریب تھا کہ ابوسفیان کو قتل کر دیتے۔ مگر شداد بن الاسود نے ان کے وار کو روک لیا۔ اور اپنی تلوار سے حضرت حنظلہ کو شہید کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔ ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کرو۔ بیوی نے کہا: کہ شب احد کو ان کی شادی ہوئی تھی۔ صبح کو اٹھے تو غسل کی حاجت تھی۔ غسل کے لیے آدھا سر دھویا تھا۔ کہ دعوت جنگ کی آواز کان میں پڑی۔ فوراً اسی حالت میں وہ شریک جنگ ہو گئے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ اسی سبب سے اسے فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت حنظلہ کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔ [۱۳]

بہادرانِ اسلام نے خوب دادِ شجاعت دی۔ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ عثمان بن ابی طلحہ کے بعد ان کے علمبردار ابوسعید بن ابی طلحہ۔ مسافع بن طلحہ۔ حارث بن طلحہ۔ کلاب بن طلحہ۔ جلاس بن طلحہ۔ ارطات بن شرجیل۔ شریح بن قارظ اور ابوزید بن عمرو بن عبد مناف یکے بعد دیگرے قتل ہو گئے۔ ان کا جھنڈا زمین پر پڑا رہ گیا۔ کوئی اس کے نزدیک نہ آتا تھا۔ عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے اٹھا لیا۔ جس سے ایک حبشی غلام صواب نام نے لے لیا۔ قریش اس کے گرد جمع ہو گئے۔ لڑتے لڑتے صواب کے دونوں بازو کٹ گئے۔ وہ سینے کے بل زمین پر گر پڑا۔ اور جھنڈے کو سینے اور گردن کے درمیان دبا لیا۔ اس حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا۔ کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ [۱۴]

Marfat.com

صواب کے بعد کسی کو جھنڈا اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ مشرکین کو شکست ہوئی۔ وہ عورتیں جو دف بجاتی تھیں۔اب کپڑے چڑھائے برہنہ ساق پہاڑ پر بھاگی جارہی تھیں۔ مسلمان قتل وغارت میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر عینین پر تیراندازوں نے آپس میں کہا۔ ''غنیمت! غنیمت! تمہارے اصحاب غالب آ گئے ہیں۔اب تم کیا دیکھتے ہو۔'' حضرت عبداللہ بن جبیر نے انہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد یاد دلایا۔ مگر وہ بدیں خیال کہ مشرکین اب واپس نہیں آ سکتے۔ اپنی جگہ چھوڑ کر لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ اور صرف چند آدمی حضرت عبداللہ کے ساتھ رہ گئے۔ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور سب کو شہید کر دیا۔ پھر درّہ کوہ میں سے آ کر عقب سے لشکر اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ ابلیس لعین نے پکار کر کہا۔ انّ محمدًا قَدْ قُتل (محمد قتل ہو چکے) مسلمان سراسیمہ بھاگنے لگے۔ اور ان کے تین فرقے ہو گئے۔ فرقہ قلیل بھاگ کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ اور اختتام جنگ تک واپس نہیں آئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

(آل عمران ۔ ع ۱۶)

تحقیق جو لوگ کہ پیٹھ موڑ گئے تم میں سے اس دن کہ ملیں دو جماعتیں۔ سوائے اس کے نہیں کہ ڈگا دیا ان کو شیطان نے کچھ ان کے گناہوں کی شامت سے۔ اور تحقیق معاف کیا اللہ نے ان سے بیشک اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔

دوسرا فرقہ یعنی اکثر صحابہ کرام یہ سن کر کہ رسول اللہ ﷺ قتل ہو گئے۔ حیران ہو گئے۔ ان میں سے جہاں کوئی تھا وہیں رہ گیا۔ اور اپنی جان بچاتا رہا۔ یا جنگ کرتا رہا۔ تیسرا فرقہ جو بارہ یا کچھ اوپر صحابہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت رہا۔

فتح کے بعد مسلمانوں کو جو شکست ہوئی۔ اس کی وجہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی خلاف ورزی تھی۔ جیسا کہ آیات ذیل سے ثابت ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۗ مِنْكُمْ مَّنْ

اور البتہ تحقیق سچا کیا ہے تم سے اللہ نے وعدہ اپنا جس وقت کاٹتے تھے تم ان کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب نامردی کی تم نے اور جھگڑا کیا تم نے اپنے کام میں اور نافرمانی کی تم نے بعد اس

Marfat.com

يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

(آل عمران ۔ ع ۱۶)

کے کہ دکھلایا تم کو جو چاہتے تھے تم۔ بعض تم میں سے وہ تھا کہ ارادہ کرتا تھا دنیا کا اور بعض تم میں سے وہ تھا کہ ارادہ کرتا تھا آخرت کا۔ پھر پھیر دیا تم کو ان سے تا کہ آزماوے تم کو اور البتہ تحقیق معاف کیا تم سے اور اللہ صاحب فضل کا ہے ایمان والوں پر جس وقت چڑھے جاتے تھے تم شہر کو اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی میں پس دوبارہ دیا تم کو غم ساتھ غم کے تا کہ تم غم نہ کھاؤ اس چیز کا جو چوک گئی تم سے اور جو نہ پہنچی تم کو اور اللہ کو خبر ہے اس چیز کی کہ کرتے ہو تم۔

خالد بن ولید کے حملے پر مسلمانوں میں جو لوٹنے میں مشغول تھے۔ ایسی ابتری و سراسیمگی پھیلی۔ کہ اپنے بیگانے میں تمیز نہ رہی۔ چنانچہ حضرت حذیفہ کے والد حضرت یمان کو مسلمانوں ہی نے شہید کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کی شہادت کی آواز نے بڑے بڑے بہادروں کو بدحواس کر رکھا تھا۔ حضرت انس بن مالک کا بیان ہے۔ کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر جنگ بدر میں حاضر نہ تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ میں پہلے قتال میں کہ آپ نے بذات شریف مشرکین سے کیا ہے۔ حاضر نہ تھا۔ اگر خدا مجھے مشرکین کے قتال میں حاضر کرے۔ تو دیکھنے لگا۔ کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب احد کا دن آیا اور مسلمانوں نے شکست کھائی تو کہا۔ یا اللہ میں عذر چاہتا ہوں تیرے آگے اس سے جو ان لوگوں نے کیا۔ یعنی اصحاب کرام نے۔ اور بیزار ہوں تیرے آگے اس سے جو ان لوگوں نے کیا۔ یعنی مشرکوں نے۔ پھر لڑائی کے لیے آئے۔ حضرت سعد بن معاذ ان کو ملے۔ ابن نضر نے کہا: سعد! میں بہشت چاہتا ہوں اور نضر کے رب کی قسم۔ کہ میں احد کی طرف سے اس کی خوشبو پاتا ہوں۔ سعد نے کہا: یا رسول اللہ میں نہ کر سکا جو ابن نضر نے کیا۔ انس بن مالک کا قول ہے۔ کہ ہم نے ابن نضر پر اسی ۸۰ سے کچھ اوپر تلوار و نیزہ و تیر کے زخم پائے۔ اور وہ شہید تھے۔ مشرکین نے ان کو مُثلہ کر دیا تھا۔ ان کو فقط ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ ہم گمان کرتے تھے کہ آیت ذیل میں ابن نضر

Marfat.com

اوراس کی مثل دوسرے کے حق میں نازل[۵] ہوئی ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

(احزاب۔ع ۳)

مسلمانوں میں سے وہ مرد ہیں۔ کہ سچ کر دکھایا انہوں نے اس چیز کو کہ عہد باندھا تھا اللہ سے اس پر۔ پس بعض ان میں سے وہ ہے کہ پورا کر چکا کام اپنا اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ انتظار کرتا ہے۔ اور نہیں بدل ڈالا انہوں نے کچھ بدل ڈالنا۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن نضر نے راستے میں مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو دیکھا۔ جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وطلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ بھی تھے۔ وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہے تھے۔ ابن نضر نے ان سے پوچھا۔ کہ کیوں بیٹھ رہے ہو! انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت پا چکے ہیں۔ ابن نضر نے کہا: کہ حضور کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تم بھی اسی طرح دین پر شہید ہو جاؤ۔ پھر ابن نضر نے جنگ کی اور شہید[۶] ہو گئے۔

حضرت ابن نضر کی طرح ثابت بن وحداح آئے اور انصار سے یوں خطاب کیا۔ ''اے گروہ انصار۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے۔ تو اللہ تو زندہ ہے مرتا نہیں۔ تم اپنے دین کے لیے لڑو۔'' یہ کہہ کر انہوں نے چند انصار کے ساتھ خالد بن ولید کی فوج پر حملہ کیا۔ مگر خالد بن ولید نے ان کو شہید[۷] کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ اور مسلمانوں کی نظروں سے غائب ہونے کے بعد سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک انصاری نے حضور کو پہچانا سر مبارک پر مغفر تھا جس کے نیچے سے آپ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت کعب نے زور سے پکار کر کہا۔ ''مسلمانو! تم کو بشارت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔'' یہ سن کر ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ۔ زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام اور حارث رضی اللہ عنہ بن صمہ وغیرہ کے ساتھ شعب کی طرف متوجہ ہوئے۔ تاکہ اپنے باقی اصحاب کا حال دیکھیں۔ اب کفار نے بھی سب طرف سے ہٹ کر اسی رخ پر زور دیا۔ وہ بار بار ہجوم کر کے حملہ آور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا۔ تو حضور نے فرمایا۔ ''کون مجھ پر جان دیتا ہے۔'' حضرت زیاد بن سکن پانچ یا سات انصاری ساتھ لے کر حاضر ہوئے جنہوں نے یکے بعد دیگرے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دانت مبارک (رُباعیہ یمنیٰ

Marfat.com

سُفلٰی) شہید کر دیا۔ [۸] اور نیچے کا ہونٹ زخمی کر دیا۔ ابن قمہ لعین نے چہرۂ مبارک ایسا زخمی کیا۔ کہ خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے۔ اور آپ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے۔ جو ابو عامر فاسق نے بدیں غرض کھودے تھے۔ کہ مسلمان بے علمی میں ان میں گر پڑیں۔ اس حالت میں حضور فرما رہے تھے۔ **کیف یفلح قوم شجوا نبیھم** (وہ قوم کیا فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَیۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡھِمۡ اَوۡ یُعَذِّبَھُمۡ فَاِنَّھُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ۔	تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں۔

(آل عمران۔ ع ۱۳)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور کا ہاتھ مبارک پکڑا۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ نے آپ کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ آپ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کا ایک حلقہ نکالا۔ تو ان کا ایک سامنے کا دانت گر پڑا۔ دوسرا حلقہ نکالا۔ تو دوسرا نکل گیا۔ حضرت ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان نے حضور کا خون چوس کر پی لیا۔ حضور خود بھی کپڑے سے اپنے چہرے کا خون پونچھ رہے تھے۔ کہ مبادا زمین پر گر پڑے تو عذاب نازل ہو۔ اور یوں فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِقَوۡمِیۡ فَاِنَّھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۔ (اے اللہ! میری قوم کو بخش دے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے)

اس موقع پر بعض اصحاب نے جانبازی کی خوب داد دی۔ چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے تیر روکے کہ ہاتھ بیکار ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ حضور کے آگے ڈھال بنے کھڑے تھے۔ ان کی پشت پر تیر لگ رہے تھے۔ مگر اپنے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکے ہوئے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص بھی حضور انور کی مدافعت میں تیر چلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ حضور خود ان کو اپنے ترکش میں سے تیر دیتے تھے اور فرماتے تھے ''پھینکتے جاؤ۔'' حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصاری بڑے تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس قدر تیر برسائے۔ کہ دو تین کمانیں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے ہاتھ میں رہ گئیں۔ وہ حضور انور پر چمڑے کی ڈھال کی اوٹ بنائے کھڑے تھے۔ حضور کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی طرف دیکھتے۔ تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے۔ ''آپ پر میرے ماں باپ قربان! گردن اٹھا کر نہ دیکھیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے۔ یہ میرا سینہ آپ کے سینے کے لیے ڈھال ہے۔''

Marfat.com

حضرت شماس رضی اللہ عنہ بن عثمان قرشی مخزومی تلوار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مدافعت کر رہے تھے۔ دائیں بائیں جس طرح سے وار ہوتا تھا۔ وہ ڈھال کی طرح آپ کو بچا رہے تھے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ابھی رمقِ حیات باقی تھا کہ ان کو اٹھا کر مدینے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئے۔ وہاں ایک دن رات زندہ رہ کر وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دن ڈھال کے سوا مجھے کوئی ایسی چیز نہ سوجھی کہ جس سے شماس کو تشبیہ دوں۔ اسی طرح سہل رضی اللہ عنہ بن حنیف انصاری اوسی تیروں کے ساتھ مدافعت کر رہے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے۔ ''سہل کو تیر دو۔'' حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بن نعمان انصاری حضور اقدس ﷺ کے چہرے مبارک کو بچانے کے لیے اپنا چہرہ سامنے کیے ہوئے تھے۔ آخر کار ایک تیر ان کی آنکھ میں ایسا لگا کہ ڈیلا رخسارے پر آ گرا۔ حضور نے اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا اور یوں دعا فرمائی۔ ''خدایا! تو قتادہ کو بچا۔ جیسا کہ اس نے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے۔'' پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی تیز اور خوبصورت ہو گئی۔

اثنائے جنگ میں مشرکین کی عورتیں شہدائے عظام کو مُثلہ کرنے میں مشغول تھیں۔ عتبہ کی بیٹی ہند نے اپنے پاؤں کے کڑے، بالیاں اور ہار حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو دے دیئے۔ اور خود شہداء کے کانوں اور ناکوں سے اپنے واسطے کڑے بالیاں اور ہار بنائے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جگر کو پھاڑ کر چبایا۔ نگل نہ سکی۔ تو پھینک [۹] دیا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر علمبردار لشکر اسلام نے بھی آقائے نامدار ﷺ پر جان فدا کر دی۔ جب ابن قمیہ لعین حضور کے قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوا۔ تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے مدافعت کی۔ مگر شہید ہو گئے۔ حضرت محمد بن شرجیل عبدری روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت مصعب کا داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (الآیہ) پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ تو جھک کر جھنڈے کو دونوں بازوؤں کے ساتھ سینہ سے لگا لیا۔ اور آیۂ مذکور زبان پر تھی۔ راوی کا قول ہے۔ کہ یہ آیت بعد میں نازل ہوئی۔ مگر اس دن اللہ تعالیٰ نے بجواب قول قائل قد قُتِلَ مُحَمَّدٌ ان کی زبان پر جاری کر دی [۱۰] تھی۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے بعد اسلامی جھنڈا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا گیا۔

جب رسول اللہ ﷺ شعب پر چڑھے۔ تو ابی بن خلف سامنے آ کر کہنے لگا۔ ''اے محمد! اگر تم بچ گئے۔ تو میں نہ بچوں گا۔'' صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو ہم میں سے ایک اس کا

Marfat.com

فیصلہ کر دے۔ حضور نے اجازت نہ دی۔ اور بذات شریف حضرت حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے فقط خراش آئی۔ اور لہو نہ نکلا۔ ابی مذکور مکہ میں حضور سے کہا کرتا تھا۔ کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے۔ جسے میں ہر روز آٹھ یا دس سیر پختہ ذرہ (جوار) کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں گا آپ فرماتے۔ بلکہ میں انشاء اللہ تم کو قتل کروں گا۔ جب وہ قریش میں واپس گیا تو کہنے لگا۔ اللہ کی قسم مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ وہ کہنے لگے۔ تو بے دل ہو گیا ہے۔ اس خراش کا کچھ ڈر نہیں۔ اس نے کہا کہ مکہ میں مجھ سے محمد نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ سو اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر صرف تھوک دے تو میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ قریش اس دشمن خدا کو مکہ کی طرف لے جا رہے تھے کہ راستے میں مقام سرف میں مر گیا۔[۲۱]

جب رسول اللہ ﷺ شعب کے دہانے پر پہنچے۔ تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مہراس (گنڈ) سے اپنی ڈھال پانی سے بھر لائے۔ تاکہ حضور پئیں۔ مگر آپ نے اس میں بو پائی اور نہ پیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے حضور کے چہرے سے خون دھویا اور سر مبارک پر گرایا۔ اس وقت حضور نے فرمایا۔ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ دَمّٰى وَجْهَ نَبِيِّهٖ۔[۲۲]

مشرکین اب تک تعاقب میں تھے۔ چنانچہ جب آپ اصحاب مذکورہ بالا کے ساتھ شعب میں تھے تو ان کے سواروں کا ایک دستہ بسرکردگی خالد بن ولید پہاڑ پر چڑھا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ کہ خدایا! یہ ہم پر غالب نہ آئیں۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے قتال کیا۔ یہاں تک کہ ان کو پہاڑ سے اتار دیا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ ایک چٹان پر چڑھنے لگے۔ تو ناتوانی اور دہری زرہ کے سبب سے نہ چڑھ سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے اور آپ ان کی پشت پر سے چڑھ گئے۔ اس وقت حضور نے فرمایا اوجب طلحة (یعنی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ کام کیا۔ کہ جس سے وہ بہشت کے مستحق ہو گئے) اس روز زخموں کی وجہ سے حضور نے نماز ظہر بیٹھ کر ادا کی اور مقتدیوں نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔

جب ابوسفیان نے میدان سے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ تو سامنے کی ایک پہاڑی پر چڑھ کر پکارا۔ کیا تم میں محمد ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ اس کا جواب نہ دو۔ وہ پھر پکارا۔ کیا تم میں ابن ابی قحافہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اس کا جواب نہ دو۔ اس نے پھر پکار کر کہا۔ کیا تم میں ابن خطاب ہے؟ جب جواب نہ ملا تو کہنے لگا۔ کہ یہ سب مارے گئے۔ کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا۔ بول اٹھے۔ ''او دشمن خدا! تو نے جھوٹ کہا۔ وہ سب زندہ ہیں۔ اللہ نے

Marfat.com

تیرے واسطے وہ باقی رکھا ہے۔ جو تجھے غمگین کرے گا۔ (فتح کے دن)۔ ابوسفیان بولا:

اُعْلُ ھبل — اے ہبل تو اونچا رہ

صحابۂ کرام نے حسب ارشاد حضور جواب دیا

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ — اللہ اونچا اور بڑا ہے۔

ابوسفیان نے کہا:

لَنَا الْعُزّٰی وَلَاعُزّٰی لَکُمْ — ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمہارے پاس عزیٰ نہیں۔

صحابۂ کرام نے حسب ارشاد نبوی جواب دیا۔

اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ — اللہ ہمارا ناصر و مددگار ہے اور تمہارا کوئی ناصر نہیں۔

ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ لڑائی میں کبھی جیت کبھی ہار ہوتی ہے۔ تم اپنی قوم میں ناک کان کٹے پاؤ گے۔ میں نے اپنی فوج کو یہ حکم نہیں دیا۔ مگر اس پر کچھ رنج بھی نہیں ہوا[۲۳]۔ اس کے بعد ابوسفیان یہ کہہ کر واپس ہوا۔ کہ ہمارا اور تمہارا مقابلہ آئندہ سال موسم بدر میں ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر سے فرما دیا۔ کہ کہہ دیجئے ہاں بدر ہمارا اور تمہارا موعد ہے۔ اس طرح جب مشرکین مکہ کو لوٹے۔ تو صحابۂ کرام کو خدشہ ہوا کہ مبادا وہ مدینہ کا قصد کریں۔ اس لیے حضور انور نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دریافت حال کے لیے بھیجا۔ اور فرما دیا۔ کہ اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوں۔ اور گھوڑوں کو پہلو میں خالی لیے جا رہے ہوں۔ تو سمجھنا کہ وہ مکہ کو جاتے ہیں۔ اگر اس کا عکس کریں تو مدینہ کا قصد رکھتے ہیں۔ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خبر لائے۔ کہ وہ اونٹوں پر سوار گھوڑوں کو خالی لے جا رہے ہیں۔ اور مکہ کی طرف متوجہ ہیں۔ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ (آل عمران۔ ع ۱۶) مشرکین کے اسی فرار کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔

خواتین اسلام نے بھی اس غزوہ میں حصہ لیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا (والدہ انس رضی اللہ عنہ) پائنچے چڑھائے ہوئے کہ جس سے ان کے پاؤں کی جھانجھیں نظر آتی تھیں۔ مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں اور مسلمانوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جب مشکیں خالی ہو جائیں۔ تو پھر بھر لاتیں اور پلاتیں۔ حضرت ام سلیط (والدہ حضرت ابوسعید خدری) بھی یہی خدمت بجا لا رہی تھیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا (رسول اللہ ﷺ کی دایہ) اور حمنہ بنت جحش (ام المومنین زینب کی بہن) پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ حضرت ام عمارہ، نسیبہ بنت کعب انصار (زوجہ زید بن عاصم انصاری مازنی) اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کے ساتھ مشک لے کر نکلیں۔ جب رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

کے ساتھ صرف چند جانباز رہ گئے۔ تو یہ حضور کے پاس پہنچیں۔ اور تیر اور تلوار سے کافروں کو روکتی رہیں۔ جب ابن قمیہ لعین حضور کی طرف بڑھا۔ تو حضرت مصعب بن عمیر اور چند اور مسلمان مقابلہ ہوئے۔ ان میں ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ابن قمیہ نے ان کے کندھے پر ایسی ضرب لگائی کہ غار پڑ گیا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے بھی کئی وار کئے مگر وہ دشمن خدا دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس لیے کارگر نہ ہوئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن) مسلمانوں کی شکست پر احد میں نیزہ ہاتھ میں لیے آئیں۔ اور بھاگنے والوں کے منہ پر مار کر کہتی تھیں۔ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگتے ہو۔ پھر بھائی کی لاش دیکھ کر بڑے استقلال سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اور دعائے مغفرت کی۔

• جب مشرکین میدان کارزار سے چلے گئے۔ تو مدینہ کی عورتیں صحابہ کی مدد کو نکلیں۔ ان میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو خوشی کے مارے حضور کے گلے لپٹ گئیں۔ اور آپ کے زخموں کو دھونے لگیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی گرا رہے تھے۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی سے خون زیادہ نکل رہا ہے۔ تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر لگا دیا۔ جس سے خون [۱۲۴] بند ہو گیا۔ پھر حضور نے فرمایا۔ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ دَمُّوْا وَجْهَ رَسُوْلِهٖ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو حضرت سعد بن ربیع کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے حضرت سعد کو مقتولین میں زخمی پایا۔ (ان پر تیر، تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے) ان میں فقط رمقِ حیات باقی تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں دیکھوں کہ تم زندوں میں ہو یا مردوں میں۔ حضرت سعد نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔ "میں مردوں میں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا۔ اور عرض کرنا۔ کہ سعد بن ربیع آپ سے گزارش کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اچھی سے اچھی جزا دے جو اس نے کسی نبی کو ان کی امت کی طرف سے دی ہے اور اپنی قوم کو میرا سلام پہنچانا۔ اور ان سے کہنا کہ اگر کوئی (دشمن) تمہارے پیغمبر تک (بارادۂ قتل) پہنچ جائے۔ اور تم میں سے ایک بھی زندہ ہو تو خدا کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عذر نہ ہوگا۔" حضرت سعد رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر واصل بحق ہو گئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے حضور کی خدمت میں صورت حال عرض کر دی۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا: "اللہ اس پر رحم کرے۔ اس نے حیات و موت میں خدا اور رسول کی خیر خواہی کی۔" [۱۲۵]

Marfat.com

اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے ستر یا کچھ کم و بیش شہید ہوئے۔ ابن نجار نے ان سب کے نام دیئے ہیں۔ جن میں سے چار مہاجرین میں سے اور باقی چھیاسٹھ انصار میں سے ہیں[۲۶]۔ اختتام جنگ پر آنحضرت ﷺ شہدائے کرام کی لاشوں پر تشریف لے گئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو دیکھ کر فرمایا کہ ''ایسا دردناک منظر میری نظر سے کبھی نہیں گزرا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ساتوں آسمانوں میں شیر خدا اور شیر رسول لکھے گئے۔'' پھر تمام لاشوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا۔[۲۷]

اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَآءِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ میں قیامت کے دن ان کا شفیع ہوں۔

بعد ازاں حکم دیا کہ ان کو دفن کر دیا جائے۔ کپڑے کی قلت کا یہ عالم تھا۔ کہ عموماً دو دو تین تین ملا کر ایک ہی کپڑے میں ایک ہی قبر میں دفن کر دیئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا۔ اور ان شہداء پر اس وقت نمازِ جنازہ نہ پڑھی گئی۔ بلکہ بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے دفن کر دیئے گئے۔ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں دفن کیا گیا۔ مگر چادر کوتاہ تھی۔ اگر منہ ڈھانپتے تو قدم ننگے رہتے۔ قدموں کو چھپاتے تو منہ ننگا رہتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ منہ کو ڈھانپ دو اور قدموں پر حرمل ڈال دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔[۲۸]

حضرت مصعب بن عمیر جب شہید ہوئے تو ان کے پاس صرف ایک کملی تھی۔ اس سے سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے رہتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا رہتا۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے سر کو ڈھانپ دیا گیا۔ اور پاؤں اذخر[۲۹] گھاس سے چھپا دیئے گئے۔

حضرت وہب بن قابوس مزنی اور ان کا بھتیجا حارث بن عتبہ بن قابوس بکریاں چراتے مدینہ میں آئے۔ جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد پر تشریف لے گئے ہیں۔ تو اسلام لا کر حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ خالد و عکرمہ کے حملہ کے وقت حضرت وہب رضی اللہ عنہ بڑی بہادری سے لڑے۔ مشرکین کا ایک دستہ آگے بڑھا۔ تو آپ نے تیروں سے ہٹا دیا۔ دوسرا آیا تو اسے تلوار سے بھگا دیا۔ تیسرا آیا تو تلوار سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کا بھتیجا بھی اسی طرح لڑ کر شہید ہوا۔ مشرکین نے حضرت وہب کو بری طرح سے مُثلہ کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اگرچہ زخموں سے نڈھال تھے مگر دونوں لاشوں پر کھڑے رہے۔ اور حضرت وہب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ فَاِنِّيْ عَنْكَ رَاضٍ ۔ اللہ تجھ سے راضی ہو میں تو تجھ سے راضی ہوں۔

حضرت وہب رضی اللہ عنہ کو لحد میں رکھا گیا۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ان کا سر ان ہی کی چادر سے

Marfat.com

چھپا دیا۔ مگر وہ چادر ان کی نصف ساق تک پہنچی۔ اس لیے حضور ﷺ کے ارشاد سے پاؤں پر حرمل ڈال دی گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش ہم خدا تعالیٰ سے مزنی کے حال میں ملیں [۱۳۰]۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام کا جنازہ اٹھایا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ایک رونے والی عورت کی آواز سنی اور دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا کہ مقتول کی بہن یا پھوپھی ہے۔ فرمایا کہ یہ کیوں روتی ہے یا فرمایا کہ نہ روئے۔ کیونکہ جنازہ اٹھنے تک فرشتے اسے اپنے بازوؤں سے سایہ کرتے رہتے ہیں۔ [۱۳۱] ترمذی (ابواب تفسیر القرآن) میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مجھ سے ملے۔ فرمایا کہ تو غمگین کیوں ہے؟ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا باپ احد کے دن شہید ہو گیا اور قرض وعیال چھوڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھے بشارت نہ دوں کہ خدا تیرے باپ سے کس طرح ملا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کبھی شہدائے احد میں سے کسی سے بے پردہ کلام نہیں کیا۔ مگر تیرے باپ سے روبرو کلام کیا۔ اور کہا مجھ سے مانگ کہ تجھے عطا کروں۔ تیرے باپ نے کہا: اے پروردگار۔ تو مجھے حیات دنیوی عطا کرتا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ رب عزوجل نے کہا کہ میری طرف سے وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ (مرکر) دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا [۱۳۲] (الآیہ) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام بھی ایک کملی میں دفن ہوئے تھے پاؤں حرمل سے چھپا دیئے گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جبیر تیراندازوں کے امیر تھے۔ جب ان کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے تو مشرکین نے ان پر حملہ کیا۔ وہ سب شہید ہو گئے۔ مگر اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ حضرت عبداللہ پہلے دشمنوں پر تیر پھینکتے رہے۔ جب تیر ختم ہو گئے۔ تو نیزہ سے کام لینے لگے۔ جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔ تو تلوار سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ کفار نے آپ کو بری طرح سے مُثلہ کر دیا تھا۔ آپ کے بھائی حضرت خوات بن جبیر نے کمانوں سے گڑھا کھود کر آپ کو دفن کر دیا [۱۳۳]۔

حضرت عمرو بن جموح لنگڑے تھے۔ ان سے کہا گیا۔ کہ آپ معذور ہیں۔ آپ پر جہاد فرض نہیں۔ مگر وہ مسلح ہو کر نکلے۔ اور کہنے لگے کہ مجھے امید ہے کہ میں اسی طرح بہشت میں ٹہلا کروں گا۔ پھر قبلہ رو ہو کر یوں دعا کی۔ ''خدایا مجھے شہادت نصیب کر اور اپنے اہل کی طرف محروم واپس نہ لا۔'' چنانچہ احد میں شہید ہو گئے۔ [۱۳۴]

Marfat.com

اثنائے جنگ میں ایک مسلمان کھڑا ہوا کھجوریں کھا رہا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں مارا گیا۔ تو کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا ''بہشت میں'' یہ سن کر اس نے کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا[۱۳۵]۔

شہدائے کرام کی تدفین کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ کو واپس آئے۔ راستے میں جو عورتیں اپنے اہل و اقارب کا حال دریافت کرتی تھیں۔ حضور بتاتے جاتے تھے۔ آپ بنو دینار کی ایک عورت کے برابر سے گزرے۔ جس کا شوہر اور بھائی اور باپ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ لوگوں نے اسے تینوں کی شہادت کی خبر دی۔ تو اس نے کچھ پروا نہ کی۔ اور پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بخیر ہیں۔ کہنے لگی کہ مجھے دکھا دو تاکہ میں آنکھوں سے دیکھ لوں۔ چنانچہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ اس نے جب حضور انور بابی ہو و اُمی کو دیکھا تو پکار اٹھی۔[۱۳۶]

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ — آپ کے ہوتے ہوئے ہر ایک مصیبت ہیچ ہے۔

جب آنحضرت ﷺ انصار کے محلہ بنی عبدالاشہل میں پہنچے۔ تو ان کی عورتوں کو دیکھا۔ کہ اپنے مقتولین پر رو رہی ہیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور زبان مبارک سے نکلا۔

اَمَّا حَمْزَةَ فَلا بَوَاكِيَ لَهُ — لیکن حمزہ کیلئے کوئی رونے والیاں نہیں

یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ ان عورتوں کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے در دولت پر جا کر ماتم کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم بھی شامل گریہ ہو گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سو گئے اور ہم رو رہی تھیں آپ نے جاگ کر نماز عشاء پڑھی اور سو گئے۔ پھر جو آنکھ کھلی اور رونے کی آواز سنی تو فرمایا۔ کیا تم اب تک رو رہی ہو۔ یہ فرما کر آپ نے رونے والیوں کو رخصت کیا۔ اور ان کے لیے اور ان کے ازواج و اولاد کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے نوحہ سے منع فرمایا[۱۳۷]۔

اس واقعہ سے آٹھ برس کے بعد ایک روز آنحضرت ﷺ اس طرف کو نکلے۔ اور شہدائے اُحد پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے منبر منیف پر رونق افروز ہو کر یہ خطبہ دیا[۱۳۸]۔

Marfat.com

اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا

بیشک میں تمہارے واسطے فرط [۳۹] (پیشرو) ہوں، اللہ کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں، خدا کی قسم مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے۔ لیکن یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں پھنس جاؤ۔

ہجرت کا چوتھا سال

غزوۂ بنی نضیر

یہ غزوہ ماہ ربیع الاوّل میں ہوا۔ جس کی وجہ نقض عہد سابق تھی۔ بنو عامر کے دو شخص جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد تھا مدینہ منورہ سے اپنے اہل کی طرف نکلے۔ راستے میں عمرو بن امیہ ضمری ان سے ملا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں ہیں۔ اس نے دونوں کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطالبہ دیت کے لیے بنو نضیر سے مدد مانگی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ تشریف رکھیے۔ ہم باہم مشورہ کرتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ وغیرہم کے ساتھ ان کی ایک دیوار تلے بیٹھ گئے۔ یہود نے بجائے مدد دینے کے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ بے خبری میں دیوار پر سے آپ پر چکی کا پاٹ پھینک دیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی۔ آپ فوراً وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور جنگ کے لیے تیار ہو کر ان پر حملہ آور ہوئے۔ بنو قریظہ بھی برسر پیکار تھے آخر کار آپ نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا۔ بدیں شرط کہ ان کو اجازت دی کہ جو مال وہ اونٹوں پر لے جا سکیں لے جائیں۔ چنانچہ وہ اپنے اموال لے کر خیبر میں اور بعضے اذرعات واقع شام میں چلے گئے۔ مگر بنو قریظہ پر آپ نے احسان کیا کہ ان کو امن دے [۴۰] دیا۔ جمادی الاولیٰ میں غزوۂ ذات الرقاع ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے قصد سے نجد کی طرف نکلے۔ مگر قتال وقوع میں نہ آیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس غزوہ کو غزوۂ خیبر کے بعد بتایا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ غزوہ دو دفعہ ہوا ہو۔ صلوٰۃ الخوف سب سے پہلے اسی غزوہ میں پڑھی گئی۔ اس میں غورث بن حارث کا قصہ پیش آیا۔

Marfat.com

ہجرت کا پانچواں سال

غزوۂ دومۃ الجندل

ماہ ربیع الاول میں غزوۂ دومۃ الجندل پیش آیا۔ مگر قتال وقوع میں نہ آیا۔ شعبان میں غزوۂ مریسیع یا غزوۂ بنی المصطلق ہوا۔ جس میں بنوالمصطلق مغلوب ہوئے۔ قصہ افک یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے جو تہمت لگائی تھی وہ اسی غزوہ سے واپسی پر پیش آیا۔

غزوۂ احزاب

ماہ ذی قعدہ میں غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق واقع ہوا۔ بنونضیر جلاوطن ہو کر خیبر میں آرہے تھے۔ انہوں نے مکہ میں جا کر قریش کو مسلمانوں سے لڑنے پر ابھارا۔ اور دیگر قبائل عرب (غطفان۔ بنوسلیم۔ بنومرہ۔ اشجع۔ بنواسد وغیرہ) بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ بنوقریظہ پہلے شامل نہ تھے۔ مگر حیی بن اخطب نے آخر کاران کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ غرض قریش و یہود و قبائل عرب بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے۔ چونکہ اس غزوہ میں تمام قبائل عرب و یہود شامل تھے۔ اس واسطے اس غزوہ کو غزوۂ احزاب (حزب بمعنی طائفہ) کہتے ہیں۔ کفار کی تیاری کی خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی نے عرض کیا۔ کہ کھلے میدان میں لڑنا مصلحت نہیں۔ مدینہ اور دشمن کے درمیان ایک خندق کھود کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستورات اور بچوں کو شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دیا۔ اور بذات شریف تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ شہر سے نکلے۔ اور سامی طرف میں سلع کی پہاڑی کو پس پشت رکھ کر خندق کھودی۔ اس واسطے اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ خندق کھودنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بغرض ترغیب شامل تھے۔ کفار نے ایک ماہ محاصرہ قائم رکھا۔ وہ خندق کو عبور نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے دور سے تیر اور پتھر برساتے تھے۔ ایک روز قریش کے کچھ سوار عمرو بن عبدود وغیرہ ایک جگہ سے جہاں سے اتفاقاً عرض کم رہ گیا تھا۔ خندق کو عبور کر گئے۔ عمرو مذکور نے مبارز طلب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور تلوار سے اس کا فیصلہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر باقی ہمراہی بھاگ گئے۔ آخر کار قریظہ و قریش میں پھوٹ پڑ گئی ؎۔ اور باوجود سردی کے موسم کے ایک رات بادصرصر کا ایسا طوفان آیا کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور گھوڑے چھوٹ گئے۔ کھانے کے دیگچے چولہوں پر الٹ الٹ جاتے تھے۔ امتداد محاصرہ کے سبب سے سامان رسد بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے قریش و دیگر قبائل محاصرہ

Marfat.com

اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔اور بنو قریظہ اپنے قلعوں میں چلے آئے اس غزوہ میں شدت قتال کے وقت عصر و مغرب اور بقول بعض ظہر بھی قضا ہو گئی تھی۔شہداء کی تعداد چھ تھی۔جن میں اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ان کی رگ اکحل تیر لگنے سے کٹ گئی۔مسجد میں رفیدہ انصاریہ کا خیمہ تھا جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد کو علاج کے لئے اسی خیمہ میں بھیج دیا۔مگر وہ اس زخم سے جانبر نہ ہوئے۔اور ایک ماہ کے بعد انتقال فرما گئے۔اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد معجزے ظہور میں آئے۔

غزوۂ بنی قریظہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے واپس تشریف لائے۔تو نماز ظہر کے بعد بنو قریظہ سے جنگ کا حکم آیا۔بنو قریظہ نقضِ عہد کر کے احزاب کے ساتھ مل گئے تھے۔اس لئے حضور انور تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔اور پچیس دن ان کو محاصرہ میں رکھا۔آخر کار انہوں نے حضرت سعد بن معاذ کو حکم منظور کر لیا۔حضرت سعد نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کئے جائیں۔عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے جائیں اور ان کا مال و اسباب غنیمت سمجھا جائے۔اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

قَضَیْتُ بِحُکْمِ اللہِ — تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(استثناء۔باب ۲۰۔آیت ۱۰)

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔مردوں کی تعداد چھ سو سات سو تھی۔اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوا۔جن کا قصہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

ہجرت کا چھٹا سال

بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ

ماہ جمادی الاولیٰ میں غزوۂ بنی لحیان پیش آیا۔مگر مقابلہ نہ ہوا۔ماہِ ذیقعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار چار سو صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے عمرہ کے ارادہ سے نکلے۔حضرت اُمِ سلمہ ساتھ تھیں۔جب آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے جو اہلِ مدینہ کا میقات ہے۔آپ نے عمرہ کا احرام باندھا اور قربانیوں کو تقلید و اشعار کیا۔یہاں سے آپ نے حضرت بسر بن سفیان کو قریش کی طرف بطور جاسوس بھیجا۔جب آپ عسفان کے قریب غدیر اسطاط میں پہنچے تو آپ کا جاسوس خبر لایا کہ قریش حلفاء سمیت مکہ سے باہر مقام بلدح میں جمع ہیں۔اور آمادہ ہیں کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں۔یہ

Marfat.com

سن کر آپ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ کہ حلفاء کے اہل وعیال کو گرفتار کیا جائے تا کہ اگر وہ ان کی مدد کو آئیں تو ہمیں تنہا قریش سے مقابلہ کرنا پڑے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔'' یا رسول اللہ! آپ بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں۔ آپ کا ارادہ کسی سے لڑائی کا نہیں۔ آپ بیت اللہ کا رخ کریں۔ جو ہمیں اس سے روکے گا ہم اس سے لڑیں گے۔'' آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب آپ حدیبیہ کے قریب ثنیۃ المرا میں پہنچے جہاں سے اتر کر قریش کے پاس پہنچ جاتے۔ تو آپ کی ناقہ قصواء بیٹھ گئی۔ ہر چند اٹھانے کی کوشش کی گئی مگر نہ اٹھی۔ آپ نے فرمایا۔ ''قصواء نہیں رکی اور نہ رکنا اس کی عادت ہے۔ بلکہ خدائے حابس[۱۴۳] الفیل نے اسے روک لیا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قریش مجھ سے کسی ایسی حاجت کا سوال نہ کرینگے جس سے وہ حرمات اللہ کی تعظیم کریں۔ مگر میں وہ انہیں عطا کر دوں گا۔'' اس کے بعد آپ نے قصواء کو جھڑک دی اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور آپ مڑ کر حدیبیہ[۱۴۴] کی پرلی طرف ایک کنوئیں پر اترے۔ جس میں پانی کم تھا۔ موسم گرما تھا۔ پانی جلدی ختم ہوگیا۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں پیاس کی شکایت آئی۔ آپ نے پانی کی ایک کلی کنوئیں میں ڈال دی جس سے پانی بکثرت ہوگیا۔ اور چھاگل میں اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ تو آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔ ان دونوں معجزوں کا ذکر اس کتاب میں آگے آئے گا۔

اسی اثناء میں بدیل[۱۴۵] بن ورقاء خزاعی اپنی قوم کے چند اشخاص کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا۔ کہ قبائل کعب بن لوی اور عامر بن لوی حدیبیہ کے آب کثیر پر اترے ہوئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ دودھیل اونٹنیاں اور عورتیں بچوں سمیت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ ''ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں۔ لڑائی نے قریش کو کمزور کر دیا ہے۔ اور نقصان پہنچایا ہے۔ اگر وہ چاہیں۔ تو ہم ایک مدت کے لیے ان سے جنگ کا التواء کر دیتے ہیں۔ باقی لوگوں سے ہم خود سمجھ لیں گے۔ اگر میں غالب آ جاؤں اور بصورت غلبہ وہ میری اطاعت میں آنا چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان سے ضرور لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں اکیلا رہ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی ضرور مدد کرے گا۔'' بدیل نے عرض کیا کہ میں آپ کا یہ ارشاد ان تک پہنچا دوں گا۔ چنانچہ وہ قریش میں آکر کہنے لگا۔ کہ میں اس مرد (رسول اللہ) کا قول سن آیا ہوں۔ اگر چاہو تو گزارش کر دوں۔ ان میں سے ایک نادان بولا کہ ہم اس کی کسی بات کے سننے کے

Marfat.com

لیے تیار نہیں۔ ایک صاحب الرائے نے کہا کہ بیان کیجئے۔ جو اس سے سن آئے ہو۔ اس پر بدیل نے بیان کر دیا۔ عروہ بن مسعود نے اٹھ کر کہا کہ اس نے ایک نیک امر پیش کیا ہے۔ وہ قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس جانے دو۔ چنانچہ عروہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور بدیل کی طرح کلام کیا۔ اور وہی جواب پایا۔ عروہ نے یہ الفاظ (میں ان سے ضرور لڑتا رہوں گا) سن کر عرض کیا۔ ''اے محمد ﷺ! بتائیے اگر آپ نے اپنی قوم کو بالکل ہلاک کر دیا۔ کیا آپ نے عرب میں کسی کی بابت سنا ہے کہ اس نے آپ سے پہلے اپنے اہل کو ہلاک کر دیا ہو۔ اور اگر قریش غالب آ گئے۔ تو آپ ان سے امن میں نہ رہیں گے۔ کیونکہ اللہ کی قسم میں سردار (مکہ) ہوں۔ اور اخلاط کو دیکھتا ہوں۔ جو اس لائق ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا۔ ''امصص[۱۴۶] بظر الات۔ کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔'' اس پر عروہ بولا: کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا ابوبکر۔ پس وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یوں مخاطب ہوا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھ پر تیرا احسان[۱۴۷] نہ ہوتا جس کا بدلہ میں نے نہیں دیا۔ تو میں تجھے جواب دیتا۔'' پھر عروہ آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ آپ سے کلام کرتا۔ تو (حسب عادت عرب) آپ کی ریش مبارک کو چھوتا۔ اس وقت مغیرہ بن شعبہ خود سر پر تلوار ہاتھ میں لیے آپ کے سر مبارک پر کھڑے تھے۔ جب عروہ اپنے ہاتھ ریش مبارک کی طرف بڑھاتا۔ تو مغیرہ بغرض تعظیم نیام شمشیر اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ ریش مبارک سے ہاتھ ہٹاؤ۔ عروہ نے آنکھ اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ (تیرا بھتیجا) مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے یہ سن کر کہا۔ او بے وفا! کیا میں تیری دیت[۱۴۸] میں کوشش نہ کرتا تھا؟ پھر عروہ اصحاب نبی ﷺ کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے واپس جا کر اپنی قوم سے صحابۂ کرام کے اوصاف بیان کئے اور کہا کہ ایک نیک امر جو پیش کیا جا رہا ہے اسے قبول کر لو۔ پھر حلیس بن علقمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے بھی واپس جا کر کہا کہ میری رائے ہے کہ مسلمانوں کو بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔ حلیس کے بعد مکرز آیا۔ وہ حضور اقدس ﷺ سے کلام کر ہی رہا تھا کہ خطیب قریش سہیل بن عمرو قریشی عامری حاضر ہوا۔ آپ نے بطریق تفاؤل فرمایا کہ اب تمہارا کام کچھ سہل ہو گیا۔ گفتگوئے صلح کے بعد قرار پایا کہ دس سال تک لڑائی بند رہے۔ سہیل نے عرض کیا کہ معاہدہ تحریر میں آ جائے۔ پس نبی ﷺ نے کاتب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔

رسول اللہ (ﷺ) ۔ (علی رضی اللہ عنہ سے) لکھ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

Marfat.com

سہیل۔''اَلرَّحمٰن''میں نہیں جانتا کیا ہے۔بلکہ لکھ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ جیسا کہ تو پہلے لکھا کرتا تھا۔

صحابۂ حاضرین۔اللہ کی قسم! بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے سوا اور نہ لکھ۔

رسول اللہ (ﷺ)۔لکھ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ [۱۳۹] (بعد تعمیل) لکھ هٰذَا مَا قَاضِیْ عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔

سہیل۔(بعد کتابت) اللہ کی قسم! اگر ہم جانتے کہ تو اللہ کا رسول ہے۔تو تجھے بیت اللہ سے منع نہ کرتے اور نہ تجھ سے لڑائی کرتے (علی رضی اللہ عنہ سے) بلکہ لکھ محمد ﷺ بن عبداللہ۔اور لفظ رسول اللہ کو مٹا دے۔

رسول اللہ (ﷺ)۔(سہیل سے) اللہ کی قسم! میں بیشک اللہ کا رسول ہوں۔اگر تم میری تکذیب کر رہے ہو (تو اس سے میری رسالت میں فرق نہیں آتا) (علی رضی اللہ عنہ سے) اسے مٹا دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ۔میں اسے نہیں مٹاؤں گا۔

رسول اللہ (ﷺ)۔مجھے اس لفظ کی جگہ بتاؤ۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بتا دیتے ہیں اور حضور لفظ رسول اللہ کو مٹا کر علی رضی اللہ عنہ سے اس کی جگہ محمد ﷺ بن عبداللہ لکھواتے ہیں) آگے لکھ۔شرط یہ ہے کہ قریش ہمارے واسطے بیت اللہ کا راستہ چھوڑ دیں گے اور ہم اس کا طواف کریں گے۔

سہیل۔اللہ کی قسم! ہم نہ چھوڑیں گے۔عرب یہ کہیں گے کہ دباؤ ڈال کر ہمیں اس پر راضی کیا گیا ہے۔ہاں آئندہ سال ایسا ہو جائے گا (چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا) دیگر شرط [۱۵۰] یہ ہے کہ ہم میں سے جو کوئی آپ کے پاس آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو آپ اسے ہماری طرف واپس کر دیں گے۔

صحابہ حاضرین (متعجب ہو کر) سبحان اللہ! جو مسلمان ہو کر آئے۔وہ مشرکین کی طرف کس طرح واپس کیا جائے گا؟

(اسی اثناء میں سہیل کا بیٹا ابو جندل پابہ زنجیر اسفلِ مکہ سے (قید خانہ میں سے) نکل کر یہاں آ پاجاتا ہے اور اپنے تئیں مسلمانوں کے حوالہ کرتا ہے)

سہیل۔یا محمد! پہلے میں اسی پر آپ سے محاکمہ کرتا ہوں کہ آپ اسے میرے حوالہ کر دیں۔

رسول اللہ ﷺ۔ہم ابھی صلحنامہ کی کتابت سے فارغ نہیں ہوئے۔

Marfat.com

سہیل۔ اللہ کی قسم! تب میں بھی آپ سے کبھی کسی بات پر مصالحت نہ کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ۔ اسے میرے پاس رہنے دو۔

سہیل۔ میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔

رسول اللہ ﷺ۔ ہاں اجازت دے دو۔

سہیل۔ میں ایسا نہیں کرنے کا۔

مکرز (سہیل سے) ہم نے تیرے واسطے اجازت دے دی۔

ابو جندل۔ اے معشر مسلمین! میں مسلمان ہو کر مشرکین کے حوالہ کیا جا رہا ہوں۔ کیا تم میری تکلیف نہیں دیکھتے ہو؟

رسول اللہ (ﷺ) ابو جندل! صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ ہم عہد نہیں توڑتے۔ اللہ تیرے واسطے خلاصی کی کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

(یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھ کر ابو جندل کے ساتھ ہو لیے اور کہہ رہے تھے وہ تو مشرکین ہیں۔ کسی مشرک کو قتل کرنا ایسا ہے جیسا کسی کتے کو قتل کر ڈالا)

ابن سعد اور بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حدیبیہ میں پہنچے۔ تو آپ نے قریش کو اپنے ارادے سے مطلع کرنے کے لیے حضرت فراش بن امیہ خزاعی کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے ان کی طرف بھیجا۔ عکرمہ بن ابو جہل نے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اور فراش کو قتل کرنے لگے۔ مگر احابیش اور احلاف نے روک دیا۔ فراش نے خدمت اقدس میں واپس آ کر یہ ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر اشراف قریش کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا کہ مکہ میں کمزور مسلمانوں کو عنقریب فتح کی بشارت دینا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش کو مقام بلدح میں دیکھا کہ مسلمانوں کو مکہ سے روکنے پر متفق ہیں۔ ابان میں سعید اموی نے جواب تک ایمان نہ لائے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پناہ دی اور اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر کے مکہ میں لے آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اشراف قریش کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ اور نامۂ مبارک پڑھ کر ایک ایک کو سنایا۔ مگر وہ روبراہ نہ ہوئے۔ جب صلح نامہ مکمل ہو گیا۔ اور وہ اس کے نفاذ کے منتظر تھے۔ تو فریقین کے ایک شخص نے دوسرے فریق کے ایک شخص پر پتھر یا تیر مارا۔ اس سے لڑائی چھڑ گئی۔ اس لیے فریقین نے فریق مخالف کے آدمیوں کو بطور یرغمال اپنے پاس روک لیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو کو اور مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو (مع دس اور کے) زیر حراست دیکھا۔ اس

Marfat.com

اثناء میں یہ غلط خبر اڑی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں قتل کر دیئے گئے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ببول کے درخت کے نیچے مسلمانوں سے موت پر بیعت لی جس کا ذکر کتاب اللہ میں ہے۔ اس کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ مکہ میں تھے۔ اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر ان کو بیعت کے شرف میں شامل کیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں دوسری جگہ بالتفصیل مذکور ہے۔ جب قریش کو اس بیعت کی خبر پہنچی۔ تو وہ ڈر گئے اور معذرت کر کے صلح کر لی۔ اور طرفین کے اصحاب چھوڑ دیئے گئے۔

جب صلح سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اٹھو قربانیاں دو۔ اور سر منڈاؤ آپ نے تین بار ایسا فرمایا مگر کوئی نہ اٹھا۔ آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ تذکرہ کیا۔ تو ان کی تدبیر سے یہ مشکل حل ہوگئی۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ میں واپس تشریف لائے تو ابو جندل کی طرح ابو بصیر ثقفی حلیف بنی زہرہ مکہ سے بھاگ کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ قریش نے دو شخص اس کے تعاقب میں بھیجے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسب معاہدہ بصیر کو ان دونوں کے حوالہ کر دیا۔ جب وہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو ابو بصیر نے ان میں سے ایک سے دیکھنے کے بہانہ سے تلوار لی۔ اور اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرا بھاگ کر خدمت اقدس میں آیا۔ ابو بصیر بھی اس کے پیچھے آ پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کا وعدہ پورا ہو چکا۔ آپ نے فرمایا۔ پورا نہیں ہوا۔ تو جہاں چاہتا ہے چلا جا۔ اس لیے ابو بصیر ساحل بحر پر چلا گیا۔ ابو جندل بھی بھاگ کر ذومرہ کے قریب ابو بصیر سے آ ملا۔ اور رفتہ رفتہ ایک جماعت ان کے ساتھ ہوگئی۔ ابو جندل نے قریش کا شامی راستہ روک لیا۔ قریش تنگ آ کر حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طالب رحم ہوئے۔ اور واپسی کی شرط بھی اڑا دی۔ پس حضور انور نے ابو بصیر و ابو جندل کے نام ایک نامہ بھیجا۔ ابو بصیر اس وقت قریب الموت تھا۔ وہ نامہ مبارک اس کے ہاتھ ہی میں تھا کہ انتقال کر گیا۔ اور ابو جندل ساتھیوں سمیت مدینہ میں حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔ اور مدینہ ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ملک شام میں شہید[1] ہو گیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ۔

Marfat.com

ہجرت کا ساتواں سال

والیانِ ملک کو دعوتِ اسلام

جب رسول اللہ ﷺ (ذی الحجہ ٦ ھ میں) حدیبیہ سے واپس تشریف لائے۔ تو آپ نے شروع ٧ھ میں والیان ملک کو دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے جن کا ذکر کسی قدر تفصیل سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

١- جو نامہ مبارک قیصر روم کے نام لکھا گیا اس کے الفاظ یہ تھے:-

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

من محمد عبداللہ ورسولہ الٰی ھرقل عظیم الروم سلام علٰی من اتبع الھدٰی اما بعد فانی ادعوك بدعایة الاسلام اسلم تسلم یؤتك اللہ اجرك مرتین فان تولیت فان علیك اثم الاریسین ویاھل الکتٰب تعالوا الٰی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرك بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

محمد رسول اللہ

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور رسول محمد کی طرف سے ہرقل امیر روم کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اما بعد میں تجھ کو دعوت اسلام کی طرف بلاتا ہوں تو اسلام لا۔ سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوہرا ثواب دیگا۔ اگر تو نے روگردانی کی تو تیری رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اور اے اہلِ کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پوجا نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو خدا نہ بنائے۔ اگر وہ نہیں مانتے تو کہہ دو۔ تم گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں۔

محمد رسول اللہ

رومیوں اور ایرانیوں میں دیر سے لڑائی چلی آتی تھی۔ ایرانیوں نے ملک شام فتح کر لیا تھا۔ ہرقل کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ اسے اپنے پایۂ تخت قسطنطنیہ پر ایرانی حملہ کا اندیشہ ہوگیا تھا۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں خبر دی کہ رومی جو شام میں مغلوب ہوگئے ہیں چند سال میں وہ ایرانیوں پر غالب آئیں گے۔ یہ پیشین گوئی صلح حدیبیہ سے نو سال پیشتر ہوئی تھی اور حرف بحرف

Marfat.com

پوری ہوئی۔ چنانچہ حدیبیہ کے دن مسلمانوں کو رومیوں کی فتح کی خبر پہنچی۔ ہرقل اس فتح کے شکرانہ کے لیے حمص سے بیت المقدس میں پیادہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نامہ مبارک حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ حضرت دحیہ نے وہ خط ہرقل کے گورنر شام حارث غسانی کو بصرے میں دے دیا۔ اس نے قیصر کے پاس بیت المقدس میں بھیج دیا۔ قیصر نے حکم دیا کہ اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ملے۔ تو لاؤ۔ اتفاق یہ کہ ابوسفیان جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے تاجران قریش کے ساتھ غزہ [۱۵۲] میں آئے ہوئے تھے۔ قیصر کا قاصد ان سب کو بیت المقدس میں لے گیا۔ ابوسفیان [۱۵۳] کا بیان ہے۔ کہ جب ہم کو قیصر کے پاس لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تاج پہنے ہوئے دربار میں تخت پر بیٹھا ہے۔ اور اس کے گردا گرد امرائے روم ہیں۔ اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان (قریشیوں) سے پوچھو۔ کہ تم میں بلحاظ نسب اس مدعی نبوت سے کون اقرب ہے؟ (قول ابوسفیان) میں نے کہا کہ میں اقرب ہوں۔ قیصر نے رشتہ دریافت کیا۔ میں نے کہا: وہ میرا چچیرا بھائی ہے۔ قافلہ میں اس وقت عبد مناف کی اولاد میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ قیصر کے حکم سے مجھے نزدیک بلایا گیا اور میرے ساتھیوں کو میری پیٹھ پیچھے بٹھایا گیا۔ پھر قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ میں اس (ابوسفیان) سے اس مدعی نبوت کا حال دریافت کرتا ہوں۔ اگر یہ جھوٹ بولے۔ تو کہہ دینا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ ابوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی میرا جھوٹ اوروں سے نقل کیا کریں گے تو میں اس کا حال بیان کرنے میں جھوٹ بولتا۔ مگر اس ڈر سے میں سچ ہی بولا: اس کے بعد قیصر و ابوسفیان میں بذریعہ ترجمان یہ گفتگو ہوئی:۔

قیصر۔ اس مدعی نبوت کا نسب تم میں کیسا ہے؟

ابوسفیان۔ وہ شریف النسب ہے۔

قیصر۔ کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کیا اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ اس کے پیرو اکابر ہیں یا کمزور لوگ؟

ابوسفیان۔ کمزور لوگ ہیں۔

Marfat.com

قیصر-اس کے پیروز یادہ ہور ہے ہیں یا کم ہوتے جارہے ہیں؟

ابوسفیان-زیادہ ہور ہے ہیں۔

قیصر-کیااس کے پیرووں میں سے کوئی اس کے دین سے ناخوش ہوکراس دین سے پھر بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان-نہیں۔

قیصر-کیادعوائے نبوت سے پہلے تمہیں اس پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے؟

ابوسفیان-نہیں۔

قیصر-کیاوہ عہد شکنی کرتا ہے؟

ابوسفیان-نہیں۔لیکن اب جو ہمارااس کے ساتھ معاہدہ صلح ہے۔دیکھئے اس میں کیا کرتا ہے۔

قیصر-کیاتم نے کبھی اس سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان-ہاں۔

قیصر-جنگ کا نتیجہ کیارہا؟

ابوسفیان-کبھی ہم غالب رہے اور کبھی وہ۔

قیصر-وہ تمہیں کیاتعلیم دیتا ہے؟

ابوسفیان-کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔خدا کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہراؤ۔تمہارے آباؤ اجداد جو کچھ کہتے ہیں وہ چھوڑ دو۔نماز پڑھو۔سچ بولو۔پاک دامن رہو۔صلہ رحم کرو۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے ترجمان کی وساطت سے ابوسفیان سے کہا کہ تم نے اس کوشریف النسب بتایا۔پیغمبراپنی قوم کے اشراف میں سے مبعوث ہوا کرتے ہیں۔تم نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے اس سے پہلے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔اگرایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اس نے اپنے سے پہلے کے قول کا اقتداء کیا ہے۔تم نے کہا: کہ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔اگرایسا ہوتا تو میں خیال کرتا کہ وہ اپنے آبائی ملک کا طالب ہے۔تم نے کہا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے وہ کبھی متہم بالکذب نہیں ہوا۔اس سے میں نے پہچان لیا کہ ایسانہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پرتو جھوٹ نہ باندھے۔ اور خدا پر جھوٹ باندھے۔تم نے بتایا کہ کمزور لوگ اس کے پیرو ہیں۔پیغمبروں کے پیرو (غالباً) کمزور لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔تم نے ذکر کیا کہ اس کے پیروزیادہ ہورہے ہیں۔دین وایمان کا یہی حال ہوتا ہے۔یہاں تک کہ وہ تمام وکامل ہو جاتا ہے۔تم نے بتایا کہ اس کے پیرووں میں سے کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ایمان کا یہی حال ہے کہ جب اس کی بشاشت ولذت دل میں سرایت کر جاتی ہے۔

Marfat.com

تو وہ دل سے نہیں نکلتا۔ تم نے کہا کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتا۔ پیغمبر عہد نہیں توڑا کرتے۔ تم نے بیان کیا کہ جنگ میں کبھی ہم غالب رہتے ہیں۔ اور کبھی وہ۔ پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اعدائے دین کے سبب ان کو ابتلاء ہوا کرتا ہے مگر آخر کار فتح پیغمبروں ہی کو ہوتی ہے۔ تم نے اس کی تعلیمات بیان کیں۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو میرے قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ وہ آنے والا ہے۔ مگر مجھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ اس تک پہنچ جاؤں گا۔ تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی تکلیف گوارا کرتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک پڑھا گیا۔ اسے سن کر امرائے روم نے بڑا شور و شغب برپا کیا۔ ابوسفیان اور اس کے ہمراہی رخصت کر دیئے گئے۔

قیصر حمص [۱۵۴] میں چلا آیا۔ اور امرائے روم کو قصر شاہی میں جمع کر کے حکم دیا کہ دروازے بند کر دیئے جائیں۔ پھر یوں خطاب کیا۔ ''اے گروہ روم! اگر تم فلاح و رشد کے طالب ہو۔ اور چاہتے ہو۔ کہ تمہارا ملک برقرار رہے تو اس نبی پر ایمان لاؤ۔ یہ سن کر وہ خران وحشی کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے۔ مگر ان کو بند پایا۔ جب ہرقل نے ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا۔ تو کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ اور ان سے یوں خطاب کیا کہ میں تمہیں آزماتا تھا۔ کہ تم اپنے دین میں کیسے مستحکم ہو۔ سو میں نے تم کو مستحکم پایا۔ یہ سن کر انہوں نے قیصر کو سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے۔

۲۔ خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں شاہ ایران کو یوں [۱۵۵] لکھا گیا:۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
من محمد رسول الله الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علیٰ من اتبع الهدیٰ و امن بالله و رسوله و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له و ان محمدا عبده و رسوله ادعوك بدعایة الله عزوجل فانی رسول الله الی الناس کلهم لینذر من کان حیًا و یحق القول علی الکافرین اسلم	اللہ کے رسول محمد کی طرف سے کسریٰ امیر فارس کے نام سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دی کہ کوئی معبود برحق نہیں۔ مگر خدا ایک جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ میں تجھے دعوت خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف خدا کا رسول ہوں تاکہ ڈرا دے اس کو جو زندہ ہو

Marfat.com

تسلم فان تولیت فعلیك اثم المجوس ۔ | اور ثابت ہو جائے کلمہ عذاب کافروں پر تو اسلام لا سلامت رہے گا۔ پس اگر تو نے نہ مانا۔ تو مجوسیوں کا گناہ تجھ پر ہے۔ (محمد رسول اللہ)

محمد رسول اللہ

علاقہ بحرین کسریٰ کے زیر فرمان تھا۔ وہاں اس کی طرف سے منذر بن ساوی عبدی تمیمی نائب السلطنت تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نامہ مبارک حضرت عبداللہ بن حذافہ قرشی سہمی کو دے کر حکم[۱۵۶] دیا کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جاؤ۔ حاکم موصوف نے وہ نامہ خسرو پرویز کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ پڑھا گیا۔ تو پرویز نے اسے پھاڑ ڈالا۔ جب آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے پرویز اور اس کے معاونین پر بددعا فرمائی۔ کہ ''وہ ہر طرح پارہ پارہ کیے جائیں۔'' چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ان کی سلطنت جاتی رہی۔ دولت واقبال نے منہ پھیر لیا۔ اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اس بربادی کی کیفیت یوں[۱۵۷] ہے۔ کہ پرویز نے نامۂ مبارک کو چاک کرنے کے بعد اپنے گورنر یمن باذان کو لکھا کہ اپنے دو دلیر آدمیوں کو حجاز میں بھیجو۔ تاکہ اس مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ باذان نے اپنے قہرمان بابویہ اور ایک شخص خرخسرہ نام کو اس غرض کے لیے مدینہ میں بھیجا۔ اور بابویہ سے کہہ دیا کہ اس مدعی نبوت سے کلام کرنا اور اس کے حال سے اطلاع دینا۔ یہ دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ بابویہ نے حقیقت حال عرض کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل میرے پاس آؤ۔ جب وہ دوسرے دن حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ فلاں مہینے کی فلاں رات کو خدا نے کسریٰ کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا۔ وہ بولے۔ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ کیا ہم اپنے بادشاہ (باذان) کو یہ اطلاع کر دیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہاں میری طرف سے اسے یہ خبر دے دو اور کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت کسریٰ کے ملک کی انتہا تک پہنچ جائے گی۔ اور (باذان سے) یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم اسلام لاؤ۔ تو تمہارا ملک تم ہی کو دیا جائے گا۔ دونوں نے واپس آ کر باذان سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس پر کچھ عرصہ نہ گزرا تھا۔ کہ شیرویہ کا خط باذان کے نام آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے باپ پرویز کو قتل کر ڈالا۔ کیونکہ وہ اشراف فارس کا قتل جائز سمجھتا تھا۔ اس لیے تم لوگوں سے میری اطاعت کا عہد لو۔ اور اس مدعی نبوت کو جس کے بارے میں کسریٰ نے تم کو کچھ لکھا تھا برا بھلا مت کہو۔ یہ دیکھ کر باذان مسلمان ہو گیا۔ اور ایرانی جو یمن میں تھے سب ایمان لے آئے۔ اس کے چھ ماہ بعد شیرویہ بھی مر گیا۔ فارس کا آخری بادشاہ یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قتل ہوا۔

Marfat.com

۳- اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کو جو نامۂ مبارک [۵۸] لکھا گیا۔اس کے الفاظ یہ ہیں:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

من محمد رسول الله الى النجاشى ملك الحبشة سلم انت فانى احمد اليك الله الذى لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن واشهد ان عيسى ابن مريم روح الله و كلمة القاها الى مريم البتول والطيبة الحصينة حملت بعيسى فخلقه من روحه ونفخه كما خلق ادم بيده وانى ادعوك الى الله وحده لا شريك له والى موالات على طاعته وان تتبعنى وتؤمن بالذى جاء نى فانى رسول الله اليك و انى ادعوك وجنودك الى الله عزوجل وقدبلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتى . والسلام على من اتبع الهدىٰ ۔

محمد رسول الله

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔اللہ کے رسول محمد کی طرف سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام۔ تو سلامتی والا ہے۔ میں تیرے پاس خدا کا شکر کرتا ہوں۔جس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں۔ وہ بادشاہ ہے۔ پاک ذات سلامت سب عیب سے۔امان دینے والا۔نگہبان اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم روح اللہ ہیں اور اللہ کا کلمہ جسے اس نے القاء کیا مریم بتول طیبہ عفیفہ کی طرف۔ وہ بارور ہوئی عیسیٰ کے ساتھ پس خدا نے اسے پیدا کیا اپنی روح سے اور اس کے پھونکنے سے جیسا کہ پیدا کیا آدم کو اپنے ہاتھ سے۔اور میں تجھے بلاتا ہوں اللہ کی طرف جو وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کی اطاعت پر موالات کی طرف۔اور یہ کہ تو میری پیروی کرے اور ایمان لائے اس چیز پر جو مجھے ملی۔ کیونکہ میں تیری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور میں تجھ کو اور تیرے لشکروں کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پہنچا دیا اور نصیحت کر دی۔تم میری نصیحت کو قبول کرو۔والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔ محمد رسول اللہ

جب یہ نامۂ مبارک حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ اصحمہ نجاشی کو ملا۔تو اس نے اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور نامۂ مبارک کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ لیا۔اور یہ جواب لکھا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الى محمد الرسول الله

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اللہ کے رسول محمد کے نام کی طرف

Marfat.com

من النجاشی اصحمة سلام علیك یا رسول الله ورحمت الله وبركات الله الذی لا اله الا هو الذی هدانی للاسلام اما بعد فقد بغلنی كتابك یا رسول الله كما ذكرت من امر عیسیٰ فورب السماء والارض ان عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام لا یزید علیٰ ما ذكرت تفروقا انه كما ذكرت وقد عرفنامابعثت به علینا فاشهد انك رسول الله صادقا مصدقا وقد بایعتك وبایعت ابن عمك واسلمت علیٰ یدیه لله رب العلمین و قدبعثت الیك بابنی وان شئت اتینك بنفسی فعلت فانی اشهد ان ماتقوله حق والسلام علیك ورحمة الله وبركاته

محمد رسول الله

ہدایت کی۔ اما بعد یارسول اللہ مجھے آپ کا نامہ ملا۔ آپ نے جو حضرت عیسیٰ کا حال بیان کیا ہے۔ سو آسمان وزمین کے رب کی قسم کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے ذرہ بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وہ بے شک ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے پہچان لیا جو کچھ آپ نے ہماری طرف لکھ کر بھیجا ہے۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول صادق مصدق ہیں۔ اور میں نے آپ کی بیعت کی۔ اور آپ کے چچیرے بھائی کی بیعت کی۔ اور اس کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے اسلام لایا۔ اور میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے کو بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں خود حاضر ہو جاؤں تو تیار ہوں۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔ والسلام **علیك ورحمة الله وبركاته** ۔

محمد رسول الله

اصحمہ کو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ ایک اور نامہ بھیجا تھا۔ کہ ام حبیبہ (امیر معاویہ کی بہن) کو نکاح کا پیغام دو۔ اور مہاجرین میں سے جواب تک حبشہ میں ہیں ان کو یہاں پہنچا دو۔ ارشاد مبارک کی تعمیل کی گئی۔ حضرت ام حبیبہ نے حضرت خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ اور نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کا نکاح ام حبیبہ سے کر دیا۔ اور مہر جو چار سو دینار تھا وہ بھی خود ہی ادا کر دیا۔ ام حبیبہ کا پہلا خاوند عبید اللہ بن جحش اسدی تھا۔ دونوں ہجرت کر کے حبشہ میں چلے آئے تھے۔ مگر عبید اللہ نصرانی ہو کر مر گیا تھا۔ اس طرح ام حبیبہ بیوہ رہ گئی تھیں۔

نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ طیار اور حضرت ام حبیبہ اور دیگر مہاجرین حبشہ کو ایک جہاز میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا۔ اس کے بعد دوسرے جہاز میں اپنے بیٹے کو مصاحبوں کے ساتھ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خط دیکر بھیجا۔ جس میں اپنے ایمان لانے کا حال لکھا تھا۔ پہلا جہاز صحیح و سالم منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ خیبر میں تشریف رکھتے تھے۔ مگر دوسرا جہاز سمندر میں ڈوب گیا اور سوار سب ہلاک ہو گئے۔

اصحمہ نجاشی نے ۹ ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے جنازے کی نماز غائبانہ پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے نجاشی کو بھی جو اصحمہ کے بعد بادشاہ ہوا دعوت اسلام کا خط لکھا تھا۔ اس دوسرے نجاشی کے ایمان کا حال معلوم نہیں۔

۴۔ مقوقس والیٔ مصر ہرقل قیصر روم کا باجگذار تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ اس کو یہ نامۂ مبارک بھیجا گیا:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من محمد عبداللہ و رسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علٰی من اتبع الھدٰی اما بعد فانی ادعوك بدعایة الاسلام اسلم تسلم یؤتك اللہ اجرك مرتین فان تولیت فعلیك اثم القبط یاھل الکتب تعالو الٰی کلمة سواء ٍ بیننا وبینکم الانعبد الا اللہ ولا نشرك بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۔

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقش امیر قبط کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما بعد میں بلاتا ہوں تجھ کو دعوت اسلام کی طرف۔ تو اسلام لا سلامت رہے گا۔ دے گا تجھ کو اللہ ثواب دوہرا۔ اگر تو نے نہ مانا تو تجھ پر ہوگا گناہ قبطیوں کا۔ اے اہلِ کتاب! تم آ ؤ طرف ایسی بات کی جو یکساں ہے ہم میں اور تم میں کہ ہم عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی کو۔ اور نہ بنائے ہم سے کوئی دوسرے کو رب سوائے اللہ کے سو اگر وہ نہ مانیں تو کہو تم گواہ رہو کہ ہم ہیں ماننے والے۔

محمد رسول اللہ

حسن اتفاق سے اصل نامۂ مبارک ایک فرانسیسی سیاح کو اخمیم کے گرجا میں ایک راہب سے ملا۔ اس نے خرید کر سلطان عبدالمجید خاں مرحوم والیٔ سلطنت عثمانیہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ اور اب قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ اس کے دو فوٹو اس وقت ہمارے زیر نظر ہیں ہم نے اسے تبرکاً

Marfat.com

مطابق اصل لفظ بلفظ سطر وار نقل کیا ہے۔ اس کے اخیر میں رسول اللہ ﷺ کی مہر ثبت ہے جس کی اوپر کی سطر میں اللہ دوسری میں رسول اور تیسری میں محمد ہے۔ دیگر خطوط کے آخر میں بھی یہی مہر مبارک ثبت تھی۔ یہ نامۂ مبارک مقوقس کو سکندریہ میں ملا۔ اس نے ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ لیا اور اس پر اپنی مہر لگا دی۔ اور جواب میں عربی زبان میں یوں لکھوایا:۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان
لمحمد بن عبدالله عن المقوقس	نہایت رحم والا ہے۔ محمد بن عبداللہ کے نام
عظيم القبط سلام عليك اما بعد	مقوقس امیر قبط کی طرف سے سلام آپ پر۔ اما
فقد قرأت كتابك وفهمت ما	بعد میں نے آپ کا خط پڑھا۔ اور سمجھ گیا جو کچھ
ذكرت فيه وما تدعو اليه وقد	آپ نے اس میں ذکر کیا ہے۔ اور جس کی
علمت ان نبيًّا بقي وكنت اظن انه	طرف آپ بلاتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک
يخرج بالشام وقد اكرمت	نبی آنے والا ہے۔ میرا گمان تھا کہ وہ شام میں
رسولك وبعثت اليك بجاريتين	ظاہر ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت
لهما مكان في القبط عظيم	کی اور آپ کی طرف دو کنیزیں جن کی قبطیوں
وبكسوة واهديت اليك بغلة	میں بڑی عزت ہے اور کپڑے بھیجتا ہوں۔ اور
لتركبها والسلام عليك	آپ کی سواری کے کے لیے ایک خچر ہدیہ بھیجتا
محمد رسول الله	ہوں۔ والسلام علیک۔ محمد رسول اللہ

یہ دو کنیزیں ماریہ اور سیرین نام سگی بہنیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ تو ماریہ نے فوراً اور سیرین نے کچھ توقف کے بعد کلمۂ شہادت پڑھا۔ اس واسطے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں داخل کر لی گئیں۔ اور سیرین حسان بن ثابت شاعر کو عنایت ہوئی۔ خچر کا نام دلدل تھا۔ حضرت حاطب نے مقوقس کا حال جو ذکر کیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس خبیث کو ملک کی طمع نے اسلام سے محروم رکھا۔ حالانکہ اس کا ملک باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۔ ہوذہ بن علی الحنفی صاحب یمامہ کی طرف یوں لکھا گیا:۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم
من محمد رسول الله الىٰ هوذة بن	والا ہے۔ اللہ کے رسول محمد کی طرف سے ہوذہ
على سلام على من اتبع الهدىٰ	بن علی کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی

Marfat.com

واعلم ان دینی سیظهر الیٰ منتهی الخف و الحافر فاسلم تسلم اجعل لك ما تحت یدیك .	پیروی کی تجھے معلوم رہے کہ میرا دین عنقریب اس حد تک پہنچے گا۔ جہاں تک کہ اونٹ اور خچر جاتے ہیں۔تو اسلام لا سلامت رہے گا۔ میں تیرا ملک تجھ کو دے دوں گا۔
محمد رسول اللہ	محمد رسول اللہ

جب حضرت سلیط بن عمرو عامری یہ نامۂ مبارک ہوذہ کے پاس لے گئے تو ارکون دمشق جو امرائے نصاریٰ میں سے تھا اس وقت حاضر تھا۔ ہوذہ نے مضمون نامہ بیان کر کے اس سے آنحضرت ﷺ کی نسبت دریافت کیا۔ ارکون نے کہا: تم اس کی دعوت قبول کیوں نہیں کرتے۔ ہوذہ نے کہا: میں اپنی قوم کا بادشاہ ہوں۔ اگر میں اس کا پیرو بن گیا۔ تو ملک جاتا رہے گا۔ ارکون نے کہا: خدا کی قسم! اگر تو اس کا پیرو بن جائے۔ تو وہ ضرور تیرا ملک تجھ کو دے دیگا۔ تیری بہبودی اس کے اتباع میں ہے۔ وہ بیشک نبی عربی ہے۔ جس کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم نے دی ہے۔ اور یہ بشارت ہمارے پاس انجیل میں موجود ہے۔ بایں ہمہ ہوذہ ایمان نہ لایا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہوذہ ہلاک ہوگیا اور اس کا ملک جاتا رہا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ سے واپس تشریف لائے۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر خبر دی کہ ہوذہ مر گیا۔

۶ - قیصر روم کی طرف سے حارث بن ابی شمر غسانی حدود شام کا گورنر تھا۔ غوطہ دمشق اس کا پایۂ تخت تھا۔ اس کو یہ نامہ مبارک بھیجا گیا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
من محمد رسول اللہ الی الحارث بن ابی شمر . سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ و امن به وصدق فانی ادعوك الیٰ ان تؤمن باللہ وحدہ لا شریك له یبقیٰ ملکك .	اللہ کے رسول محمد کی طرف سے۔ حارث بن ابی شمر کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اور اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ میں تجھے اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تو اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے۔ تیری حکومت قائم رہے گی۔
محمد رسول اللہ	محمد رسول اللہ

حضرت شجاع بن وہب یہ نامہ مبارک لے کر روانہ ہوئے۔ جب یہ دمشق پہنچے تو دیکھا۔ کہ قیصر روم جو حمص سے بیت المقدس کو ایرانیوں پر فتح کے شکرانہ کے لیے آ رہا تھا اس کے استقبال کے

Marfat.com

لیے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے حارث کے دروازے پر دو تین دن قیام کیا۔ میں نے اس کے رومی دربان سے کہا کہ میں حارث کی طرف رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔ اس نے کہا کہ فلاں روز باریابی ہوگی۔ وہ دربان جس کا نام مری تھا مجھ سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت کا حال پوچھتا رہتا تھا۔ میں بیان کرتا تو اس پر رقت طاری ہو جاتی۔ یہاں تک کہ رو پڑتا اور کہتا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے بعینہٖ اسی نبی کی صفت اس میں مذکور ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ وہ زمین عرب میں ظاہر ہوا ہے۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ اور اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ حارث مجھے قتل کر دے گا۔ آخر کار حارث ایک روز دربار میں تاج پہن کر تخت پر بیٹھا۔ میں باریاب ہوا۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پیش کیا۔ اس نے پڑھ کر پھینک دیا۔ کہنے لگا۔ مجھ سے میرا ملک کون چھین سکتا ہے؟ وہ خواہ یمن میں ہو میں اس کے پاس جاتا ہوں۔ اور حکم دیا کہ فوج تیار ہو جائے اور گھوڑوں کی نعلبندی کی جائے۔ پھر مجھ سے کہا۔ تم جو کچھ دیکھ رہے ہو اس کو بتا دینا۔ حارث نے میری آمد کا حال قیصر کو لکھا۔ وہ عرضداشت قیصر کو بیت المقدس میں ملی۔ دحیہ کلبی ابھی وہاں تھے۔ جب قیصر نے حارث کا خط پڑھا۔ تو اسے لکھا کہ اس مدعی نبوت کے پاس مت جاؤ۔ اس سے دور رہو۔ اور مجھ سے بیت المقدس میں ملو۔ یہ جواب میرے ایام قیام میں آ گیا۔ حارث نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ کب جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ کل۔ یہ سن کر اس نے حکم دیا کہ مجھے سو مثقال سونا دے دیا جائے۔ حضرت مری نے نفقہ و لباس سے میری مدد کی اور کہا۔ کہ رسول اللہ ﷺ سے بعد سلام عرض کر دینا کہ میں آپ کے دین کا پیرو ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حارث کا حال عرض کیا۔ تو فرمایا کہ اس کا ملک جاتا رہا۔ اور حضرت مری کا حال عرض کیا۔ تو فرمایا کہ وہ سچا ہے۔

۷۔ ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علا بن الحضرمی کے ہاتھ منذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام ایک تبلیغی خط بھیجا۔ جس کے مطالعہ سے منذر کے ساتھ وہاں کے تمام عرب اور بعض عجم ایمان لائے۔ مگر یہود و مجوس ایمان نہ لائے۔ حضرت منذر نے بذریعہ عرضداشت آنحضرت ﷺ کو ان حالات کی اطلاع دی اور دریافت کیا کہ کیا کیا جائے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منذر کو یہ خط لکھا:-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
من محمد رسول اللہ الی المنذر بن	اللہ کے رسول محمد کی طرف سے منذر بن ساوی

Marfat.com

ساوی سلام علیك فانی احمد الله
الیك الذی لا اله الا هو واشهد ان
لا اله الا الله وان محمّدًا عبدهٗ
ورسولهٗ اما بعد فانی اذکر الله
عزّوجلّ فانه من ینصح فانما ینصح
لنفسه وانه من یطع رسلی ویتبع
امرهم فقد اطاعنی و من نصح لهم
فقد نصح لی وان رسلی قد اثنوا
علیك خیرا وانی قد شفعتك فی
قومك فاترك للمسلمین ما اسلموا
علیه وعفوت من اهل الذنوب
فاقبل منهم وانك مهما تصلح فلن
نعزلك عن عملك ومن اقام علی
یهودیته او مجوسیة فعلیه الجزیة .

محمد رسول الله

کے نام۔سلام تجھ پر۔میں تیرے پاس خدا کا شکر کرتا
ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور گواہی
دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ
محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔اما بعد میں تجھے یاد دلاتا
ہوں اللہ عزوجل (کے احکام) بیشک جو خیر خواہی کرتا
ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے۔اور جو میرے قاصدوں کی
اطاعت کرے اور ان کا حکم مانے۔اس نے بے شبہ
میری اطاعت کی اور جو انکی خیر خواہی کرے اس نے
بیشک میری خیر خواہی کی۔میرے قاصدوں نے تمہاری
تعریف کی ہے۔میں نے تمہاری سفارش تمہاری قوم
کے بارے میں قبول کی۔پس مسلمانوں کے لئے
چھوڑ دو وہ (مال وغیرہ) جس پر وہ مسلمان ہوئے میں
نے گنہ گاروں کو (پہلے گناہ) معاف کر دیئے تم ان سے
(اسلام) قبول کرو جب تک تم کام اچھا کرتے رہو گے
ہم تم کو تمہارے عہدے سے معزول نہ کریں گے۔اور
جو شخص یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ
ہے۔ محمد رسول اللہ

یہ اصل نامہ مبارک بھی ایک فرانسیسی سیاح نے اطراف بلاد مصر سے ایک قبطی راہب سے خرید کر سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔اب وہ خزانہ شاہی میں محفوظ ہے۔اس کے اخیر میں یہ مہر ہے۔

۸۔ ذیقعدہ ۸ھ میں والیانِ عمان کے نام یہ مبارک لکھا گیا:۔

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
من محمد بن عبدالله الیٰ جیفر
وعبد ابنی الجلندی سلام علیٰ من
اتبع الهدیٰ اما بعد فانی ادعو کما

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا
ہے۔محمد بن عبداللہ کی طرف سے جیفر وعبد پسران
جلندی کے نام۔سلام اس پر جس نے ہدایت کی
پیروی کی۔اما بعد میں تم دونوں کو دعوت اسلام کی

Marfat.com

بدعاية الاسلام اسلما تسلما فانی رسول الله الی الناس کافة لِاُنذر من کان حیًّا وّیحقّ القول علی الکفرین وانکما ان اقررتما بالاسلام ولیتکما مکانکما وان ابیتما ان تقرّا بالاسلام فان ملککما زائل عنکما وخیلی تحل بساحتکما وتظهر نبوتی ملککما .

محمد رسول الله

طرف بلاتا ہوں۔ تم اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تا کہ ڈراؤں اس کو جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔ اگر تم اسلام کا اقرار کرلو تو میں تم کو تمہارا ملک دے دوں گا۔ اگر تم اقرار اسلام سے انکار کرو۔ تو تمہارا ملک تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور میرے سوار تمہارے مکانات کی فضا میں اتریں گے۔ اور میری نبوت تمہارے ملک پر غالب آئے گی۔ محمد رسول اللہ

یہ نامۂ مبارک حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھ ارسال کیا گیا۔ جیفر وعبد دونوں ایمان [۶۱] لائے۔

غزوۂ ذی قرد

ماہ محرم میں غزوۂ غابہ یا غزوۂ ذی قرد پیش آیا۔ موضع غابہ میں جو مدینہ سے چار میل ملک شام کی طرف واقع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ حضرت ابوذر غفاری کا لڑکا چرایا کرتا اور شام کو ان کا دودھ دوہ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا کرتا تھا۔ ایک رات قبیلہ غطفان کے چالیس سواروں نے بسر کردگی عیینہ بن حصن فزاری چھاپا مارا۔ وہ حضرت ابوذر کے صاجزادے کو قتل کر کے بیس اونٹنیاں لے گئے۔ اور حضرت ابوذر کی بیوی کو بھی گرفتار کر کے ساتھ لے گئے۔ دوسرے روز فجر کی اذان سے پہلے حضرت سلمہ بن اکوع جو مشہور تیر انداز اور تیز رفتار صحابی تھے کمان حمائل کئے مدینہ سے غابہ کی طرف جو نکلے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے غلام نے ان کو اس ماجرا کی خبر دی۔ انہوں نے کوہ سلع یا ثنیۃ الوداع پر کھڑے ہو کر مدینہ کی طرف منہ کر کے تین بار زور سے یا صباحاہ پکارا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی۔ پھر وہ پیادہ دشمن کی طرف دوڑے اور ان کو جا لیا۔ اور تیر اندازی سے وہ اونٹنیاں یکے بعد دیگرے چھڑا لیں ادھر رسول اللہ ﷺ بھی پانچ سو کی جمعیت کے ساتھ تعاقب میں نکلے غطفان ذوقرد [۶۲] کے قریب ایک تنگ درّہ میں پہنچے۔ جہاں عیینہ ان کی مدد کو آیا۔ یہاں مقابلہ ہوا۔ غطفان بھاگ گئے۔ آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ وہ ذوقرد میں پانی پینے لگے۔ حضرت سلمہ نے دوڑ کر ان پر تیر برسانے شروع کئے۔ اور ان کو پانی نہ پینے دیا۔ وہ بھاگ کر اپنے علاقہ میں جو ذوقرد سے ملحق تھا چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ شام

Marfat.com

کو ذوقرد میں پہنچے۔ سوار و پیادہ سب آپ سے آملے۔ حضرت سلمہ نے عرض کیا کہ میں نے ان کو پانی پینے نہ دیا۔ اگر مجھے سو سوار مل جائیں تو میں ان کو ایک ایک گرفتار کر لاتا ہوں مگر حضور رحمتہ للعالمین نے جواب دیا:۔

اذا ملکت فاسجح   جب تو قابو پا جائے تو نرمی سے کام لے۔

ذوقرد میں ایک دن رات قیام کر کے واپس ہوئے۔ حضرت ابوذر کی بیوی اسکے بعد ناقہ پر آ پہنچی۔

غزوۂ خیبر

غزوۂ غابہ کے تین دن بعد جنگ خیبر[۱۶۳] پیش آئی۔ خیبر کے یہود اسلام کے سخت دشمن تھے۔ غزوۂ احزاب میں اگر چہ ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ مگر وہ اسلام کو مٹانے کے لئے برابر سازش کر رہے تھے۔ غطفان ان کو مدد دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار چھ سو کی جمعیت کے ساتھ نکلے جن میں سے دو سو سوار اور باقی سب پیادہ تھے۔ رأس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے اہلِ خیبر کو کہلا بھیجا کہ محمد (ﷺ) تم سے لڑنے آ رہے ہیں۔ مگر تم ان سے نہ ڈرنا۔ تمہاری تعداد بہت ہے۔ یہ تو مٹھی بھر آدمی ہیں۔ جن کے پاس ہتھیار تک نہیں۔ اس سفر میں جب لشکر اسلام صہباء میں پہنچا جو خیبر سے بارہ میل پر ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر پڑھ کر کھانا طلب فرمایا۔ صرف ستو پیش کئے گئے۔ جو حسب الارشاد پانی میں گھول دیئے گئے۔ آپ نے اور صحابۂ کرام نے وہی کھائے۔ صہباء سے روانہ ہو کر خیبر کے قریب غطفان و یہود کے درمیان وادی رجیع میں اُترے تا کہ غطفان یہود کی مدد کو نہ جا سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہ مقام اسلامی کیمپ یا لشکر گاہ مقرر ہوا۔ یہاں سے لڑائی کے لیے تیار ہو کر جایا کرتے اور زخمیوں کو علاج کے لیے یہاں لایا جاتا۔ غرض اسباب بار برداری اور مستورات کو یہاں چھوڑ دیا گیا۔ اور رات یہیں گزاری۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی عادت[۱۶۴] مبارک تھی کہ کسی قوم پر رات کو حملہ نہ کیا کرتے تھے۔ صبح کو نماز فجر اول وقت پڑھ کر آگے بڑھے۔ جب بستی نظر آئی تو رسول اللہ ﷺ نے تین بار یوں پکارا:۔

اَللّٰہُ اَکْبَر خَرِبَتْ خَیْبَر اِنَّا اِذَا اَنْزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ   اللہ اکبر! خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کی انگنائی میں اترتے ہیں۔ تو ڈرائے گیوں کی صبح بری ہوتی ہے۔

جب آپ شہر میں داخل ہونے لگے تو فرمایا۔ ٹھہرو۔ یہ سن کر تمام فوج نے تعمیل ارشاد کی۔

Marfat.com

اور آپ نے یہ دعا مانگی:-

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا اَذْرَیْنَ فَاِنَّا نَسْأَلُكَ خَیْرَ ھٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ ھٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَ شَرِّ اَھْلِھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا ۔

اے پروردگار سات آسمانوں کے اور ان چیزوں کے جن پر آسمانوں نے سایہ ڈالا ہے اور پروردگار سات زمینوں کے اور ان چیزوں کے جن کو زمینوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ اور پروردگار شیطانوں کے اور ان کے جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے اور پروردگار ہواؤں کے اور ان چیزوں کے جن کو ہوائیں اڑا لے جاتی ہیں۔ ہم تجھ سے اس بستی اور بستی والوں اور بستی کی چیزوں کی خیر مانگتے ہیں۔ اور اس بستی اور بستی والوں اور بستی کی چیزوں کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

آپ کا معمول تھا کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے۔ تو یہی دعا مانگتے۔ اس کے بعد شہر میں داخلہ ہوا اور تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے۔

سب سے پہلے قلعۂ ناعم فتح ہوا۔ حضرت محمود بن مسلمہ انصاری اوسی اسی قلعہ کی دیوار تلے شہید ہوئے۔ گرمی کی شدت تھی۔ وہ لڑتے لڑتے تھک کر دیوار کے سایہ میں آ بیٹھے۔ کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق نے اکیلے یا بشراکت مرحب فصیل پر سے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا دیا۔ جس کے صدمہ سے انہوں نے شہادت پائی۔

ناعم کے بعد قموص فتح ہوا۔ یہ بڑا مضبوط قلعہ تھا جو اسی نام کی پہاڑی پر واقع تھا۔ ابن ابی الحقیق یہودی کا خاندان اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ عرب کا مشہور پہلوان مرحب اسی قلعہ کا رئیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فوج دے کر بھیجا۔ مگر یہ قلعہ فتح نہ ہوا۔ جب محاصرے نے طول کھینچا۔ تو ایک روز آپ نے فرمایا کہ میں کل علم اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔ اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہیں۔ صحابۂ کرام نے یہ رات انتظار و بیقراری میں گزاری کہ دیکھیے علم کسے عنایت ہوتا ہے۔ صبح کو ارشاد ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ فرمایا۔ ان کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ نے اپنا لعاب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں

Marfat.com

ڈالا اور دعا کی۔ فوراً آرام ہو گیا۔ اور علم ان کو عنایت ہوا۔ دشمن کی طرف سے پہلے مرحب کا بھائی حارث نکلا۔ جو شجاعت میں معروف تھا۔ وہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ تو خود مرحب بڑے طمطراق سے نکلا۔ اس کو بھی بنا بر اصح الروایات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ مرحب کے بعد یاسر نکلا۔ اسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اس طرح یہ محکم قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ جو سبایا ہاتھ آئیں، وہ صحابۂ کرام میں تقسیم کر دی گئیں۔ اور صفیہ بنت حیی بن اخطب جو کنانہ بن ربیع کے تحت میں تھی اس کو آزاد کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نکاح میں لائے۔ حضرت صفیہ کا باپ رئیس خیبر تھا۔ ان کا شوہر قبیلہ نضیر کا رئیس تھا۔ باپ اور شوہر دونوں قتل کئے جا چکے تھے، وہ کنیز ہو کر بھی رہ سکتی تھیں۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین نے حفظ مراتب اور رفع غم کے لیے ان کو آزاد کر کے اپنے عقد میں لے لیا اور وہ امہات المومنین میں شامل ہوئیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا حسن سلوک ہو سکتا تھا۔

قموص کے بعد باقی قلعے جلدی فتح ہو گئے۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہود مارے گئے اور صحابۂ کرام میں سے پندرہ نے شہادت پائی۔ فتح کے بعد زمین خیبر پر قبضہ کر لیا گیا۔ مگر یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ میں رہے ہم پیداوار کا نصف آپ کو دے دیا کریں گے۔ آپ نے یہ درخواست منظور کی اور فرمایا: ''ہم تمہیں برقرار رکھیں گے۔ جب تک ہم چاہیں۔'' جب غلہ کا وقت آیا۔ تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیج دیا۔ انہوں نے غلہ کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہا کہ جو حصہ چاہو لے لو۔ اس پر وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ ''زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں[۲۵]۔''

غزوۂ وادی القریٰ

جنگ خیبر سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وادی خیبر اور تیمار کے درمیان واقع ہے۔ اس میں دیہات کا لگاتار سلسلہ چلا گیا ہے۔ اس لیے اسے وادی القریٰ کہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر یہود کو دعوت اسلام دی گئی۔ انہوں نے قبول نہ کی۔ بلکہ برسر پیکار ہوئے۔ مگر جلدی مغلوب ہو گئے۔ خیبر کی طرح غنائم تقسیم کر دی گئیں۔ اور زمین و باغات نصف پیداوار پر ان کے قبضہ میں چھوڑ دیئے گئے۔ تیمار کے یہود نے جب وادی القریٰ کا حال سنا۔ تو قاصد بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جزیہ پر صلح کر لی۔ اور زمین ان ہی کے قبضہ میں رہی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس تشریف لائے تو آپ نے حضرت محیصہ بن مسعود کو اہل فدک کے پاس بھیجا۔ وہاں کا رئیس یوشع بن نون یہودی تھا۔ دعوت اسلام دی گئی۔ وہ خیبر کا

Marfat.com

حال سن کر پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے۔اس لیے انہوں نے نصف زمین پر صلح[۱۶] کر لی۔

یہودی خیبر کو اگرچہ امان دیا گیا تھا۔مگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے۔چنانچہ ایک دن زینب نے جو سلام بن مشکم کی زوجہ اور مرحب کی بھاوج تھی ایک بکری کا گوشت بھون کر اس میں زہر ملا دی اور بطور ہدیہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔آپ نے اس میں سے بازو اٹھا لیا اور کھانے لگے۔باقی چند صحابہ حاضرین نے تناول کیا۔آپ نے کھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ گوشت نہ کھاؤ۔اور اس یہودیہ کو بلا بھیجا۔وہ حاضر خدمت ہوئی تو فرمایا کہ تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔وہ بولی۔آپ کو کس نے خبر دی۔آپ نے بازو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس بازو نے جو میرے ہاتھ میں ہے۔اس نے کہا: ہاں میں نے اس میں زہر ملا دی ہے۔بدیں خیال کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو زہر اثر نہ کرے گی۔اور اگر آپ پیغمبر نہیں ہیں۔تو ہم آپ سے آرام پائیں گے۔آنحضرت ﷺ اپنی ذات شریف کے لیے کسی سے انتقام نہ لیتے تھے۔اس لیے معاف[۱۷] فرما دیا۔وہ صحابۂ کرام جنہوں نے کھایا تھا۔انتقال فرما گئے۔ان میں سے سب سے پہلے حضرت بشر بن براء نے انتقال فرمایا۔تو ان کے قصاص میں اس یہودیہ کو قتل کر دیا گیا۔

اسی سال حضرت خالد بن ولید (فاتح شام) اور حضرت عمرو بن العاص (فاتح مصر) ایمان لائے۔

ہجرت کا آٹھواں سال

غزوۂ موتہ

جمادی الاولیٰ میں غزوۂ موتہ وقوع میں آیا۔حقیقت میں یہ سریہ تھا۔مگر لشکر کی کثرت کے سبب سے اسے غزوہ سے تعبیر کیا گیا۔آنحضرت ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ امیر بصریٰ یا قیصر روم کے نام اپنا نامۂ مبارک بھیجا۔جب قاصد موتہ میں پہنچا تو شرجیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کی طرف سے شام میں ایک گورنر تھا۔اس کو شہید کر دیا۔جب آنحضرت ﷺ کو یہ خبر پہنچی۔تو آپ نہایت غمگین ہوئے۔اور تین ہزار فوج بسر کردگی زید بن حارثہ (جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے) بھیجی۔اور حکم دیا۔کہ اگر زید شہید ہو جائیں۔تو جعفر بن ابی طالب اور وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ فوج کے سردار ہوں۔اور ارشاد ہوا کہ اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر شہید ہوئے ہیں۔اور یہ بھی ہدایت کر دی گئی کہ پہلے ان کو دعوت اسلام دینا۔اگر وہ قبول کر لیں تو جنگ کی ضرورت نہیں۔خود جناب رسالت مآب ﷺ نے ثنیۃ الوداع تک فوج کی

Marfat.com

مشایعت فرمائی۔ شرجیل کو خبر پہنچی تو اس نے ایک لاکھ فوج تیار کی۔ ادھر قیصر، روم و عرب کی ایک لاکھ فوج لے کر زمین بلقاء[۱۸] میں خیمہ زن ہوا۔ جب لشکر اسلام شہر معان میں پہنچا۔ تو ان کو دشمن کی تعداد کثیر کی اطلاع ملی۔ انہوں نے چاہا کہ دربار رسالت کو حالات کی اطلاع دی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فتح و شہادت میں سے ایک ہمیں ضرور حاصل ہو جائے گی۔ اس لیے آگے بڑھے۔ جب بلقاء کی حد پر پہنچے۔ تو مشارف میں قیصر کا لشکر نظر آیا۔ مسلمان بچ کر موتہ کی طرف چلے گئے۔ اور یہاں جنگ ہوئی۔ حضرات زید رضی اللہ عنہ و جعفر رضی اللہ عنہ و عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے بڑی بہادری سے پیدل ہو کر لڑے اور شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور بیان فرما رہے تھے۔ حضرت جعفر نے پہلے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر حملہ کیا۔ ان کا دایاں بازو کٹ گیا۔ تو علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ بایاں بھی کٹ گیا تو بغل میں لے لیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے ان کی لاش دیکھی۔ تو اس پر نوے سے کچھ اوپر زخم تلواروں اور برچھیوں کے تھے۔ اور سب کے سب سامنے کی طرف تھے۔ پشت پر ایک بھی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کو شہادت کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ بشکل فرشتہ دو خون آلودہ بازوؤں کے ساتھ دیکھا۔ اسی واسطے ان کو جعفر طیار یا جعفر ذوالجناحین کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے بعد بالاتفاق حضرت خالد بن ولید امیر لشکر ہوئے۔ وہ بھی نہایت شجاعت سے لڑے۔ خود ان کا بیان ہے کہ اس دن نو تلواریں میرے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ لشکر کفار میں تزلزل پڑ گیا۔ آخر کار لشکر اسلام پسپا ہو گیا۔ اسے مسلمانوں کی فتح کہنا چاہئے۔ کہ دو لاکھ کے مقابلہ میں صرف بارہ شہید ہوئے۔ باقی سب صحیح وسالم مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

غزوۂ فتح مکہ

ماہ رمضان میں غزوۂ فتح مکہ وقوع میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قریش نے معاہدۂ حدیبیہ توڑ دیا۔ بغرض توضیح ہم یہاں کسی قدر تفصیل سے کام لیتے ہیں۔ عبدالمطلب بن ہاشم کو ان کے چچا مطلب سات یا آٹھ سال کی عمر میں مدینہ سے مکہ میں لائے تھے۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔ اور ہاشم کے مکانات پر ان کو قابض کر دیا تھا۔ جب مطلب نے وفات پائی تو عبدالمطلب کے چچا نوفل نے وہ مکانات چھین لیے۔ عبدالمطلب نے قریش سے مدد مانگی۔ قریش نے کہا کہ ہم تو تم

Marfat.com

دونوں میں دخل نہیں دیتے۔ عبدالمطلب نے اپنے ننہال یعنی بنونجار کو مدینہ میں لکھا۔ اس لیے ابوسعید بن عدس نجاری اسی سوار لے کر مدد کو آیا۔ جب وہ مکہ میں پہنچا تو نوفل حطیم میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ابوسعید نے وہاں پہنچ کر نوفل کے سر پر تلوار کھینچ لی۔ اور کہنے لگا کہ ہمارے بھانجے کے مکانات واپس کر دو۔ ورنہ اس تلوار سے فیصلہ کر دیتا ہوں۔ یہ دیکھ کر نوفل نے قریش کے سامنے مکانات تو واپس کر دیے۔ مگر اپنی کمزوری کو محسوس کر کے آئندہ کے لیے عبدشمس کے بیٹوں کو بنوہاشم کے خلاف اپنا حلیف بنالیا۔ اس پر عبدالمطلب نے خزاعہ سے کہا کہ تم بنونوفل اور بنوعبدشمس کے خلاف میرے حلیف بن جاؤ۔ عبدمناف کی ماں خزاعہ کے سردار حلیل کی بیٹی تھی۔ اس لیے وہ کہنے لگے۔ کہ تمہاری مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ چنانچہ دارالندوہ میں یہ معاہدہ لکھا گیا۔

حدیبیہ کے دن از روئے معاہدہ ہر ایک قبیلہ فریقین میں سے جس کا چاہا حلیف بن گیا۔ چنانچہ خزاعہ اپنا پرانا معاہدہ دکھا کر رسول اللہ ﷺ کے حلیف بن گئے۔ اور بنوبکر قریش کے معاہدے میں شامل ہوئے۔ یہ دونوں قبیلے (خزاعہ و بنوبکر) ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ اور ان میں مدت سے لڑائی چلی آتی تھی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں بنوالحضرمی میں سے ایک شخص جو اسود بن رزن دئلی بکری کا حلیف تھا۔ بغرض تجارت گھر سے نکلا۔ جب وہ خزاعہ کے علاقہ میں پہنچا تو انہوں نے اسے قتل کر ڈالا اور مال لے لیا۔ اس پر بنوبکر نے خزاعہ کا ایک آدمی قتل کر ڈالا۔ پھر خزاعہ نے بنوالاسود یعنی سلمیٰ و کلثوم و ذویب کو عرفات میں قتل کر ڈالا۔ اسی حالت میں اسلام کے ظہور نے عرب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ لڑائیاں رک گئیں۔ جب صلح حدیبیہ کے سبب سے اسلام و کفر میں لڑائی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ تو بنوبکر (کی ایک شاخ بنونفاثہ) سمجھے کہ اب انتقام کا وقت ہے۔ اس لیے نوفل بن معاویہ دئلی بکری بنونفاثہ کو ساتھ لے کر آب وتیر میں جو اسفل مکہ میں خزاعہ کے علاقہ میں ہے رات کو حملہ آور ہوا۔ قریش نے حسب معاہدہ بنوبکر کی مدد کی۔ چنانچہ صفوان بن امیہ۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو وغیرہ صورتیں بدل بدل کر خزاعہ سے لڑے۔ یہاں تک کہ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم مکہ میں پناہ لی۔ بنوبکر حرم کا احترام ملحوظ رکھ کر رک گئے۔ مگر نوفل نے کہا: کہ یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ چنانچہ حرم میں خزاعہ کا خون بہایا گیا۔

جب بنوبکر و قریش نے وہ عہد توڑ دیا۔ جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا۔ تو عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر مدینہ پہنچا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ عمرو مذکور حاضر خدمت ہو کر یوں گویا ہوا:۔

Marfat.com

يَـا رَبِّ اِنِّـيْ نَـاشِدٌ مُـحَـمَّدَا	اے خدا میں محمد کو یاد دلاتا ہوں۔وہ پرانا معاہدہ جو
حَـلْفَ اَبِيْـنَـا وَاَبِيْـهِ الْاَ تَـلَدَا	ہمارے باپ اور اسکے باپ (عبدالمطلب) کے درمیان ہوا تھا۔
فَـانْـصُـرْ رَسُـوْلَ اللهِ نَـصْرًا عَتِدًا	یارسول اللہ! ہماری پوری مدد کیجئے۔
وَادْعُ عِـبَـادَ اللهِ يَـاْتُـوْا مَـدَدَا	اور خدا کے بندوں کو بلائیے جو ہماری مدد کو آئیں۔
اِنَّ قُـرَيْشًـا اَخْـلَـفُـوْكَ الْمَوْعِدَا	قریش نے آپ سے وعدہ کے خلاف کیا۔
وَنَـقَـضُـوْا مِيْثَـاقَكَ الْـمُـؤَكَّـدَا	اور آپ کا محکم معاہدہ توڑ ڈالا۔
هُـمْ بَيَّـتُـونَـا بِـالْـوَتِـيْـرِ هُـجَّـدَا	انہوں نے وتیر میں ہم پر بحالت خواب حملہ کیا۔
وَقَـتَـلُـوْنَـا رُكَّـعًـا وَّسُـجَّـدَا	اور ہمیں رکوع وسجدے کی حالت میں قتل کر ڈالا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔عمرو! تجھے مدد مل جائے گی۔ایک روایت [۱۲۹] میں ہے۔کہ آپ نے فرمایا کہ میں قریش سے دریافت کرتا ہوں۔پس آپ نے حضرت ضمرہ کو بھیجا۔اور یہ تین شرطیں پیش کیں کہ قریش ان میں سے ایک اختیار کرلیں۔

۱- خزاعہ کے مقتولین کا خون بہادیں۔

۲- بنونفاثہ کی حمایت سے دست بردار ہوجائیں۔

۳- اعلان کردیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ بن عمرو نے کہا کہ ہمیں صرف تیسری شرط منظور ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مکہ پر حملہ کی پوشیدہ تیاری شروع کردی۔حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی نے جو بنواسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے بنو ہاشم کی کنیزہ سارہ کے ہاتھ قریش کو ایک خط لکھ بھیجا۔ جس میں اس جنگی تیاری کا حال درج تھا۔سارہ نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپالیا۔اور روانہ ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس معاملہ کی خبر دے دی۔آپ نے حضرات علی وزبیر ومقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ روضہ خاخ میں تم کو ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی۔اس کے پاس قریش مکہ کے نام ایک خط ہے۔وہ لے آؤ۔وہ سوار ہو کر چل پڑے اور سارہ سے روضہ خاخ میں جاملے۔اس کو نیچے اتارلیا۔اور کہا کہ تیرے پاس ایک خط ہے۔اس نے انکار کیا۔اس کے کجاوے کی تلاشی لی گئی۔مگر کچھ برآمد نہ ہوا۔حضرت علی مرتضیٰ نے اس سے کہا۔میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ نہیں فرمایا۔تو خط نکال۔ورنہ ہم تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔یہ سن کر اس نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکال کر حوالہ کیا۔جب یہ خط آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش

Marfat.com

کیا گیا۔ تو آپ نے حضرت حاطب کو طلب فرمایا اور پوچھا۔ ''حاطب! تم نے یہ کیا حرکت کی؟'' حاطب نے یوں عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! میرے بارے میں جلدی نہ کیجیے۔ میں دین سے نہیں پھرا۔ میرے بال بچے مکہ میں قریش کے درمیان ہیں۔ آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں قریش میں ان کے رشتے ہیں۔ جن کے سبب سے وہ ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں گے۔ مگر میرا قریش میں کوئی رشتہ نہیں۔ اپنے اہل وعیال کے بچاؤ کے لیے میں نے یہ حیلہ کیا کہ قریش پر یہ احسان کروں۔ تاکہ اس کے صلہ میں وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کریں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیتاب ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کا سر اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ حاطب اصحاب بدر میں سے ہے۔ عمر! تجھے کیا معلوم ہے بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہے۔ کہ فرمایا اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم [۱] ۔ غرض باوجود ایسے سنگین جرم کے آپ نے حضرت حاطب کو معاف فرما دیا۔

قصہ کوتاہ آنحضرت ﷺ بتاریخ ۱۰ ماہ رمضان ۸ ھ دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عباس جو اب تک مکہ میں مقیم تھے اپنے اہل وعیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ کو آرہے تھے۔ وہ مقام جحفہ [۲] میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حسب ارشاد نبوی انہوں نے اہل وعیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ قدید میں قبائل کو جھنڈے دیئے گئے۔ اخیر پڑاؤ مرالظہران تھا۔ جہاں سے مکہ ایک منزل یا اس سے بھی کم تھا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی۔ قریش کو لشکر اسلام کی روانگی کی افواہ پہنچ چکی تھی۔ مزید تحقیق کے لیے انہوں نے ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو بھیجا۔ اس تجسس میں ان کا گزر مرالظہر ان پر ہوا۔ ابوسفیان بولا: یہ اس قدر جا بجا آگ کیسی ہے؟ یہ تو شب عرفہ کی آگ کی مانند ہے۔ بدیل خزاعی نے کہا: یہ خزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: خزاعہ گنتی میں اتنے نہیں کہ ان کی اس قدر آگ ہو۔ خیمۂ نبوی کی حفاظت پر جو دستہ متعین تھا انہوں نے ابوسفیان وغیرہ کو دیکھ لیا۔ اور پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ ابوسفیان ایمان لائے۔ جب رسول اللہ ﷺ یہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو۔ تاکہ افواج الٰہی کا نظارہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ قبائل عرب کی فوجیں ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ پہلے غفار پھر جہینہ۔ سعد بن ہذیل۔ سلیم۔ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے گزرے۔ ان کے بعد ایک فوج آئی جس

Marfat.com

کی مثل دیکھنے میں نہیں آئی۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں۔ سردار انصار حضرت سعد بن عبادہ علم ہاتھ میں لیے ہوئے برابر سے گزرے تو ابوسفیان سے کہا:۔

الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة ۔	آج گھمسان کے معرکہ کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔

بعدازاں وہ مبارک دستہ آیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب (مہاجرین) تھے۔ حضرت زبیر بن العوام علمبردار تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام برابر سے گزرے۔ تو ابوسفیان نے کہا: ''حضور نے سنا سعد بن عبادہ کیا کہتے گزرے ہیں؟'' آپ نے فرمایا۔ سعد نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عزت کی جائے گی۔ اور غلاف چڑھایا جائے گا۔ پھر حکم دیا کہ علم سعد سے لے کر ان کے صاحبزادے قیس کو دے دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں حصہ بالائی کی طرف سے داخل ہوئے۔ اعلان کر دیا گیا۔ کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا۔ ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا۔ یا مسجد میں داخل ہوگا۔ یا دروازے بند کر لے گا۔ اس کو امن دیا جائے گا۔ حصہ بالائی میں (خیف بنی کنانہ یعنی محصب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ اور حضرت زبیر نے حسب الارشاد محصب کی حد یعنی حجون کی پہاڑی پر علم کھڑا کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ قبائل عرب کے ساتھ پائین شہر کی طرف سے داخل ہوں اور صفا میں ہم سے آملیں۔ اور کسی سے جنگ نہ کریں۔ مگر صفوان بن امیہ۔ عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو قریش کی ایک جماعت ساتھ لے کر جندمہ میں سدراہ ہوئے۔ اور حضرت خالد کی فوج پر تیر برسانے لگے۔ چنانچہ حضرت حبیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہری نے شہادت پائی۔ حضرت خالد نے مجبور ہو کر ان پر حملہ کیا۔ وہ تیرہ یا زیادہ لاشیں چھوڑ کر گھروں کو بھاگ گئے اور بعضے پہاڑی پر چڑھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تلواروں کی چمک دیکھی۔ تو پوچھا کہ یہ جنگ کیسی ہے؟ عرض کیا گیا کہ شاید مشرکین نے پیش دستی کی ہے۔ جس کی وجہ سے خالد کو لڑنا پڑا۔ بعدازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد سے باز پرس کی۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ ابتداء مشرکین کی طرف سے تھی۔ فرمایا۔ ''قضائے الٰہی بہتر ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں ذرا آرام فرمایا۔ پھر غسل کیا اور ہتھیاروں سے سج کر ناقہ قصواء پر سوار ہوئے اور اپنے غلام کے لڑکے اسامہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ کوکبۂ نبوی بڑی شان و شوکت

Marfat.com

سے کعبہ کی طرف روانہ ہوا۔ آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے مہاجرین وانصار تھے جو اس طرح سراپا آہن پوش تھے کہ بجز سیاہۂ چشم ان کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر آنحضرت ﷺ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر اپنی ناقہ پر طواف کیا۔ بیت اللہ کے گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت تھے۔ جن کے سبب سے وہ خانۂ خدا بت خانہ بنا ہوا تھا۔ آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے آپ ایک ایک بت کو ٹھوکے دیتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے:-

جَـآءَ الْـحَـقُّ وَزَهَـقَ الْبَـاطِلُ ط اِنَّ الْبَـاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ○

سچ آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل مٹنے والا ہے۔ سچ آ گیا اور باطل نہ پہلی بار پیدا کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔

اور وہ منہ کے بل گرتے جاتے تھے۔ جب اس طرح بیت اللہ شریف بتوں سے پاک ہو گیا۔ تو آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ سے کنجی لے کر دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہم السلام کے مجسمے نظر پڑے۔ جن کے ہاتھوں میں جواء کھیلنے کے تیر دیئے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا ''خدا ان کو غارت کرے۔ اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی تیروں سے جواء نہیں کھیلا'' کعبہ کے اندر ہی لکڑیوں کی ایک کبوتری بنی ہوئی تھی جسے آپ نے اپنے دست مبارک سے توڑ ڈالا۔ اور تصویریں جو تھیں وہ مٹا دی گئیں۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ و بلال رضی اللہ عنہ وعثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ اندر رہے۔ آپ نے نماز پڑھی۔ اور ہر طرف تکبیر کہی پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ مسجد حرام قریش کی صفوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے دروازے کے بازوؤں کو پکڑ کر یہ خطبہ پڑھا۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْـدَهٗ لَا شَـرِيْكَ لَـهٗ صَـدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَحَزَمَ الْاَحْـزَابَ وَحْدَهٗ اَلَا كُلُّ مَاْ ثَرَةٍ اَوْدَمٍ اَوْ مَـالٍ يُـدْعٰى فَهُـوَ تَـحْتَ قَدَمَيَّ هَـاتَيْنِ اِلَّا سِـدَانَةَ الْبَيْـتِ وَسِقَـايَةَ الْـحَاجِّ اَلَا وَقَـتْلُ الْخَطَاِ شِبْهَ الْعَمْدِ بِـالسَّـوْطِ وَالْعَصَا فِيْهِ الدِّيَةُ مِائَةٌ مِّنَ

ایک خدا کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی۔ اور کافروں کے گروہوں کو تنہا شکست دی۔ آگاہ رہو کہ تمام مفاخر یا خون یا مال ہر قسم کا سوائے کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کی سقایت کے میرے ان دو قدموں کے نیچے ہیں۔ آگاہ رہو کہ قتل خطا جو عمد کے مشابہ

Marfat.com

اَلْاِبِلِ مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهَا اَوْلَادُهَا یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْکُمْ نَخْوَۃَ الْجَاهِلِیَّۃِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْاٰبَآءِ ۔ اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ ۔

ہوتا زیانہ سے ہو یا عصا سے اس کا خون بہا ایک سو اونٹ ہیں۔ جن میں سے چالیس کے پیٹوں میں بچے ہوں۔ اے گروہِ قریش! خدا نے تم سے جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار دور کر دیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد سے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:-

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۔

(حجرات ۔ ع ۲)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت (آدم و حوا) سے پیدا کیا اور تم کو کنبے اور قبیلے بنایا تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ بیشک تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

خطبہ کے بعد آپ قریش کی طرف متوجہ ہوئے۔ جن سے مسجد بھری ہوئی تھی۔ اعلان دعوت سے اب تک ساڑھے سترہ سال میں قریش نے آپ سے اور آپ کے اصحاب سے جو جو سلوک کئے تھے وہ سب ان کے پیش نظر تھے۔ اور خوف زدہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھئے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اب اس شہر میں ہیں جہاں سے نکلے تھے تو اندھیری رات اور فقط صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ آج آپ داخل ہوتے ہیں۔ تو دس ہزار جاں نثار ساتھ ہیں۔ اور بدلہ لینے پر پوری قدرت حاصل ہے۔ بایں ہمہ آپ نے یوں خطاب فرمایا: ''اے گروہِ قریش! تم اپنے گمان میں مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟''

وہ بولے:-

خَیْرًا اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ

نیکی کی توقع رکھتے ہیں۔ آپ شریف بھائی اور شریف برادرزادہ ہیں۔

یہ سن کر حضور رحمۃ للعالمین نے فرمایا:-

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ ۔

آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ جاؤ، تم آزاد ہو۔

اعلانِ عفو کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں بیٹھ گئے۔ بیت اللہ شریف کی کنجی آپ کے

Marfat.com

دستِ مبارک میں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک نے عرض کیا کہ کنجی ہمیں عنایت ہو۔ مگر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ بن ابی طلحہ کو عطا فرمائی۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا بیان ہے۔ کہ ''ہجرت سے پہلے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ملے۔ آپ نے مجھے دعوت اسلام دی۔ میں نے کہا: اے محمد! تجھ سے تعجب ہے کہ تو چاہتا ہے کہ میں تیری پیروی کروں۔ حالانکہ تو نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی ہے اور ایک نیا دین لایا ہے۔ ہم جاہلیت میں کعبہ کو دوشنبہ اور پنجشنبہ کے دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے کے ارادے سے آئے۔ میں نے آپ سے درشت کلامی کی اور آپ کو برا بھلا کہا۔ مگر آپ نے درگزر کیا اور فرمایا۔ ''عثمان تو یقیناً عنقریب ایک دن اس کنجی کو میرے ہاتھ میں دیکھے گا کہ جہاں چاہوں رکھ دوں۔ میں نے کہا اس دن بے شک قریش ہلاک ہو جائیں گے اور ذلیل ہو جائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا بلکہ زندہ رہیں گے اور عزت پائیں گے۔ اور آپ کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے اس ارشاد نے مجھ پر اثر کیا۔ میں نے گمان کیا کہ جیسا آپ نے مجھ سے فرمایا عنقریب ویسا ہی ہو جائیگا۔ اور ارادہ کیا کہ مسلمان ہو جاؤں۔ مگر میری قوم مجھ سے نہایت درشت کلامی کرنے لگی۔ جب فتح مکہ کا دن آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔ عثمان! کنجی لا۔ آپ نے کنجی مجھ سے لے لی۔ پھر وہی کنجی مجھے دے دی اور فرمایا۔ لو یہ پہلے سے تمہاری ہے اور تمہارے ہی پاس رہے گی۔ ظالم کے سوا اسے کوئی تم سے نہ چھینے گا۔ عثمان! اللہ نے تم کو اپنے گھر کا امین بنایا ہے۔ پس اس گھر کی خدمت کے سبب سے جو کچھ تمہیں ملے۔ اسے دستور شرعی کے موافق کھاؤ۔ جب میں نے پیٹھ پھیری۔ آپ نے مجھے پکارا۔ میں پھر حاضر ہوا۔ فرمایا۔ کیا وہ بات نہ ہوئی جو میں نے تجھ سے کہی تھی۔ اس پر مجھے ہجرت سے پہلے مکہ میں آپ کا وہ قول یاد آ گیا۔ میں نے عرض کیا۔ ''ہاں (وہ بات ہوگئی) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' اس حدیث میں تین پیش گوئیاں ہیں۔ وہ تینوں پوری ہوگئیں۔

اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک مسجد میں رونق افروز رہے نماز کا وقت آیا۔ تو آپ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ ابوسفیان بن حرب اور عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اذان کی آواز سن کر عتاب بولا کہ خدا نے اسید کو یہ عزت بخشی کہ اس نے یہ آواز نہ سنی۔ ورنہ اسے رنج پہنچتا۔ حارث بولا: خدا کی قسم اگر یہ حق ہوتا تو میں اس کی پیروی کرتا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو کچھ نہیں کہتا۔ اگر کہوں تو یہ کنکریاں ان

Marfat.com

کو میرے قول کی خبر دیں گی۔ جب آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے پاس ہو کر نکلے۔ تو فرمایا کہ تمہاری باتیں مجھے معلوم ہو گئیں تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔ حارث وعتاب یہ سنتے ہی کہنے لگے۔ ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ ان باتوں کی اطلاع کسی اور کو نہ تھی۔ ورنہ ہم کہہ دیتے کہ اس نے آپ کو بتا دیں''[۱۷۴]۔

مسجد سے آپ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے۔ وہاں مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر کے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مردوں میں حضرت معاویہ اور مستورات میں ان کی والدہ ہند بھی تھی۔ جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبا گئی تھی۔

عفوِ عام سے نو یا دس اشخاص مستثنیٰ تھے۔ جن کی نسبت حکم دیا گیا تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ اس حکم کی وجہ آنحضرت ﷺ کا ذاتی انتقام نہ تھا۔ بلکہ اور مختلف جرم تھے۔ ان میں سے صرف تین یعنی ابن خطل۔ مقیس بن ضبابہ اور ابن خطل کی کنیز قریبہ قتل ہوئے۔ ابن خطل اور مقیس قصاص میں قتل کیے گئے۔ قریبہ اسلام کی ہجو گایا کرتی تھی۔ باقی سب کو امن دیا گیا۔ اور ایمان لائے۔ ایک دشمن اسلام عیسائی مصنف ان دس اشخاص کی تفصیل دے کر یوں لکھتا ہے[۱۷۵]۔

''اس طرح عفو کے مقابلہ میں حکم قتل کی صورتیں کالعدم تھیں اور سزائے موت جہاں فی الواقع عمل میں آئی (شاید باستثنائے مغنیہ) محض پولیٹیکل مخالفت کے سوا اور جرموں کی وجہ سے غالباً روا تھی۔ جس عالی حوصلگی سے (حضرت) محمد ﷺ نے اس قوم سے سلوک کیا جس نے اتنی دیر آپ سے دشمنی رکھی اور آپ کا انکار کیا۔ وہ ہر طرح کی تحسین و آفرین کے قابل ہے حقیقت میں گزشتہ کی معافی اور اس کی گستاخیوں اور اذیتوں کی فراموشی آپ ہی کے فائدے کے لیے تھی۔ مگر تاہم اس کے لیے ایک فراخ وفیاض دل کی کچھ کم ضرورت نہ تھی۔''

فتح مکہ کے دوسرے روز خزاعہ نے ہذیل کے ایک شخص کو جو مشرک تھا قتل کر ڈالا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے حمد وثناء کے بعد یوں خطاب[۱۷۶] فرمایا:-

اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا فَاِنْ تَرَخَّصَ اَحَدٌ لِقَتَالِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	تحقیق مکہ کو اللہ نے حرام کر دیا اور لوگوں نے حرام نہیں کیا۔ جو شخص خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ اس میں خون بہائے اور نہ اسکا درخت کاٹے اگر کوئی اس میں رسول اللہ ﷺ کے جنگ کے سبب سے قتال کو رخصت کہے۔ تو اس سے

Marfat.com

وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ فِيهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ۔

کہہ دو کہ خدا نے اپنے رسول کو اجازت دی تم کو اجازت نہیں دی۔ مجھے بھی دن کی ایک ساعت اجازت دی گئی۔اور آج پھر اس کی حرمت ایسی ہوگئی جیسا کہ کل (فتح سے پہلے) تھی چاہئے کہ جو یہاں حاضر ہے وہ غائب کو یہ پیغام پہنچادے۔

جب مکہ بتوں سے پاک ہو چکا تو مکہ کے گرد جو بت (منات۔لات۔عزیٰ سواع) تھے۔وہ سرایا کے ذریعہ سے منہدم کر دیے گئے۔

غزوۂ حنین

فتح مکہ کا اثر قبائلِ عرب پر نہایت اچھا پڑا۔وہ اب تک منتظر تھے اور کہا کرتے تھے۔کہ (حضرت) محمد (ﷺ) اور ان کی قوم کو آپس میں نمٹ لینے دو۔اگر وہ قریش پر غالب آ گئے۔تو سچے پیغمبر ہیں۔اس لیے جب مکہ فتح ہوا تو ہر ایک قوم نے اسلام قبول کرنے میں پیش دستی کی۔مگر ہوازن کا زبردست قبیلہ جو مکہ و طائف کے درمیان سکونت پذیر تھا۔اس فتح پر بہت برافروختہ ہوا۔ وہ اس سے پہلے ہی جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔اس لیے فتح کی خبر سنتے ہی حملہ کے لیے تیار ہوگئے۔ہوازن (باستثنائے کعب وکلاب) کے ساتھ ثقیف تمام اور نصر وجشم تمام اور سعد بن ابی بکر اور کچھ بنو ہلال شامل ہوئے۔جشم کا رئیس درید بن صمہ تھا۔جس کی عمر سو سال سے متجاوز تھی۔اسے محض مشورے کے لیے ہودج میں بٹھا کر ساتھ لے گئے۔تمام فوج کا سپہ سالار اعظم مالک بن عوف نصری تھا جس کے حکم سے بچے اور عورتیں اور اموال بھی ساتھ تھے تاکہ لڑائی میں پیچھے نہ ہٹیں۔درید نے اس حکم کو پسند نہ کیا۔مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو بطور جاسوس دریافتِ حال کے لیے بھیجا۔وہ دشمن کے لشکر میں آئے اور انہوں نے وہاں کے تمام حالات دربارِ رسالت میں عرض کیے۔آنحضرت ﷺ نے تیاری شروع کر دی۔دس ہزار درہم سے زائد عبداللہ بن ابی ربیعہ سے جو ابوجہل کے بھائی تھے قرض لیے گئے۔اور صفوان بن امیہ سے جو اب تک ایمان نہ لائے تھے سو زرہیں مع لوازم مستعار لی گئیں۔غرض شوال ۸ ھ میں آنحضرت ﷺ بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔جن میں سے دو ہزار طلقاء (اہلِ مکہ) تھے۔لشکر کی کثرت کو دیکھ کر بعضوں کی زبان سے بے اختیار نکلا۔''آج ہم پر کون غالب آ سکتا ہے''؟ جب حنین[1] میں پہنچے تو

Marfat.com

صبح کے وقت کہ ابھی اجالا بھی اچھی طرح نہ ہوا تھا حملہ کے لیے آگے بڑھے۔ دشمن نے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اس طرح صف آرائی کر رکھی تھی۔ کہ سب سے آگے سوار۔ سواروں کے پیچھے پیادہ۔ پیادوں کے پیچھے عورتیں اور عورتوں کے پیچھے بکریاں اور اونٹ تھے۔ اور کچھ فوج پہاڑ کی گھاٹیوں اور دروں کی کمین گاہوں میں مقرر کر دی تھی۔ اسلامی فوج نے پہلے ایسی شجاعت سے دھاوا کیا کہ کفار[۶۸] بھاگ نکلے۔ مسلمان غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ کفار نے ایک دوسرے کو پکارا کہ یہ کیا ذلت و فضیحت ہے۔ اور مڑ کر حملہ کیا۔ اب کثرت پر نازش اپنا رنگ لائی۔ لشکر اسلام کے مقدمہ میں بہت سے ایسے نوجوان تھے جو سلاح و زرہ سے خالی تھے۔ ہوازن و بنو نصر کی جماعت نے جو تیراندازی میں مشہور تھے تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ ذرا سی دیر میں مقدمۃ الجیش کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس طرح باقی فوج بھی بھاگ نکلی۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف چند اصحاب ثابت قدم رہے۔ مگر اکیلے آپ تھے کہ اس حالت میں بھی دشمن کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ اور وہ اصحاب بمقتضائے شفقت آپ کو روک رہے تھے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے خچر کی لگام اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ رکاب تھامے ہوئے تھے کہ آگے نہ بڑھ جائیں۔ اور آپ فرمار ہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ	میں پیغمبر ہوں۔ اس میں جھوٹ نہیں
اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ	میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت بلند آواز تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو۔ چنانچہ وہ یوں پکارنے لگے:۔

یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ	او گروہ انصار!
یَا اَصْحَابَ السَّمُرَہ	او بیعت رضوان والو!
یَا اَصْحَابَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَہ	اے سورۂ بقرہ والو!

اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ لبیک لبیک کہتے ہوئے سب جمع ہو گئے۔ آپ نے صف آرائی کے بعد حملہ کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نہایت بہادری سے لڑنے لگے۔ شدت جنگ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا اَلْاٰنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ (اب تنور خوب گرم ہو گیا) لڑائی کا نقشہ بدل چکا تھا۔ مسلمانوں پر طمانیت کا نزول ہوا۔ کفار کو ملاء اعلیٰ کا لشکر چھلکیاں گھوڑوں پر سواروں کی شکل میں نظر آ رہا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے خچر سے اتر کر ایک مشتِ خاک لی۔ اور شاھت الوجوہ پڑھتے ہوئے کفار کی طرف پھینک دی۔ دشمن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں وہ خاک نہ پڑی

Marfat.com

ہو۔ لشکر کفار کو شکست ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جنگ حنین کا ذکر اس طرح کیا ہے:۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

البتہ تحقیق اللہ نے تم کو مدد دی بہت میدانوں میں اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترائے۔ پس وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر ہٹے پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ اور وہ فوجیں اتاریں جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کو عذاب کیا۔ اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر خدا اس کے بعد توبہ قبول کریگا جسکی چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ توبہ ع۴)

جنگ اوطاس

شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ تو اوطاس میں اور کچھ طائف میں جمع ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے کچھ فوج بسرکردگی حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ اشعری اوطاس بھیجی جو دیار ہوازن میں ایک وادی کا نام ہے۔ درید بن صمہ یہاں مارا گیا۔ قبیلہ جشم کے ایک شخص نے حضرت ابو عامر کی ران میں تیر مارا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اس جشمی کو قتل کرڈالا۔ اور حضرت ابو عامر کو اطلاع دی۔ حضرت ابو عامر کچھ دیر کے بعد واصل بحق ہوئے۔ مگر شہادت سے پہلے انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سلام کے بعد میرا یہ پیغام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دینا کہ آپ میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عَلَم ہاتھ میں لیا۔ اور خوب جنگ کی۔ دشمن کو شکست ہوئی۔ اسیران جنگ میں آنحضرت ﷺ کی رضاعی بہن شیماء سعدیہ بھی تھیں۔ جب گرفتار ہوکر آئیں، تو آنحضرت ﷺ سے کہنے لگیں۔ کہ میں آپ کی بہن ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی علامت کیا ہے۔ اس پر انہوں نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ کہ ایک دفعہ بچپن میں میں آپ کو گود میں لئے بیٹھی تھی آپ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اس کا نشان ہے۔ آپ نے وہ نشان پہچان لیا۔ اور اپنی چادر مبارک بچھا کر ان کو اس پر بٹھایا اور مرحبا کہا۔ پھر فرمایا "جی چاہے تو میرے

Marfat.com

ہاں عزت سے رہو۔ اور اپنی قوم میں جانا چاہو۔ تو وہاں پہنچا دیا جائے۔" انہوں نے اپنی قوم میں رہنا پسند کیا۔ اور ایمان لائیں۔ آپ نے ان کو غلام و کنیز اور ایک اونٹ دے کر بڑے احترام سے ان کی قوم میں پہنچا دیا۔

جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اوطاس سے واپس آئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے یوں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ اَبِيْ عَامِرٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ وَمِنَ النَّاسِ ۔	اے خدا! ابو عامر عبید کو بخش دے۔ اے خدا اسے قیامت کے دن اپنی مخلوق اور اپنے لوگوں میں سے بہتوں کے اوپر رکھنا۔

یہ دیکھ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اپنے واسطے دعا کی التجاء کی۔ آپ نے یوں دعا فرمائی:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهٗ وَاَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُدْخَلاً كَرِيْمًا ۔	اے خدا! عبداللہ بن قیس کا گناہ بخش دے اور اسے قیامت کے دن عزت کے مقام میں داخل کر۔

محاصرہ طائف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم و اسیران جنگ کی نسبت حکم دیا کہ سب کو جمع کر کے جعرانہ[۱۷۹] میں بھیج دیا جائے۔ بذات اقدس طائف[۱۸۰] کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت طفیل بن عمرو دوسی کو بت ذوالکفین کے منہدم کرنے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ اپنی قوم سے مدد لے کر ہم سے طائف میں آملو۔ حضرت طفیل اپنی قوم کے رئیس تھے۔ انہوں نے بت کو جلا دیا۔ اور قبیلہ دوس کے چار سو آدمی اور دبابہ و منجنیق لے کر طائف میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔

ثقیف اوطاس سے بھاگ کر طائف میں چلے آئے تھے۔ یہاں ایک قلعہ تھا۔ اس کی مرمت کر کے ایک سال کا سامان رسد لے کر اس میں پناہ گزین تھے۔ لشکر اسلام اس قلعہ کے قریب اترا۔ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات استعمال میں لائے گئے۔ مسلمانوں نے منجنیق[۱۸۱] نصب کیا تو اہلِ قلعہ نے تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ بارہ غازی شہید ہوگئے۔ دبابہ[۱۸۲] استعمال کیا گیا تو ثقیف نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں جن سے دبابہ جل گیا اور نقصان جان بھی ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی کر دی گئی کہ کفار کا جو غلام قلعہ سے ہمارے پاس آئے گا۔ وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تئیس غلام قلعہ سے اتر کر حاضر خدمت ہوئے۔ وہ سب

Marfat.com

آزاد کر دیئے گئے اور ایک ایک کر کے مسلمانوں کے حوالہ کر دیئے گئے کہ ان کی ضروریات کے متکفل ہوں اور ان کو تعلیم اسلام دیں۔ ان غلاموں میں حضرت نفیع بن حارث تھے۔ جو چرخ چاہ پر لٹک کر قلعہ کی دیوار سے اترے تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھ دی۔

دو ہفتہ بلکہ اس سے زیادہ محاصرہ قائم رہا۔ مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت نوفل بن معاویہ دئلی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ''لومڑی بھٹ میں ہے۔ اگر آپ کوشش جاری رکھیں گے۔ تو اسے پکڑ لیں گے۔ اور اگر اسے چھوڑ جائیں تو آپ کو مضر نہیں۔'' غرض محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ جب واپس آنے لگے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ ثقیف کے تیروں نے ہم کو جلا دیا۔ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔'' اس پر آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی:-

اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَّائْتِ بِھِمْ ۔ اے خدا تو ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو (مسلمان بنا کر) لا۔

اس دعائے رحمۃ للعالمین کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۹ ھ میں ثقیف کے وفد نے حاضر خدمت اقدس ہو کر اظہار اسلام کیا۔

آنحضرت ﷺ طائف سے جعرانہ میں تشریف لائے۔ یہاں غنائم حنین و اوطاس جمع تھیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

اسیران جنگ (زنان و اطفال)	۶۰۰۰
اونٹ	۲۴۰۰۰
بکریاں	۴۰۰۰۰ سے زائد
چاندی	۴۰۰۰ اوقیہ

آپ نے دس دن سے کچھ زیادہ ہوازن کا انتظار کیا۔ وہ نہ آئے تو آپ نے مال غنیمت میں سے طلقاء و مہاجرین کو دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر انصار کو رنج ہوا۔ ان میں سے بعضے کہنے لگے۔ ''خدا رسول اللہ کو معاف کر دے۔ وہ قریش کو عطا فرماتے ہیں اور ہم کو محروم رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔'' اور بعض بولے۔ ''جب مشکل پیش آتی ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے۔ اور غنیمت اوروں کو دی جاتی ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے یہ چرچا سنا۔ تو انصار کو طلب فرمایا۔ ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا۔ جس

Marfat.com

میں آپ نے انصار کے سوا کسی اور کو نہ رہنے دیا۔ جب انصار جمع ہو گئے تو آپ نے پوچھا۔ کہ ''وہ کیا بات ہے جو تمہاری نسبت میرے کان میں پہنچی ہے۔'' انصار جھوٹ نہ بولا کرتے تھے۔ کہنے لگے کہ سچ ہے جو آپ نے سنا۔ مگر ہم میں سے کسی دانا نے ایسا نہیں کہا۔ نوخیز جوانوں نے ایسا کہا تھا۔ یہ سن کر آپ نے حمد و ثناء کے بعد یوں خطاب فرمایا:

یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْکُمْ ضَآلاً فَهَدَاکُمُ اللّٰهُ بِیْ وَکُنْتُمْ مُتَفَرِّقِیْنَ فَاَلَّفَکُمُ اللّٰهُ بِیْ وَکُنْتُمْ عَالَةً فَاَغْنَاکُمُ اللّٰهُ بِیْ ۔

اے گروہ انصار کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو ہدایت دی۔ اور تم پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو جمع کر دیا۔ اور تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولت مند کر دیا۔

آپ یہ فرماتے جاتے تھے اور انصار ہر فقرے پر کہتے جاتے تھے کہ ''خدا اور رسول کا احسان اس سے بڑھ کر ہے۔''

آپ نے فرمایا کہ تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم کیا جواب دیں۔ خدا اور رسول کا احسان اور فضل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بخدا اگر تم چاہو تو یہ جواب دو۔ میں ساتھ ساتھ تمہاری تصدیق کرتا جاؤں گا۔

اَتَیْتَنَا مُکَذَّبًا فَصَدَّقْنَاکَ وَمَخْذُوْلاً فَنَصَرْنَاکَ وَطَرِیْدًا فَاٰوَیْنَاکَ وَعَائِلاً فَوَاسَیْنَاکَ

تو ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ لوگوں نے تیری تکذیب کی تھی۔ ہم نے تیری تصدیق کی۔ لوگوں نے تیرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے تیری مدد کی۔ لوگوں نے تجھ کو نکال دیا تھا ہم نے تجھے پناہ دی۔ تو مفلس تھا ہم نے جان و مال سے تیری ہمدردی کی۔

پھر فرمایا کہ میں نے تالیف قلوب کے لیے اہلِ مکہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ ''اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر گھر جاؤ۔ اللہ کی قسم تم جو کچھ لے جا رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔ اگر لوگ کسی وادی یا درہ میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا درہ میں چلوں [۱۸۳] گا۔'' یہ سن کر انصار پکار اٹھے۔ ''یا رسول اللہ رضینا'' (یارسول اللہ ہم راضی ہیں) اور ان پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔

Marfat.com

جب جعرانہ میں اسیران جنگ کی تقسیم بھی ہو چکی تو ہوازن کی سفارت (وفد) حاضر خدمت اقدس ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی رضاعی ماں حلیمہ قبیلہ سعد بن بکر بن ہوازن سے تھیں۔ اس سفارت میں آپ کا رضاعی چچا ابوثروان (یا ابو برقان) بن عبدالعزیٰ سعدی بھی تھا۔ سفارت کا رئیس زہیر بن صرد سعدی جشمی تھا۔ وفد نے پہلے اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے اظہار اسلام کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر حضرت زہیر بن صرد نے یوں تقریر کی [۱۸۴]:-

"یا رسول اللہ! اسیران جنگ میں سے جو عورتیں چھپروں میں ہیں وہ آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں اور دایہ ہیں۔ جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ اگر ہم نے حارث ابن ابی شمر (امیر شام) یا نعمان بن منذر (شاہ عراق) کو دودھ پلایا ہوتا۔ پھر اس طرح کی مصیبت ہم پر آپڑتی تو ہمیں اس سے مہربانی و فائدہ کی توقع ہوتی۔ مگر آپ سے تو زیادہ توقع ہے۔ کیونکہ آپ فضل و شرف میں ہر مکفول سے بڑھ کر ہیں۔"

اس کے بعد حضرت ابوثروان نے یوں [۱۸۵] عرض کیا:-

"یا رسول اللہ! ان چھپروں میں آپ کی پھوپھیاں، خالائیں اور بہنیں ہیں۔ جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ انہوں نے آپ کو اپنی گودوں میں پالا۔ اور اپنے پستان سے دودھ پلایا۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا۔ کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ میں نے آپ کو دودھ چھڑایا ہوا دیکھا۔ کوئی دودھ چھڑایا بچہ میں نے آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو نوجوان دیکھا۔ کوئی نوجوان آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ آپ میں خصال خیر کامل طور پر موجود ہیں۔ اور باوجود اس کے ہم آپ کے اہل و کنبہ ہیں۔ آپ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کریگا۔"

یہ تقریر سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے انتظار کے بعد تقسیم کی ہے۔ اب تم اسیران جنگ و غنائم میں ایک اختیار کر لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسیران جنگ کی رہائی چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے خاندان کے حصہ کا اختیار ہے۔ باقی کے لیے اوروں کی اجازت درکار ہے۔ تم نماز ظہر کے بعد اپنی درخواست پیش کرنا۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد انہوں نے اظہار مطلب کیا۔ پھر آپ نے حمد و ثناء کے بعد یوں خطاب [۱۸۶] فرمایا:-

"تمہارے بھائی مسلمان ہو کر آئے ہیں۔ میری رائے ہے کہ اسیران جنگ ان کو واپس کر دوں۔ تم میں سے جو بغیر عوض واپس کرنا چاہتے ہیں کر دیں۔ اور جو عوض لینا

Marfat.com

چاہتے ہیں ہم پہلی غنیمت میں سے جو ہاتھ آئے گی ادا کر دیں گے۔"
قصہ کوتاہ تمام مہاجرین وانصار نے بغیر عوض واپس کر دینا منظور کر لیا۔ اس طرح چھ ہزار رہا کر دیئے گئے۔

ہجرت کا نواں سال

اس سال کے اوائل میں واقعہ ایلاء پیش آیا۔ ازواج مطہرات نے آنحضرت ﷺ سے مقدور سے زیادہ نفقہ وکسوت طلب کیا۔ اس پر آپ نے ایلاء کیا۔ یعنی سوگند کھائی کہ ایک ماہ تک ان کے ساتھ مخالطت نہ کروں گا۔ جب ۲۹ دن گزرنے پر مہینہ پورا ہوا۔ تو آیۂ تخییر (سورۂ احزاب) نازل ہوئی۔ مگر سب نے زینت دنیا پر اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔

غزوۂ طائف اور غزوۂ تبوک[۱۸۷] کے درمیانی زمانہ میں حضرت کعب بن زہیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور انہوں نے اپنا مشہور قصیدہ پڑھا۔

غزوۂ تبوک

یہ غزوہ ماہ رجب میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ رومیوں اور عیسائی عربوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بڑی فوج تیار کر لی ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے اہلِ مکہ اور قبائل عرب سے جانی و مالی امداد طلب کی۔ اس وقت سخت قحط اور شدت کی گرمی تھی۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۃ العسرۃ بھی کہتے ہیں۔ سورۂ توبہ میں ہے۔ **الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ** ۔ جو لشکر اس غزوہ کے لیے تیار کیا گیا اسے جیش العسرۃ کہتے ہیں۔ اس جیش کی تیاری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خصوصیت سے حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بڑے ایثار کا ثبوت دیا۔ غرض رسول اللہ ﷺ تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں جب سرزمین ثمود میں اترے۔ تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا[۱۸۸] کہ یہاں کے کوؤں کا پانی نہ لینا اور نہ وہ پانی پینا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم نے پانی لیا ہے۔ اور اس سے آٹا گوندھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پانی گرا دو اور آٹا اونٹوں کو کھلا دو۔ جب آپ حجر یعنی ثمود کے مکانات میں سے گزرے جو پہاڑوں کو تراش کر بنائے ہوئے تھے۔ تو فرمایا[۱۸۹] کہ ان معذبین کے مکانات سے روتے ہوئے گزرنا چاہئے۔ کہ مبادا ہم پر بھی وہی عذاب آئے۔ پھر آپ نے اپنی چادر سے منہ چھپا لیا اور اس وادی سے جلدی گزر گئے۔

Marfat.com

جب آنحضرت ﷺ حجر سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک جگہ آپ کا ناقہ گم ہو گیا۔ زید بن بصیت قینقاعی منافق کہنے لگا۔ ''محمد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور تم کو آسمان کی خبر دیتا ہے۔ حالانکہ وہ اتنا بھی نہیں جانتا۔ کہ اس کا ناقہ کہاں ہے۔'' رسول اللہ ﷺ کو باطلاع الٰہی یہ معلوم ہو گیا۔ آپ نے یہ فرمایا۔ ''ایک منافق ایسا ایسا کہتا ہے۔ خدا کی قسم! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ نے مجھے بتا دیا۔ چنانچہ خدا نے مجھے ناقہ کا حال بتا دیا ہے۔ وہ فلاں درّہ میں ہے۔ اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس سبب سے وہ رکا ہوا ہے۔ تم جا کر لے آؤ۔'' بہ تعمیل ارشاد مبارک ناقہ اس درّہ میں سے لایا گیا۔ حضور کے ارشاد مبارک کے وقت حضرت عمارہ موجود تھے۔ منافق مذکور حضرت عمارہ ہی کے ڈیرے میں تھا۔ حضرت عمارہ اپنے ڈیرے میں واپس آ کر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابھی ہم سے باطلاع الٰہی عجیب ماجرا بیان فرمایا کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے۔ عمارہ کے بھائی عمرو بن حزم نے کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے زید بن بصیت نے ایسا ہی کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمارہ نے زید کی گردن لکڑی سے ٹھکا دی اور کہا۔ ''او دشمنِ خدا! میرے ڈیرے سے نکل جا۔ میرے ساتھ نہ رہ۔'' کہا گیا ہے کہ زید مذکور بعد میں تائب ہو گیا تھا[۱۹]۔

حجر سے تبوک چار منزل ہے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی۔ تبوک میں بیس روز آنحضرت ﷺ کا قیام رہا۔ اہلِ تبوک نے جزیہ پر آپ سے صلح کر لی۔ ایلہ[۱۹] کا نصرانی سردار یوحنہ بن روبہ حاضر خدمت اقدس ہوا۔ اس نے تین سو دینار سالانہ جزیہ پر آپ سے صلح کر لی۔ اور ایک سفید خچر پیش کیا۔ آپ نے ایک چادر اسے عنایت فرمائی۔ جرباء اذرح کے یہودیوں نے بھی جزیہ پر صلح کر لی۔

تبوک ہی سے آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو چار سو سواروں کا دستہ دے کر اکیدر بن عبدالمالک کندی نصرانی سردار دومۃ الجندل کے زیر کرنے کے لیے بھیجا۔ اور فرما دیا کہ تم اکیدر کو نیل گائے کا شکار کرتے پاؤ گے۔ اکیدر دومۃ الجندل کے قلعہ میں رہا کرتا تھا۔ جب حضرت خالد قلعہ کے پاس پہنچے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ چاندنی رات تھی کہ ایک نیل گائے جنگل سے آ کر قلعہ کے دروازے پر سینگ مارنے لگی۔ اکیدر اس کے شکار کے لیے قلعہ سے اتر آیا۔ اثنائے شکار میں حضرت خالد کے دستہ نے اس پر حملہ کیا اور گرفتار کر کے مدینہ میں لے آئے۔ اس نے بھی جزیہ پر صلح کر لی۔

مسجد ضرار

منافق ہمیشہ اس امر کے درپے تھے۔ کہ کسی طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال دیں۔ اس

Marfat.com

غرض سے انہوں نے اپنی علیحدہ مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامر فاسق جو انصار میں سے تھا عیسائی ہو گیا تھا۔ وہ غزوہ خندق تک آنحضرت ﷺ سے لڑتا رہا۔ جب ہوازن بھاگ گئے تو وہ شام میں چلا گیا تھا۔ اس نے وہاں سے ان منافقین کو کہلا بھیجا کہ تم مسجد قباء کے متصل اپنی مسجد بنا لو۔ اور جو سامان ہو سکے تیار کرو۔ میں قیصر روم کے پاس جاتا ہوں۔ اور رومیوں کی فوجیں لاتا ہوں۔ تا کہ محمد اور ان کے اصحاب کو ملک سے نکال دیں۔ چنانچہ منافقوں نے مسجد قباء کے پاس ایک مسجد بنائی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر درخواست کی کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لیے یہ مسجد بنائی ہے۔ آپ قدم رنجہ فرما کر اس میں نماز پڑھیں اور دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اب غزوہ تبوک پر جا رہا ہوں۔ واپس آ کر انشاء اللہ تعالیٰ حاضر ہوں گا۔ چنانچہ جب آپ تبوک سے واپس ہوئے اور موضع ذو اوان میں پہنچے جو مدینہ طیبہ سے ایک گھنٹہ کی راہ ہے۔ تو یہ آیتیں نازل ہوئیں ۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ

(توبہ ع [illegible])

اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے اور کمین گاہ بنانے کے لیے اس شخص کے واسطے جو پہلے سے خدا اور رسول سے لڑ رہا ہے۔ اور البتہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی۔ اللہ گواہ ہے کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ تو اس مسجد میں ہرگز کھڑا نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ نے حضرت مالک بن دخشم اور معن بن عدی عجلانی وغیرہ کو حکم دیا کہ جا کر اس مسجد ضرار کو [illegible] چنانچہ [illegible]

[illegible] میں ان کی تفصیل

Marfat.com

کی گنجائش نہیں۔

ہجرت کا دسواں سال

اس سال بھی وفود عرب پے در پے حاضر خدمت اقدس ہوتے رہے اہل یمن و ملوک حمیر ایمان لائے۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ نے آخری حج کیا۔ جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیہ عرفہ میں نازل ہوئی۔

ہجرت کا گیارھواں سال

اس سال کے ماہ ربیع الاول میں آنحضرت ﷺ کا وصال شریف ہو گیا۔ جس کا ذکر آئندہ باب میں آتا ہے۔

حواشی

۱۔ سیرت ابن ہشام۔ خبر دار الندوہ۔
۲۔ قصۂ ہجرت کیلئے دیکھو صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ۔
۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان اونٹنیوں کو چار ماہ سے ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کیا تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری ہے۔
۴۔ سیرت ابن ہشام
۵۔ معجم البلدان لیاقوت الحموی۔ تحت حزورہ۔
۶۔ مشکوٰۃ شریف۔ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ
۷۔ مشکوٰۃ شریف۔ باب فی المعجزات۔ فصل ثالث۔
۸۔ صحیح بخاری۔ باب علامات النبوت فی الاسلام۔ نیز باب مناقب المہاجرین وفضلہم۔
۹۔ آپ کو اپنے پروردگار پر اعتماد تھا۔ اس لیے آپ کو سراقہ کی کچھ پروا نہ تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا تو خیال نہ تھا مگر محبت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا بڑا خیال تھا۔ اس لیے از روئے شفقت پیچھے دیکھتے تھے کہ سراقہ کی طرف سے کیا ظہور میں آتا ہے۔
۱۰۔ صحیح بخاری۔ باب الہجرۃ الی المدینۃ۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے سراقہ سے فرمایا۔ کیف بك اذا لبست سواری کسری (تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے دو کنگن پہنایا جائیگا۔) جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین و طائف سے واپس ہوئے تو جعرانہ میں سراقہ نے وہ فرمانِ امن پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج وفا و احسان کا دن ہے۔ سراقہ آگے بڑھے اور ایمان لائے۔ جب عہد فاروقی میں ایران فتح ہوا۔ اور کسریٰ ہرمز کے کنگن حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے قول رسول کریم ﷺ کی تصدیق و تحقیق کیلئے وہ کنگن سراقہ کو پہنا دیئے اور فرمایا الحمد للہ الذی سلبهما کسری و البسهما سراقة (یعنی سب ستائش اللہ کو ہے جس

Marfat.com

نے کسریٰ جیسے شاہِ عجم کے کنگن چھین کر سراقہ جیسے غریب بدوی کو پہنا دیئے۔ سراقہ نے ۲۴ھ میں بعہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وفات پائی۔

۱۱ مشکوٰۃ شریف۔ باب فی المعجزات فصل ثالث۔

۱۲ استیعاب لابن عبدالبر۔ وفاء الوفاء للسمہودی۔

۱۳ اصابہ للحافظ ابن حجر۔ ترجمہ شموس بنت نعمان۔ نیز وفاء الوفاء۔

۱۴ وفاء الوفاء جز اول ص ۱۸۱۔

۱۵ زاد المعاد۔ وفاء الوفاء۔

۱۶ مرقات شرح مشکوٰۃ۔ جزء خامس ص ۴۸۶ عینی شرح۔ صحیح بخاری۔ جزء ثانی ص ۶۱۳۔

۱۷ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی

۱۸ جب آنحضرت ﷺ غزوۂ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کی غیر حاضری میں حضرت ام سلمہ نے اپنا حجرہ بھی پکی اینٹوں کا بنالیا۔ آپ نے واپسی پر دریافت فرمایا کہ یہ عمارت کیسی ہے؟ ام سلمہ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ میں نے یہ اس لیے بنالیا کہ لوگوں کی نظر نہ پڑے۔ آپ نے فرمایا "ام سلمہ! مسلمان کے مال کا برا مصرف عمارت ہے۔" وفاء الوفاء۔ جز اول۔ صفحہ ۳۲۷۔

۱۹ الادب المفرد للبخاری صفحہ ۸۸۔

۲۰ اس ارتفاع میں بظاہر تین ہاتھ کی بنیاد محسوب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

۲۱ تعمیر مسجد و مکانات کی تفصیل کیلئے دیکھو صحیح بخاری اور وفاء الوفاء۔

۲۲ معجم البلدان للحموی۔ تحت مدینہ یثرب۔ زیادہ تفصیل وفاء الوفاء میں ہے۔

۲۳ صحیح بخاری۔ باب الصلوٰۃ علی الفراش

۲۴ استیعاب واصابہ۔ ترجمہ سراج التمیمی۔

۲۵ صحیح بخاری کتاب المناقب۔ باب اخاء النبی ﷺ بین المہاجرین والانصار ۱۲

۲۶ صحیح بخاری۔ ابواب الحرث والمزارعۃ۔

۲۷ صحیح بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب ویؤثرون علیٰ انفسہم۔

۲۸ زرقانی علی المواہب۔ غزوۂ بنی نضیر۔ بحوالہ اکلیل حاکم نیشاپوری۔ نیز دیکھو فتوح البلدان بلاذری مطبوعہ مصر صفحہ ۲۶۔

۲۹ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ما اقطع النبی ﷺ من البحرین وما وعد من مال البحرین والجزیۃ۔ یہ حدیث کتاب المناقب اور کتاب المساقات میں بھی وارد ہے۔

۳۰ صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب رد المہاجرین الی الانصار منائحہم من الشجر والثمر حین استغنوا عنہا بالفتوح

۳۱ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب ذکر النبی ﷺ ومن یقتل ببدر۔

۳۲ ابواء ایک قریہ ہے جو جحفہ سے ۲۳ میل ہے۔ یہاں آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ کی قبر ہے۔

Marfat.com

۳۳ بواط ایک پہاڑ کا نام ہے جو ینبع سے ایک دن کی راہ ہے۔

۳۴ ذوالعشیرہ مکہ مدینہ کے درمیان میں ینبع کے نواح میں واقع ہے۔

۳۵ بدر ایک کنوئیں کا نام ہے۔ بدر اور مدینہ منورہ کے درمیان سات برید (منزل) ہیں۔

۳۶ یہ مقام مکہ وطائف کے درمیان مکہ سے ایک دن کی راہ ہے۔

۳۷ عمرو بن حضرمی کا باپ عبداللہ حضرمی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دادا حرب بن امیہ کا حلیف تھا۔ اور حرب قریش کا رئیس تھا۔ اور عثمان ونوفل حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دادا مغیرہ کے بیٹے تھے جو روٴسا قریش کے زمرہ میں شمار ہوتا تھا۔

۳۸ طبقات ابن سعد واستیعاب واصابہ۔ ترجمہ عمیر بن ابی وقاص۔

۳۹ حدیث کعب بن مالک میں ہے انما خرج النبی ﷺ یرید عیر قریش حتیٰ جمع اللہ بینہ وبینھم علیٰ غیر میعاد (یعنی آنحضرت ﷺ صرف قافلہ قریش کے قصد سے نکلے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کو اچانک مقابل کر دیا) یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت ذیل کی صحیح تفسیر ہے۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا (انفال ع۵) — اور اگر آپس میں تم وعدے کرتے۔ تو نہ پہنچتے وعدے پر۔ لیکن اللہ کو کرڈالنا تھا، ایک امر کا جو ہو چکا تھا۔

حدیث کعب کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ جو اسی مضمون کی تائید کرتی ہیں۔

۴۰ صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب سقوط فرض الجہاد عن المعذورین۔ حدیث انس بن مالک۔

۴۱ بدر سے ۳۶ میل ہے۔

۴۲ بدر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے۔

۴۳ مقام روحاء تک حضرت مرثد کی جگہ حضرت ابولبابہ تھے۔ جب حضور اقدس ﷺ کی باری پیدل چلنے کی آتی۔ تو حضرت علی وابولبابہ عرض کرتے کہ آپ سوار ہولیں۔ ہم بجائے آپ کے پیدل چلتے ہیں۔ مگر حضور فرماتے۔ تم پیدل چلنے پر مجھ سے زیادہ قادر نہیں ہو اور نہ میں تمہاری نسبت اجر کا کم خواہاں ہوں۔ طبقات ابن سعد۔ غزوہ بدر۔

۴۴ سیرت ابن ہشام۔

۴۵ سیرت ابن ہشام۔

۴۶ صحیح بخاری۔ باب ذکر النبی ﷺ ومن یقتل ببدر

۴۷ سیرت ابن ہشام۔

۴۸ قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ (الانفال۔ ع۶) — اور جس وقت سنوار نے لگا شیطان انکی نظر میں انکے کام اور بولا کوئی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن۔ اور میں رفیق ہوں تمہارا۔

۴۹ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ کو مناخ بولتے ہیں۔

۵۰ طبقات ابن سعد۔ غزوہ بدر ۱۲

Marfat.com

۵۱ جحفہ مدینے کے راستے میں مکہ سے تین یا چار منزل ہے اور غدیر خم سے دو میل اور ساحل بحر سے قریباً تین منزل ہے۔ معجم البلدان لیاقوت الحموی۔

۵۲ کامل لابن الاثیر۔ غزوۂ بدر۔ بدر مواسم عرب میں ایک موسم بھی تھا۔ جہاں ہر سال ایک دفعہ میلا لگا کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر پہنچنے کے لیے جو راستہ اختیار فرمایا تھا وہ روحاء میں سے تھا روحاء اور مدینے کے درمیان چار دن کا رستہ ہے۔ پھر روحاء سے منصرف ایک برید۔ پھر ذات اجذال ایک برید۔ پھر معالات ایک برید۔ پھر اثیل ایک برید۔ اور اثیل سے بدر دو میل۔ طبقات ابن سعد۔

۵۳ قرآن کریم کی آیت ذیل میں اسی طرف اشارہ ہوا ہے:۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا	اور مت ہو کہ جیسے نکلے وہ لوگ اپنے گھروں سے اتراتے۔
وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط	اور لوگوں کو دکھاتے اور روکتے اللہ کی راہ سے۔ اور اللہ کے
وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۔ (انفال۔ ع ۲)	قابو میں ہے جو وہ کرتے ہیں۔

۵۴ اس کا اصلی نام ابی تھا۔ مگر جب بنوزہرہ کو لوٹا لے گیا تو کہا گیا خنس بہم (وہ ان کو واپس لے گیا) لہٰذا اس کو اخنس کہنے لگے (طبقات ابن سعد) اس کے اسلام میں اختلاف ہے۔ دیکھو اصابہ فی تمیز الصحابہ۔

۵۵ طبقات ابن سعد۔ مگر ضرب الامثال اللبدانی میں ہے۔ کہ ابوسفیان کا یہ خطاب بنوزہرہ سے تھا۔ اور اسی میں لکھا ہے۔ کہ یہ مثل سب سے پہلے ابوسفیان کی زبان سے نکلی تھی۔ بقول اصمعی اسے ایسے مقام پر بولا جاتا ہے جہاں کسی شخص کی قدر ے تحقیر و تصغیر منظور ہو۔

۵۶ سورہ انفال رکوع اول میں ہے كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ (آیہ ۵ تا ۱۱) بعض نے پانچویں آیت میں وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ کو حال حقیقیہ سمجھ کر کہا ہے۔ کہ مدینہ سے نکلنے اور اس گروہ کے جی چرانے کا وقت ایک ہی تھا۔ اور ساتویں آیت وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ کی رو سے دو فریق (کارروان تجارت و فوج قریش) میں سے ایک کا وعدہ بھی مدینہ ہی میں تھا۔ مگر یہ درست نہیں۔ کیونکہ جملہ وَإِنَّ فَرِيقًا حال حقیقیہ نہیں بلکہ مقدرہ ہے جیسا کہ تمام کتب تفسیر میں مذکور ہے۔ اور وَإِذْ يَعِدُكُمُ میں واؤ عاطفہ نہیں بلکہ استیناف ہے اور اذ ظرف ہے فعل مضمر اذکر و اکانہ کہ اخرجك کا۔ اس میں شک نہیں کہ نویں آیت (اِذْ تَسْتَغِيثُونَ) میں اور گیارہویں آیت (اِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ) میں اذ بدل ہے اِذْ يَعِدُكُمْ سے۔ پس بنا بر تقریر بعض مذکور خروج من البیت وعدہ احدی الطائفتین استغاثہ مسلمین نیند کا طاری ہونا اور مینہ کا برسنا یہ سب مدینہ ہی میں ہونا چاہیے وھذا کماتری۔ تفصیل کے لیے رسالہ غزوات النبی مؤلفہ خاکسار دیکھو۔

۵۷ سیرت ابن ہشام۔

۵۸ صحیح بخاری۔ غزوۂ بدر۔ باب قول اللہ تعالیٰ اِذْ تَسْتَغِيثُونَ الآیہ سیرت ابن ہشام میں حضرت مقداد کی تقریر میں یہ بھی ہے۔ ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ برک الغماد کا قصد کرینگے تو ہم تلوار چلائیں گے۔ یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔'' بعض روایتوں میں یہی الفاظ حضرت سعد بن [illegible] سے دونوں نے ایسا ہی کہا ہو۔ جیسا کہ ابن الدینہ کا قول ہے (معجم البلدان

Marfat.com

لیاقوت الحموی) برک الغماد مکہ مشرفہ سے پانچ دن کی راہ اقصائے یمن میں حبشہ کے مقابل ایک شہر ہے۔

۵۹ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ . (مائدہ ع ۴) — تو جا اور تیرا رب دونوں لڑو ہم یہاں ہی بیٹھتے ہیں۔

۶۰ سیرت ابن ہشام۔غزوۂ بدر۔

۶۱ سیرت ابن ہشام غزوۂ بدر۔

۶۲ قرآن کریم میں ہے:-

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ (انفال ۔ ع ۱) — اور جب وعدہ کرتا ہے اللہ ایک کا دو جماعتوں میں سے کہ یہ واسطے تمہارے ہے۔ اور تم دوست رکھتے ہو یہ کہ بن شوکت والا ہی ہووے واسطے تمہارے اور اللہ چاہتا ہے کہ سچا کرے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹے پیچھا کافروں کا۔

حضور اقدس کا مطلب یہ تھا کہ کاروان اور لشکر قریش میں سے ایک کا وعدہ ہو چکا ہے۔ اب قافلہ تو ہاتھ سے جاتا رہا۔ لہٰذا قریش گرفتار ہوں گے۔

۶۳ قرآن کریم میں ہے:-

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ (انفال ع ۵) — جس وقت تم تھے ورے کے ناکے پر اور وہ پرے کے ناکے پر اور قافلہ نیچے اتر گیا تم سے۔

یعنی مسلمان قریب کے میدان میں مدینے کی طرف کو اترے اور کفار پرلے ناکے پر مکہ کی طرف اترے۔ اور قافلہ مسلمانوں سے نیچے کی طرف ساحل سمندر کے قریب تھا۔

۶۴ سیرت ابن ہشام۔ مگر صحیح مسلم میں ایک غلام کا ذکر ہے۔ بظاہر حدیث مسلم کے راوی نے ایک ہی کے ذکر پر اختصار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۶۵ قرآن مجید میں ہے:

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (انفال ۔ ع ۲) — اور جس وقت ڈال دی تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کرے اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور محکم گرہ دے تمہارے دلوں پر اور ثابت کرے اس کے سبب تمہارے قدم

۶۶ صواعق محرقہ لابن حجر المکی بحوالہ مسند بزار ص ۱۷۔

۶۷ منتخب کنز الاعمال بروایت ابن عساکر۔

۶۸ سیرت ابن ہشام۔غزوۂ بدر بروایت ابن اسحاق۔

۶۹ طبقات ابن سعد۔غزوۂ بدر۔

۷۰ طبقات ابن سعد۔غزوۂ بدر۔

Marfat.com

۱ے ابوجہل لعین کے حلقۂ دبر پر ایک برص کا داغ تھا۔ جسے وہ زعفران لگا کر زرد رکھا کرتا تھا۔ سیرت ابن ہشام۔

۲ے درمنثور للسیوطی بحوالہ دلائل بیہقی۔ جزء ثالث۔صفحہ ۱۶۷۔

۳ے قرآن کریم میں ہے:-

اِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۗ اِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (انفال۔ ع۵)

جب اللہ نے ان کو دکھایا تیرے خواب میں تھوڑے۔ اگر وہ تجھ کو بہت دکھا تا تو تم لوگ نامردی کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچالیا۔ اسکو معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں۔

قرآن مجید میں ہے:-

وَاِذْ يُرِيكُمُوهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي اَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِي اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُورُ (انفال۔ع۵)

اور جب تم کو دکھائی دی وہ فوج وقت ملاقات کے تمہاری آنکھوں میں تھوڑی۔ اور تم کو تھوڑا دکھایا انکی آنکھوں میں۔ تاکہ ڈالے اللہ ایک کام جو ہو چکا تھا اور اللہ تک پہنچ ہے ہر کام کی۔

۴ے صحیح مسلم۔کتاب الجہاد۔باب سقوط فرض الجہاد عن المعذورین۔

۵ے ابن سعد نے اس قول کو ثبت کیا ہے۔مگر سنن ابی داؤد میں بروایت حضرت علی وارد ہے کہ حضرت عبیدہ اور ولید میں مقابلہ ہوا۔ اور حضرت علیؓ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا۔

۶ے ان چھ (حضرت حمزہ- حضرت علی- حضرت عبیدہ بن حارث- عتبہ- شیبہ- ولید بن عتبہ) کے بارے میں سورۂ حج کی یہ آیت نازل ہوئی۔ هٰذَانِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ (صحیح بخاری۔تفسیر سورۂ حج)

۷ے اللّٰهم انجزلي ما وعدتني اللّٰهم ات ما وعدتني اللّٰهم انك ان تهلك هٰذه العصابة من اهل الاسلام لا تعبد في الارض (صحیح مسلم باب الامداد بالملائکہ فی غزوۂ بدر واباحۃ الغنائم)

۸ے امام خطابی فرماتے ہیں۔ کہ اس سے نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت صدیق اکبر کو حضور اقدس ﷺ کی نسبت اس حالت میں وعدہ الٰہی پر زیادہ اعتماد تھا۔ کیونکہ یہ قطعاً ناجائز ہے۔ بلکہ حضور نے اپنے اصحاب پر شفقت اور انکے دلوں کی تقویت کے لیے ایسا کیا۔ اس لیے کہ یہ دشمن کے ساتھ پہلا مقابلہ تھا۔ لہٰذا دعاء میں الحاح فرمایا کہ ان کے دل کو تسکین حاصل ہو۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ حضور کا وسیلہ مقبول اور ان کی دعاء مستجاب ہے۔ پس حضرت صدیق اکبر کو قوت وطمانیت قلبی سے معلوم ہو گیا کہ حضور کی دعا قبول ہو گئی۔ تو انہوں نے عرض کی کہ بس یہ کافی ہے۔ عینی شرح بخاری۔

۹ے قرآن کریم میں ہے:

اِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِينَ ۝ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَاْتُوكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ

جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو۔ کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہاری مدد بھیجے رب تمہارا تین ہزار فرشتے آسمان سے اترے۔ البتہ اگر تم ٹھہرے رہو اور پرہیزگاری کرو تم۔ اور وہ آویں تم پر اسی دم تو مدد بھیجے رب تمہارا پانچ ہزار فرشتے پلے ہوئے

Marfat.com

الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○ (آل عمران۔ع ۱۳) — گھوڑوں پر۔

۸۰ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (انفال۔ع ۲)

پس جب سامنے ہوئیں دو فوجیں الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر۔ اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں ڈرتا ہوں۔ اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

۸۱ اسی کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہے:۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ (انفال۔ع ۲)

اور تو نے نہیں پھینکی تھی مٹھی خاک جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی۔

۸۲ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (آل عمران۔ع ۲)

ابھی ہو چکا ہے تم کو ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں ایک فوج ہے لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری منکر ہے دیکھتے تھے وہ کافر مسلمانوں کو اپنے دو برابر صریح آنکھوں سے۔ اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے۔ اس میں عبرت ہے آنکھ والوں کے لیے۔

۸۳ حیزوم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ یعنی اے حیزوم آگے بڑھو۔

۸۴ ترجمہ۔ شتاب شکست کھائے گی جماعت اور بھاگیں گے پیٹھ دے کر انتہی۔ اس آیت میں نبوت کا ایک نشان ہے۔ کیونکہ مکہ مشرفہ میں نازل ہوئی۔ جس میں پہلے یہ بتایا گیا تھا کہ کفار کو ہزیمت ہوگی۔

۸۵ سیرت ابن ہشام۔ غزوۂ بدر۔

۸۶ صحیح بخاری کتاب الوکالۃ

۸۷ اس لعین کا مطلب یہ تھا کہ تمہارا مجھے قتل کرنا ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کو اس کی قوم قتل کر دے پس اس میں نہ تمہیں کوئی فخر ہے اور نہ مجھے کوئی عار ہے۔

۸۸ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب قتل ابی جہل۔

۸۹ اس سے سماع موتیٰ ثابت ہے۔ اگر زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو کتاب البرزخ مؤلفہ خاکسار دیکھو۔

۹۰ غنیمت کے بارے میں مجاہدین میں جھگڑا ہوا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قل الانفال للہ والرسول الآیہ نازل فرمائی اور تقسیم کا معاملہ آنحضرت ﷺ کے سپرد کیا۔ پس حضور بابی ہو وامی نے برابر برابر تقسیم فرمائی۔

۹۱ سیرت ابن ہشام۔

۹۲ سیرت ابن ہشام۔ غزوۂ بدر۔

۹۳ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة۔

۹۴ صحیح مسلم۔ باب الامداد بالملئکة فی غزوة بدر واباحة الغنائم۔

Marfat.com

۹۵ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (انفال ۔ ع ۹)	نہ تھا لائق واسطے نبی کے یہ کہ ہوویں واسطے اس کے بندیوان یہاں تک کہ خونریزی کرے بیچ زمین کے۔ ارادہ کرتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ ارادہ کرتا ہے آخرت کا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۹۶ طبقات ابن سعد غزوۂ بدر۔

۹۷ سیرت ابن ہشام۔ غزوۂ بدر۔

۹۸ کامل ابن اثیر۔ غزوۂ بدر

۹۹ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (انفال ۔ ع ۱۰)	اے نبی کہہ دے ان کو جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی۔ اگر جانے گا اللہ تمہارے دل میں کچھ نیکی تو دیگا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا۔ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

۱۰۰ کامل ابن اثیر۔ غزوۂ بدر۔

۱۰۱ سیرت ابن ہشام۔ غزوۂ بدر۔

۱۰۲ لعل الله اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لكم الجنة او فقد غفرت لكم (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ فصل من شہد بدراً)

۱۰۳ صحیح بخاری۔ باب شہود الملائکۃ بدر۔

۱۰۴ سفرنامہ محمد بن جبیر اندلسی (اردو ترجمہ) مطبع احمدی ریاست رامپور صفحہ ۱۹۲۔

۱۰۵ اس قتل کے سنہ و ماہ میں یہ مختلف اقوال ہیں۔ رمضان ۲ ھ ذوالحجہ ۵ ھ ذوالحجہ ۴ ھ جمادی الاخریٰ ۳ ھ۔ رجب ۳ ھ۔

۱۰۶ احد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل پر ہے۔

۱۰۷ طبقات ابن سعد۔ بخاری شریف میں ہے کہ تلوار کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا۔ جس کی تعبیر اصحاب کرام کی شکستگی و ہزیمت تھی۔

۱۰۸ طلحہ بن ابی طلحہ کو کبش الکتیبہ کہا کرتے تھے۔

۱۰۹ صحیح بخاری کتاب الجہاد۔ باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب۔

۱۱۰ یہ وہی حربہ ہے جس سے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ حضرت وحشی کہا کرتے تھے قتلت فی کفری خیر الناس وفی اسلامی شر الناس۔ یعنی میں نے اپنی کفر کی حالت میں خیر الناس کو شہید کیا۔ اور مسلمان ہونے کی حالت میں شر الناس کو قتل کیا۔

۱۱۱ مسیلمہ کذاب کو امیر المومنین اس لیے کہا۔ کہ اس پر ایمان لانے والوں کے امور کا مرجع وہی تھا۔ اس سے تلقیب

Marfat.com

مقصود نہ تھی۔

۱۱۲ صحیح بخاری۔ باب قتل حمزہ رضی اللہ عنہ۔

۱۱۳ سیرت ابن ہشام۔

۱۱۴ سیرت ابن ہشام بروایت ابن اسحق

۱۱۵ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب قول اللہ عزوجل من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیه (الآیہ)

۱۱۶ سیرت ابن ہشام۔

۱۱۷ اصابہ ترجمہ ثابت بن واحداح۔

۱۱۸ ابن جوزی نے اور خطیب نے تاریخ میں محمد بن یوسف حافظ فریابی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رباعیہ توڑا تھا اس کے گھر میں جو بچہ پیدا ہوتا اس کا رباعیہ نہ اگتا۔ زُرقانی علی المواہب جزاول ص ۳

۱۱۹ سیرت ابن ہشام۔

۱۲۰ تفسیر درمنثور للسیوطی بحوالہ طبقات ابن سعد۔

۱۲۱ سیرت ابن ہشام۔

۱۲۲ اللہ کا غضب سخت ہے اس پر جس نے اس کے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کردیا (سیرت ابن ہشام)

۱۲۳ صحیح بخاری۔ غزوۂ احد۔

۱۲۴ صحیح بخاری۔ غزوۂ احد۔

۱۲۵ استیعاب ومواہب۔

۱۲۶ وفاء الوفاء للسمہودی۔ جزء ثانی ص ۱۱۳

۱۲۷ صحیح بخاری۔ غزوۂ احد۔

۱۲۸ طبقات ابن سعد۔

۱۲۹ فارسی گورگیا۔ بہ ہندی گندھلین گندھیل۔

۱۳۰ بخاری۔ غزوۂ احد۔

۱۳۱ طبقات ابن سعد۔

۱۳۲ بخاری (باب مایکون من النیاحة علی المیت)

۱۳۳ زادالمعاد۔ غزوۂ احد۔

۱۳۴ طبقات ابن سعد۔

۱۳۵ استیعاب ابن عبدالبر۔

۱۳۶ بخاری۔ غزوۂ احد۔

۱۳۷ سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

۱۳۸ طبقات ابن سعد

۱۳۹ بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب الصلوٰۃ علی الشہید۔

۱۴۰ فرط آنکہ پیش قوم رود تا اسباب آنخور را درست کند۔ منتھی الارب۔

۱۴۱ صحیح بخاری مع قسطلانی باب حدیث بنی نضیر۔

۱۴۲ یہ موضع دمشق و مدینہ منورہ کے درمیان دمشق سے سات منزل پر ہے۔

۱۴۳ کفار کا بڑے زور شور سے مدینہ پر حملہ کرنا۔ مخلصوں کا ثابت قدم رہنا۔ اور منافقوں سے کلمات نفاق کا سرزد ہونا اور طوفان باد سے لشکر کفار کا برباد ہونا۔ یہ سب کچھ سورۂ احزاب میں مذکور ہے۔

۱۴۴ قصہ اصحاب فیل کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فیل کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ تا کہ جان و مال کا نقصان اور بیت اللہ کی بے حرمتی نہ ہو اور اس کے حبیب پاک پر غلامی کا دھبہ نہ لگے۔ اسی قسم کے امور کے لیے خدا تعالیٰ نے قصواء کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

۱۴۵ حدیبیہ مکہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۱۴۶ بدیل مذکور فتح مکہ کے دن ایمان لایا۔ قبیلہ خزاعہ نے زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبد المطلب کے عہد سے موالات کیا تھا۔ اسی کی رو سے بدیل کا اس موقعہ پر خدمت اقدس میں حاضر ہونا بغرض خیر خواہی تھا۔

۱۴۷ عربی میں امصص بظر اللات گالی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بجائے ام کے لات کہہ دیا۔ اس میں عروہ اور اس کے معبود کی تحقیر ہے۔ وہ لات کو خدا کی بیٹی کہا کرتے تھے۔ لہٰذا عروہ پر چوٹ ہے کہ لات اگر خدا کی بیٹی ہے تو اس کے لیے وہ چاہیے جو عورتوں میں ہے۔

۱۴۸ ایک دفعہ عروہ کو دیت دینی پڑی تھی۔ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عروہ کو مدد دی تھی۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔

۱۴۹ مغیرہ اور ثقیف کے تیرہ آدمی تحائف لے کر مقوقش والیٔ مصر کے ہاں گئے تھے۔ جو انعام ملا۔ وہ تیرہ نے لے لیا اور مغیرہ کو کچھ نہ دیا۔ واپسی پر راستے میں وہ تیرہ شراب پی کر سو گئے۔ مغیرہ نے سب کو قتل کر دیا اور مال لے کر مدینہ میں حاضر ہوا اور اسلام لایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا اسلام ہم قبول کرتے ہیں۔ مگر مال میں دخل نہیں دیتے۔ اس پر فریقین میں لڑائی ہوئی۔ عروہ نے دیت دیکر ثقیف سے صلح کر لی۔

۱۵۰ رسول اللہ ﷺ نے سہیل سے جو موافقت کی اس میں بڑی مصلحت تھی جو صحابۂ کرام کو اس وقت معلوم نہ ہوئی۔ یہ حقیقت میں بڑی فتح تھی۔ یہی سہیل حجۃ الوداع میں حاضر ہے۔ حضور انور قربانی دینے کے بعد اپنا سر مبارک منڈا رہے ہیں اور سہیل آپ کے بال مبارک لے کر اپنی آنکھوں پر رکھ رہا ہے۔ علاوہ ازیں باسمك اللّٰھم اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے ایک ہی معنی ہیں۔

۱۵۱ اس شرط میں بھی موافقت بناء بر مصلحت تھی۔ اور وہ اس صلح کے ثمرات و فوائد تھے۔ اس سے کفار کو رسول اللہ ﷺ کے حالات سننے اور دیکھنے کا موقع مل گیا اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ چنانچہ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان کچھ لوگ اسلام لائے۔ مگر فتح مکہ کے بعد گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوئے۔

۱۵۲ حالات مذکورہ کے لیے دیکھو زرقانی علی المواہب

Marfat.com

۱۵۳ یہ شہر اقصائے شام میں مصر کی طرف واقع ہے۔
۱۵۴ صحیح بخاری کتاب العلم و کتاب الجہاد۔
۱۵۵ یہ شہر دمشق و حلب کے وسط میں واقع ہے۔
۱۵۶ مواہب لدنیہ
۱۵۷ صحیح بخاری کتاب العلم و کتاب الجہاد۔
۱۵۸ اصابہ۔ ترجمہ جد جمیرہ۔
۱۵۹ ہدیۃ الحیاری لابن قیم۔ مواہب لدنیہ۔
۱۶۰ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری کو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کی خبر پہنچی۔ تو وہ اور ان کے دو بھائی اور ان کی قوم کے باون یا ترپین آدمی یمن سے ہجرت کر کے ایک کشتی میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ مگر باد مخالف کے سبب سے ان کی کشتی ساحل حبشہ پر جا لگی۔ اس لیے وہ حبشہ میں حضرت جعفر طیار کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس سفر میں وہ بھی حضرت جعفر کے ساتھ مدینہ چلے آئے۔
۱۶۱ ہدایۃ الحیاری لابن القیم۔
۱۶۲ تفصیل کے لیے دیکھو ہدایۃ الحیاری اور مواہب لدنیہ۔
۱۶۳ ذوقرد ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان مدینہ سے ایک دن (بقول بعض دو دن) کی مسافت پر ہے۔
۱۶۴ خیبر مدینہ سے شام کی طرف ۹۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس بڑی بستی میں سات قلعے اور کھیت و باغات بکثرت تھے۔ قلعوں کے نام یہ ہیں۔ ناعم۔ قموص۔ شق۔ نطاۃ۔ سلالم۔ وطیح۔ کتیبہ۔ معجم البلدان۔
۱۶۵ صحیح بخاری۔ غزوۂ خیبر۔
۱۶۶ فتوح البلدان بلاذری ذکر خیبر۔
۱۶۷ بلاذری ذکر فدک۔
۱۶۸ مشکوٰۃ شریف۔ باب فی المعجزات۔ فصل ثانی۔
۱۶۹ یہ مقام شام و وادی القریٰ کے درمیان واقع ہے۔ موتہ اور مشارف دیہات بلقاء میں سے ہیں۔ شہر معان بلقاء کے نواح میں ہے۔
۱۷۰ زُرقانی علی المواہب بحوالہ مغازی ابن عائذ بروایت ابن عمر۔
۱۷۱ تم کرو جو چاہو۔ البتہ میں نے تم کو معاف کر دیا۔ صحیح بخاری۔ باب غزوۃ الفتح وما بعث حاطب بن ابی بلتعہ الی اہل مکہ۔
۱۷۲ یہ مقام مکہ شریف سے چار منزل ہے۔
۱۷۳ حضرت عثمان نے یہ معجزہ دیکھ کر تجدید شہادت کی۔ ورنہ یہ معلوم ہے کہ آپ سال فتح سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔
۱۷۴ طبقات ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)
۱۷۵ سیرت ابن ہشام۔
۷۶ لائف آف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صاحب۔

Marfat.com

۱۷۷ صحیح بخاری وسیرت ابن ہشام۔

۱۷۸ ایک وادی کا نام ہے جو مکہ سے طائف کی طرف قریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۱۷۹ صحیح بخاری۔ باب قول اللہ تعالیٰ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ الآیہ۔

۱۸۰ جعرانہ یا جغرانہ مکہ وطائف کے درمیان مکہ سے ایک برید (۱۲ میل) ہے۔

۱۸۱ طائف ایک بڑا شہر ہے جو مکہ سے دو یا تین منزل مشرق کی طرف واقع ہے۔

۱۸۲ منجنیق ایک قسم کا بڑا گوپھیا تھا جس میں بڑے بڑے پتھر رکھ کر دیوار قلعہ پر پھینکا کرتے تھے تاکہ دیوار ٹوٹ جائے۔

۱۸۳ دبابہ ایک آلۂ جنگ تھا۔ جو چمڑے اور لکڑی سے بنایا جاتا تھا۔ اس کی اوٹ میں دشمن کے قلعہ کی طرف جاتے تاکہ دیوار قلعہ میں نقب لگائیں۔

۱۸۴ ان حالات کے لیے صحیح بخاری دیکھو۔

۱۸۵ سیرت حلبیہ واصابہ

۱۸۶ اصابہ۔ ترجمہ ابو ثروان۔

۱۸۷ صحیح بخاری۔ غزوۂ حنین۔

۱۸۸ یہ شہر مدینہ ودمشق کے قریباً وسط میں ہے۔

۱۸۹ صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب قول اللہ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا۔ الآیہ

۱۹۰ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب نزول النبی ﷺ الحجر۔

۱۹۱ زُرقانی علی المواہب بحوالہ ابن اسحاق وواقدی وغیرہ۔ غزوۂ تبوک۔

۱۹۲ یہ شہر بحیرہ قلزم کے کنارے پر شام سے ملحق واقع ہے۔ وہ یہود جن پر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کا شکار سبت کے دن حرام کر دیا تھا اسی شہر میں رہا کرتے تھے۔

۱۹۳ تفسیر درمنثور اور وفاء الوفاء

Marfat.com

پانچواں باب

وفات شریف وحلیہ مبارک کا بیان

ماہ صفر ۱۱ھ کے اخیر عشرہ میں آنحضرت ﷺ بیمار ہوگئے۔ اور ماہ ربیع الاوّل میں وصال فرما گئے۔ وصال شریف کی تاریخ میں اختلاف ہے اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ وفات شریف ماہ ربیع الاوّل میں دوشنبہ کے دن ہوئی۔ جمہور کے نزدیک ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ تھی۔ ماہ صفر کی ایک یا دو راتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا۔ بعضے تاریخ وصال یکم ربیع الاوّل بتاتے ہیں۔ بنابر قول حضرت سلیمان تیمی ابتدائے مرض یوم شنبہ ۲۲ ماہ صفر کو ہوئی۔ اور وفات شریف یوم دوشنبہ ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ ابومخنف کا قول ہی معتمد ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کرلیا گیا۔ پھر اسی وہم میں بعضوں نے بعض کی پیروی کی۔

حضرت زید بن حارثہ جنگِ موتہ میں شہید ہوگئے تھے۔ ان کے انتقام کے لیے آنحضرت ﷺ نے ایام مرض ہی میں فوج تیار کی اور اپنے دستِ مبارک سے جھنڈا تیار کیا۔ اور حضرت زید کے صاحبزادے حضرت اسامہ کو اس فوج کا سردار مقرر کرکے حکم دیا کہ مقام ابنی میں پہنچ کر رومیوں سے جہاد کرو۔ حضور علیہ السلام کے ایام مرض ہی میں حضرت فیروز دیلمی نے اسود عنسی مدعی نبوت کو قتل کر ڈالا۔ حضور نے مدینہ میں اس حال کی خبر دی اور فرمایا۔ فاز فیروز (فیروز کامیاب ہوگیا)

وفات شریف سے پہلے جو پنجشنبہ تھا اس میں قصہ قرطاس وقوع میں آیا۔ جس کو فقیر نے تحفۂ شیعہ میں بالتفصیل لکھا ہے۔ اسی روز حضور نے اپنے اصحاب کرام کو تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔

۱- مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔

۲- ملوک وامراء کے ایلچی جو تمہارے پاس آیا کریں۔ ان کو جائزہ وانعام دیا کرنا جیسا کہ میں دیا کرتا تھا۔

تیسری چیز کا ذکر حضور نے نہ فرمایا۔ یا راوی (سلیمان احول) بھول گیا۔ اسی روز حضور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفۂ نماز مقرر فرمایا۔ اور وہ وفات شریف تک نماز پڑھاتے رہے۔

Marfat.com

چھ یا سات دینار جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ وہ بھی حضور نے ایام مرض میں تقسیم فرما دیئے اور کچھ باقی نہ چھوڑا۔ جب وفات شریف کا وقت عین قریب آ پہنچا۔ تو آپ اکثر یوں وصیت فرماتے تھے:۔

اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ — نماز اور غلام

جب روح پاک نے جسم اطہر سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کی۔ تو الفاظ **اللھم فی الرفیق الاعلیٰ** زبان مبارک پر تھے۔

واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال شریف دوشنبہ کے دن دوپہر ڈھلے ہوا۔ وصال شریف کے بعد زمین تاریک ہوگئی۔ اس صدمہ سے صحابۂ کرام کا جو حال ہوا وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت عباس و فضل بن عباس حضور کے پہلو بدلنے میں حضرت علی المرتضیٰ کی مدد کر رہے تھے۔ اور قثم بن عباس اور اسامہ اور حضور کا غلام شقران پانی ڈال رہے تھے۔ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باقی سب آنکھوں پر رومال باندھے ہوئے تھے۔ تاکہ جسد شریف پر نظر نہ پڑے۔ حضور کے کفن میں تین سوتی کپڑے سحول کے بنے ہوئے تھے جن میں قمیض و عمامہ نہ تھا۔

شب چہار شنبہ میں حضور کو دفن کیا گیا۔ تاخیر کی وجہ کئی امور تھے۔ چنانچہ مہاجرین و انصار میں بیعت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس اختلاف کا فیصلہ ہوتے ہی اس امر میں اختلاف آرا ہوا کہ حضور کو کہاں دفن کیا جائے۔ قبر شریف میں لحد چاہیئے یا شق۔ آخر کار حضرت ابوطلحہ انصاری نے لحد کھودی نماز جنازہ حجرہ شریف کے اندر ہی بغیر امامت الگ الگ پڑھی گئی۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے پھر غلاموں نے نماز پڑھی۔ بعد ازاں حضور کو بالاتفاق حجرہ شریف ہی میں جہاں وصال شریف ہوا تھا دفن کر دیا گیا۔ بنا بر قول اصح حضرت عباس رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ و قثم بن عباس و فضل بن عباس قبر شریف میں اترے۔ لحد کی اینٹیں کچی تھیں۔ حضرت قثم رضی اللہ عنہ سب سے اخیر میں قبر مبارک سے نکلے۔

حضور نے بطور میراث کچھ نہیں چھوڑا جو کچھ آپ نے چھوڑا وہ صدقہ و وقف تھا۔ اور اس کا مصرف وہی تھا۔ جو آپ کی حیات شریف میں تھا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔

لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ — ہم (انبیاء) کسی کو وارث نہیں بناتے جو

ما تركنا صدقة — جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ و وقف ہے

حضرت عمرو بن حارث سے جو ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے یوں روایت ہے۔

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَ سِلَاحَهُ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً (بخاری ۔ کتاب الوصایا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کے وقت نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم۔ نہ غلام۔ نہ لونڈی۔ نہ کچھ اور مگر اپنا سفید خچر اور اپنا ہتھیار اور کچھ زمین جسے آپ نے صدقہ و وقف بنا دیا۔

ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس طرح ہے۔

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا بَعِيْرًا وَّلَا شَاةً ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم۔ نہ اونٹ نہ بکری۔

روایات مذکورہ بالا سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات میں ایک سفید خچر (دلدل) کچھ ہتھیار اور زمین (اموال بنونضیر و خیبر و فدک) تھی۔ حضور کے ارشاد مبارک کے مطابق ان میں سے کسی میں قاعدہ ارث جاری نہیں ہوا۔ اسی واسطے دلدل اور ذوالفقار دونوں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ورنہ بجائے علی کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حقدار تھیں۔ اموال بنونضیر وغیرہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ مالکانہ نہ تھا بلکہ متولیانہ تھا۔ ابوداؤد میں مالک بن اوس کی روایت میں حضرت عمر بن خطاب کا قول ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تین صفایا تھیں ایک اموال بنونضیر۔ دوسرے خیبر۔ تیسرے فدک۔ اموال بنونضیر آپ کے حوادث و حوائج کے لیے محبوس و موقوف تھے۔ فدک مسافروں کے لیے مخصوص تھا۔ خیبر کی آمدنی کے آپ نے تین حصے کیے تھے۔ دو حصے مسلمانوں کے لیے اور ایک حصہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ اپنے اہل کے نفقہ میں سے جو کچھ بچ رہتا۔ وہ آپ فقراء و مہاجرین میں تقسیم فرما دیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ جائدادیں بحیثیت وقف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زیر اہتمام رہیں۔ انہوں نے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تصرف کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان پر اسی حیثیت سے دو سال قابض رہے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کے اصرار پر مال بنونضیر ان دونوں کی تولیت میں کر دیا۔ اور خیبر و فدک کو اپنی تحویل میں رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد تولیت و تصرف میں شرکت حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ناگوار گزری۔ وہ چاہنے لگے کہ تولیت میں تقسیم ہو جائے۔ تاکہ ہر ایک اپنے حصہ کے تصرف میں مستقل بن جائے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

مانع ہوئے۔ اس لیے فیصلہ کے لیے دونوں دربارِ فاروقی میں حاضر ہوئے۔ مگر حضرت فاروق نے تقسیم تولیت سے انکار کر دیا۔ بعدازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر غلبہ پاکر مال بنونضیر کو اپنے تصرف میں کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اور پھر حسین رضی اللہ عنہ بن علی کے ہاتھ میں رہا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ بن حسن دونوں کے ہاتھ میں رہا۔ دونوں نوبت بہ نوبت اس میں تصرف کرتے تھے۔ پھر زید بن حسن کے ہاتھ آیا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خیبر و فدک بحیثیت وقف عام حضرت عثمان غنی و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے تصرف میں رہے۔ جب ۴۰ھ میں حضرت معاویہ کی امارت پر اجماع ہو گیا تو آپ نے فدک مروان حاکمِ مدینہ کو دیدیا۔ شاید بدیں تاویل کہ جو امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہو۔ وہی آپ کے خلیفہ کے لیے ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خود تو ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا اپنے بعض اقرباء کے ساتھ سلوک کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آخر الامر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی خلافت میں فدک کو اسی حالت پر بحال کر دیا جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھا۔ (طبقات ابنِ سعد) مزید تفصیل کے لیے تحفۂ شیعہ مؤلفہ خاکسار دیکھو۔

متروکات مذکورہ بالا کے سوا اور اشیاء بھی تھیں۔ جو بطور تبرک مختلف اشخاص کے پاس تھیں۔ ان کا ذکر آثار شریفہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ارباب سیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں، خچروں، دراز گوشوں، اونٹوں اور بکریوں کی جو لمبی فہرست دی ہے۔ وہ آپ کے ہاں مختلف اوقات میں موجود تھے۔ مگر وفات شریف سے پہلے ہی آپ نے ان کو حسب عادت شریف ہبہ یا خیرات کر دیا تھا۔ وفات شریف کے وقت صرف ایک سفید خچر یعنی دلدل باقی تھا جیسا کہ روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔

حلیہ شریف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے بیان میں عرض مدعا سے پیشتر قارئین کرام کی آگاہی کے لیے امور ذیل کا بتا دینا ضروری ہے۔

۱- ہمارا عقیدہ ہے کہ کمال خلق کی طرح کمال خلقت میں بھی اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضور کا مثل پیدا نہیں کیا اور نہ کرے گا۔

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ اَبَدًا — نہیں پیدا کیا اللہ نے مثل محمد کا کبھی اور مجھے یقین
وَّعِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ — ہے کہ وہ نہ پیدا کرے گا

Marfat.com

۲- جن بزرگوں نے حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا ہے۔ انہوں نے اگرچہ حضور کے اوصاف کے بیان میں حسب طاقت بشری ابلغ انواع بلاغت واکمل قوانین فصاحت سے کام لیا ہے۔ مگر غایت جسے وہ پہنچے ہیں یہی ہے۔ کہ انہوں نے حضور کی صفات کی صرف ایک جھلک کا ادراک کیا ہے۔ اور حقیقت وصف کے ادراک سے عاجز رہ گئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ صورت وصف کو پیش کر سکے ہیں۔ نہ حقیقت وصف کو۔ کیونکہ حقیقتِ وصفِ حضور کو خالقِ بے چوں کے سوا کوئی نہیں جانتا چنانچہ امام بوصیری قصیدۂ ہمزیہ میں فرماتے ہیں ؎

إِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتِكَ لِلنَّاسِ — انہوں نے صرف صورت دکھائی ہے تیری
كَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَاءُ — صفات کی لوگوں کو جیسا پانی صورت دکھا دیتا ہے ستاروں کی۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے کتاب الصلوٰۃ میں کسی عارف کا کیا اچھا قول[۱] نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا کامل حسن ہمارے لیے ظاہر نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی تاب نہ لاسکتیں۔

۳- حضور کے اوصاف کے بیان میں جو تشبیہات وارد ہوئی ہیں۔ وہ صرف لوگوں کے سمجھانے کے لیے حسب عرف وعادتِ شعراء استعمال ہوئی ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں مخلوقات میں سے کوئی شے آپ کی صفات خلقیہ وخلقیہ کے مماثل ومعادل نہیں۔

۴- اعضائے شریف میں توسط واعتدال جو حسن وجمال کا مدار اور فضل وکمال کا مبنیٰ ہے۔ بطور کلیہ ہر جگہ ملحوظ ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَعَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحٰبِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ وَكَمَالِهٖ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَهُ الذّٰكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ۔

روئے مبارک

حضور اقدس ﷺ کا روئے مبارک جو جمال الٰہی کا آئینہ اور انوار تجلی کا مظہر تھا۔ پُرگوشت اور کسی قدر گول تھا۔ اسی روئے مبارک کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ دیکھتے ہی پکار اٹھے تھے۔

وَجْهُهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ — ان کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں اور ایمان لائے تھے۔[۲]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر خوبرو اور خوش خو تھے[۳]۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ آپ کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے

Marfat.com

چاند کی مانند چمکتا تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا۔ آپ سرخ دھاری دار حلہ پہنے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی آپ کی طرف بیشک میرے نزدیک آپ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا ہے کہ میں سحر کے وقت سی رہی تھی۔ مجھ سے سوئی گر پڑی۔ میں نے ہر چند تلاش کی۔ مگر نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے روئے مبارک کے نور کی شعاع میں وہ سوئی نظر آئی۔ میں نے یہ ماجرا آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''اے حمیرا سختی وعذاب ہے (تین دفعہ فرمایا) اس شخص کے لیے جو میرے چہرے کی طرف دیکھنے سے محروم کیا گیا۔''

حافظ ابونعیم (متوفی ۴۳۰ھ) نے بروایت عباد بن عبدالصمد نقل کیا ہے کہ اس نے کہا۔ کہ ہم حضرت انس بن مالک کے ہاں آئے۔ آپ نے کنیز سے کہا۔ کہ دسترخوان لا۔ تاکہ ہم چاشت کا کھانا کھائیں۔ وہ لے آئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ رومال لا۔ وہ ایک میلا رومال لائی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تنور گرم کر۔ اس نے تنور گرم کیا۔ پھر آپ کے حکم سے رومال اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ ایسا سفید نکلا گویا کہ دودھ ہے۔ ہم نے حضرت انس سے پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ رومال ہے جس سے رسول اللہ ﷺ اپنے روئے مبارک کو مسح فرمایا کرتے تھے جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو اسے ہم یوں صاف کر لیتے ہیں۔ کیونکہ آگ اس شے پر اثر نہیں کرتی جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے روئے مبارک پر سے گزری ہو۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے:-

ہر چہ اسباب جمال است رخ خوب ترا
ہمہ بروجہ کمال است کمالا ہیکٹے

چشم مبارک

آپ کی مبارک آنکھیں بڑی اور قدرت الٰہی سے سرمگیں اور پلکیں دراز تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے۔ کتب سابقہ میں یہ بھی آپ کی ایک علامت نبوت تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب آپ نے ۲۵ سال کی عمر شریف میں خدیجۃ الکبریٰ کی طرف سے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے لیے ملک شام کا سفر کیا۔ اور بصریٰ میں نسطور راہب کے عبادتخانہ کے قریب ایک درخت کے نیچے اترے۔ تو راہب مذکور نے میسرہ سے حضور کی نسبت یہ سوال کیا۔ ''کیا ان کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے؟'' میسرہ نے جواب دیا۔ ہاں۔ اور وہ سرخی آپ سے کبھی جدا

Marfat.com

نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بصر شریف کا وصف قرآن مجید میں یوں مذکور فرمایا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [۸] (سورۂ نجم) یعنی شب معراج میں آپ کی آنکھ مبارک نے ان آیات کو دیکھنے سے عدول وتجاوز نہ کیا۔ کہ جن کے دیکھنے کے لیے آپ مامور تھے۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ آپ کو ایسی غایت درجہ کی قوت بصارت عطا ہوئی تھی۔ کہ آپ جس شے کو دیکھتے خواہ وہ غایت درجہ خفاء میں ہوا سے یوں ادراک فرماتے تھے۔ کہ جس طرح وہ واقع اور نفس الامر میں ہوا کرتی [۹]۔

امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے بروایت [۱۰] ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیری رات میں روشن دن کی طرح دیکھتے تھے۔ حدیث صحیح [۱۱] میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ سے تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں امام مجاہد (متوفی ۱۰۴ھ) نے اَلَّذِیْ [۱۲] یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (شعراء۔ ع ۱۱) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ رسول [۱۳] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پچھلی صفوں کو یوں دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے والوں کو۔ احادیث مذکورہ بالا میں رویت سے مراد رویت عینی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور خرقِ عادت عطا فرمائی تھی۔ جس طرح باری تعالیٰ نے آپ کے قلب شریف کو معقولات کے ادراک میں احاطہ اور وسعت بخشی تھی۔ اسی طرح آپ کے حواس لطیف کو محسوسات کے احساس میں توسیع عنایت فرمائی تھی۔ آپ کا فرشتوں اور شیاطین کو دیکھنا اور شب معراج کی صبح کو مکہ مشرفہ میں قریش کے آگے بیت المقدس کو دیکھ کر اس کا حال بیان فرمانا اور مسجد نبوی کے بننے کے وقت آپ کا مدینہ منورہ سے کعبہ مشرفہ کو دیکھنا۔ زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ لینا اور حضرت جعفر طیار کو شہادت کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھنا۔ یہ تمام امور آپ کی قوت بینائی پر دلالت کرتے ہیں۔

غزوۂ احزاب میں خندق کھودتے وقت ایک سخت پتھر حائل ہو گیا تھا۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال کی تین ضربوں سے اڑا دیا۔ پہلی ضرب پر فرمایا۔ کہ میں یہاں سے شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ دوسری ضرب پر فرمایا کہ میں یہاں سے کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ تیسری ضرب پر فرمایا کہ اس وقت میں یہاں سے ابواب صنعاء کو دیکھ رہا ہوں [۱۴]۔ اسی طرح جب غزوۂ موتہ میں حضرات زید بن حارثہ وجعفر بن ابی طالب وعبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے

Marfat.com

دیکھ رہے تھے اور بیان فرما رہے تھے۔

ابروئے مبارک

آپ کی بھویں دراز و باریک تھیں۔ اور درمیان میں دونوں اس قدر متصل تھیں۔ کہ دور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت حرکت میں آ جاتی اور خون سے بھر جاتی۔

بینیٔ مبارک

آپ کی ناک مبارک خوبصورت اور دراز تھی اور درمیان میں ابھراؤ نمایاں تھا اور بن بینی (عرنین[۵]) پر ایک نور درخشاں تھا۔ جو شخص بغور تامل نہ کرتا اسے معلوم ہوتا کہ بلند ہے۔ حالانکہ بلند نہ تھی۔ بلندی تو وہ نور تھا جو اسے گھیرے ہوئے تھا۔

پیشانی مبارک

آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ اور چراغ کی مانند چمکتی تھی۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:-

مَتٰی [۶] یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَھِیْمِ جَبِیْنُهٗ	جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی ظاہر
بَلَجَ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰی الْمُتَوَقِّدِ	ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی۔

گوش مبارک

آپ کے ہر دو گوش مبارک کامل و تام تھے۔ قوت بصر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت سمع بھی بطریق خرق عادت غایت درجہ کی عطا کی تھی۔ اسی واسطے آپ صحابۂ کرام سے فرماتے کہ میں جو دیکھتا ہوں[۷] تم نہیں دیکھ سکتے۔ اور میں جو سنتا ہوں، تم نہیں سن سکتے۔ میں تو آسمان کی آواز بھی سن لیتا ہوں۔

آوازِ آسمان کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے دروازے کے کھلنے کی آواز بھی سن لیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ کہ ناگاہ حضور نے اپنے اوپر کی طرف سے ایک آواز سنی۔ آپ نے سرِ مبارک اٹھایا۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے۔ جو آج ہی کھلا ہے۔ آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔[۸]

احدیث۔

Marfat.com

دہان مبارک

منہ مبارک فراخ۔ رخسار مبارک ہموار۔ دندان ہائے پیشین کشادہ اور روشن وتاباں۔ جب آپ کلام فرماتے۔ تو دندان ہائے پیشین میں سے نور نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ بزار (متوفی ۲۹۲ھ) و بیہقی نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ جب آپ ضحک[۹] فرماتے۔ تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔ آپ کو کبھی جمائی[۲] نہیں آئی۔

حضرت عمیرہ بنت مسعود انصاریہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ کہ میں اور میری پانچ بہنیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ قدید (خشک کیا ہوا گوشت) کھا رہے تھے۔ آپ نے چبا کر ایک ٹکڑا ان کو دیا۔ انہوں نے بانٹ کر کھا لیا۔ مرتے دم تک ان میں سے کسی کے منہ میں بوئے ناخوش پیدا نہ ہوئی۔ اور نہ کوئی منہ کی بیماری[۳] ہوئی۔

غزوۂ خیبر[۲] کے روز حضرت سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی میں ایسی ضرب شدید لگی۔ کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ شہید ہو گئے۔ حضور نے تین بار اس پر دم کر دیا[۳]۔ پھر پنڈلی میں کبھی درد نہ ہوا۔

ایک روز ایک بدزبان عورت آپ کی خدمت میں آئی۔ آپ قدید تناول فرما رہے تھے۔ اس نے سوال کیا کہ مجھے بھی دیجئے۔ آپ نے جو قدید سامنے پڑا ہوا تھا اس میں سے دیا۔ اس نے عرض کیا۔ کہ اپنے منہ میں سے دیجئے۔ آپ نے منہ سے نکال کر اسے دیا۔ وہ کھا گئی۔ اس روز سے فحش اور کلام قبیح اس سے سننے میں نہ آیا[۴]۔

◆ مذکورہ بالا واقعات کے علاوہ وہ بے شمار پیشگوئیاں اور دعوات جو پوری اور قبول ہوئیں۔ وہ اسی منہ مبارک سے نکلی ہوئی تھیں۔

یوم حدیبیہ میں چاہ حدیبیہ کا تمام پانی لشکر اسلام نے (جو بقول حضرت براء بن عازب چودہ سو تھے) نکال لیا۔ اس میں ایک قطرہ بھی نہ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا۔ اور وضو کر کے پانی کی ایک کلی کوئیں میں ڈال دی۔ اور فرمایا۔ کہ ذرا ٹھہرو۔ اس کوئیں میں اس قدر پانی جمع ہو گیا۔ کہ حدیبیہ میں قریباً بیس روز قیام رہا۔ تمام فوج اور ان کے اونٹ اسی سے سیراب ہوتے رہے[۵]۔

لعاب دہن مبارک

حضور کے منہ مبارک کا لعاب زخمی اور بیماروں کے لیے شفا تھا۔ چنانچہ فتح خیبر کے دن آپ نے اپنا لعاب دہن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں ڈال دیا۔ تو وہ فوراً تندرست ہو گئے۔ گویا

Marfat.com

درد چشم کبھی ہوا ہی نہ تھا۔

غار ثور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کسی چیز نے کاٹ کھایا۔ حضور نے اپنا لعاب دہن زخم پر لگایا اسی وقت درد جاتا رہا۔

حضرت رفاعہ بن رافع کا بیان ہے کہ بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا اور وہ پھوٹ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا اور دعا فرمائی۔ پس مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی اور آنکھ بالکل درست ہوگئی[۶]۔

حضرت محمد بن حاطب کے ہاتھ پر ہنڈیا گر پڑی اور وہ جل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپن لعاب مبارک اس پر ڈالا اور دعا کی۔ وہ ہاتھ اچھا ہوگیا۔

حضرت عمرو بن معاذ بن جموح انصاری کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ وہ اچھا ہوگیا[۷]۔ حضرت ابوقتادہ انصاری بیان کرتے ہیں۔ کہ غزوہ ذی قرد (محرم ۷ھ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے چہرے میں یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک تیر لگا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نزدیک آؤ۔ میں نزدیک ہوا تو آپ نے اس پر لعاب دہن لگا دیا۔ اس روز سے مجھے کبھی تیر و تلوار نہیں لگی۔ اور نہ خون نکلا[۸]۔

ایک دفعہ حضور کے پاس پانی کا ڈول لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا پس خوردہ کوئیں میں ڈال دیا گیا۔ پس اس میں سے کستوری کی سی خوشبو نکلی۔ آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ اس کا پانی ایسا شیریں ہوگیا کہ تمام مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر میٹھا کوئی کنواں نہ تھا۔

عاشورا کے روز حضور بچوں کو بلا کر ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے۔ اور ان کی ماؤں سے فرما دیتے۔ کہ شام تک ان کو دودھ نہ دینا۔ پس وہی لعاب دہن ان کو کافی ہوتا[۹]۔

حضرت عامر بن کریز قریشی عبشمی اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے۔ حضور عبداللہ کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالنے لگے اور وہ اسے نگلنے لگے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ یہ مسقی (سیراب) ہے۔ حضرت عبداللہ جب کسی زمین (یا پتھر) میں شگاف کیا کرتے۔ تو پانی نکل آیا کرتا[۱۰]۔

عتبہ بن فرقد جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں موصل کو فتح کیا ان کی بیوی ام عاصم بیان کرتی ہے۔ کہ عتبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک خوشبو لگانے میں

Marfat.com

کوشش کرتی تھی تاکہ دوسری سے اطیب ہو۔ اور عتبہ کوئی خوشبو نہ لگاتا تھا۔ مگر اپنے ہاتھ سے تیل مل کر داڑھی کو مل لیتا تھا۔ اور ہم سب سے زیادہ خوشبو دار تھا۔ جب وہ باہر نکلتا۔ تو لوگ کہتے کہ ہم نے عتبہ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا۔ کہ ہم استعمالِ خوشبو میں کوشش کرتی ہیں۔ اور تو ہم سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلہ ریزے نمودار ہوئے میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ سے اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کپڑے اتار دو۔ میں نے کپڑے اتار دیئے۔ اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا لعاب مبارک اپنے دستِ مبارک پر ڈال کر میری پیٹھ اور پیٹ پر مل دیا۔ اس دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہوگئی۔ اس حدیث کو طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

زبان مبارک

آپ افصح الخلق تھے۔ اور فصاحت میں خارق عادت حد کو پہنچے ہوئے تھے آپ کے جوامعِ کلم۔ بدائع حکم۔ امثالِ سائرہ۔ درر منثورہ۔ قضایائے محکمہ۔ وصایائے مبرمہ اور مواعظ و مکاتیب و مناشیر مشہور آفاق ہیں۔ ان کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام تمہارے کلام کی مانند نہ تھا۔ کہ بوجہ عجلت سامع پر ملتبس ہو۔ بلکہ آپ کا کلام واضح اور مبین ایسا تھا۔ کہ پاس بیٹھنے والا اسے یاد کر لیتا[۱]۔ حضرت ام معبد نے جو آپ کا حلیہ شریف بیان کیا ہے۔ اس میں یوں ہے۔ ''آپ کا کلام[۲] شیریں۔ حق و باطل میں فرق کرنے والا۔ نہ حد سے کم نہ حد سے زیادہ۔ گویا آپ کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں۔''

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ کی حیات شریف میں صحابۂ کرام میں سے کوئی اصم یعنی بہرا نہ تھا۔ اور یہ آپ کی کرامات میں سے ہے۔ کیونکہ آپ ان کے لیے احکام الٰہی کے مبلغ تھے۔ اور بہرا پن اس کام کے سہولت کے ساتھ ہونے سے مانع ہوتا ہے۔ برعکس نابینائی کے کہ وہ مانع نہیں[۳] ہوتی۔

آواز مبارک

تمام انبیائے کرام خوبرو اور خوش آواز تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ ان سب سے زیادہ خوبرو[۴] اور خوش آواز تھے۔ آپ کی آواز میں ذرا گرانی پائی جاتی تھی۔ جو اوصاف حمیدہ میں شمار ہوتی ہے۔ خوش آواز ہونے کے علاوہ آپ بلند آواز اتنے تھے کہ جہاں تک آپ کی آواز شریف پہنچتی اور کسی

Marfat.com

کی آواز نہ پہنچتی تھی۔ بالخصوص خطبوں میں آپ کی آواز شریف گھروں میں پردہ نشین عورتوں تک پہنچ جاتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ کہ خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جاؤ۔ اس آواز کو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جو شہر مدینہ میں قبیلہ بنی غنم میں تھے سن لیا۔ اور ارشاد نبوی کی تعمیل میں وہیں اپنے مکان میں دوزانو ہو بیٹھے [۵] حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ فرماتے ہیں کہ حضور نے منیٰ میں خطبہ پڑھا۔ جس سے ہمارے کان کھل گئے۔ یہاں تک کہ ہم اپنی اپنی جگہ پر آپ کا کلام مبارک سنتے تھے۔ حضرت ام ہانی فرماتی ہیں۔ کہ ہم آدھی رات کے وقت حضور کی قرأت سنا کرتے تھے۔ حالانکہ میں مکان کے اندر چارپائی پر ہوا کرتی تھی۔

خندہ و گریہ مبارک

حضور اقدس ﷺ عموماً تبسم فرمایا کرتے تھے۔ تبسم مبادیٔ ضحک سے ہے۔ اور ضحک کے معنی چہرہ کا انبساط ہے۔ یہاں تک کہ خوشی سے دانت ظاہر ہو جائیں۔ اگر آواز کے ساتھ ہو۔ اور دور سے سنا جائے۔ اسے قہقہہ کہتے ہیں۔ اگر آواز تو ہو اور دور سے نہ سنا جائے تو ضحک کہتے ہیں۔ اگر بالکل آواز نہ پائی جائے تو اسے تبسم بولتے ہیں۔ پس یوں سمجھئے کہ حضور اکثر اوقات تبسم کی حد سے تجاوز نہ فرماتے۔ شاذونادر ضحک کی حد تک پہنچتے۔ کیونکہ کثرت ضحک دل کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اور قہقہہ کبھی نہ مارتے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔

آپ کا گریہ شریف ضحک کی جنس سے تھا۔ کہ آواز بلند نہ ہوتی تھی۔ مگر آنسو مبارک آنکھوں سے گر پڑتے تھے۔ آپ کے سینہ شریف سے دیگ مسی کے جوش کی سی آواز سنی جاتی تھی۔ آپ کا گریہ مبارک صفت جلال الٰہی کی تجلی اور امت پر شفقت اور میت پر رحمت کے باعث ہوا کرتا اور اکثر قرآن شریف کے سننے سے اور کبھی کبھی نماز شب میں بھی ہوا کرتا۔ آپ نے انگڑائی کبھی نہیں لی۔

سر مبارک

سر مبارک بڑا تھا۔ یہ وہی سر مبارک ہے کہ جس پر قبل بعثت بطریق ارہاص و کرامت، گرما میں بادل سایہ کئے رہتا تھا۔ چنانچہ جب آپ مائی حلیمہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے۔ تو وہ آپ کو کسی دور جگہ نہ جانے دیتی تھیں۔ ایک روز وہ غافل ہو گئیں۔ اور حضور اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کے وقت مویشیوں میں تشریف لے گئے۔ مائی حلیمہ تلاش میں نکلیں۔ آپ کو شیماء کے ساتھ پایا کہنے لگیں۔ ایسی تپش میں؟ شیماء بولی۔ ''اماں جان! میرے بھائی نے تپش محسوس نہیں

Marfat.com

کی۔ میں نے دیکھا۔ کہ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ جب آپ ٹھہر جاتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا۔ اور جب آپ چلتے تو وہ بھی چلتا۔ یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم اس جگہ آ پہنچے ہیں۔" مائی حلیمہ نے پوچھا۔ بیٹی! کیا یہ سچ ہے۔ شیماء نے جواب دیا "ہاں خدا کی قسم[۳۵]" اسی طرح جب آپ بارہ برس کی عمر شریف میں اپنے چچا ابو طالب اور دیگر شیوخِ قریش کے ساتھ ملک شام میں تشریف لے گئے تو بحیرا راہب کے عبادت خانے کے قریب اترے۔ اس راہب نے آپ کو پہچان لیا۔ اور کھانا تیار کر کے لایا۔ اور آپ کو بلوایا۔ پس آپ تشریف لائے۔ اور آپ پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا[۳۶]۔

گردن مبارک

گردن مبارک کیا تھی گویا بتِ عاج کی گردن تھی۔ چاندی کی مانند صاف۔

دستِ مبارک

کف دست اور بازو مبارک پُر گوشت تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کسی ریشم یا دیبا کو آپ کے کف مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ اور نہ کسی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔[۳۷]

جس شخص سے آپ مصافحہ کرتے وہ دن بھر اپنے ہاتھ میں خوشبو پاتا۔ اور جس بچہ کے سر پر آپ اپنا دستِ مبارک رکھ دیتے وہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہوتا۔ چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔ پھر آپ اپنے اہلِ خانہ کی طرف نکلے۔ میں بھی آپ کے ساتھ نکلا۔ بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسار کو اپنے ہاتھ مبارک سے مسح فرمانے لگے۔ میرے رخسار کو بھی آپ نے مسح فرمایا۔ پس میں نے آپ کے دستِ مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی۔ کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچہ سے نکالا تھا[۳۸]۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تھا۔ یا میرا بدن آپ کے بدن سے مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد ازاں اپنے ہاتھ میں پاتا۔ اور میرا ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا۔ حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میری طرف بڑھایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برف سے ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار[۵] ہے۔

Marfat.com

حضور کا ہاتھ وہ مبارک ہاتھ تھا۔ کہ ایک مشت خاک کفار پر پھینک [۵۱] دی اور ان کو شکست ہوئی۔ یہ وہی دستِ کرم تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے دروازے سے محروم نہیں پھرا۔ یہ وہی دست شفاء تھا۔ کہ جس کے محض چھونے سے وہ بیماریاں جاتی رہیں کہ جن کے علاج سے اطباء عاجز ہیں۔ اسی مبارک ہاتھ میں سنگ ریزوں [۵۲] نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اسی مبارک ہاتھ کے اشارے سے فتح مکہ کے روز تین سو ساٹھ [۵۳] بت یکے بعد دیگرے منہ کے بل گر پڑے۔ اسی مبارک ہاتھ کی ایک انگلی کے اشارے سے چاند دو [۵۴] پارہ ہوگیا۔ اسی مبارک ہاتھ کی انگلیوں سے متعدد [۵۵] دفعہ چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا۔

آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک کی مزید برکات کی تشریح کے لیے ذیل میں چند مثالیں اور درج کی جاتی ہیں:۔

۱۔ حضرت ابیض بن حمال کے چہرے پر داد تھا۔ جس سے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔ ایک روز آنحضرت ﷺ نے ان کو بلایا۔ اور ان کے چہرے پر اپنا دستِ شفاء پھیرا۔ شام نہ ہونے پائی۔ کہ داد کا کوئی نشان نہ رہا۔

۲۔ حضرت شرجیل جعفی کی ہتھیلی میں ایک گلٹی سی تھی۔ جس کے سبب سے وہ تلوار کا قبضہ اور گھوڑے کی باگ نہیں پکڑ سکتے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شکایت کی۔ آپ نے اپنی ہتھیلی سے اس گلٹی کو رگڑا۔ پس اس کا نشان تک نہ رہا۔

۳۔ ایک عورت اپنے لڑکے کو خدمت اقدس میں لائی۔ اور عرض کیا۔ کہ اس کو جنون ہے۔ حضور نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا۔ لڑکے کو قے ہوئی۔ اور اس میں سے ایک کالا کتے کا پلا نکلا اور فوراً آرام ہوگیا۔

۴۔ جنگِ احد میں حضرت قتادہ کی آنکھ کو صدمہ پہنچا اور ڈیلا رخسار پر آ پڑا۔ تجویز ہوئی کہ کاٹ دیا جائے۔ حضور سے دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو اور انہیں بلا کر اپنے دستِ مبارک سے ڈیلے کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ آنکھ فوراً ایسی درست ہوگئی۔ کہ کوئی یہ نہ بتا سکتا تھا۔ کہ دونوں میں سے کس آنکھ کو صدمہ پہنچا تھا۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عتیک جب ابورافع یہودی کو قتل کر کے اس کے گھر سے نکلے تو زینے سے گر کر ان کی ساق ٹوٹ گئی۔ انہوں نے اپنے عمامہ سے باندھ لی۔ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ کہ پاؤں پھیلاؤ۔ حضرت عبداللہ نے

Marfat.com

پاؤں پھیلایا۔ حضور نے اس پر اپنا دستِ شفاء پھیرا۔ اسی وقت ایسی تندرست ہوگئی۔ کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔

۶۔ حضرت عائذ بن سعید جسری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ! آپ میرے چہرے پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیجئے۔ اور دعائے برکت فرمائیے۔ حضورانور نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت سے حضرت عائذ کا چہرہ تروتازہ اور نورانی رہا کرتا تھا۔

۷۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن وعبداللہ پسران عبد کے لیے دعائے برکت فرمائی۔ اور دونوں کے سروں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ وہ دونوں جب سر منڈایا کرتے۔ تو جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے مبارک ہاتھ رکھا تھا اس پر باقی حصے سے پہلے بال اگ آتے۔

۸۔ جب حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب قریشی عدوی پیدا ہوئے۔ تو نہایت ہی کوتاہ قد تھے۔ ان کے نانا حضرت ابولبابہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں لے گئے۔ حضور نے تحنیک کے بعد ان کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ اور دعائے برکت فرمائی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن جب کسی قوم میں ہوتے تو قد میں سب سے بلند نظر آتے۔

۹۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت قتادہ بن ملحان قیسی کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ جب وہ عمر رسیدہ ہوگئے۔ تو ان کے تمام اعضاء پر کہنگی کے آثار نمایاں تھے۔ مگر چہرہ بدستور تروتازہ تھا۔

۱۰۔ آنحضرت ﷺ نے قیس بن زید بن حباب جذامی کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعائے برکت فرمائی۔ حضرت قیس نے سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے سر کے بال سفید ہوگئے تھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک کی جگہ کے بال سیاہ ہی رہے۔

۱۱۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی تو راستے میں ایک غلام چرواہے سے آپ نے دودھ طلب کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس کوئی دودھ دینے والی بکری نہیں۔ آپ نے ایک بکری پکڑ لی اور اس کے تھن پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کا دودھ دوہا۔ اور دونوں نے پیا۔ غلام نے حضور سے پوچھا۔ کہ آپ کون ہیں؟ حضور نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں۔ یہ سن کر وہ ایمان لایا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمِ معبد کی بکری کے تھن پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ اور اس نے دودھ دیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔

۱۲۔ حضرت مالک بن عمیر سلمی شاعر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ کہ

Marfat.com

یارسول اللہ میں شاعر ہوں۔آپ شعر کے بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تیرے سر سینہ سے کندھے تک پیپ سے بھر جائے۔تو یہ اس سے بہتر ہے۔کہ شعر سے بھرا ہو۔میں نے عرض کیا۔کہ یارسول اللہ! میری خطا بطریق مسح دور کر دیجئے۔یہ سن کر حضور نے میرے سر اور چہرے پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔پھر میرے جگر پر۔پھر پیٹ پر پھیرا۔یہاں تک کہ میں حضور کے دستِ مبارک کے مبلغ سے شرمندہ ہوتا تھا۔راوی کا بیان ہے۔کہ حضرت مالک بن عمیر بوڑھے ہو گئے۔یہاں تک کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے مگر سر اور داڑھی میں حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک کی جگہ کے بال سفید نہ ہوئے۔

۱۳- حضرت مدلوک فزاری کا بیان ہے۔کہ میرا آقا مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔میں اسلام لایا۔تو حضور نے مجھے دعائے برکت دی اور میرے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔میرے سر کا وہ حصہ جسے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک نے مس کیا تھا۔سیاہ ہی رہا۔باقی تمام سر سفید ہو گیا۔

۱۴- حضرت معاویہ بن ثور بن عبادہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے صاحبزادے بشر بن معاویہ ساتھ تھے۔حضرت معاویہ نے عرض کیا۔کہ یارسول اللہ! بشر کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیر دیجئے۔چنانچہ حضور انور نے بشر کے چہرے کو مسح کیا۔حضور کے مسح کا نشان حضرت بشر کی پیشانی میں غرہ کی مانند تھا۔اور وہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے اچھا ہو جاتا۔حضرت بشر کے صاحبزادے محمد بن بشر اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔کہ میرے باپ کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک پھیرا تھا۔چنانچہ یوں کہا کرتے تھے۔

وَاَبِی الَّذِیْ مَسَحَ النَّبِیُّ بِرَاْسِہٖ وَدَعَا لَہٗ بِالْخَیْرِ وَالْبَرَکَاتِ

میرا باپ وہ ہے کہ پیغمبر خدا نے انکے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔اور ان کے لیے دعائے خیر و برکت فرمائی۔

۱۵- حضرت یزید بن قنافہ طائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔وہ اقرع (گنجے) تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا۔اسی وقت بال اگ آئے۔اسی واسطے ان کا لقب ہلب (بسیار مو) ہو گیا۔ابنِ درید کا قول ہے۔کہ وہ اقرع تھے۔رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے افرع (مرد تمام مو) ہو گئے۔

۱۶- یسار بن ازیہر جہنی ذکر کرتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔

Marfat.com

اور مجھے دو چادریں پہنا دیں۔ اور ایک تلوار عطا فرمائی۔ حضرت یسار کی صاحبزادی عمرہ کا بیان ہے۔ کہ میرے باپ کے سر میں سفید بال نہ آئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے وفات پائی۔

۱۷- حضرت ابوزید بن اخطب انصاری خزرجی کے سر اور چہرے پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ سو سال سے زائد ان کی عمر ہو گئی مگر سر اور داڑھی میں کوئی سفید بال نہ تھا۔

۱۸- حضرت ابوسنان عبدی صباحی کے چہرے پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ ان کی عمر نوے برس کی ہو گئی۔ مگر چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا۔

۱۹- حضرت ابوغزوان حالتِ کفر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ کہ تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ابوغزوان۔ آپ نے ان کے لیے سات بکریوں کا دودھ دوہا۔ اور وہ سب پی گئے۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر آپ نے ان کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت صرف ایک بکری دوہی گئی۔ وہ اس کا بھی تمام دودھ نہ پی سکے۔

۲۰- حضرت سہل بن رافع دو صاع کھجوریں بطور زکوٰۃ اور اپنی لڑکی عمیرہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ میرے حق میں اور میری لڑکی کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ اور اس لڑکی کے سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیں۔ عمیرہ کا قول ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک مجھ پر رکھا۔ میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ کی ٹھنڈک بعد میں میرے کلیجے پر رہی۔

۲۱- حضرت سائب بن یزید کا آزاد کردہ غلام عطاء بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت سائب کو دیکھا۔ کہ ان کی داڑھی کے بال سفید تھے۔ مگر سر کے بال سیاہ تھے۔ میں نے پوچھا۔ آقا! آپ کے سر کے بال سفید کیوں نہیں ہوتے؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ایک روز میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لڑکوں کو سلام کیا۔ ان میں سے میں نے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے مجھے بلایا اور اپنا مبارک ہاتھ میرے سر پر رکھ کر فرمایا۔ ''اللہ تجھ میں برکت دے۔'' پس حضور کے دستِ مبارک کی جگہ پر سفید بال کبھی نہ آئیں گے۔

۲۲- حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے۔ کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا۔ لڑکے! کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ میں نے کہا۔ کہ ہاں۔ لیکن میں امین ہوں۔ آپ

Marfat.com

نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے۔ جس پر نر نہ کودا ہو؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پس میں نے ایک بکری پیش کی جس کا تھن نہ تھا۔ آپ نے تھن کی جگہ پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ ناگاہ ایک دودھ بھرا تھن نمودار ہوا۔ آپ نے دودھ دوہا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مجھ کو پلایا۔ پھر تھن سے ارشاد فرمایا کہ سکڑ جا۔ پس وہ ویسا ہی ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے تعلیم دیجئے۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت دے کر فرمایا۔ کہ تو تعلیم یافتہ لڑکا ہے۔ پس میں اسلام لایا۔

۲۳- حضرت محمد بن انس بن فضالہ انصاری اوسی ذکر کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے۔ تو میں دو ہفتے کا تھا۔ مجھے حضور کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے میرے سر پر دستِ مبارک پھیرا۔ اور دعائے برکت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس کا نام میرے نام پر رکھو۔ مگر میری کنیت نہ رکھو۔ ان کے صاحبزادے یونس کا قول ہے۔ کہ میرے والد بوڑھے ہو گئے۔ اور ان کے تمام بال سفید ہو گئے۔ مگر سر کے بال جن پر دستِ مبارک پھرا تھا سفید نہ ہوئے۔

۲۴- حضرت عبادہ بن سعد بن عثمان زرقی کے سر پر آنحضرت ﷺ نے اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔ انہوں نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی اور کوئی بال سفید نہ ہوا۔

۲۵- حضرت بشر (یا بشیر) بن عقربہ جہنی کا بیان ہے۔ کہ میرے والد مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ حضور نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرا بیٹا بحیر ہے۔ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ کہ نزدیک آؤ۔ میں آپ کے دائیں ہاتھ بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ اور مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرا نام بحیر ہے۔ حضور نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارا نام بشیر ہے۔ میری زبان میں لکنت تھی۔ آپ نے میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ لکنت جاتی رہی۔ میرے سر کے تمام بال سفید ہو گئے۔ مگر جن بالوں پر حضور کا دستِ مبارک پھرا تھا وہ سیاہ ہی رہے۔

۲۶- آنحضرت ﷺ نے حضرت حذیمہ بن عاصم عکلی کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ ان کے چہرے پر پیری کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وفات پائی۔

۲۷- حضرت فراش بن عمرو کنانی لیثی اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دردِ سر کی شکایت کی۔ حضور نے فراش کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اور ان کی آنکھوں

Marfat.com

کے درمیانی چمڑے کو پکڑ کر کھینچا۔ آپ کی مبارک انگلیوں کی جگہ بال اگ آئے اور درد جاتا رہا۔ انہوں نے حروراء کے دن خوارج کے ساتھ نکلنا چاہا۔ ان کے والد نے ان کو کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ وہ بال گر گئے۔ جب توبہ کی۔ تو پھر اگ آئے۔

۲۸- حضرت عمرو بن تغلب کے چہرے اور سر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ انہوں نے سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ مگر چہرے اور سر کے وہ بال جن کو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک نے چھوا تھا۔ سفید نہ ہوئے۔

۲۹- حضرت اسید بن ابی ایاس کنانی وئلی کے سینے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دستِ مبارک رکھا۔ اور چہرے پر پھیرا۔ وہ تاریک گھر میں داخل ہوتے تو روشن ہو[۵۶] جاتا۔

۳۰- حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش سے ہوا۔ تو میری ماں ام سلیم نے خرما اور گھی اور پنیر سے حیس تیار کیا۔ اور اسے ایک تور[۵۷] میں ڈال دیا۔ پھر کہا۔ انس! اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لے جا۔ وہاں عرض کرنا۔ کہ یہ میری ماں نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتی ہے اور عرض کرتی ہے۔ کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ تھوڑا سا کھانا ہماری طرف سے آپ کے لیے ہے۔ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ماں نے جو کچھ کہا تھا عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کو رکھ دو اور فلاں فلاں فلاں (تین شخصوں) کو بلا لاؤ۔ اور جو اور ملیں ان کو بھی لے آؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گھر اہلِ خانہ سے بھرا ہوا ہے۔ حضور نے اپنا دستِ مبارک اس حیس پر رکھا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر آپ حاضرین میں سے دس دس کو بلاتے رہے اور فرماتے رہے۔ کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ اور ہر ایک اپنے سامنے سے کھائے۔ اس طرح ایک گروہ نکلتا اور دوسرا آ جاتا۔ یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ انس! اٹھاؤ۔ میں نے اٹھا لیا۔ میں یہ نہیں بتا سکتا کہ جب تور رکھا گیا۔ تو اس وقت کھانا زیادہ تھا یا جب اٹھایا گیا۔ بقول انس حاضرین کی تعداد تین سو تھی[۵۸]۔

۳۱- جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینے میں رونق افروز ہوئے تو اس وقت حضرت سلمان فارسی ایک یہودی کے ہاں بطورِ غلام کام کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے انہوں نے اس یہودی سے اس امر پر مکاتبت کر لی۔ کہ وہ اس یہودی کو چالیس اوقیہ سونا ادا کریں۔ اور اس کے لیے کھجوروں کے تین سو پودے لگا کر پرورش کریں۔ یہاں تک کہ وہ بار

Marfat.com

آ ورہوں ۔ جب حضرت سلمان نے حضور کو یہ خبر دی۔تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ سلمان کی مدد کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے پودے دے دیئے۔اور حضور نے اپنے مبارک ہاتھ سے ان کو لگایا۔ وہ سب لگ گئے ۔اور اسی سال پھل لائے ۔ایک روایت میں ہے کہ تین سو پودوں میں سے ایک کسی [۱۹] اور نے لگایا۔ وہ پھل نہ لایا تو حضور نے اسے اکھاڑ کر اپنے دست مبارک سے پھر لگا دیا۔ وہ بھی دوسروں کے ساتھ ہی پھل لایا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کسی دکان سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا تھا۔ وہ آپ نے سلمان کو عطا فرمایا۔سلمان نے عرض کیا۔ کہ اس کو چالیس اوقیہ کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہی لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ تمہارا قرض ادا کر دے گا۔ چنانچہ وہ لے گئے اور اسی میں سے چالیس اوقیہ تول کر یہودی کو دے دیئے [۲۰]۔اس طرح حضرت سلمان فارسی آزاد ہو گئے۔

حضور اقدس ﷺ کی بغل شریف سفید تھی۔اور اس سے کسی قسم کی ناخوش بو نہ آتی تھی۔ بلکہ کستوری کی مانند خوشبو آیا کرتی تھی۔

سینہ مبارک وقلب شریف

آپ کا سینہ مبارک کشادہ تھا۔آپ کا قلب شریف پہلا قلب شریف ہے۔جس میں اسرار الٰہیہ اور معارف ربانیہ ودیعت رکھے گئے ۔ کیونکہ آپ بوجود صورت نوری سب سے پہلے پیدا کئے گئے ۔صدر معنوی کی شرح اور قلب اقدس کی وسعت کا بیان طاقت بشری سے خارج ہے۔ چار دفعہ فرشتوں نے آپ کے صدر مبارک کو شق کیا۔ اور قلب شریف کو نکال کر دھویا۔ اور اسے ایمان و حکمت سے بھر دیا۔اسی کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے قرآن پاک میں یوں اشارہ فرماتا ہے: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا) یہی وجہ ہے۔ کہ جو اسرار آپ کے قلب شریف کو عطا ہوئے ۔ وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوئے ۔اور نہ کسی اور مخلوق کا قلب اس کا متحمل ہوسکتا تھا۔حضور اقدس ﷺ اپنے قلب شریف کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ میری آنکھ سو جاتی ہے۔مگر میرا دل نہیں [۲۱] سوتا۔

شکم مبارک

آپ سواء البطن والصدر تھے ۔یعنی آپ کا شکم اور سینہ مبارک ہموار و برابر تھے۔ نہ تو شکم سینہ سے اور نہ سینہ شکم سے بلند تھا۔حضرت ام ہانی فرماتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے شکم مبارک

Marfat.com

کو دیکھا۔ گویا کاغذ ہیں ایک دوسرے پر رکھے ہوئے اور تہ کیے[۳۱] ہوئے۔

حضور اقدس ﷺ کا بول و براز بلکہ تمام فضلات پاک تھے جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔[۳۲]

پشت مبارک

آپ کی پشت مبارک ایسی صاف و سفید تھی۔ کہ گویا پگھلائی ہوئی چاندی[۳۳] ہے۔ ہر دو شانہ کے درمیان ایک نورانی گوشت کا ٹکڑا تھا۔ جو بدن شریف کے باقی اجزاء سے ابھرا ہوا تھا۔ اسے مہر نبوت یا خاتم نبوت کہتے تھے۔ کتب سابقہ میں آپ کی علامات نبوت میں ایک یہ بھی مذکور تھی۔ حلیہ مبارک بیان کرنے والوں نے اس کی ظاہری شکل و صورت کے بیان کرنے میں اسے کئی چیزوں (مثلاً بیضۂ کبوتر یا تکمہ چھپر کھٹ یا گرہ گوشت سرخ وغیرہ) سے تشبیہ دی ہے۔ تا کہ لوگ سمجھ لیں۔ سچ پوچھو تو یہ ایک سرِ عظیم اور نشان عجیب تھا۔ جو آنحضرت ﷺ سے مختص تھا۔ کہ جس کی حقیقت کو رب العزت کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

نبوت را توئی آں نامہ درپشت
کہ از تعظیم دارد مہر بر پشت

پائے مبارک

ہر دو پائے مبارک سطبر و پر گوشت اور خوبصورت ایسے کہ کسی انسان کے نہ تھے۔ اور نرم و صاف ایسے کہ ان پر پانی ذرا بھی نہ ٹھہرتا بلکہ فوراً گر جاتا۔ ایڑیاں کم گوشت۔ ہر دو ساق مبارک باریک و سفید و لطیف گویا شحم النخل[۳۵] یعنی کھجور کا گابھا ہیں۔ جب آپ چلتے۔ تو قدم مبارک کو قوت و تثبت اور وقار و تواضع سے اٹھاتے۔ جیسا کہ اہلِ ہمت و شجاعت کا قاعدہ[۳۶] ہے۔ حضرت ابو ہریرہ[۳۷] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چلنے میں میں نے آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا آپ کے لیے زمین لپٹتی جاتی تھی۔ ہم دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں مشقت اٹھاتے۔ اور آپ بآسانی و بے تکلف چلتے۔ مگر پھر بھی سب سے آگے رہتے۔ بعض دفعہ حضور ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ چلنے کا قصد فرماتے۔ تو اس صورت میں اصحاب آپ کے آگے ہوتے۔ اور آپ عمداً ان کے پیچھے[۳۸] ہوتے۔ اور فرماتے کہ میری پیٹھ فرشتوں کے لیے خالی چھوڑ دو۔[۳۹]

حضور کے پاؤں مبارک وہ قدم مبارک ہیں۔ کہ جب آپ پتھر پر چلتے تو وہ نرم[۴۰] ہو جاتا۔ تا کہ آپ بآسانی اس پر سے گزر جائیں۔ اور جب ریت پر چلتے۔ تو اس میں پائے مبارک کا نشان

Marfat.com

نہ ہوتا۔ یہ وہی قدم مبارک ہیں۔ جن کی محبت میں کوہ احد وکوہ ثبیر حرکت میں آئے۔ یہ وہی قدم مبارک ہیں۔ کہ قیام شب میں ورم کر آتے تھے۔ یہ وہی قدم مبارک ہیں۔ کہ مکہ اور بیت المقدس کو ان سے شرف زائد حاصل ہوا۔

قد مبارک

آپ نہ بہت دراز تھے نہ کوتاہ قد۔ بلکہ میانہ قد مائل بہ درازی تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ بہت دراز قد نہ تھے اور مائل بہ درازی ہونے کے سبب اوسط قد سے زیادہ تھے۔ مگر جب لوگوں کے ساتھ ہوتے۔ تو سب سے بلند وسرفراز ہوتے۔ حقیقت میں یہ آپ کا معجزہ تھا۔ کہ جب علیحدہ ہوتے تو میانہ قد مائل بہ درازی ہوتے۔ اور جب اوروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند دکھائی دیتے۔ تاکہ باطن کی طرح ظاہر وصورت میں بھی کوئی آپ سے بڑا معلوم نہ ہو۔

آپ کی قامتِ زیبا کا سایہ نہ تھا۔ اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ آپ کے اسمائے مبارک میں سے ایک اسم شریف نور ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورہ مائدہ میں ہے۔ قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (البتہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور کتاب واضح آئی) اور ظاہر ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ حکیم ترمذی (متوفی ۲۵۵ھ) نے نوادرالاصول میں بروایت ذکوان (تابعی) نقل کیا ہے۔ کہ دھوپ اور چاندنی میں رسول اللہ ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ امام ابنِ سبع کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپ نور تھے۔ لہٰذا آپ دھوپ یا چاندنی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے۔ کہ جس میں مذکور ہے۔ کہ جب آپ نے یہ دعا مانگی۔ کہ اللہ میرے تمام اعضاء اور جہات میں نور کر دے۔ تو دعا کو اس قول پر ختم فرمایا۔ وَاجْعَلْنِيْ نُوْرًا (اور مجھ کو نور بنا دے) زُرقانی میں مذکور ہے۔ کہ حدیث ذکوان مرسل ہے۔ مگر ابنِ مبارک و ابن جوزی نے بروایت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ جب آپ دھوپ میں کھڑے ہوتے۔ تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آتی۔ اور جب چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی پر غالب آتی۔ بعض کا قول ہے کہ آپ کا سایہ نہ ہونے میں یہ حکمت تھی۔ کہ آپ کے سایہ کو کوئی کافر پامال نہ کرے۔

ماہ فرد، نداز جمال محمد — سرو نز وید باعتدال محمد

Marfat.com

رنگ مبارک

رنگ مبارک گورا اور روشن وتاباں۔مگر اس میں کسی قدر سرخی ملی ہوئی تھی بعض روایتوں میں جو آپ کو اسمر اللون یعنی گندم گوں لکھا ہے۔اس سے بھی یہی مراد ہے۔

جلد مبارک و بوئے خوش

آپ کی جلد مبارک نرم تھی۔ایک وصف ذاتی حضور میں یہ تھا کہ خوشبو لگائے بغیر آپ سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ کوئی خوشبو اس کو نہ پہنچ سکتی تھی۔آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں۔کہ جب آپ پیدا ہوئے۔تو میں نے غور سے آپ کی طرف نگاہ کی۔کیا دیکھتی ہوں کہ آپ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہیں۔اور آپ سے تیز بو کستوری کی طرح خوش بو آ رہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کستوری یا عبیر کو بوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشتر نہ پایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا۔اور عرض کیا۔کہ یا رسول اللہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا ہے۔میں اسے اس کے خاوند کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔میرے پاس کوئی خوشبو نہیں۔آپ کچھ عنایت فرمائیں۔آپ نے فرمایا۔کہ میرے پاس موجود نہیں۔مگر کل صبح ایک چوڑے منہ والی شیشی اور کسی درخت کی لکڑی میرے پاس لے آنا۔دوسرے روز وہ شخص شیشی اور لکڑی لے کر حاضر خدمت ہوا۔آپ نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں اپنا پسینہ ڈالنا شروع کیا۔یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔پھر فرمایا۔کہ اسے لے جا۔اپنی بیٹی سے کہہ دینا۔کہ اس لکڑی کو شیشی میں تر کر کے مل لیا کرے۔پس جب وہ آپ کے پسینہ مبارک کو لگاتی۔تمام اہلِ مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی۔یہاں تک کہ ان کے گھر کا نام بیت المطیبین (خوشبو والوں کا گھر) ہو گیا۔

حضور کے خادم حضرت انس فرماتے ہیں۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔حالت خواب میں آپ کو پسینہ آ گیا۔میری ماں ام سلیم نے ایک شیشی لی۔اور آپ کا پسینہ مبارک اس میں ڈالنے لگی۔آپ جاگ اٹھے۔اور فرمانے لگے۔ام سلیم! تو یہ کیا کرتی ہے؟ اس نے عرض کیا۔"یہ آپ کا پسینہ ہے۔ہم اس کو اپنی خوشبو میں ڈالتے ہیں۔اور وہ سب خوشبوؤں سے خوشبودار بن جاتی ہے۔"دوسری روایت مسلم میں ہے۔کہ ام سلیم نے یوں عرض کیا۔"یا رسول اللہ! ہم اپنے بچوں کے لیے آپ کے عرق مبارک کی برکت کے امیدوار ہیں۔" آپ نے فرمایا۔"تو نے سچ کہا۔" اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے عرق مبارک کو بچوں کے چہرے اور بدن

Marfat.com

پر مل دیا کرتے تھے۔ اور وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں سے گزرتے۔ تو گزر جانے کے بعد بھی آنے جانے والوں کو اس کوچہ سے خوشبو آتی۔ اور وہ سمجھ جاتے کہ اس کوچہ میں سے آپ کا گزر ہوا ہے باقی حال لعاب مبارک اور دستِ مبارک میں آچکا۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اب بھی مدینہ منورہ کے درودیوار سے خوشبوئیں آرہی ہیں۔ جنہیں محبان و عاشقان جناب رسول اللہ ﷺ شامۂ محبت سے محسوس کرتے ہیں۔ ابنِ بطال ؒ کا قول ہے۔ کہ جو شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہے۔ وہ اس کی خاک اور دیواروں سے خوشبو محسوس کرتا ہے۔ اور اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ خاک مدینہ میں ایک عجیب مہک ہے۔ جو کسی خوشبو میں نہیں۔ اور یاقوت نے کہا ہے کہ منجملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبودار ہوتا ہے۔ اور وہاں کی بارش میں بوئے خوش ہوتی ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔ ابو عبداللہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

بِطِیْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ طَابَ نَسِیْمُھَا — رسول اللہ کی خوشبو سے نسیم مدینہ خوشبودار ہوگئی

فَمَا الْمِسْکُ مَا الْکَافُوْرُ مَا الصَّنْدَلُ الرَّطْبُ — پس کیا ہے کستوری۔ کیا ہے کافور کیا ہے عطر صندل تروتازہ۔

امام ابن سبع ؒ نے آنحضرت ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ کہ آپ کے کپڑوں پر مکھی نہ بیٹھتی۔ اور آپ کو جوں ایذا نہ دیتی۔ یعنی آپ کے کپڑوں میں جوں نہ ہوتی۔ کہ آپ کو ایذاء دے۔ کیونکہ جوں عفونت اور پسینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حضور تو نور اور اطیب الناس تھے۔ اور آپ کا پسینہ خوشبودار ہوتا تھا۔ اسی طرح بوجہ لطافت آپ کے بدن مبارک پر کپڑا میلا نہ ہوتا تھا۔

علامہ دمیری نے اپنے منظومہ فی الفقہ میں لکھا ہے۔ کہ جن چوپایوں پر آنحضرت ﷺ سوار ہوئے۔ آپ کی سواری کی حالت میں انہوں نے کبھی پیشاب نہ کیا۔ اور جس چوپایہ پر آپ سوار ہوئے۔ وہ آپ کی حیات میں کبھی بیمار نہ ہوا۔

موئے مبارک

سر مبارک کے بال نہ تو بہت گھونگر والے تھے۔ اور نہ بہت سیدھے۔ بلکہ دونوں کے بین بین تھے۔ ان بالوں کی درازی میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ کانوں تک۔ کانوں کے نصف تک۔ کانوں کی لو تک۔ شانہ مبارک کے نزدیک تک۔ شانوں تک۔ ان سب روایتوں میں تطبیق یوں

Marfat.com

ہے۔ کہ ان کو مختلف اوقات واحوال پر محمول کیا جائے۔ یعنی جب آپ کٹوا دیتے تو کان تک رہ جاتے۔ پھر بڑھ کر نصف گوش یا نرمہ گوش یا شانہ تک پہنچ جاتے۔ اگر موئے مبارک خود بخود پراگندہ ہو جاتے۔ تو آپ ان کو دو حصے بطور مانگ کر لیتے۔ اور اگر از خود نہ بکھرتے تو بحال خود رہنے دیتے۔ اور بہ تکلف مانگ نہ نکالتے۔

داڑھی مبارک گھنی تھی۔ اسے کنگھی کرتے اور آئینہ دیکھتے۔ اور سونے سے پہلے آنکھوں[۹۴] میں تین تین بار سرمہ ڈالتے۔ مونچھ مبارک کو کٹوایا کرتے۔ اور فرماتے[۹۵] تھے۔ کہ مشرکین کی مخالفت کرو۔ یعنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب کٹواؤ۔ اخیر عمر شریف میں آپ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں قریباً بیس بال سفید تھے۔ گلے اور ناف کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ اس کے سوا شکم مبارک اور پستان مبارک پر بال نہ تھے۔ دونوں بازوؤں اور شانوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ میں بال زیادہ تھے۔ موئے مبارک کا باقی حال آثار شریفہ کی تعظیم کے تحت میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لباس

آنحضرت ﷺ کا عام لباس[۹۶] چادر، قمیض اور تہ بند تھا۔ یمن کی دھاریدار چادریں جن کو عربی میں حیرۃ کہتے ہیں سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے۔ بعض اوقات آپ نے اونی جبہ شامیہ استعمال فرمایا ہے۔ جس کی آستینیں اس قدر تنگ تھیں کہ وضو کے وقت ہاتھ آستینوں سے نکالنے پڑتے تھے۔ جبہ کسروانی بھی پہن لیتے تھے۔ جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی سنجاف تھی۔ ایسی اونی چادر بھی آپ نے پہنی ہے۔ جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی۔ سفید لباس پسند اور سرخ ناپسند فرماتے تھے۔ پاجامہ آپ نے کبھی نہیں پہنا۔

عمامہ کا شملہ چھوڑا کرتے اور کبھی نہ چھوڑا کرتے۔ شملہ اکثر دونوں شانوں بیچ میں اور کبھی شانہ مبارک پر پڑا رہتا۔ بعض وقت عمامہ میں تحنیک فرماتے۔ یعنی دستار مبارک کا ایک پیچ بائیں جانب سے ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے گزار کر سر مبارک پر لپیٹ لیتے۔ عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا۔ عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوا کرتی۔ اونچی ٹوپی آپ نے استعمال نہیں فرمائی۔

نعلین شریفین چپلی کی شکل کی تھیں۔ ہر ایک کے دو دو تسمے دہری تہ والے تھے۔ ایک تسمہ انگوٹھے اور متصل کی انگلی مبارک کے بیچ میں اور دوسرا انگشت میانہ اور بنصر کے بیچ میں ہوا کرتا۔ یہ وہی نعلین شریفین ہیں کہ شب معراج میں جب حضور اقدس ﷺ عرش پر تشریف لے گئے۔ تو بقول

Marfat.com

صوفیۂ کرام باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ نعلین سمیت عرش کو شرف بخشیے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

لَدَی الطُّوْرِ مُوْسٰی نُوْدِیَ اخْلَعْ — طور کے پاس حضرت موسیٰ کو آواز آئی کہ
وَاَحْمَدُ عَلَی الْعَرْشِ لَمْ یُؤْذَنْ بِخَلْعِ نِعَالِهٖ — پاپوش اتار لیجئے اور حضرت احمد کو عرش پر پاپوش اتارنے کی اجازت نہ ملی۔

ہر ایک مسلمان کی یہ آرزو ہوتی ہے اور ہونی چاہئے۔ کہ اس دنیا میں بھی حالت خواب یا حالت بیداری میں آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو۔ لہٰذا ہم ذیل میں ایک درود شریف درج کرتے ہیں۔ جو شخص اس درود شریف کو ہر روز سونے سے پہلے باوضو باادب اور حضور قلب سے تین بار پڑھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ چالیس دن کے اندر حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔

درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَنْوَارِ وَصَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰی رَاْسِ مُحَمَّدٍ فِی الرُّءُوْسِ وَصَلِّ عَلٰی وَجْهِ مُحَمَّدٍ فِی الْوُجُوْهِ وَصَلِّ عَلٰی جَبِیْنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْبُنِ وَصَلِّ عَلٰی جَبْهَةِ مُحَمَّدٍ فِی الْجِبَاهِ وَصَلِّ عَلٰی عَیْنِ مُحَمَّدٍ فِی الْعُیُوْنِ وَصَلِّ عَلٰی حَاجِبِ مُحَمَّدٍ فِی الْحَوَاجِبِ وَصَلِّ عَلٰی جَفْنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْفَانِ وَصَلِّ عَلٰی اَنْفِ مُحَمَّدٍ فِی الْاُنُوْفِ وَصَلِّ عَلٰی خَدِّ مُحَمَّدٍ فِی الْخُدُوْدِ وَصَلِّ عَلٰی صُدْغِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَصْدَاغِ وَصَلِّ عَلٰی اُذُنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاٰذَانِ وَصَلِّ عَلٰی فَمِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَفْوَاهِ وَصَلِّ عَلٰی شَفَةِ مُحَمَّدٍ فِی الشِّفَاهِ وَصَلِّ عَلٰی سِنِّ مُحَمَّدٍ فِی الْاَسْنَانِ وَصَلِّ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَلْسِنَةِ وَصَلِّ عَلٰی ذَقَنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَذْقَانِ وَصَلِّ عَلٰی عُنُقِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَعْنَاقِ وَصَلِّ عَلٰی صَدْرِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّدُوْرِ وَصَلِّ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ عَلٰی یَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَیْدِیْ وَصَلِّ عَلٰی کَفِّ مُحَمَّدٍ فِی الْاَکُفِّ وَصَلِّ عَلٰی اِصْبَعِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَصَابِعِ وَصَلِّ عَلٰی زَنْدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَزْنَادِ وَصَلِّ عَلٰی ذِرَاعِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَذْرُعِ وَصَلِّ عَلٰی مِرْفَقِ مُحَمَّدٍ فِی الْمَرَافِقِ وَصَلِّ عَلٰی عَضُدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَعْضَادِ وَصَلِّ عَلٰی اِبْطِ مُحَمَّدٍ

Marfat.com

فِی الْاَبَاطِ وَصَلِّ عَلٰی مَنْکَبِ مُحَمَّدٍ فِی الْمَنَاکِبِ وَصَلِّ عَلٰی کَتِفِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَکْتَافِ وَصَلِّ عَلٰی تَرْقُوَۃِ مُحَمَّدٍ فِی التَّرَاقِیْ وَصَلِّ عَلٰی کَبِدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَکْبَادِ وَصَلِّ عَلٰی ظَھْرِ مُحَمَّدٍ فِی الظُّھُوْرِ وَصَلِّ عَلٰی فَخِذِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَفْخَاذِ وَصَلِّ عَلٰی رُکْبَۃِ مُحَمَّدٍ فِی الرُّکَبِ وَصَلِّ عَلٰی سَاقِ مُحَمَّدٍ فِی السُّوْقِ وَصَلِّ عَلٰی کَعْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَکْعُبِ وَصَلِّ عَلٰی عَقَبِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَعْقَابِ وَصَلِّ عَلٰی قَدَمِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَقْدَامِ وَصَلِّ عَلٰی شَعْرِ مُحَمَّدٍ فِی الشُّعُوْرِ وَصَلِّ عَلٰی لَحْمِ مُحَمَّدٍ فِی اللُّحُوْمِ وَصَلِّ عَلٰی عِرْقِ مُحَمَّدٍ فِی الْعُرُوْقِ وَصَلِّ عَلٰی دَمِ مُحَمَّدٍ فِی الدِّمَآءِ وَصَلِّ عَلٰی عَظْمِ مُحَمَّدٍ فِی الْعِظَامِ وَصَلِّ عَلٰی جِلْدِ مُحَمَّدٍ فِی الْجُلُوْدِ وَصَلِّ عَلٰی لَوْنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَلْوَانِ وَصَلِّ عَلٰی قَامَۃِ مُحَمَّدٍ فِی الْقَامَاتِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَفْضَلَ صَلَاۃٍ وَاَکْمَلَ بَرَکَۃٍ وَاَزْکٰی سَلَامٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ ۔

حیات النبی ﷺ

اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص حضور سید المرسلین ﷺ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں بحیات حقیقیہ دنیویہ۔ قرآن مجید میں جو آنحضرت ﷺ کی موت کی خبر ہے وہ موت عادی ہے۔ جس سے مخلوقات میں سے کسی کو چارہ نہیں۔ اسی عادی موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو حیات بخش دی ہے۔ احادیث صحیحہ سے انبیاء و شہداء کے واسطے اس حیات کا دائمی ہونا ثابت ہے۔

ابنِ تیمیہ کے وقت سے ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے۔ جو کہتا ہے کہ انبیاء بھی دوسرے مردہ اشخاص کی طرح زمین کے نیچے مدفون اور مردہ ہیں۔ اس لیے مدینہ منورہ میں روضہ شریف پر حاضر ہونا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے طلب حاجات بے کار و بے سود ہے۔ چنانچہ ابنِ تیمیہ کا بڑا شاگرد ابن القیم اپنی کتاب عقائد یعنی قصیدہ نونیہ (مطبوعہ مصر ص ۱۴۱) میں یوں لکھا ہے:-

مـن فوقہ اطباق ذاک الترب واللبنا ت قد عرضت علی الجدران

Marfat.com

لو کان حیافی الضریح حیاته　　قبل الممات بغیر فرقان
وما کان تحت الارض بل من فو　　قہا واللہ ھذہ سنۃ الرحمان

(ترجمہ) حضرت نبی پر ڈھیروں مٹی اور اینٹیں ہیں۔ دیواریں بنی ہوئی ہیں۔ اگر آپ قبر شریف میں ویسے ہی زندہ ہوتے جیسے موت سے پہلے تھے۔ تو زمین کے نیچے نہ ہوتے بلکہ اس کے اوپر ہوتے۔ واللہ عادت اللہ یہی ہے۔ (انتہیٰ)

توسل اور زیارت روضہ اقدس کب بحث آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں صرف حیات انبیاء کرام بالخصوص حیات حضور سید المرسلین ﷺ کا ثبوت پیش کرنا مقصود ہے۔

قرآن کریم میں شہداء کرام کی حیات کی نص موجود ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام شہداء عظام سے یقیناً افضل ہیں۔ ان میں وصف نبوت کے ساتھ بالعموم وصف شہادت بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات شریف کے وقت یوں فرمایا۔

یا عائشۃ ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر و ھذا وان انقطاع ابھری من ذالك السمّ ۔	اے عائشہ! مجھے خیبر کے کھانے کی تکلیف برابر رہی ہے۔ اور اب میری رگِ جان اسی زہر سے منقطع ہوتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت کے ساتھ شہادت کا درجہ بھی حاصل ہے۔ لہٰذا آپ سید المرسلین ہونے کے ساتھ سید الشہداء بھی ہوئے۔ پس آپ کی حیات شہداء کی حیات سے اکمل ہے۔ بایں ہمہ آپ کو مردہ کہنا کیسی گستاخی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں شہداء کی نسبت ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ان کو مردہ نہ کہو۔

علامہ سمہودی وفاء الوفاء (جزء ثانی ص ۴۰۵) میں لکھتے ہیں۔ کہ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ایسی حیات کے ساتھ جو شہداء (جن کی حیات کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں خبر دی ہے) کی حیات سے اکمل ہے اور ہمارے نبی ﷺ سید الشہداء ہیں۔ اور شہداء کے اعمال آپ کی میزان میں ہیں۔ (انتہیٰ)

احادیث صحیحہ سے بھی حیات انبیاء کا ثبوت ملتا ہے۔ جن میں سے چند ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ عن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل	حضرت اوس سے روایت ہے۔ کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تمہارے افضل ایام

Marfat.com

ایامکم یوم الجمعة فیه خلق اٰدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علّی من الصلوٰة فیه فان صلوتکم معروضة علی قالوا یارسول الله وکیف تعرض صلوتنا علیك وقدارمت قال یقولون بلیت قال ان الله حرّم علی الارض اجساد الانبیاء رواہ ابوداود والنسائی وابن ماجة والدارمی والبیهقی فی الدعوات الکبیر ۔

(مشکوٰۃ - باب الجمعۃ)

میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔ اور اسی میں قبض کیے گئے۔ اس میں نفخۂ ثانیہ اور نفخۂ اولیٰ ہے پس تم اس دن مجھ پر درود زیادہ بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائیگا حالانکہ آپ بوسیدہ ہڈیاں ہوں گے (قول راوی) صحابہ کی مراد ارمت سے بلیت (بوسیدہ ہوں گے) ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔ اسے ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ ودارمی نے اور بیہقی نے دعوات الکبیر میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسموں کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ صحابۂ کرام نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد سنا کہ تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جاتا ہے تو ان کو شبہ ہوا کہ آیا یہ عرض بعد وفات شریف صرف روح پر ہوگا۔ یا روح مع الجسد پر۔ کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ جسدِ نبی دوسرے اشخاص کے جسد کی مانند ہے۔ پس اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ میرا جسد دوسرے اشخاص کے جسد کی مانند نہیں۔ کیونکہ پیغمبروں کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ پس وہ سمجھ گئے کہ یہ عرض روح مع الجسد پر ہوگا۔ لہٰذا حیات انبیاء بعد وفات ثابت ہے۔

۲- عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکثروا الصلوٰة علی یوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملائکة وان احدا لم یصلّ علی الاعرِضَت علی صوته حتی یفرغ منها قالؑ قلت وبعد الموت قال ان الله تعالٰی حرّم علی

حضرت ابودرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ بھیجا کرو۔ کیونکہ وہ دن حاضر کیا گیا ہے۔ حاضر ہوتے ہیں اس میں فرشتے۔ تحقیق کوئی مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ درود سے فارغ ہو جائے۔ کہا ابودرداء نے میں نے عرض کیا۔ کیا موت کے بعد

Marfat.com

الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق رواہ ابن ماجۃ ۔

بھی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے انبیاء کی حیات بحیات حقیقیہ دنیویہ بعد الوفات ثابت ہے اس میں حی کے ساتھ یرزق بطور تاکید ہے۔ کیونکہ رزق کی حاجت جسم کو ہوتی ہے۔

۳- علامہ سیوطی شرح الصدور میں نقل کرتے ہیں:-

واخرج ابو یعلٰی والبیھقی و ابن مندۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ۔

اور ابویعلی اور بیہقی اور ابن مندہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ روایت ابویعلی کے راوی ثقہ ہیں اور بیہقی نے اسے مع تصحیح نقل کیا ہے۔ اس کے شواہد سے صحیح مسلم میں روایت حضرت انس ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں (شب معراج میں) موسیٰ علیہ السلام پر گزرا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے (انتہی) اسی طرح حضور نے شب معراج میں بیت المقدس میں انبیاء کرام کی جماعت کرائی۔ اور آسمانوں میں ان کو دیکھا۔ مسئلہ حیات انبیاء کی تائید صحیح مسلم کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ وادیٔ ارزق سے گزرے۔ فرمایا یہ کونسی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا وادیٔ ارزق ہے۔ حضور نے فرمایا میں گویا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ گھاٹی سے اترتے ہوئے لبیک کہہ رہے ہیں۔ پھر ہرشا پر پہنچ کر حضور نے فرمایا۔ یہ کونسی گھاٹی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یہ وادیٔ ہرشا ہے۔ حضور نے فرمایا گویا میں یونس علیہ السلام کو سرخ بالوں والی اونٹنی پر دیکھتا ہوں کہ صوف کا جبہ پہنے ہوئے ہیں۔ مہار کھجور کی چھال کی رسی کی ہے۔

اولیاء کرام میں بہت سی مثالیں ایسے بزرگوں کی ملتی ہیں جو رسول اکرم ﷺ کو حالت بیداری میں دیکھا کرتے تھے۔ بخوف طوالت یہاں ان کا حال درج نہیں کرتے۔ علامہ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ تنویر الملک میں وہ احادیث واقوال صلحاء نقل کرتے ہیں۔ جو حالت خواب اور حالت بیداری ہر دو میں رسول اللہ ﷺ کی رؤیت کے امکان پر دلالت کرتے ہیں۔ بعدازاں

Marfat.com

یوں فرماتے ہیں کہ ان تمام احادیث واقوال سے ثابت ہوگیا۔ کہ حضور رسول اللہ ﷺ اپنے جسم اقدس اور روح شریف کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف فرماتے ہیں جہاں چاہتے ہیں۔ زمین و آسمان میں۔ اور اسی ہیئت سابقہ شریفہ پر ہیں۔ کچھ تبدیلی اس میں نہیں ہوئی۔ آنکھوں سے ایسے ہی غائب ہیں جیسے فرشتے نظر نہیں آتے حالانکہ فرشتے زندہ ہیں اور ان کے اجسام بھی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کسی امتی پر کرامت اور احسان کا تو حجاب اٹھا دیتا ہے۔ اور وہ حضور ﷺ کی زیارت اصلی صورت میں کر لیتا ہے۔ اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔ اور صرف مثال ہی کے دیکھنے پر منحصر کر دینے کی کوئی وجہ نہیں انتہی۔ امام بیہقی نے حیات انبیاء پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ جو چاہے اسے مطالعہ کرے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ وفات شریف کے بعد بھی جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں۔ بحیات حقیقیہ دنیویہ اور آپ کے تصرفات بدستور جاری ہیں۔ اسی واسطے آپ کی امت میں تا قیامت قطب، غوث، ابدال و اوتاد ہوتے رہیں گے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے رسالہ سلوک اقرب السبل الیٰ سید الرسل ﷺ میں جو خانخاناں کی طرف لکھا ہے یوں فرمایا ہے۔

وبا[۵۶] چندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است۔ یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است۔ و براعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی است	علماء امت میں اس قدر اختلافات اور کثرت مذاہب ہے۔ بدیں ہمہ کسی ایک کو اس مسئلہ میں ذرا بھی اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ علیہ وسلم۔ بلا شائبہ مجاز و توہم تاویل حیات حقیقیہ کے ساتھ دائم و باقی ہیں۔ اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ اور طالبان حقیقت کو اور متوسلان بارگاہ نبوت کو فیض پہنچانے والے اور انکی تربیت فرمانے والے ہیں

حضرت شیخ نے بالکل درست لکھا ہے۔ کیونکہ فتنہ ابن تیمیہ اس تحریر سے سینکڑوں سال پہلے فرو ہو چکا تھا۔ اور شیطان کا سینگ ابھی نجد سے نہ نکلا تھا۔ جس نے تعلیم تیمی کی سوتی بلا کو جگایا۔ اور بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بتایا۔

Marfat.com

حواشی

۱ وفاء الوفاء جز اول ص ۲۲۶

۲ مشکوٰۃ شریف بحوالہ صحیحین۔ باب وفات النبی ﷺ۔

۳ مشکوٰۃ شریف۔ باب الانفاق وکراہتہ الامساک۔

۴ ابن ماجہ۔ ابواب الوصایا۔

۵ حیٰوۃ الحیوان للعلامہ کمال الدین الدمیری الشافعی المتوفی ۸۰۸ھ جزء اول ص ۴۲

۶ مواہب لدنیہ۔ کتاب شمائل النبویہ۔

۷ مشکوٰۃ شریف باب فضل الصدقہ۔

۸ صحیح بخاری۔ باب صفتہ النبی ﷺ۔

۹ یہ حضور کے ربیب تھے۔ کیونکہ خدیجۃ الکبریٰ حضور سے پہلے ابو ہالہ کے نکاح میں تھیں جس سے ہند مذکور پیدا ہوئے یہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور ۳۶ھ میں یوم جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۱۰ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ۔

۱۱ حلہ دو کپڑوں کو کہتے ہیں۔ یعنی چادر اور شلوار۔

۱۲ دیکھو شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ

۱۳ حمیراء لقب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ گویند کہ حمرہ بمعنی سفیدی نیز آمدہ وایشاں راحمیراء گویند ایشاں سفید رنگ بودند۔ کذا فی المنتخب۔

۱۴ خصائص کبریٰ للسیوطی۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ جزء اول ص ۶۳

۱۵ خصائص کبریٰ۔ جزء ثانی ص ۸۰

۱۶ یعنی نہ چھوٹی اور نہ اتنی بڑی کہ باہر نکلی ہوئی معلوم ہوں۔

۱۷ دلائل حافظ ابی نعیم۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف انتظامیہ حیدرآباد دکن ص ۵۴ ابو نعیم کے علاوہ ابن سعد اور ابن عساکر نے بھی اسے روایت کیا ہے (خصائص کبریٰ۔ جزء اول ص ۹۱)

۱۸ ترجمہ۔ بہکی نہیں نگاہ اور حد سے نہیں بڑھی۔

۱۹ زُرقانی علی المواہب۔ جزء رابع ص ۸۲

۲۰ خصائص کبریٰ جزء اول ص ۶۱

۲۱ صحیح بخاری۔ باب عظۃ الامام الناس فی اتمام الصلوٰۃ ذکر القبلۃ۔

۲۲ ترجمہ۔ جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو اٹھتا ہے۔ اور تیرا پھرنا نمازیوں میں، اس آیت کے تحت میں تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ وقیل معناہ یری تقلب بصرك في المصلين فانه كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

Marfat.com

یبصر من خلفہ کما یبصر من قدامہ (انتہٰی)

۲۳ اس حدیث مرسل کو امام حمیدی (متوفی ۲۰۹ ھ) نے اپنی مسند میں اور ابنِ منذر (متوفی ۳۱۸ ھ) نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ دیکھو مواہب لدنیہ۔ جزءاول۔ ص۲۵۲ اور خصائص کبریٰ جزءاول ص ۶۱

۲۴ مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ باب وفات النبی ﷺ۔

۲۵ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ

۲۶ زُرقانی علی المواہب جزء رابع۔ ص ۹۱

۲۷ خصائص کبریٰ بحوالہ ترمذی وابنِ ماجہ وابی نعیم۔ جزءاول ص ۶۵

۲۸ مشکوٰۃ شریف بحوالہ صحیح مسلم۔ کتاب فضائل القرآن۔

۲۹ خصائص کبریٰ۔ جزءاول ص ۴۷

۳۰ جب کسی شخص کو نماز میں جمائی آئے۔ تو وہ صرف ذہن میں اتنا یاد کرلے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی جمائی نہیں آئی تھی اس کے بعد نہ آئے گی۔

۳۱ اصابہ۔ ترجمہ عمیرہ رضی اللہ عنہ بنت مسعود۔

۳۲ دیکھو صحیح بخاری۔ باب غزوۂ خیبر۔

۳۳ حضرت مدیک بن عمرو اسلامانی۔ اور حضرت جرہد کا قصہ معجزات میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۳۴ خصائص کبریٰ للسیوطی۔ جزءاول ص ۶۲

۳۵ مشکوٰۃ شریف۔ بحوالہ صحیح بخاری۔ باب فی المعجزات

۳۶ زادالمعاد۔ غزوۂ بدر

۳۷ اصابہ۔ ترجمہ عمرو بن معاذ انصاری۔

۳۸ اصابہ۔ ترجمہ ابو قتادہ انصاری۔

۳۹ خصائص کبریٰ بروایت ابونعیم جزءاول ص ۹۱

۴۰ استیعاب واصابہ اور خصائص کبریٰ بحوالہ بیہقی وحاکم۔

۴۱ شمائل ترمذی۔ باب کیف کان کلام رسول ﷺ۔

۴۲ استیعاب لابن عبدالبر۔ فصل سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے۔ کہ آپ کا کلام مبین وظاہر ہوتا تھا۔ جیسا کہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں وارد ہے۔

۴۳ نسیم الریاض جلداول صفحہ ۳۹۷

۴۴ زُرقانی علی المواہب بحوالہ ترمذی۔ جزء رابع ص ۱۷۸۔

۴۵ دیکھو مواہب لدنیہ اور خصائص کبریٰ۔

۴۶ خصائص کبریٰ للسیوطی بروایت ابنِ سعد وابی نعیم وغیرہ۔

Marfat.com

۴۷ ترمذی۔ باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی ﷺ
۴۸ صحیح بخاری باب صفۃ النبی ﷺ
۴۹ صحیح مسلم۔ باب طیب ریحہ ﷺ ولین مسہ۔
۵۰ دیکھو مواہب لدنیہ۔
۵۱ قرآن کریم میں ہے: (وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى)
ترجمہ ''اور نہیں پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔''
۵۲ خصائص کبریٰ۔ جزء ثانی ص ۷۵
۵۳ دلائل حافظ ابونعیم جزء ثانی ص ۱۸۸
۵۴ قرآن مجید میں ہے: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (ترجمہ) نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند
۵۵ صحیح بخاری۔ باب علامات النبوت فی الاسلام۔
۵۶ امثلۂ مذکورہ بالا میں سے نمبر ۲۱ و ۲۲ معجم صغیر۔ طبرانی میں سے ہیں۔ اور نمبر ۲۳ و ۲۸ و ۲۹ خصائص کبریٰ للسیوطی سے اور باقی تمام اصابہ للعسقلانی میں سے ہیں۔
۵۷ تور پیالہ کی شکل کا ایک برتن ہوتا ہے۔
۵۸ مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین باب فی المعجزات۔
۵۹ ایک روایت ترمذی میں ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق تھے۔ (شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی خاتم النبوۃ)
۶۰ استیعاب لابن عبدالبر وغیرہ۔
۶۱ تَنَامُ عَيْنِىْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِىْ۔ صحیح بخاری۔
۶۲ خصائص کبریٰ بحوالہ ابن سعد وطبرانی۔ جزء اول ص ۷۳
۶۳ تفصیل کے لیے دیکھو رسالہ حلیۃ النبی مؤلفہ خاکسار۔
۶۴ خصائص کبریٰ بحوالہ احمد وبیہقی۔ جزء اول ص ۷۳
۶۵ مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور۔ جلد اول ص ۲۵
۶۶ اس طرح کی رفتار ممدوح ومستحسن ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۔ (سورۂ فرقان۔ ع ۶)	اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ۔ کہیں صاحب سلامت۔

۶۷ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی مشیہ ﷺ۔
۶۸ حضور اپنے اصحاب کے مربی ونگہبان تھے۔ اس لیے ان کے حالات کے ملاحظہ کے لیے آپ پیچھے ہو جاتے۔ تاکہ حسب حال ان کی تربیت وتادیب وتکمیل فرمادیں۔ یا آپ کا یہ فعل تواضع پر مبنی تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

۶۹ بقول حافظ ابو نعیم فرشتے آپ کی نگہبانی کرتے تھے۔ یہ امر کسی طرح وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ الآیہ (اور اللہ تجھ کو لوگوں سے بچائے گا) کے منافی نہیں۔ کیونکہ اگر یہ حالت اس آیت کے نزول سے پہلے تھی۔ تو عدم منافات ظاہر ہی ہے۔ اور اگر نزول کے بعد ہو تو یوں سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کا یوں انتظام کر دیا کہ اظہار شرف کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت اس کام پر متعین فرما دی۔
(دیکھو زرقانی علی المواہب۔ جزء رابع ص ۲۱۹)

۷۰ خصائص کبریٰ و شرح ہمزیہ لابن حجر ہیثمی۔

۷۱ مواہب لدنیہ بحوالہ عبداللہ ابن الامام احمد وغیرہ۔

۷۲ آپ کا ارتفاع معنوی دیکھنے والوں کے لیے ممثل ہو جاتا۔ اور آپ ان سب کو بلند نظر آتے۔
(دیکھو زرقانی علی المواہب۔ جزء رابع۔ ص ۱۹۹)

۷۳ خصائص کبریٰ۔ جزء اول ص ۶۸

۷۴ زُرقانی علی المواہب۔ جزء رابع ص ۲۲۰

۷۵ زُرقانی علی المواہب جزء رابع ص ۲۲۳

۷۶ عبیر ایک خوشبو ہے۔ جو صندل و گلاب و مشک سے بناتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک خوشبو ہے جس میں زعفران ملا ہوتا ہے۔

۷۷ صحیح بخاری کتاب الصیام۔ باب ذکر من صوم النبی ﷺ وافطارہ۔

۷۸ یہ ایک حدیث کا مضمون ہے جسے ابو یعلی اور طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ دیکھو مواہب لدنیہ اور خصائص کبریٰ۔

۷۹ صحیح مسلم۔ باب طیب عرقہ ﷺ۔

۸۰ صحیح مسلم باب طیب عرقہ ﷺ والتبرک بہ۔

۸۱ اس کو بزاء اور ابو یعلی نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔ دیکھو مواہب لدنیہ اور خصائص کبریٰ۔

۸۲ دیکھو وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ لشیخ الاسلام السمہودی رحمۃ اللہ علیہ۔ جزء اوّل ص ۱۲

۸۳ خصائص کبریٰ۔ جزء اول۔ ص ۶۸

۸۴ نظر بریں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگین تھیں اور بدن مبارک سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ آپ کو سرمہ یا خوشبو کے استعمال کی حاجت نہ تھی۔ مگر بایں ہمہ آپ کا سرمہ اور خوشبو کو استعمال کرنا بغرض تعلیم امت ہوگا۔ فافہم۔

۸۵ مشکوۃ المصابیح۔ باب الترجیل۔

۸۶ لباس کے متعلق دیکھو مشکوۃ شریف۔ کتاب اللباس۔

۸۷ اخبار الاخیار مجتبائی۔ حاشیہ ص ۱۵۵

Marfat.com

چھٹا باب

آنحضرت ﷺ کے خلق عظیم کا بیان

افراد انسان میں سے انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کو مکارم اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ان کا کام تبلیغ وتزکیہ ہے۔ اسی واسطے بعنایت الٰہی انہیں اول خلقت وفطرت ہی میں محاسنِ اخلاق حاصل تھے۔ جن کا ظہور حسب موقع ان کی عمر شریف میں ہوتا رہا۔ مگر دیگر فضائل کی طرح اس کمال میں بھی آنحضرت ﷺ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کو آپ کی ذات شریف میں حصر فرمایا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔ (سورہ قلم) اور تحقیق تو بڑے خلق پر پیدا ہوا ہے۔

اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۔ (موطا امام مالک) میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک حسن اخلاق کی ایک نوع سے مختص تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس حسن اخلاق کے تمام انواع کی جامع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ کی سیرت کے اتباع کا حکم دیا۔ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (پس تو ان کی روش کی پیروی کر۔ (انعام-ع ۱۰)

لہٰذا خصال وکمال وصفات شرف وفضائل جو ان میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ وہ تمام آپ کی ذات شریف میں جمع تھے۔ چنانچہ حلم وسخاوتِ ابراہیم۔ صدق وعدہ اسمٰعیل۔ شکر داؤد و سلیمان۔ صبر ایوب۔ معجزات قاہرہ، موسیٰ۔ مناجات زکریا۔ تضرع یحییٰ۔ دم عیسیٰ وغیرہ سب آپ میں موجود تھے۔ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات۔

آنچہ بنا زند زاں دلبراں
جملہ تراہست و زیادت براں

Marfat.com

حضرت سعد بن ہشام بن عامر نے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کے خلق کی بابت دریافت کیا۔ تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ حضرت سعد نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر حضرت صدیقہ نے فرمایا۔ کہ ''نبی ﷺ کا خلق قرآن[1] تھا۔'' کتب سابقہ الہامیہ میں جو آداب و فضائل و اوصاف حمیدہ مذکور تھے۔ قرآن مجید ان سب کا جامع ہے۔ ارشادِ صدیقہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر محامد اخلاق مذکور ہیں۔ وہ سب آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس میں پائے جاتے تھے۔ غرض دیگر کمالات کی طرح محاسن اخلاق میں بھی آپ کا مرتبہ دیگر انبیائے کرام علیہم التسلیمات سے بڑھا ہوا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خَلُقٍ	لے گیا فوق انبیاء پر خلق میں اور خلق میں کس میں
وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٖ	تھا۔ اس کا علم اور کس میں اس کا سا کرم

آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نیا نبی نہ ہوگا۔ اس لیے آپ کے اخلاق و عادات بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ ہیں تاکہ قیامت تک ہر زمانے میں ان کا اقتداء کیا جائے اور ان ہی کو دستور العمل بنایا جائے۔ اس مختصر میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لیے ذیل میں چند جزئیات پیش کی جاتی ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

صبر و حلم و عفو

نبوت کا بوجھ ان اوصاف[2] کے بغیر برداشت نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ ان اوصاف کا ذکر آیا ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ (مائدہ ۔ ع ۳)	پس معاف کر ان سے اور درگزر کر بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے۔
وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۔ (انعام ۔ ع ۴)	اور البتہ بہت رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے۔ پس وہ جھٹلانے اور ایذاء پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد پہنچی۔
خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۔ (اعراف۔ اخیر رکوع)	خو پکڑ معاف کرنا۔ اور کہا کر نیک کام کو اور کنارہ کر جاہلوں سے۔
فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ	پس تو صبر کر جیسے صبر کرتے رہے اولوالعزم رسول

Marfat.com

الرُّسُلِ وَلاَ تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۔ اور شتابی نہ کر ان کے واسطے۔

(احقاف اخیر رکوع)

اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ (توبہ۔ع۱۴) تحقیق ابراہیم تھا البتہ دردمند حلم والا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے حق کے لیے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ کسی حرمت اللہ کی بے حرمتی دیکھتے۔ تو اللہ کے واسطے اس کا انتقام لیتے۔[۲]

نبوت کے دسویں سال جیسا کہ پہلے آچکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ مگر بجائے رو براہ ہونے کے انہوں نے آپ کو اس قدر اذیت دی کہ نعلین مبارک خون آلودہ ہوگئے۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ تو راستے میں پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ یا محمد! آپ جو چاہیں حکم دیں۔ اگر اجازت ہو۔ تو اخشبین کو ان پر الٹ دوں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا۔ جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔[۳]

ہجرت سے پہلے مکہ میں کفار نے مسلمانوں کو اس قدر اذیت دی کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ چنانچہ حضرت خباب بن الارث بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمیں مشرکین سے شدت و سختی پہنچی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سر مبارک کے نیچے چادر رکھ کر کعبہ کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ مشرکین پر بددعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ اٹھ بیٹھے۔ چہرہ مبارک سرخ ہوگیا تھا۔ فرمایا۔ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں۔ جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا۔ اور ان کے سر پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔[۴]

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر (رمضان ۲ ھ) سے واپس تشریف لائے تو راستے میں مقام صفراء میں آپ کے حکم سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی کو قتل کر ڈالا۔ نضر مذکور ان امرائے قریش میں سے تھا۔ جن کا شغل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی اور اسلام کو مٹانے کی کوشش کرنا تھا۔ اسی نضر کی بیٹی قتیلہ نے جو بعد

Marfat.com

میں اسلام لائی اپنے باپ کا مرثیہ لکھا جس کے اخیر میں یہ شعر ہیں۔

امحمد وَلَانت ابنِ نجیبة من قومها والفحل فحلٌ معرق	اے محمد! بیشک آپ اس ماں کے بیٹے ہیں جو اپنی قوم میں شریف ہے اور آپ شریف اصل والے مرد ہیں۔
ما کان ضرّك لو مننت وربّما منّ الفتی وهو المغیظ المحنق	آپ کا کچھ نہ بگڑتا تھا اگر آپ احسان کرتے اور بعض وقت جوان احسان کرتا ہے۔ حالانکہ وہ غضبناک اور نہایت خشمناک ہوتا ہے۔
والنضر اقرب من اسرت قرابةً واحق ان کان عتق یعتق	اور نضر آپ کے تمام قیدیوں میں قرابت میں سب سے زیادہ قریب تھا اور آزادی کا زیادہ مستحق تھا۔ اگر ایسی آزادی پائی جائے کہ جس سے آزاد کیا جائے۔

جب یہ شعر حضور سید المرسلین رحمتہ اللعالمین ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ تو ان کو پڑھ کر آپ اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور فرمایا۔ کہ اگر یہ اشعار نضر کے قتل سے پہلے میرے پاس پہنچ جاتے۔ تو میں ضرور اسے قتیلہ کے حوالہ کر دیتا۔

جنگِ بدر کے کچھ دن بعد ایک روز عمیر بن وہب بن خلف قرشی جمحی اور صفوان بن امیہ بن خلف قرشی جمحی خانہ کعبہ میں حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمیر مذکور شیاطین قریش میں سے تھے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اذیت دیا کرتا تھا۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر اسیران جنگ میں تھا۔ عمیر و صفوان کے درمیان یوں گفتگو ہوئی:۔

عمیر: بدر میں ہمارے ساتھیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں ظالموں نے کس بے رحمی سے ان کو گڑھے میں پھینک دیا۔

صفوان: اللہ کی قسم ان کے بعد اب زندگی کا لطف نہ رہا۔

عمیر: اللہ کی قسم! تو نے سچ کہا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور عیال نہ ہوتا جس کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تو میں سوار ہو کر محمد کو قتل کرنے جاتا۔ کیونکہ اب تو ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔

صفوان۔ آپ کا قرض میں ادا کر دیتا ہوں۔ آپ کا عیال میرے عیال کے ساتھ رہے گا۔ میں

Marfat.com

آپ کے بال بچوں کا متکفل ہوں جب تک وہ زندہ ہیں۔

عمیر۔ بس میرے اور آپ کے درمیان۔

صفوان۔ بسر و چشم (عمیر کی روانگی کے بعد لوگوں سے) تم شاد ہو کر چند روز میں تمہارے پاس ایک واقعہ کی خبر آئے گی۔ جس سے تم جنگِ بدر کی سب مصیبتیں بھول جاؤ گے۔

(عمیر زہر میں بجھی ہوئی تیز تلوار لیکر مدینہ میں آتا ہے۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگ بدر میں مسلمانوں پر خدا کی عنایات کا ذکر کر رہے ہیں۔ عمیر تلوار آڑے لٹکائے ہوئے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے میں بٹھا دیتا ہے)

عمر فاروق۔ (عمیر کو دیکھ کر) یہ کتا دشمنِ خدا عمیر کسی شرارت کے لیے آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسے میرے پاس لاؤ (عمیر سے) آگے آؤ۔

عمیر۔ آپ کی صبح بخیر ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمیر! تو نے جاہلیت کا تحیہ کہا۔ مگر اللہ عزوجل نے ہمیں تیرے تحیہ سے بہتر عطا فرمایا ہے۔ اور وہ سلام ہے جو اہلِ بہشت کا تحیہ ہے۔

عمیر۔ یا محمد! اللہ کی قسم! یہ تحیہ آپ کو تھوڑے دنوں سے ملا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمیر! کیونکر آنا ہوا؟

عمیر۔ اپنے بیٹے کے لیے جو آپ کے پاس اسیران جنگ میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر گلے میں تلوار آڑے کیوں لٹکائی ہے۔

عمیر۔ خدا ان تلواروں کا برا کرے۔ انہوں نے ہمیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سچ بتاؤ کس لیے آئے ہو؟

عمیر۔ فقط اپنے بیٹے کے لیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نہیں بلکہ تو اور صفوان دونوں حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو نے مقتولین بدر کا ذکر کیا جو گڑھے میں پھینکے گئے۔ پھر تو نے کہا کہ اگر مجھ پر قرض اور بار عیال نہ ہوتا تو میں محمد کو قتل کرنے نکلتا۔ یہ سن کر صفوان نے بار قرض و عیال اپنے ذمہ لیا۔ بدیں غرض کہ تو مجھے قتل کر دے۔ مگر اللہ تیرے اور اس غرض کے درمیان حائل ہے۔

عمیر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم اس آسمانی وحی کو جو آپ پر نازل ہوتی تھی جھٹلا دیا کرتے تھے۔ آپ نے جو بات بتلائی۔ وہ میرے اور صفوان

Marfat.com

کے سوا کسی کو معلوم نہ تھی۔ اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ خدا کے سوا آپ کو کسی نے نہیں بتائی۔ حمد ہے۔ اللہ کی جس نے مجھے اسلام کی توفیق بخشی۔ **اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك لهٗ واشهد ان محمّدًا عبدهٗ ورسوله۔**

رسول اللہ ﷺ۔ (اپنے اصحاب سے) تم اپنے بھائی عمیر کو مسائل دینی سکھاؤ اور قرآن پڑھاؤ۔ اور اس کے بیٹے کو بھی چھوڑ دو[۲]۔

حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں۔ کہ غزوۂ انمار (ربیع الاوّل ۳ھ) میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر اعراب پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ غطفان نے دعثور بن حارث کو جوان کا سردار تھا کہا۔ کہ محمد اس وقت اپنے اصحاب سے علیحدہ ہے۔ تمہیں ایسا موقع نہ ملے گا۔ دعثور تیز تلوار لیکر اتر آیا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ تلوار کھینچ کر آپ کے سر پر آ کھڑا ہوا۔ آپ بیدار ہوئے تو کہنے لگا۔ ''تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟'' آپ نے فرمایا۔ اللہ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے ہٹا دیا اور وہ گر پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے تلوار لے کر کہا۔ ''تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟'' وہ بولا۔ کوئی نہیں۔ غرض رسول اللہ ﷺ نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا۔ اور وہ ایمان لے آیا[۵]۔

غزوۂ احد (شوال ۳ھ) میں کفار نے آپ کا دانت مبارک شہید کر دیا۔ اور سر اور پیشانی مبارک بھی زخمی کر دی۔ اس حالت میں آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ[۶] تھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ خدایا میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے۔ کہ غزوۂ نجد (غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ ۴ھ) میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ واپس آتے ہوئے ایک گھنے جنگل میں آپ کو دوپہر ہو گئی۔ آپ ایک درخت کے سایہ میں اترے۔ اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی۔ اور آپ کے اصحاب بھی ایک ایک کر کے درختوں کے سایہ میں اتر پڑے۔ اسی اثناء میں آپ نے ہمیں آواز دی۔ ہم حاضر ہوئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدو آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا۔ اس نے آ کر میری تلوار کھینچ لی۔ میں بیدار ہوا۔ تو یہ تلوار کھینچے میرے سر پر کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔ ''تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟'' میں نے کہا۔ اللہ۔ یہ سن کر اس نے تلوار نیام میں کر لی۔ آپ نے اس کو کچھ سزا نہ دی[۱]۔ اس اعرابی کا نام غورث بن حارث تھا۔

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں۔ کہ ایک غزوہ (غزوۂ مریسیع شعبان ۵ ھ) میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے تھپڑ مارا۔ انصاری نے انصار اور مہاجر نے مہاجرین کو مدد کے لیے پکارا۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا۔ تو پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب سارا ماجرا عرض کیا گیا تو فرمایا کہ یہ دعویٰ جاہلیت اچھا نہیں۔ اس طرح رفع فساد ہو گیا۔ رأس المنافقین عبداللہ بن ابی خزرجی نے سنا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اگر ہم اس سفر سے مدینہ میں پہنچ گئے۔ تو جس کا اس شہر میں زور ہے۔ وہ بے قدر شخص کو نکال دے گا۔'' رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا۔ اسے جانے دو۔ کیونکہ لوگ یہی کہیں گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔[۱] جائے غور ہے کہ آپ کا یہ سلوک اس شخص کے ساتھ ہے جو عمر بھر منافق رہا۔ جس نے آپ کو ازل بتایا۔ جو جنگِ احد میں عین موقع پر تین سو کی جمعیت لے کر راستہ میں سے واپس آ گیا۔ اور ہمیشہ آپ کی مخالفت و توہین میں سرگرم رہا۔

جب آنحضرت ﷺ غزوۂ مریسیع سے واپس ہوئے۔ تو راستے میں واقعۂ افک پیش آیا۔ جس کا بانی یہی رأس المنافقین تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم تھا۔ مگر معاملہ گھر کا تھا۔ اس لیے فیصلہ خدا پر چھوڑا۔ تا کہ منافقین کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تکذیب اپنے کلام پاک میں کر دی۔ بایں ہمہ جب یہ منافق مرا۔ تو آپ کو نماز جنازہ کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ اس پر نماز پڑھنے لگے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ ابنِ ابی پر نماز پڑھتے ہیں۔ جس نے فلاں فلاں روز ایسا ایسا کہا۔ اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عمر! ہٹو۔ جب اصرار کیا۔ تو فرمایا کہ استغفار و عدم استغفار کا مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ بار استغفار سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ویسا ہی کرتا۔ جب آپ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے۔ تو آئندہ کے لیے حکم ممانعت نازل ہوا۔[۲]

فرات بن حیان جو انصار میں سے ایک شخص کا حلیف تھا۔ ابوسفیان کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا۔ غزوۂ خندق (ذیقعدہ ۵ ھ) میں وہ جاسوسی کرتا ہوا پکڑا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا لوگ اس کو پکڑ کر لے چلے۔ راستے میں اس کا گزر انصار کے ایک حلقہ پر ہوا تو کہنے لگا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی۔ کہ فرات کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جن کو ہم ان کے ایمان پر

Marfat.com

چھوڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرات ہے۔ حضرت فرات بعد میں صدقِ دل سے ایمان لائے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کو یمامہ میں ایک قطعہ زمین عطا فرمائی جس کی آمدنی چار ہزار[۱] دو سو تھی۔

ثمامہ بن آثال الیمامی جو اہلِ یمامہ کا سردار تھا رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی تھی کہ خدایا اس کو میرے قابو میں کردے۔ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ نے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا۔ وہ بنوحنیفہ میں سے ایک شخص ثمامہ بن آثال کو پکڑ لائے۔ اور اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آنحضرت ﷺ اس کی طرف نکلے۔ تو پوچھا ثمامہ! کیا کہتے ہو؟ ثمامہ نے کہا۔ یا محمد! اگر آپ مجھے قتل کریں گے۔ تو ایک خونی کو قتل کریں گے۔ اور اگر احسان کریں گے۔ تو ایک شکرگزار پر احسان کریں گے۔ اگر آپ زرفدیہ چاہتے ہیں۔ تو جس قدر مانگیں دے دوں گا۔ آپ نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز بھی یہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے روز آپ نے اس کا وہی جواب سن کر حکم دیا کہ ثمامہ کو کھول دو۔ یہ عنایت دیکھ کر اس نے مسجد کے قریب ایک درخت کی آڑ میں غسل کیا اور مسجد میں آکر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور کہنے لگا۔ "اے محمد! خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی چہرہ میرے نزدیک سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے[۱]۔ وفاء الوفاء میں ہے کہ حضرت ثمامہ کی گرفتاری شروع ۶ھ میں ہوئی۔

حضرت انس[۵] روایت کرتے ہیں۔ کہ اہلِ مکہ میں سے اسی مرد کوہ تنعیم[۱] سے رسول اللہ ﷺ پر آپڑے۔ وہ ہتھیار لگائے ہوئے تھے اور چاہتے تھے۔ کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو غافل پائیں۔ آپ نے ان کو لڑائی کے بغیر پکڑ لیا۔ اور زندہ رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو چھوڑ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:-

وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ ۔ (فتح ۔ ع ۳)	اور خدا وہ ہے جس نے مکہ کے نواح میں ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے باز رکھا۔

یہ واقعہ قضیۂ حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ھ) میں ہوا تھا۔

Marfat.com

جب آنحضرت ﷺ غزوۂ خیبر (محرم ۷ھ) سے واپس تشریف لائے تو ایک روز سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ زینب بنت حارث نے بکری کا گوشت بھون کر زہرآلود کر کے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ جسے آپ نے اور آپ کے چند اصحاب نے کھایا۔ باوجود اعتراف کے آپ نے اس یہودیہ کو اپنی طرف سے معاف کر دیا۔ مگر جب اس کے سبب سے ایک صحابی نے انتقال فرمایا۔ تو قصاص میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسی سال ماہ محرم ہی ۷ھ میں لبید بن اعصم یہودی منافق نے آنحضرت ﷺ کو جادو کر دیا۔ معلوم ہو جانے پر آپ نے اس سے بھی کچھ تعرض نہ فرمایا[۱۸]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری ماں مشرکہ تھیں۔ میں ان کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت اسلام دی۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں مجھے مکروہ الفاظ سنائے۔ میں روتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں گیا اور واقعہ عرض کر کے دعائے ہدایت کی درخواست کی۔ آپ نے یوں دعا فرمائی۔ ''خدایا ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔'' میں اس دعا سے خوش ہو کر گھر آیا۔ تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں۔ میری ماں نے میرے قدم کی آہٹ سن کر کہا۔ ابو ہریرہ! یہیں ٹھہرو۔ میں نے پانی کی آواز سنی۔ انہوں نے غسل کر کے جلدی کپڑے پہنے اور دروازہ کھولتے ہی کلمۂ شہادت پڑھا[۱۹]۔

جن دنوں رسول اللہ ﷺ فتح مکہ (رمضان ۸ھ) کے لیے پوشیدہ تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے بغرضِ اطلاع قریش ایک خط لکھا اور ایک عورت کی معرفت مکہ روانہ کیا۔ وہ خط راستے میں پکڑا گیا۔ باوجود ایسے سنگین جرم کے آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطب کو معاف کر دیا۔ اور اس عورت سے بھی کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔

ابوسفیان بن حرب جو اسلام لانے سے پہلے غزوۂ احد و غزوۂ احزاب میں رأس المشرکین تھے۔ غزوۂ فتح میں مقام مرالظہر ان میں مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ حضرت عباس ان کو لیکر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ابوسفیان سے مروت سے پیش آئے اور وہ اسلام لائے۔

قریش آنحضرت ﷺ کو مذمم کہہ کر گالیاں دیا کرتے تھے۔ مگر آپ فرمایا کرتے۔ ''کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی دشنام ولعنت کو کس طرح مجھ سے باز رکھتا ہے۔ وہ مذمم کہہ کر گالیاں دیتے اور لعنت کرتے ہیں۔ حالانکہ میں محمد ہوں[۲۰]۔''

Marfat.com

اعلان دعوت سے ساڑھے سترہ سال تک قریش نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کو جو جو اذیتیں دیں۔ ان کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں۔ فتح مکہ کے دن وہی قریش مسجد حرام میں نہایت خوف و بے قراری کی حالت میں آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ آپ ان اذیتوں کا ذکر تک زبان مبارک پر نہیں لاتے۔ اور یہ حکم سناتے ہیں۔ اذهبوا فانتم الطلقاء (جاؤ تم آزاد ہو) اس عالی حوصلگی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ اس عفو عام کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جنگِ حنین میں دو ہزار طلقاء لشکر اسلام میں شامل تھے۔

ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبا گئی تھیں فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہو کر ایمان لائیں۔ تاکہ آنحضرت ﷺ پہچان نہ لیں۔ بیعت کے موقع پر بھی گستاخی سے باز نہ رہیں۔ ایمان لا کر نقاب اٹھا دیا اور کہنے لگیں کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں مگر حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے کسی امر کا ذکر تک نہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہند نے کہا۔ "یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی اہلِ خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہلِ خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے۔ لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہلِ خیمہ آپ کے اہلِ خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں رہے[1]۔

عکرمہ بن ابی جہل قرشی مخزومی اپنے باپ کی طرح رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن وہ بھاگ کر یمن چلے گئے۔ ان کی بیوی جو مسلمان ہو چکی تھی وہاں پہنچی۔ اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر صلہ رحم اور احسان کرنے والے ہیں۔ غرض وہ عکرمہ کو بارگاہِ رسالت میں لائی۔ عکرمہ نے آپ کو سلام کہا۔ رسول اللہ ﷺ ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ اور ایسی جلدی سے ان کی طرف بڑھے کہ چادر مبارک گر پڑی اور فرمایا[2]۔

مرحبا بالراكب المهاجر — ہجرت کرنے والے سوار کو آنا مبارک ہو۔

صفوان بن امیہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے۔ اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے۔ حضرت عمیر بن وہب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ صفوان میری قوم کے سردار ہیں۔ وہ بھاگ گئے ہیں تاکہ اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیں۔ احمر و اسود کو آپ نے امان دی ہے۔ ان کو بھی امان دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ تو اپنے چچیرے بھائی کو لے آ۔ اسے امان ہے۔ حضرت عمیر نے عرض کیا کہ امان کی کوئی نشانی چاہیے۔ جو میں اسے دکھا دوں۔ آپ نے اپنا عمامہ جو فتح مکہ کے دن پہنے ہوئے تھے عطا فرمایا۔ صفوان جدہ میں جہاز پر سوار ہونے کو تھے۔ کہ حضرت عمیر جا پہنچے۔ اور ان کو مژدۂ امان سنایا۔ صفوان نے کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔

Marfat.com

حضرت عمیر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا حلم و کرم اس سے برتر ہے۔ غرض صفوان حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یہ عمیر کہتا ہے کہ آپ نے مجھے امان دی ہے۔ آپ نے فرمایا عمیر سچ کہتا ہے یہ سن کر صفوان نے کہا۔ یارسول اللہ! دو ماہ کی مہلت دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے چار ماہ کی مہلت ہے۔[۲۳] حضرت صفوان غزوۂ طائف کے بعد برغبت ورضا ایمان لائے۔

جب رسول اللہ ﷺ محاصرۂ طائف (شوال ۸ ھ) سے واپس آنے لگے۔ تو صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ کہ آپ ثقیف پر بددعا فرمائیں۔ مگر آپ نے یوں دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اھدِ ثَقِیْفًا (خدایا ثقیف کو ہدایت دے) چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی۔ اور ثقیف ۹ ھ میں ایمان لائے۔

جب آنحضرت ﷺ نے جعرانہ میں غنائم حنین تقسیم فرمائیں۔ تو ایک منافق انصاری نے کہا کہ اس تقسیم سے رضائے خدا مطلوب نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ ماجرا آپ سے عرض کیا تو فرمایا۔ ''خدا موسیٰ پر رحم کرے۔ ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی۔ پس صبر کیا[۲۴]۔''

جب ابوالعاص بن ربیع نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کو مکہ سے مدینہ بھیجا۔ تو راستے میں چند سفہائے قریش نے مزاحمت کی۔ ان میں سے ہبار بن اسود قریشی اسدی نے حضرت زینب کو اونٹ سے گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں۔ پتھر پر گریں۔ حمل ساقط ہوگیا اور ان کو سخت چوٹ آئی۔ اور اسی میں جاں بحق ہوئیں۔ فتح مکہ کے دن ہبار مذکور واجب القتل اشتہاریوں میں تھا۔ وہ مکہ سے بھاگ گیا۔ اور چاہتا تھا کہ ایران چلا جائے۔ جب آنحضرت ﷺ جعرانہ سے واپس تشریف لائے تو وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور یوں عرض کرنے لگا۔ ''یا نبی اللہ! میں آپ کے ہاں سے بھاگ کر شہروں میں پھرتا رہا۔ میرا ارادہ تھا کہ ایران چلا جاؤں۔ پھر مجھے آپ کی نفع رسانی، صلہ رحمی اور عفو و کرم یاد آئے۔ مجھے اپنی خطا و گناہ کا اعتراف ہے۔ آپ درگزر فرمائیں۔'' یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ ''میں نے تجھے معاف کر دیا[۲۵]۔''

کعب بن زہیر اور ان کے بھائی بجیر ابرق عزاف میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بجیر نے کعب سے کہا۔ ''تم یہاں ٹھہرو میں اس مدعی نبوت کے پاس جاتا ہوں۔ تاکہ دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔'' بجیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کا کلام سن کر مسلمان ہوگئے۔ کعب کو یہ خبر لگی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی ہجو اور اسلام کی توہین میں یہ اشعار بجیر کو لکھ بھیجے۔

الا ابلغا عنی بجیرًا رسالۃ — آگاہ رہو میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا

فھل لک فیما قلت ویحدھل لکا — تو نے دل سے کلمۂ شہادت پڑھ لیا ہے۔ تجھ پر

Marfat.com

سقاك ابوبكر بكاس روية
فانهلك المامون منها وعلّكا

افسوس! کیا تو نے دل سے کلمہ پڑھ لیا ہے، ابوبکر نے تجھے سیراب کرنے والا پیالہ پلا دیا۔ اور امین (حضرت محمد) نے تجھے اس پیالہ سے پہلی بار اور دوسری بار پلا دیا۔

ففارقت اسباب الهدیٰ واتبعته
علیٰ ایّ شیء ریب غیرك دلّكا
علی خلق لم تلف اُمًّا ولا ابا

اس لیے تو اسباب ہدایت چھوڑ کر اس کا پیرو بن گیا۔ اس نے تجھے کیا بتایا تو اوروں کی طرح ہلاک ہوگیا۔ اس نے ایسا مذہب بتایا۔ جس پر تو نے اپنے ماں باپ کو نہ پایا۔

علیه ولم تعرف علیه اخالكا
فان انت لم تفعل فلست باٰسف
ولا قائل اما عثرت لعًالكا

اور نہ اپنے بھائی کو اس پر دیکھا۔ اگر تو نے میرا کہا نہ مانا۔ تو میں تجھ پر تأسف نہ کروں گا۔
اور نہ ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ تو میں دعا نہ کرونگا کہ تو اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔

حضرت بجیر نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ماجرا عرض کر دیا۔ آپ نے کعب کا خون ہدر فرما دیا۔ پھر حضرت بجیر نے کعب کو اطلاع دی اور ترغیب دی کہ حاضر خدمت اقدس ہو کر معافی مانگیں۔ چنانچہ وہ ۹ ھ میں غزوۂ تبوک سے پہلے حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کعب سے واقف نہ تھے۔ کعب نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کعب بن زہیر مسلمان ہو کر امان طلب کرتا ہے۔ اجازت ہو تو میں اسے آپ کے پاس لے آؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ پھر کعب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کعب میں ہی ہوں۔ بعد از اں اسلام لاکر انہوں نے اپنا قصیدہ پڑھا۔ جس میں اشعار توطیہ کے بعد یہ شعر ہے۔

اُنبِئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ اَوْعَدَنِیْ وَالْعَفْوُ
عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ مَامُوْلُ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ بارگاہِ رسالت سے میری نسبت وعید قتل صادر ہوئی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ سے عفو کی امید کی جاتی ہے۔

اس قصیدہ سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب کو اپنی چادر (بردہ) عطا فرمائی۔ اور ان کی گزشتہ خطا کا ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے [۲۶]۔

آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی حبشی غلام سفیان بن حرب جنگِ

Marfat.com

احد کے بعد مکہ میں رہا کرتا تھا۔ جب مکہ میں اسلام پھیلا۔ تو وہ بھاگ کر طائف چلا گیا۔ پھر وفد طائف کے ساتھ ماہ رمضان ۹ ھ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔ آپ نے ان سے صرف اتنا فرمایا کہ مجھے اپنا چہرہ نہ دکھایا کرو[۲۷]۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نہ فاحش تھے اور نہ متفحش۔ اور نہ بازار میں شور کرنے والے تھے۔ آپ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دیا کرتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے[۲۸]۔

اب ہم چند متفرق مثالیں اور پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اسے مار پیٹ کرنے کے لیے اٹھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اسے جانے دو۔ اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم نرم گیر بنا کر بھیجے گئے ہو۔ سخت گیر بنا کر نہیں بھیجے گئے[۲۹]۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ سخت حاشیہ والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک بدو آپ کے پاس آیا۔ اس نے آپ کی چادر کے ساتھ آپ کو ایسا سخت کھینچا کہ چادر پھٹ گئی۔ آپ کی گردن مبارک کو جو میں نے دیکھا۔ اس میں چادر کے حاشیہ نے اثر کیا ہوا تھا۔ پھر اس بدو نے کہا۔ ''اے محمد! آپ کے پاس جو خدا کا مال ہے اس میں میرے واسطے حکم کیجئے۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر ہنس کے اس کے لیے بخشش کا حکم[۳۰] دیا۔

آنحضرت ﷺ کی خطا بخشی کا یہ عالم تھا۔ کہ حسب بیان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ نے کبھی کسی عورت یا خادم کو اپنے دستِ مبارک سے نہیں مارا[۳۱]۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن سعنہ جو احبار یہود میں سے تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے تورات میں نبی آخر الزماں کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں۔ وہ سب میں نے روئے محمد ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔ صرف دو خصلتیں ایسی تھیں جن کا آزمانا باقی رہا۔ یعنی آپ کا حلم آپ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے۔ اور دوسرے کی شدت جہالت وایذاء آپ کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ ان دونوں کی آزمائش کے لیے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ سے تلطف سے پیش آتا تھا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے دولتخانہ سے نکلے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب تھے۔ ایک سوار جو بظاہر کوئی بادیہ نشین تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور یوں

Marfat.com

عرض کرنے لگا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں۔ میں ان سے کہا کرتا تھا۔ کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔ اب ان کے ہاں امساک باراں اور قحط ہے۔ یارسول اللہ! مجھے اندیشہ ہے۔ کہیں وہ طمع کے سبب سے اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ کیونکہ طمع کے لیے ہی وہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر آپ کی رائے مبارک ہو۔ تو کچھ ان کی دستگیری فرمایئے۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے پہلو میں ایک شخص (جو میرے گمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے) کی طرف دیکھا۔ اس نے عرض کیا کہ اس میں سے تو کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا۔ اور آپ سے کھجوروں کی میعاد معین میعاد معلوم پر خرید کی۔ اور اس کی قیمت اسی مثقال سونا اپنی ہمیان سے نکال کر پیشتر دیدی۔ آپ نے وہ اسی مثقال اس سوار کو دے دیئے اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اس قبیلے کے لوگوں میں اسے تقسیم کر دو۔ جب میعاد ختم ہونے میں دو تین دن باقی رہ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے۔ آپ کے ہمراہ منجملہ دیگر اصحاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ جب آپ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے۔ اور بیٹھنے کے لیے ایک دیوار کے قریب پہنچے۔ تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کی قمیص اور چادر کے دامن پکڑ لیے۔ اور تند نگاہ سے آپ کی طرف دیکھ کر یوں کہا۔ ''اے محمد! کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا۔ اے عبدالمطلب کے خاندان والو! قسم بخدا تم ادائے حق سے گریز کرنے کے لیے حیلے حوالے کیا کرتے ہو۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھ کر کہا۔ ''او دشمنِ خدا! کیا تو رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے۔ اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم کے درمیان صلح کے فوت ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا۔ تو اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔'' رسول اللہ ﷺ نے آرام و آہستگی اور تبسم کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ''عمر رضی اللہ عنہ! مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی۔ کہ تم مجھے حسن ادائے حق اور اسے حسن تقاضا کا امر کرتے۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! اس کو لے جاؤ۔ اور اس کا حق ادا کر دو۔ اور اسے جو تم نے دھمکایا ہے۔ اس کے عوض بیس صاع کھجوریں اور دے دو۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اور میرا حق ادا کر دیا۔ اور بیس صاع کھجوریں علاوہ دیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ زائد کیسی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔ پھر میں نے کہا۔ عمر رضی اللہ عنہ! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے کہا۔ کہ میں زید بن سعنہ ہوں۔ فرمایا۔ وہی زید جو یہودیوں کا عالم ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ پھر پوچھا کہ تو نے

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ میں نے کہا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! جس وقت میں نے روئے محمد ﷺ کو دیکھا۔ وہ تمام علامات جو میں تورات میں پڑھا کرتا تھا موجود پائیں۔ ان میں سے صرف دو علامتیں باقی تھیں جو میں نے اب آزما لیں۔'' اے عمر رضی اللہ عنہ! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کو اپنا پروردگار اور اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر ماننے پر راضی ہو گیا۔ اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال امتِ محمد ﷺ پر صدقہ ہے۔'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور زید دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت زید نے بارگاہ رسالت میں اظہار اسلام کیا[۳]۔ اسلام لانے کے بعد حضرت زید بن سعنہ بہت سے غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے۔ اور غزوۂ تبوک میں دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

شفقت ورحمت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (انبیاء۔ ع ۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت بنا کر سارے جہان کے لیے۔

اس لیے تمام مخلوقات آپ کی رحمت سے بہرہ ور ہیں جیسا کہ ذیل کے مختصر بیان سے واضح ہوگا۔

امت پر شفقت ورحمت

اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں یوں فرماتا ہے:-

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ (توبہ۔ اخیر رکوع)

البتہ تحقیق تمہارے میں کا ایک پیغمبر تمہارے پاس آیا ہے۔ تمہاری تکلیف اس پر شاق گزرتی ہے۔ اس کو تمہاری ہدایت وصلاح کی حرص ہے۔ وہ ایمان والوں پر شفقت رکھنے والا اور مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے اوصافِ حمیدہ میں ذکر کر دیا کہ امت کی تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ ان کو شب وروز یہی خواہش دامنگیر ہے کہ امت راہِ راست پر آ جائے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے امت کی ہدایت وبہبودی کے لیے کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔ سخت سے سخت مصیبت میں بھی آپ نے بددعا نہ فرمائی بلکہ ہدایت کی دعا کی۔ ایمان والوں پر آپ کی شفقت ورحمت ظاہر ہے۔ اسی واسطے آپ نے کسی مقام پر امت کو فراموش

Marfat.com

نہیں فرمایا۔ بغرض توضیح چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

جس روز آندھی یا آسمان پر بادل ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک میں غم وفکر کے آثار نمایاں ہوتے۔ اور آپ کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے ہٹتے۔ جب بارش ہو جاتی۔ تو آپ خوش ہوتے اور حالت غم جاتی رہتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا (قوم عاد کی طرح) یہ عذاب ہو جو میری امت پر مسلط کیا گیا ہو [۴۳]۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا مانگی:۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ وُلِّيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وُلِّيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ [۴۴]

خدایا جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی و متصرف بنایا جائے پس وہ ان کو مشقت میں ڈالے تو اس والی کو مشقت میں ڈال اور جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی بنایا جائے۔ پس وہ ان کے ساتھ نرمی کرے۔ تو اس والی کیساتھ نرمی کر۔

رسول اللہ ﷺ کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ آپ چاہتے تھے کہ میں بار بار شہید ہو کر زندہ ہوتا رہوں۔ مگر چونکہ امت میں سے ہر ایک پر واجب تھا کہ جہاد میں آپ کے ساتھ نکلے بجوائے آیہ ذیل:۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۔ (توبہ۔ ع ۱۵)

نہ چاہیے مدینہ کے رہنے والوں کو اور ان اعراب کو جو ان کے گرد ہیں کہ پیچھے رہ جائیں رسول خدا سے، اور نہ یہ کہ رسول کی جان سے اپنی جان کو زیادہ نہ چاہیں۔

اس لیے آپ سرایا میں لشکر اسلام کے ساتھ بدیں خیال تشریف نہ لے جایا کرتے تھے کہ اگر میں ہر فوج کے ہمراہ جاؤں تو مسلمانوں کی ایک جماعت پیچھے رہ جائے گی۔ کیونکہ میرے پاس اس قدر گھوڑے اونٹ نہیں کہ سب کو سوار کر کے ساتھ لے جاؤں۔ اور نہ ان میں استطاعت ہے کہ سوار ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ اس طرح پیچھے رہ جانے والے گنہگار اور ناخوش وشکستہ دل ہوں گے [۴۵]۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کا قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ الآیہ۔ اور حضرت عیسیٰ کا قول اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ تلاوت

Marfat.com

فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ (خدایا میری امت میری امت) اور رو پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ محمد کے پاس جاؤ (حالانکہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہے) ان سے رونے کا سبب دریافت کرو۔ حضرت جبرائیل نے حاضر خدمت ہو کر رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے بتا دیا (حالانکہ خدا کو خوب معلوم ہے) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اے جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اور غمگین نہ کریں گے[۲۶]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو مومن مر جائے اور مال چھوڑ جائے۔ تو وہ اس کے وارثوں کو خواہ کوئی ہوں ملنا چاہئے۔ اور جو مومن قرض یا (محتاج) عیال چھوڑ جائے۔ تو چاہئے کہ قرض خواہ یا عیال میرے پاس آئے۔ کیونکہ میں اس کا ولی و متکفل ہوں[۲۷]۔

آنحضرت ﷺ نے تین رات نماز تراویح اپنے اصحاب کرام کو پڑھائی۔ چوتھی رات صحابۂ کرام بکثرت مسجد میں جمع ہوئے اور انتظار کرتے رہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف نہ لائے۔ صبح کی نماز کے بعد آپ نے یوں تقریر فرمائی[۲۸]۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا	امابعد تمہارا مسجد میں جمع ہونا مجھ پر پوشیدہ نہ تھا۔ لیکن میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض ہو جائے۔ اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز آ جاؤ۔

نماز تراویح کی طرح بعضے اور افعال کو آپ نے صرف اس ڈر سے ترک کر دیا کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائیں۔ ہر نماز کے لیے مسواک کا ترک کرنا۔ تاخیر عشاء کا ترک کرنا اور صومِ وصال سے منع فرمانا اسی قبیل سے ہیں۔

یہ آپ کی شفقت ہی کا باعث تھا کہ دین و دنیا میں امت کے لیے تخفیف و آسانی ہی مدنظر رہی۔ چنانچہ جب آپ کو دو امروں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے۔ بشرطیکہ وہ آسان موجب گناہ نہ ہوتا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو آپ سب سے بڑھ کر اس سے دور رہنے والے تھے[۲۹]۔

شبِ معراج میں پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ بارگاہ رب العزت سے واپس آتے ہوئے جب آپ آسمانِ ششم میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے آپ سے

Marfat.com

دریافت کیا۔ کہ کیا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر روز پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ آپ کی امت ہر روز پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی۔ آپ اپنی امت سے بوجھ ہلکا کرائیں۔ چنانچہ آپ درگاہِ ربّ العزت میں بار بار حاضر ہو کر تخفیف کراتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں۔ اور آپ اس پر راضی ہو گئے (صحیحین)

جب شب معراج میں حضور مقام قاب قوسین میں پہنچے۔ تو باری تعالیٰ کی طرف سے آپ پر یوں سلام پیش ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ — اے نبی! تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

اس کے جواب میں آپ نے عرض کیا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ — سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

اس جواب میں حضور نے عبادِ صالحین کو الگ ذکر کر کے گنہگاران امت کو غایت کرم سے سلام میں اپنے ساتھ شامل رکھا۔ اور اسی واسطے صیغہ جمع (علینا) استعمال فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرا حال اور میری امت کا حال اس شخص کی مثل ہے۔ جس نے آگ روشن کی پس ٹڈیاں اور پروانے اس میں گرنے لگے۔ اور وہ ان کو آگ سے ہٹاتا تھا۔ سو میں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے والا ہوں۔ اور تم میرے ہاتھ سے چھوٹتے ہو۔ (اور آگ میں گرنا چاہتے ہو)

قیامت کے دن لوگ بغرض شفاعت یکے بعد دیگرے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ مگر وہ سب عذر پیش کریں گے۔ آخر کار حضور شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ حمد و ثناء کے بعد سجدے میں گر پڑیں گے۔ باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ سر سجدے سے اٹھایئے۔ جو کچھ مانگئے، دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے۔ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس وقت آپ یوں عرض کریں گے۔ یا رب امتی امتی۔ اے میرے پروردگار! میری امت میری امت (صحیحین) اب عالم برزخ میں ہر روز آپ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اچھے عملوں کو دیکھ کر آپ خدا کا شکر اور برے عملوں کو دیکھ کر مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔

Marfat.com

کافروں پر رحمت

پہلی امتوں میں نافرمانی پر عذاب الٰہی ہوتا تھا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجودِ باجود کی برکت سے کفار عذاب دنیوی سے محفوظ رہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ اور خدا ان کو عذاب نہ کرے گا جب تک تو ان میں ہے۔ (انفال۔ع ۴)

بلکہ عذاب استیصال کفار سے تا قیامت مرفوع ہے۔

ایک دفعہ صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ مشرکین پر بدعا کریں آپ نے فرمایا۔ ''میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ دوس میں دعوت اسلام کے لیے بھیجا تھا۔ انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یوں عرض کیا۔ ''قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا۔ کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ آپ ان پر بددعا کریں۔'' لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ بددعا کرنے لگے ہیں۔ مگر آپ نے یوں دعا فرمائی:-

اَللّٰهُمَّ اهْدِ دُوْسًا وَّائْتِ بِهِمْ ۔ خدایا! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو مسلمان کر کے لا۔

جب طائف سے محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ تو صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! ہم کو قبیلہ ثقیف کے تیروں نے جلا دیا۔ آپ ان پر بددعا کریں۔ مگر آپ نے یوں دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيْفًا خدایا! ثقیف کو ہدایت دے۔

جنگِ احد میں دانت مبارک شہید ہو گیا تھا اور چہرہ مبارک خون آلودہ تھا۔ مگر زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:-

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ خدایا! میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

جب قریش نے از روئے تعنت وعناد ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی۔ ''یا اللہ! ان حضرات پر یوسف کے سات سالوں کی طرح سات سال قحط لا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش نے ہڈیاں اور مردار کھائے۔ اس حالت میں ابوسفیان نے حاضر خدمت ہو کر یوں عرض کیا۔ ''یا محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو گئی۔ اللہ سے دعا

Marfat.com

کیجئے۔ کہ ان کی مصیبت دور ہو جائے۔'' پس حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ مصیبت دور ہو گئی[۴۳]۔

حضرت ثمامہ بن آثال یمامی کے ایمان لانے کا قصہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ اسلام لا کر آنحضرت ﷺ کی اجازت سے عمرو کے لیے مکہ میں آئے۔ مشرکین میں سے کسی نے ان سے کہا کہ تم ہمارے دین سے برگشتہ ہو گئے۔ ثمامہ نے کہا کہ میں نے دین محمدی جو خیر الادیان ہے اختیار کرلیا ہے۔ ''خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر غلہ کا ایک دانہ تم تک نہ پہنچے گا[۴۴]۔''
مکہ میں غلہ یمامہ سے آیا کرتا تھا۔ جب یمامہ سے غلہ کی آمد بند ہو گئی۔ تو قریش میں کال پڑ گیا۔ انہوں نے تنگ آ کر صلہ رحم کا واسطہ دیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ یہ بندش اٹھا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا[۴۵]۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میری ماں میرے پاس آئی۔ وہ مشرکہ تھی۔ میں نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ وہ کچھ مانگتی ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحم کروں؟ حضور نے فرمایا[۴۶]۔

نَعَمْ صَلِىْ اُمَّكِ ہاں۔ تو اپنی ماں سے صلہ رحم کر۔

آنحضرت ﷺ کا سلوک منافقین کے ساتھ قابل غور ہے۔ یہ لوگ سامنے تو چاپلوسی کیا کرتے تھے۔ مگر پیٹھ پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دیا کرتے تھے۔ باوجود علم کے آپ ان کے ساتھ خلق سے پیش آتے۔ ان کے لیے استغفار فرماتے۔ اور ان کے جنازے کی نماز پڑھا کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔

عورتوں پر شفقت و رحمت

اسلام سے پہلے یہ صنفِ نازک قعر مذلت میں گری ہوئی اور مردوں کے استبداد کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھی۔ عرب میں ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ حضرت غیلان ثقفی ایمان لائے۔ تو ان کے تحت میں دس عورتیں تھیں۔ جب کوئی شخص مر جاتا۔ تو اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو وراثت میں پاتا۔ وہ خود اس سے شادی کر لیتا۔ یا اپنے بھائی یا قریبی کو شادی کے لیے دے دیتا۔ ورنہ نکاح ثانی سے منع کرتا۔ اسی طرح اور خرابیاں بھی تھیں۔ جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

ہندوستان میں کثرتِ ازدواج اور نیوگ کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ شوہر مر جاتا۔ تو بیوہ نکاح ثانی نہ کر سکتی تھیں۔ بلکہ اسے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ وہ شوہر کی چتا میں ...

Marfat.com

جاتی۔ اور ستی کا پوتر لقب حاصل کرتی۔ طرفہ یہ کہ ایسا حکم صرف عورتوں ہی کے لیے تھا۔ شوہر عورت کی چتا میں نہ جلتا۔

بعض ملکوں مثلاً تبت میں کثرتِ ازدواج کا عکس پایا جاتا تھا۔ اگر عورت ایک مرد سے شادی کرتی۔ تو وہ اس مرد کے دوسرے بھائیوں کی بھی زوجہ سمجھی جاتی تھی۔ مجوسیوں کے ہاں بیٹی اور ماں سے بھی نکاح جائز سمجھا جاتا تھا۔

مسیحی بیاضِ تعلیم میں عورت کی عزت و احترام کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کو اے عورت کہتے ہیں (یوحنا باب ۱۹۔ آیہ ۲۶) اور ستم دیکھئے۔ شوہر عنین ہو۔ خصی ہو۔ محبوب ہو۔ مجنون ہو یا سزا یافتہ حبسِ دوام ہو۔ ان حالات میں انجیل مقدس نے عورت کی خلاصی کی کوئی صورت نہیں بتائی۔ مگر یہ کہ زنا جیسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے۔

(متی باب ۵۔ آیہ ۳۲ باب ۱۹ آیہ ۹)

جزیرہ پاپوا (نیوگنی) کے قدیم باشندوں کے حالات جواب معلوم کیے گئے ہیں۔ ان سے پایا جاتا ہے۔ کہ ''ان میں شوہر کو اپنی عورت پر پورا اختیار حاصل تھا وہ اپنے شوہر کا مال تھی۔ کیونکہ خاوند اس کے لیے ایک رقم ادا کرتا تھا۔ بعض حالات میں شوہر اس کو قتل کرسکتا تھا ؎۔''

دنیا کے کسی مذہب میں والدین یا شوہر کے ترکہ میں عورت کا کوئی حق نہ تھا۔ اور اب تک بھی اسلام کے سوا کسی مذہب نے عورت کو ترکہ میں کسی کا حقدار نہیں ٹھہرایا۔

آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے اس ذلیل و مظلوم گروہ کی وہ حق رسی ہوئی۔ کہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت کو عزت و احترام کے دربار میں مردوں کے برابر جگہ دی۔ اور مذکورہ بالا مفاسد کا انسداد فرمادیا۔

اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اسلام نے اسے بضرورت چار تک محدود کردیا۔ اور چار کو بھی شرط عدل پر معلق رکھا۔ بصورت فقدان عدل صرف ایک پر مقصود کردیا۔ مرد عورت پر حاکم ہے۔ اس لیے رعیت کا تعداد ایک حد تک جائز رکھا گیا۔ مگر حاکم کا تعدد جائز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ایک عورت کے متعدد شوہر نہیں ہوسکتے۔ قرآن مجید میں محرمات کی تفصیل موجود ہے۔ جن میں ماں اور بیٹی داخل ہیں۔ خودکشی خواہ کسی طرح ہو منع ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ (نساء ع ۔ ۱۵) اور نہ مار ڈالو اپنے آپ کو۔

Marfat.com

حسنِ معاشرت کی تاکید

باری تعالیٰ عزاسمہٗ کا ارشاد ہے:-

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (نساء-ع۳) • عورتوں کیساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو۔

اگر عورت سرکشی اختیار کرے۔ تو مرد کو اسے قتل کرنے کا اختیار نہیں۔ بلکہ پہلے اسے سمجھائے۔ نہ سمجھے تو گھر میں اس سے جدا سوئے۔ پھر آخر درجہ مارے بھی تو نہ ایسا کہ ضرب شدید پہنچے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:-

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ (نساء-ع۶)

اور جن عورتوں کی سرکشی کا تم کو ڈر ہو تم ان کو نصیحت کرو۔ اور خواب گاہ میں ان کو جدا کردو اور ان کو مارو۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:-

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَهْلِیْ۔

(ترمذی ودارمی وابن ماجہ)

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے سب سے اچھا ہو۔ اور میں اپنے اہل کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مردوں کو عورتوں کی کج خلقی پر صبر کی وصیت یوں فرماتے ہیں۔

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَۃَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّاَنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ۔

(بخاری باب خلق ادم وذریتہ)

میں جو تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں۔ تم میری وصیت کو قبول کرو۔ کیونکہ عورت استخوان پہلو سے پیدا کی گئی ہے۔ اور استخوان پہلو میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کا حصہ بالائی ہے اگر تم اس استخوان کو سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے۔ اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی۔ پس تم عورتوں کے بارے میں میری وصیت کو قبول کرو۔

عورتوں پر آنحضرت ﷺ کی شفقت اس قدر تھی۔ کہ اگر آپ نماز کی حالت میں کسی بچہ کی آواز سنتے۔ تو اس کی ماں کی مشقت کے خیال سے نماز میں تخفیف فرماتے

(بخاری باب الایجاز فی الصلوٰۃ واکمالہا)

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کے ایک سیاہ فام غلام انجشہ نام تھے۔ وہ اونٹوں کے آگے حدی پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سفر میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ساتھ تھیں۔ اونٹ تیز چلنے لگے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

وَيْحَكَ يَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ بِالْقَوَارِيْرِ • انجشہ! دیکھنا۔ شیشوں کو آہستہ لے چل

(بخاری کتاب الادب)

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا مکہ میں حضرت زبیر بن العوام کے نکاح میں آئیں۔ حضرت زبیر کے پاس ایک گھوڑے اور ایک آبکش اونٹ کے سوا کوئی مال و مملوک نہ تھا۔ اس لیے حضرت اسماء گھر کے کام کے علاوہ گھوڑے کے لیے گھاس لاتیں۔ اور اونٹ کو کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر کھلاتیں۔ چنانچہ آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں اس زمین سے جو رسول اللہ ﷺ نے (ہجرت کے بعد اموال بنی نضیر میں سے) حضرت زبیر کو عطا فرمائی تھی اور جو میرے مکان سے دو میل کے فاصلے پر تھی کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاد کر لایا کرتی تھی۔ ایک روز میں آ رہی تھی اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں۔ اس حالت میں میری نظر رسول اللہ ﷺ پر پڑی۔ آپ کے ساتھ انصار کی ایک جماعت تھی۔ آپ نے مجھے آواز دی۔ اور اونٹ کو بٹھا دیا کہ تا کہ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیں۔ میں مردوں کے ساتھ چلنے سے شرما گئی۔ آنحضرت ﷺ آگے تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک خادمہ میرے پاس بھیج دی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی۔ اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو گویا غلامی سے آزاد کر دیا۔[۴۸]

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں حضرت اسماء کا بیان ہے کہ "میں حضرت زبیر کے ہاں گھر کا کام کیا کرتی تھی۔ ان کا ایک گھوڑا تھا۔ جس کی نگہبانی میرے ذمہ تھی۔ گھوڑے کی نگہبانی سے زیادہ سخت اور کوئی خدمت نہ تھی۔ میں اس کے لیے گھاس لاتی۔ اس کی خدمت و نگہبانی کرتی۔" کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس غلام آئے۔ آپ نے ایک خادمہ حضرت اسماء کو عطا فرمائی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی[۴۹]۔ ہر دو روایت میں وجہ تطبیق یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وہ باندی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیج دی۔ تا کہ وہ حضرت اسماء کے پاس بھیج دیں۔

عورتوں کے حقوق

اسلام میں ازروئے قرآن و حدیث عورتوں کے حقوق ثابت ہیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ عزاسمہ کا ارشاد ہے:۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور عورتوں کا (مردوں پر) حق ہے جیسا کہ

Marfat.com

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (مردوں کا) عورتوں پر ہے۔ ساتھ انصاف کے
(بقرہ۔ع ۲۸) اور مردوں کو ان پر درجہ (فوقیت) ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں۔ جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ ازدواجی زندگی میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں اگر مرد کو طلاق کا حق ہے۔ تو دوسری طرف عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۔

مردوں کے لیے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی تھوڑا ہو اس میں سے یا بہت ہو۔ حصہ ہے مقرر کیا ہوا۔ (نساء۔ع ۱)

اس آیت کی رو سے عورتیں اپنے ماں باپ اور قرابتیوں کی وارث ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں یوں [۵۰] ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَآءِ فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ ۔

پس عورتوں کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے ان کو عہد خدا کے ساتھ لیا ہے۔

ایک روز عورتوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ کہ آپ کے ہاں مردوں کا ہر روز ہجوم رہتا ہے۔ آپ ہمارے واسطے ایک خاص دن مقرر فرمائیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کے لیے ایک دن خاص کر دیا۔ وہ اس دن حاضر خدمت اقدس ہوتیں۔ آپ ان کو وعظ و نصیحت فرماتے۔[۵۱]

حقوق النساء کی تفصیل کے لیے مطولات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

یتامیٰ و مساکین و بیوگان پر شفقت و رحمت

یتیموں اور غریبوں پر آپ کی بڑی شفقت تھی۔ چنانچہ یتیم کی خبر گیری کرنے والے کا درجہ بتانے کے لیے آپ نے اپنی انگشت سبابہ و وسطیٰ کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا۔ ''میں اور یتیم کا متکفل خواہ یتیم اس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے ہو بہشت میں یوں ہوں گے[۵۲]۔''

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص محض رضائے خدا کے

Marfat.com

لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔اس کے لیے ہر بال کے مقابلہ میں جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے نیکیاں ہیں۔اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ (جو اس کی کفالت میں ہو) نیکی کرتا ہے۔ میں اور وہ بہشت میں ان دو انگلیوں (آپ نے سبابہ و وسطیٰ کو ملا کر اشارہ فرمایا) کی مانند ہوں گے[۵۳]۔

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرا دل سخت ہے۔اس کا علاج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو[۵۴]۔

حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفر طیار) بیان کرتی ہیں۔کہ جس دن حضرت جعفر (غزوۂ موتہ میں) شہید ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاں قدم رنجہ فرمایا۔ میں اس دن چالیس کھالوں کی دباعت کر چکی تھی اور آٹا پیس کر اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیل مل چکی تھی۔کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔فرمایا۔اسماء! جعفر کے بچے کہاں ہیں؟ میں نے ان کو حاضر خدمت کیا۔آپ نے ان کو سینہ سے لگالیا۔پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ رو پڑے۔میں نے عرض کیا۔یارسول اللہ! شاید آپ کو جعفر کی طرف سے کچھ خبر آئی ہے۔فرمایا۔ ہاں۔وہ آج شہید ہو گئے۔یہ سن کر میں چلانے لگی۔عورتیں جمع ہو گئیں۔فرمانے لگے اسماء! لغو بول اور سینہ نہ پیٹ۔پھر آپ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔وہ بولیں۔ ہائے چچا! آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جعفر جیسے پر عورتوں کو رونا چاہیے[۵۵]۔

بیوگان و مساکین کی خبر گیری کا ثواب آپ نے یوں بیان فرمایا۔"بیوگان و مساکین پر خرچ کرنے والا راہ خدا (جہاد و حج) میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے[۵۶]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	خدایا! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے مسکین موت دے اور قیامت کے دن غریبوں کے گروہ میں میرا حشر کر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔یارسول اللہ! یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دولت مندوں سے چالیس سال پہلے بہشت میں جائیں گے۔اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کسی مسکین کو اپنے دروازے سے نامراد نہ پھیرنا۔گو نصف خرما ہی کیوں نہ ہو۔اے عائشہ رضی اللہ عنہا! غریبوں سے محبت رکھ اور ان کو اپنے سے نزدیک کر۔خدا تجھے قیامت کے دن اپنے سے نزدیک کرے گا[۵۷]۔

Marfat.com

بچوں پر شفقت و رحمت

آنحضرت ﷺ بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ بچے آپ کی خدمت میں بغرض دعا و تحنیک لائے جاتے تھے۔ ایک روز ام قیس بنت محصن اپنے شیر خوار بچہ کو خدمت اقدس میں لائی۔ آپ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس پر پانی بہا[۵۸] دیا اور کچھ نہ کہا۔

آپ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے تھے۔ ایک روز آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی کو چوم رہے تھے۔ اقرع بن حابس تمیمی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ میرے دس لڑکے ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی کو نہیں چوما۔ آپ نے فرمایا ''جو رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' ایک بدو رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ تم بچوں کو چومتے ہو۔ ہم نہیں چومتے۔ آپ نے فرمایا۔ ''جب اللہ تمہارے دل سے رحمت نکال لے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں[۵۹]۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ظہر پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ دولت خانہ کو تشریف لے گئے میں آپ کے ساتھ ہولیا۔ راستے میں بچے ملے۔ آپ نے ہر ایک کے رخساروں پر دستِ شفقت پھیرا۔ اور میرے رخساروں پر بھی پھیرا۔ میں نے آپ کے دستِ مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ مبارک عطار کے صندوقچہ میں سے نکالا تھا[۶۰]۔

جب آپ کا گزر بچوں پر ہوتا۔ تو ان کو سلام کیا کرتے تھے[۶۱]۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر سے تشریف لاتے تو آپ کے اہلِ بیت کے بچے خدمت شریف میں لائے جاتے۔ ایک دفعہ آپ کسی سفر سے تشریف لائے۔ تو پہلے مجھے خدمت شریف میں لے گئے۔ آپ نے مجھے اپنے آگے سوار کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے دو لڑکوں میں سے ایک لائے گئے۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اس طرح تینوں ایک سواری پر داخل مدینہ ہوئے[۶۲]۔

فتح مکہ کے دن جب آپ مکہ میں تشریف لائے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں قثم اور فضل کو اپنی سواری پر آگے پیچھے بٹھالیا[۶۳]۔

حضرت ابو رافع بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کے چچا بیان کرتے ہیں۔ کہ میں لڑکپن میں انصار کے نخلستان میں جاتا۔ اور درختوں پر ڈھیلے مارتا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ

Marfat.com

نے پوچھا لڑکے! تو درختوں پر ڈھیلے کیوں مارتا ہے؟ میں نے کہا کھجوریں کھانے کے لیے۔ آپ نے فرمایا۔ ڈھیلے نہ مارا کرو۔ کھجوریں جو نیچے گری ہوں کھالیا کرو۔ پھر آپ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور یوں دعا فرمائی۔ ''خدایا! اسکا پیٹ بھر دے[۶۴]۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فصل کا کوئی پھل پکتا۔ تو لوگ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا کرتے۔ آپ اس پر یہ دعا پڑھا کرتے۔ ''خدایا ہمیں اپنے مدینہ میں اور اپنے پھل میں اور اپنے مد میں اور اپنے صاع میں برکت دے۔'' اس دعا کے بعد بچے جو حاضر خدمت ہوا کرتے ان میں سے سب سے چھوٹے کو وہ پھل عنایت فرماتے[۶۵]۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں۔ اس نے مجھ سے کچھ مانگا۔ اس وقت میرے پاس صرف ایک کھجور تھی۔ میں نے وہی اسے دے دی۔ اس نے دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی۔ پھر وہ چلی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ تو میں نے یہ قصہ آپ سے عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''جس شخص کے ہاں لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش اچھی طرح کرے۔ تو وہ آتش دوزخ اور اس کے درمیان حائل ہو جائیں گی[۶۶]۔''

ام خالد بنت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہا قرشیہ امویہ کے والدین ہجرت کر کے حبشہ میں چلے گئے تھے۔ یہ وہیں پیدا ہوئیں۔ اور لڑکپن میں وہاں سے مدینہ آ گئیں۔ حضرت زبیر بن العوام کے ساتھ بیاہی گئیں۔ جن سے ایک لڑکا خالد نام پیدا ہوا۔ اس سبب سے ان کی کنیت ام خالد ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ ایک روز میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ زرد رنگ کا کرتہ میرے بدن پر تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ سنہ سنہ (حبشی زبان میں حسنہ کو کہتے ہیں) میں خاتم نبوت سے کھیلنے لگی۔ میرے باپ نے مجھے جھڑک دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھیلنے دو۔ پھر تین بار فرمایا۔ تو اس کو پہن کر پرانا کرے[۶۷]۔

ام خالد ہی بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑے آئے۔ ان میں ایک سیاہ چادر تھی۔ جس میں دونوں طرف آنچل تھے۔ آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ چادر کس کو اوڑھاؤں۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا ام خالد کو لاؤ۔ مجھے لے گئے تو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے وہ چادر مجھے اوڑھائی۔ اور دو دفعہ فرمایا۔ ''تو اسے پہن کر پرانی کرے۔'' آپ چادر کی بوٹیاں دیکھ رہے تھے۔ اور ہاتھ مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے۔ ''ام

Marfat.com

خالد! یہ سنہ ہے۔ ام خالد یہ سنہ ہے۔'' سنہ حبشی زبان میں حسن (اچھے) کو کہتے ہیں [۱۸]۔

غزوات میں آنحضرت ﷺ کی ہدایت تھی کہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا۔ آپ کا وجود باجود لڑکیوں کے لیے خصوصیت سے رحمت تھا زمانۂ جاہلیت میں بعضے عرب افلاس کے ڈر سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ ہم اہلِ جاہلیت و بت پرست تھے۔ اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ میرے ہاں ایک لڑکی تھی۔ میں نے اسے بلایا۔ وہ خوشی خوشی میرے پیچھے ہولی۔ جب میں نزدیک ہی اپنے اہل کے ایک کنوئیں پر پہنچا۔ تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں گرا دیا۔ وہ ابا ابا کہتی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ قصہ مجھے پھر سناؤ۔ اس شخص نے دہرایا تو آپ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہو گئی [۱۹]۔

عرب کی طرح ہند میں بھی دختر کشی پائی جاتی تھی۔ رومۃ الکبریٰ میں بچہ کشی کی رسم زمانہ قدیم سے جاری تھی۔ چنانچہ ایڈورڈ گبن صاحب اپنی تاریخ میں یوں رقم طراز ہے:-

''اپنے نئے پیدا ہوئے بچوں کے باہر پھینک آنے یا قتل کرنے کی خوفناک رسم جس سے قدماء خوب آشنا تھے۔ رومۃ الکبریٰ کے صوبجات بالخصوص اطالیہ میں روز بروز کثیر الوقوع ہوتی جاتی تھی۔ اس کا باعث افلاس تھا۔ اور افلاس کے بڑے اسباب ٹیکسوں کا ناقابل برداشت بوجھ اور مفلس مدیونوں کے خلاف محکمۂ مال کے افسروں کے تکلیف دہ اور بے درد مقدمات تھے۔ نوع انسان کے کم مالدار یا کم محنت کش حصہ نے عیال میں اضافہ کی خوشی منانے کے بجائے شفقت پدری کا مقتضا یہ سمجھا تھا۔ کہ اپنے بچوں کو ایسی زندگی کی آنے والی تکلیفوں سے چھڑا دیا جائے جسے وہ خود نباہنے کے قابل نہ تھے۔ قسطنطین (متوفی ۲۲ مئی ۳۳۷ء) کی مروت شاید مایوسی کے بعض تازہ غیر معمولی واقعات سے حرکت میں آئی۔ کہ اس نے پہلے اطالیہ پھر افریقہ کے تمام شہروں کی طرف ایک فرمان بھیجا۔ جس میں یہ ہدایت تھی کہ والدین اپنے ایسے بچے مجسٹریٹوں کی عدالتوں میں پیش کیا کریں جن کو ان کا افلاس تعلیم دلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ان کو فوری و کافی امداد دی جائے گی۔ لیکن یہ وعدہ ایسا فیاضانہ اور یہ بندوبست ایسا بے سروپا تھا۔ کہ اس پر کوئی عام یا دائمی فائدہ مترتب نہ ہوا۔ یہ قانون اگرچہ کسی قدر قابل تحسین تھا۔ مگر افلاسِ عامہ کو کم کرنے کی جائے یہ افلاس کے اظہار کا ذریعہ بنا [۲۰]۔''

یہ رسم بد جس کا انسداد کسی دنیوی قوت سے نہ ہو سکا آنحضرت ﷺ کی برکت سے عرب بلکہ

Marfat.com

آہستہ آہستہ تمام دنیا سے اٹھ گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہٗ یوں ہوا:

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ، نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (انعام۔ع ۱۹) — اور تم اپنے بچوں کو مفلسی کے ڈر سے ہلاک نہ کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۔ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۔ (تکویر) — اور جب زندہ درگور لڑکی پوچھی جائے گی۔ کہ تو کس گناہ کے بدلے ہلاک کی گئی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمادیا:۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ ۔ — اللہ نے تم پر حرام فرمادیا ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا۔

(مشکوٰۃ۔ باب البر والصلۃ)

عورتیں جن چیزوں پر آنحضرت ﷺ سے بیعت کیا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی:۔

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ (ممتحنہ۔ع ۲) — وہ اپنے بچوں کو ہلاک نہ کیا کرینگی۔

غلاموں پر شفقت ورحمت

آنحضرت ﷺ نے غلاموں کے آزاد کرنے کو موجب نجات فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ ''جو کوئی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے اس غلام کے ہر عضو کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے[1]'' علاوہ ازیں کفارات میں جابجا غلام آزاد کرنا واجب رکھا گیا ہے۔

اسلام میں غلاموں کے حقوق کا خاص لحاظ ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں تمہارے غلاموں میں جو تمہارے موافق ہو۔ اسے کھلاؤ اس میں سے جو تم کھاتے ہو۔ اور پہناؤ اس میں سے جو تم پہنتے ہو۔ اور ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اسے بیچ دو۔ اور خلق خدا کو عذاب نہ دو[2]۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے غلام کو ماررہا تھا۔ کہ میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی۔ ''ابومسعود! جان لو کہ تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے۔ اس سے زیادہ خدا کو تم پر اختیار ہے۔'' میں نے مڑ کر جو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ﷺ میں نے اس کو رضائے خدا کے لیے آزاد کردیا۔ آپ نے فرمایا ''دیکھو! اگر تم ایسا نہ کرتے۔ تو دوزخ کی آگ تم کو جلاتی۔[3]''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عجمی غلام کو برا بھلا کہا۔ اس نے رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ سے شکایت کردی۔ آپ نے فرمایا" ابوذر! تم میں جاہلیت ہے۔ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضیلت دی ہے ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اسے بیچ دو۔ اور خلق خدا کو عذاب نہ دو"[۴]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔" یارسول اللہ! ہم خادم کو کتنی بار معاف کردیا کریں۔" آپ خاموش رہے۔ اس نے دوسری بار دریافت کیا۔ پھر بھی آپ خاموش رہے۔ تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کردیا کرو[۵]

آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے غلام کے منہ پر تھپڑ مارے اس کا کفارہ یہ ہے۔ کہ اسے آزاد کردے۔ حضرت سوید رضی اللہ عنہ بن مقرن بیان کرتے ہیں کہ ہم سات بھائی تھے۔ ہمارے ہاں صرف ایک خادمہ تھی۔ ہم میں سے ایک نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا کہ خادمہ کو آزاد کردو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں صرف یہی ایک خادمہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ خدمت کرتی رہے۔ یہاں تک کہ بے نیاز ہو جائیں۔ جب ضرورت نہ رہے تو اسے آزاد کردیں[۶]

آنحضرت ﷺ کو غلاموں کی بہبودی کا اس قدر خیال تھا کہ جب وفات شریف کا وقت عین قریب آپہنچا۔ تو آپ یوں وصیت فرمارہے تھے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ نماز اور غلام۔

چوپایوں پر شفقت ورحمت

انسان تو درکنار چوپایوں پر بھی آنحضرت ﷺ کی شفقت تھی۔ ایک روز آپ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک اونٹ ہے۔ جب اس اونٹ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو رو پڑا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ اس کے پاس آئے۔ اور اس کے پس گوش پر ہاتھ پھیرا۔ وہ چپ ہوگیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے عرض کیا۔ کہ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے خدا سے نہیں ڈرتا؟ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔ اور کثرت سے تکلیف دیتا ہے[۷]

ایک روز رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک اونٹ پر ہوا۔ جس کی پیٹھ (بھوک اور پیاس کے سبب

Marfat.com

سے) پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا ''ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم ان پر سوار ہو درآنحالیکہ لائق (سواری کے) ہوں۔ اور ان کو چھوڑ و درآنحالیکہ لائق (پھر سوار ہونے کے) ہوں [۴۸]'' ایک دفعہ ایک گدھے پر آپ کا گزر ہوا۔ جس کے چہرے پر داغ دیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ''لعنت کرے اللہ اس شخص کو جس نے اسے داغ دیا ہے [۴۹]''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''تم اپنے چوپایوں کی پیٹھوں کی منبر نہ بناؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے تابع کیا ہے۔ تا کہ وہ تم کو ایسے شہروں میں پہنچادیں۔ جہاں تم بغیر مشقت جان نہ پہنچتے اور تمہارے واسطے زمین بنائی۔ پس اس پر اپنی حاجتیں پوری کرو [۵۰]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آداب سفر میں فرمایا ہے۔ کہ جب فراخ سالی ہو اور گھاس بکثرت ہو۔ تو تم سفر میں دن کو کسی وقت اونٹوں کو چھوڑ دیا کرو۔ تا کہ وہ چر لیں۔ اور جب قحط سالی ہو تو ان کو تیز چلاؤ تا کہ وہ اچھی حالت میں منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ بصورت تاخیر وہ بھوک کے مارے کمزور ہو کر راستے ہی میں رہ جائیں۔ اور جب تم آخر شب میں کسی جگہ اترو۔ تو راستہ چھوڑ کر ڈیرہ ڈالو۔ کیونکہ رات کے وقت چوپائے اور حشرات الارض راستوں میں پھرا کرتے ہیں [۵۱]۔ اور کھانے کی گری پڑی چیزیں اور ہڈیاں وغیرہ جو راستے میں ہوں کھایا کرتے ہیں۔

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ اونٹوں کی کوہان اور بھیڑ بکری کی سرین کا گوشت (کھانے کے لیے) کاٹ لیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو گوشت کسی زندہ چوپائے سے کاٹا جائے وہ مردار ہے۔ کھانا نہ چاہیے [۵۲]۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی جسے اس نے باندھ رکھا۔ اور کھانا نہ کھلایا۔ اور نہ چھوڑا تا کہ حشرات الارض کو کھاتی [۵۳]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص راستے میں چل رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ ایک کنواں نظر پڑا۔ تو اس میں اتر کر اس نے پانی پیا۔ پھر نکل آیا۔ ناگاہ اس نے ایک کتا دیکھا۔ جو پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے تھا۔ اور مٹی کھا رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس کتے کو پیاس سے ویسی ہی تکلیف ہے۔ جیسی مجھے تھی۔ اس لیے وہ کنوئیں میں اترا۔ اور اپنا موزہ پانی سے بھرا۔ پھر اسے اپنے منہ سے پکڑا۔ یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا۔ اور کتے کو

Marfat.com

پانی پلایا۔ خدا نے اس کی قدر دانی کی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا چوپایوں میں ہمارے واسطے کچھ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر ذی روح میں اجر ہے[۵۴]۔

آنحضرت ﷺ کی شفقتِ عامہ کا مقتضاء تھا۔ کہ آپ نے چوپایوں کو باہم لڑانے[۵۵]۔ کسی جانور کو نشانہ بنانے[۵۶]۔ کسی چوپائے یا جانور کو ہلاک کرنے کے لیے حبس[۵۷] کرنے اور حیوان کو مثلہ[۵۸] بنانے سے منع فرما دیا۔

پرندوں اور حشرات الارض پر شفقت و رحمت

حضرت عبدالرحمٰن کے والد عبداللہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک پرندہ (زورک) کو دیکھا۔ جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ زورک آئی اور اترنے کے لیے بازو پھیلانے لگی۔ اتنے میں نبی ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ ''اس کے بچوں کو پکڑ کر اسے کس نے دکھ دیا ہے۔ اس کے بچے اسے واپس دے دو۔'' پھر آپ نے ایک چیونٹیوں کا گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے جلایا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ ''جائز نہیں کہ خدا کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب دے[۵۹]۔'' ایک روز حضرت عثمان بن حبان رضی اللہ عنہ نے ایک پسو پکڑ کر آگ میں ڈال دیا۔ اس پر حضرت ام درداء نے کہا میں نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''آگ کے مالک (خدا) کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب نہ دے[۶۰]۔''

عامر تیرانداز سے روایت ہے۔ کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے۔ ناگاہ ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ جس پر اس نے کمبل لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! درختوں کے جنگل میں میرا گزر ہوا۔ میں نے اس میں ایک پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا۔ ان کی ماں آئی اور میرے سر پر منڈلانے لگی۔ میں نے کمبل کو بچوں پر سے دور کر دیا۔ وہ ان پر گر پڑی۔ میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا اور وہ یہ میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو رکھ دے۔ میں نے ان کو رکھ دیا۔ مگر ان کی ماں نے ان کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم بچوں پر ماں کے رحم کرنے پر تعجب کرتے ہو۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ تحقیق اللہ اپنے بندوں پر ان بچوں کی ماں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ تو ان کو واپس لے جا اور ان کو ماں سمیت

Marfat.com

وہیں رکھ دے۔ جہاں سے انہیں پکڑا ہے۔ پس وہ ان کو واپس لے گیا[۹۱]۔

نباتات و جمادات پر رحمت

آنحضرت ﷺ کی رحمت سے جمادات و نباتات کو بھی حصہ ملا ہے۔ آپ کی بعثت سے زمین شرک و کفر کی نجاست سے پاک ہوئی۔ اور نور ایمان چاروں طرف پھیل گیا۔ مسجدیں تعمیر ہونے لگیں۔ اور اذان میں اللہ اور اس کے رسول کا نام پکارا جانے لگا۔ آپ کے تولد ہونے کے بعد آسمان پر شیاطین کا جانا بند ہو گیا۔

جب امساکِ باراں ہوتا۔ تو لوگ حضور کا وسیلہ پکڑ کر دعا کیا کرتے۔ اور وہ مستجاب ہو جاتی۔ یا حضور خود دعا فرمایا کرتے اور بارانِ رحمت نازل ہوتا جس سے مردہ زمین پھر زندہ ہو جاتی اور نباتات اگتے۔

غرض آنحضرت ﷺ کی رحمت سے دونوں عالم کو حصہ پہنچا ہے۔ انسان کے علاوہ جنات بھی آپ کی دعوت سے دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ فرشتے آپ پر درود بھیجنے کے سبب سے مورد رحمت الٰہی بنے رہتے ہیں کیونکہ حدیث مسلم میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔ ''جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔''

تواضع و حسنِ معاشرت

باوجود علوِ مرتبت کے آنحضرت ﷺ سب سے بڑھ کر متواضع تھے۔ آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ بارگاہِ الٰہی سے ایک فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ آپ کا پروردگار ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اگر آپ چاہیں تو پیغمبری کے ساتھ بندگی و فقر اختیار کریں۔ اور اگر چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہت اور امیری لے لیں۔ آپ نے پیغمبری کے ساتھ بندگی کو پسند فرمایا۔ اس کے بعد حضور انور تکیہ لگا کر کھانا نہ کھاتے۔ اور فرماتے۔ ''میں کھانا کھاتا ہوں جیسے بندہ کھایا کرتا ہے۔ اور بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھا کرتا ہے[۹۲]۔''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصا پر ٹیک لگائے نکلے۔ ہم آپ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کھڑے مت ہو جیسا کہ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں[۹۳]۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی نے ایک دوسرے کو دشنام دی۔ مسلمان نے کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔

Marfat.com

یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے ایک تھپڑ مارا۔ یہودی جناب پیغمبر خدا ﷺ کے پاس گیا۔ اور اپنا اور مسلمان کا حال بیان کیا۔ آپ نے (مسلمان سے) فرمایا۔ کہ تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ کیونکہ لوگ (قیامت کے دن) بیہوش ہوکر گر پڑیں گے۔ میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔ ناگاہ موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہوئے اور پھر ہوش میں آئے۔ یا ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رہے[۹۴]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا۔

يَاخَيْرَ الْبَرِيَّةِ　　　　اے بہترین خلق

آپ نے فرمایا۔ کہ خیر البریہ تو ابراہیم ہیں[۹۵]۔

حضرت عبداللہ بن الشخیر بیان کرتے ہیں۔ کہ میں بنو عامر کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ہم نے کہا آپ ہمارے آقا ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آقا خدا ہے۔ پس ہم نے کہا کہ آپ فضل و کرم میں ہم سب سے افضل و اعظم ہیں۔ آپ نے فرمایا تم یہ کہو یا اس سے بھی کم کہو، دیکھنا! شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنالے[۹۶]۔

عدی بن حاتم طائی پہلے عیسائی تھے۔ جو اپنی قوم کے سردار تھے۔ اور غنیمت میں سے حسب قاعدہ جاہلیت چوتھا حصہ لیا کرتے تھے۔ جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی۔ تو وہ بھاگ کر ملک شام کو چلے گئے۔ ان کی بہن پیچھے رہ گئی۔ اور گرفتار ہوکر بارگاہِ رسالت میں آئی۔ اس نے عرض کیا کہ آپ مجھ پر احسان کیجئے۔ خدا تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اسے خوراک و پوشاک اور سواری دے کر اس کی قوم کے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ فرمادیا۔ وہ شام میں اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئی۔ عدی کو شک تھا کہ رسول اللہ ﷺ بادشاہ ہیں یا پیغمبر۔ بہن نے مشورہ دیا کہ تم خود حاضر خدمت ہوکر دیکھ آؤ۔ چنانچہ عدی یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں مدینہ پہنچا۔ تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہوگئے اور مجھے اپنے گھر لے چلے۔ ناگاہ ایک مسکین بڑھیا کسی حاجت کے لیے حاضر خدمت ہوئی۔ وہ کہنے لگی۔ ٹھہریئے۔ چنانچہ آپ ٹھہر گئے اور وہ دیر تک کچھ عرض کرتی رہی۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ آپ نے ایک تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا

Marfat.com

ہوا تھا میری طرف پھینکا۔ اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ اس پر تشریف رکھیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم ہی اس پر بیٹھو چنانچہ حسب الارشاد میں اس پر بیٹھ گیا اور آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بادشاہ کا یہ حال نہیں ہوا کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ عدی بن حاتم! کیا تم رکوسی[۹۷] نہیں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے دین میں جائز نہیں۔ میں اس سے پہچان گیا۔ کہ آپ پیغمبرِ مرسل ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ عدی! شاید تم اس لیے دین اسلام میں داخل نہیں ہوتے کہ مسلمان غریب اور تعداد میں تھوڑے ہیں۔ اور ان کے دشمن بہت اور صاحب ملک و سلطنت ہیں۔ مگر عنقریب مسلمانوں میں مال کی وہ کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ لینے والا نہ ملے گا۔ اور تم عنقریب سن لو گے کہ ایک عورت اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کا حج کیا کرے گی۔ اور اسے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اور تم عنقریب سرزمین بابل میں سفید محلات پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبر سن لو گے۔ یہ سن کر میں اسلام لایا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ان تین پیشگوئیوں میں سے دوسری اور تیسری پوری ہو چکی ہے۔ اور پہلی پوری ہو کر رہے گی[۹۸]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو مدح میں مبالغہ کرنے سے روکتے اور فرماتے۔ ”میری مدح میں تم مبالغہ نہ کرو۔ جیسا کہ نصاریٰ نے ابنِ مریم کی مدح میں کیا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو[۹۹]۔

آپ اپنے اہلِ خانہ و خدام اور اصحاب سے نہایت تواضع سے پیش آیا کرتے۔ اپنے دولت خانہ میں اہلِ خانہ کے کاروبار کیا کرتے۔ آپ نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا۔ خواہش ہوتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ حضرت انس نے دس سال تک آپ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں آپ نے کبھی ان کو اف نہ کہا۔ اور نہ یوں فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا[۱۰۰]۔

جب آپ نماز فجر[۱۰۱] سے فارغ ہوتے۔ تو اہلِ مدینہ کے خادم پانی کے برتن لیکر حاضر ہوتے۔ آپ ان میں اپنا دستِ مبارک ڈبو دیتے۔ تا کہ ان کو شفاء اور برکت ہو آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلتے۔ اور ان کی حاجت برآری فرماتے۔ اہلِ مدینہ[۱۰۲] کی لونڈیاں آپ کا ہاتھ مبارک پکڑتیں۔ اور اپنے کاموں کے لیے جہاں چاہتیں لے جاتیں۔

آپ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ جنازے کے پیچھے چلتے۔ غلاموں کی دعوت قبول فرماتے۔ دراز گوش پر سوار ہوتے۔ اور اپنے پیچھے اوروں کو بٹھا لیتے۔ چنانچہ بنی قریظہ کی لڑائی کے دن آپ دراز گوش پر سوار تھے۔ جس کی مہار اور پالان پوست خرما کا تھا[۱۰۳]۔ حجۃ الوداع میں جس

Marfat.com

کجاوے پر آپ سوار تھے ۴؎۔ جب آپ شہر میں داخل ہوئے۔ تو از روئے تواضع سر مبارک کو اس قدر جھکا لیا۔ کہ کجاوے سے آ لگا ۵؎۔

غزوۂ بدر میں تین تین مجاہدوں کے لیے ایک ایک اونٹ تھا ۶؎۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیل تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی باری آتی۔ تو دونوں عرض کرتے۔ کہ آپ نہ اتریں۔ ہم آپ کے بدلے پیدل چلتے ہیں۔ مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو۔ اور میں تمہاری نسبت اجر وثواب سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں ۷؎۔

آپ اپنے نعل مبارک کو آپ پیوند لگا لیتے۔ اپنے کپڑے آپ سی لیتے۔ اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ جب کوئی آپ سے ملنے آتا۔ تو اس کا اکرام کرتے۔ یہاں تک کہ بعض وقت اپنی چادر مبارک اس کے لیے بچھا دیتے۔ جب آپ کسی سے ملتے تو پہلے سلام کرتے۔ جب مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ نہ ہٹاتے جب تک دوسرا شخص نہ ہٹاتا۔ اور اس سے اپنا روئے مبارک نہ پھیرتے یہاں تک کہ وہ پھیر لیتا۔ آپ اپنے زانو اپنے ہم نشین سے آگے بڑھا کر نہ بیٹھا کرتے ۸؎۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔ کہ ایک شخص اجازت لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آیا۔ آپ نے اسے دروازے میں دیکھتے ہی فرمایا۔ کہ قبیلے کا یہ شخص برا ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اس کے سامنے کشادہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جب آپ نے اس شخص کو دروازے میں دیکھا۔ تو ایسا فرمایا۔ مگر اس کے روبرو تازہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''اے عائشہ! تو نے مجھے فاحش کب پایا۔ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک منزلت کے لحاظ سے سب سے برا وہ شخص ہوگا۔ جس سے لوگ اس کے فحش سے بچنے کے لیے کنارہ کرتے ہیں ۹؎۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش کہنے والے نہ تھے اور نہ کسی پر لعنت کرنے والے اور نہ گالی دینے والے تھے۔ جب آپ کسی پر عتاب فرماتے تو یوں ارشاد فرماتے۔ ''اسے کیا ہوا۔ اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو ۱۰؎۔''

ایک سفر میں آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ کھانے کے لیے ایک بکری درست کرلو۔ ایک نے کہا۔ اس کا ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے کہا۔ کھال اتارنا میرے ذمے ہے۔ ایک اور بولا۔ پکانا میرے ذمے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لکڑیاں چن کر لانا میرے ذمے ہے۔ صحابۂ کرام

Marfat.com

نے عرض کیا کہ یہ کام ہم خود کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتے ہو۔لیکن مجھے یہ پسند نہیں۔ کہ میں اپنے تئیں تم سے ممتاز کروں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس بندے کو پسند نہیں کرتا۔ جو اپنے ساتھیوں سے ممتاز بنتا ہے۔اس کے بعد آپ لکڑیاں جمع کر کے لائے[۱۱]۔

آپ اپنے اصحابِ کرام کی دلجوئی اور تعہد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرماتے۔ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔اور اپنی حاجت عرض کی۔ وہ آپ کی ہیبت سے کانپنے لگا۔آپ نے فرمایا گھبراؤ مت۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی[۱۲]۔

ایک دفعہ نجاشی شاہ حبشہ کا وفد آپ کی خدمت میں آیا۔آپ بذات خود ان کی خدمت کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کے لیے کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے ملک میں ہمارے اصحاب کا اکرام کیا تھا۔اس لیے مجھے یہی پسند ہے۔ کہ اس اکرام کا بدلہ میں خود دوں[۱۳]۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن سعد بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ میرے والد نے آپ کی خاطر تواضع کی۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد آپ واپس آنے لگے۔تو میرے والد نے آپ کے لیے ایک دراز گوش تیار کیا۔جس پر کمبل کا پالان تھا۔آپ اس پر سوار ہو گئے۔ جب چلنے کو ہوئے۔تو والد نے مجھ سے کہا۔قیس! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا۔ اس لیے میں ساتھ ہولیا۔حضور انور نے فرمایا۔ کہ تو میرے ساتھ سوار ہو جا۔ میں نے بپاس ادب انکار کر دیا۔مگر آپ نے فرمایا۔''یا تو سوار ہو جا یا لوٹ جا۔'' اس لیے میں واپس آ گیا[۱۴]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کی دل جوئی کے لیے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے۔مگر وہ متضمن دروغ نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت انس کا ایک چھوٹا اخیافی بھائی تھا۔ وہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا۔تو اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا (ممولا) ہوتی۔جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ چڑیا مر گئی۔اس کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آتا۔تو آپ خوش طبعی کے طور پر فرماتے یَا اَبَا عُمَیر مَا فَعَلَ النُّغَیر یعنی اے ابوعمیر! وہ چڑیا کہاں گئی[۱۵]۔

ایک روز ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے سواری عنایت کیجئے تا کہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ وہ بولا۔ میں اونٹنی کے ... نے فرمایا کہ اونٹنیاں ہی اونٹ جنتی ہیں[۱۶]۔یعنی ہر ایک اونٹ اونٹنی کا

Marfat.com

بچہ ہوتا ہے۔اس میں تعجب کیا ہے۔اسی طرح ایک روز ایک عورت نے جو قرآن پڑھا کرتی تھی۔ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔کہ آپ دعا کریں کہ میں بہشت میں داخل ہوں۔آپ نے اس سے فرمایا کہ کوئی بوڑھی عورت بہشت میں داخل نہ ہوگی۔اس نے اس کا سبب پوچھا۔آپ نے جواب دیا۔کیا تو قرآن نہیں پڑھتی۔اس میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ، فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۔ (واقعہ۔ع۱) — ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر پیدا کیا اور ان کو کنواریاں بنایا۔

ایک بدوی صحابی زاہر نام جو بدشکل تھے۔جنگل کے پھل سبزی وغیرہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔جب وہ آپ سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں کپڑا وغیرہ ان کو دیدیا کرتے تھے۔آپ کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا روستائی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ایک روز آپ بازار کی طرف نکلے۔تو دیکھا کہ زاہر اپنی متاع بیچ رہے ہیں۔آپ نے پیٹھ کی طرف سے جاکر ان کی آنکھوں پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور ان کو گود میں لے لیا۔وہ بولے۔کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔انہوں نے مڑ کر دیکھا۔تو آنحضرت ﷺ تھے۔پس اپنی پیٹھ اور بھی حضور کے سینے سے (بغرض تبرک) لپٹانے لگے۔حضور نے فرمایا۔کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے۔وہ بولے یارسول اللہ! اگر آپ بیچتے ہیں۔تو آپ مجھے کم قیمت پائیں گے۔حضور نے فرمایا۔''تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے[۷]''

حضرت محمود بن ربیع انصاری خزرجی جو صغار صحابہ میں سے تھے۔پانچ سال کے تھے۔کہ آنحضرت ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔جس میں ایک کنواں تھا آپ نے ایک ڈول سے پانی پیا۔اور پانی کی کلی (بطریق مزاح) حضرت محمود کے چہرے پر ماری[۸]۔اس کی برکت سے ان کو وہ حافظہ حاصل ہوگیا۔کہ اس قصے کو یاد رکھتے تھے۔اسی وجہ سے صحابہ میں شمار ہوئے۔اسی طرح حضرت زینب بنت ام سلمہ مخزومیہ جو آنحضرت ﷺ کی ربیبہ تھیں۔آپ کے پاس آئیں۔آپ غسل خانے میں تھے۔آپ نے ان کے چہرے پر پانی چھینک دیا۔اس کی برکت سے ان کے چہرے میں شباب کی رونق قائم رہی۔یہاں تک کہ نہایت بوڑھی ہوگئیں[۹]۔

سخاوت و ایثار

وجود حقیقی یہ ہے۔کہ بغیر غرض وعوض کے ہو۔اور یہ صفت ہے حق سبحانہ کی۔جس نے بغیر کسی غرض وعوض کے تمام ظاہری و باطنی نعمتیں اور تمام حسی و عقلی کمالات خلائق پر افاضہ کئے ہیں۔اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے بعد اجود الاجودین اس کے حبیب پاک ﷺ ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ "آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا گیا کہ اس کے مقابل آپ نے لا (نہیں) فرمایا [۱] ہو"۔ یعنی آپ کسی کے سوال کو رد نہ فرماتے۔ اگر موجود ہوتا تو عطا فرماتے اور اگر پاس نہ ہوتا تو قرض لیکر دیتے۔ یا وعدہ عطا فرماتے۔ ایک دفعہ ایک سائل آپ کی خدمت شریف میں آیا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ تو مجھ پر قرض کرے۔ جب ہمارے پاس کچھ آ جائے گا ہم اسے ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! خدا نے آپ کو اس چیز کی تکلیف نہیں دی جو آپ کی قدرت میں نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ بات حضور کو پسند نہ آئی۔ انصار میں سے ایک شخص بولا۔ یارسول اللہ! عطا کیجئے اور عرش کے مالک سے تقلیل کا خوف نہ کیجئے۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے روئے مبارک پر تازگی وخوشحالی پائی گئی۔ فرمایا "اسی کا امر کیا گیا [۲] ہے۔"

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بحرین سے مال لایا گیا۔ اور یہ زیادہ سے زیادہ مال تھا جو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں ڈال دو۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو اس مال کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم فرمانے لگے۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ! مجھے اس مال میں سے دیجئے۔ کیونکہ جنگ بدر کے دن میں نے فدیہ دے کر اپنے آپ کو اور عقیل بن ابی طالب کو آزاد کرایا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ لے لو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ پھر اٹھانے لگے تو نہ اٹھا سکے۔ عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ کسی سے فرمادیں کہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے۔ آپ خود اٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ حضور نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اٹھاتا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ گرا دیا۔ پھر اٹھانے لگے۔ تو تب بھی نہ اٹھا سکے۔ عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ کسی سے فرمادیں کہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دے آپ نے فرمایا۔ میں کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے۔ آپ خود اٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ حضور نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اٹھاتا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے بھی کچھ گرا دیا۔ پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ اور روانہ ہوئے حضور اقدس ان کی طرف دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے۔ اور حضور ان کی طمع پر تعجب فرماتے تھے۔ غرض حضور انور وہاں سے اٹھے۔ تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا [۳]۔ مسند ابن ابی شیبہ میں بروایت حمید بن ہلال بطریق ارسال مروی ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم تھا۔ اور اسے علاء بن الحضرمی نے

Marfat.com

بحرین کے خراج میں بھیجا تھا۔اور یہ پہلا مال تھا۔جو آنحضرت ﷺ کے پاس لایا گیا۔

غنائم حنین کی تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ان میں آپ کی سخاوت حدِ قیاس سے خارج تھی۔آپ نے اعراب میں بہت سوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے [۱۲۳]۔مگر اس دن آپ کی سخاوت زیادہ تر مؤلفۃ القلوب کے لیے تھی۔جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔کہ ایک شخص (صفوان بن امیہ) نے اس روز بکریوں کا سوال کیا۔جن سے دو پہاڑوں اور درمیانی جنگل پُر تھا۔آپ نے وہ سب اس کو دے دیں۔اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا۔"اے میری قوم! تم اسلام لاؤ۔اللہ کی قسم محمد ﷺ ایسی سخاوت کرتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے [۱۲۴]۔

حضرت سعید بن میتب روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ حنین کے دن مجھے مال عطا فرمانے لگے۔حالانکہ آپ میری نظر میں مبغوض ترین خلق تھے۔پس آپ مجھے عطا فرماتے رہے۔یہاں تک کہ میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے [۱۲۵]۔

حضرت جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں۔کہ جب میں اور دیگر لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین سے (بعد تقسیم غنائم) واپس آ رہے تھے تو بادیہ نشینانِ عرب حضور ﷺ سے لپٹ گئے۔وہ حنین کی غنیمت میں سے مانگتے تھے۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ آپ کو بحالت اضطرار ایک ببول کے درخت کی طرف لے گئے۔اس درخت میں آپ کی چادر مبارک پھنس گئی۔آپ ٹھہر گئے اور فرمایا۔"مجھے میری چادر دے دو۔اگر میرے پاس اس جنگل کے درختانِ ببول جتنے چوپائے ہوتے تو البتہ میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔پھر تم مجھ کو بخیل نہ پاتے۔اور نہ دروغ گو اور بزدل [۱۲۶] پاتے۔"

حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ ایک روز میں جناب پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ تھا۔جب آپ نے کوہِ اُحد کو دیکھا۔تو فرمایا۔"اگر یہ پہاڑ میرے لیے سونا بن جائے۔میں پسند نہ کروں گا۔کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین راتوں سے زیادہ رہ جائے۔بجز اس دینار کے جسے میں ادائے قرض کے لیے رکھ چھوڑوں [۱۲۷]۔"

ایک روز نماز عصر کا سلام پھیرتے ہی آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔پھر جلدی نکل آئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا۔آپ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آ گیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے۔مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہے۔اس لیے جا کر اسے تقسیم کرنے کے لیے کہہ آیا ہوں [۱۲۸]۔

Marfat.com

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لیکر آئی۔ اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے۔ میں آپ کے پہننے کے لیے لائی ہوں۔ آپ کو ضرورت تھی۔ اس لیے آپ نے وہ چادر لے لی۔ پھر آپ ہماری طرف نکلے۔ اور اسی چادر کو بطور تہ بند باندھے ہوئے تھے۔ صحابۂ کرام میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا۔ کیا اچھی چادر ہے۔ وہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے۔ پھر لوٹ آئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابۂ کرام نے اس سے کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چادر کا سوال کیا۔ حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اس صحابی نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ جس دن میں مر جاؤں یہ چادر میرا کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی[۱۲۹]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک کافر رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہوا۔ آپ کے حکم سے اس کے لیے ایک بکری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ پی گیا۔ دوسری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ پھر ایک اور دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ اسی طرح اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔ صبح جو اٹھا تو اسلام لایا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے لیے ایک بکری دوہی جائے۔ وہ اس کا دودھ پی گیا۔ پھر دوسری دوہی گئی مگر وہ اس کا دودھ تمام نہ پی سکا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ ''مومن ایک انتڑی میں پیتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں پیتا ہے[۱۳۰]۔''

حضرت بلال مؤذن آنحضرت ﷺ کے خزانچی تھے۔ ایک روز عبداللہ ہوازنی نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے خزانہ کا حال پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ نہ رہتا تھا۔ بعثت سے وفات شریف تک یہ کام میری تحویل میں تھا۔ جب کوئی ننگا بھوکا مسلمان آپ کے پاس آتا۔ آپ مجھے حکم دیتے۔ میں کسی سے قرض لیتا اور چادر خرید کر اسے اڑھاتا اور کھانا کھلاتا۔ ایک روز ایک مشرک مجھ سے ملا۔ کہنے لگا۔ بلال میرے ہاں گنجائش ہے۔ میرے سوا کسی اور سے قرض نہ لیا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک روز میں وضو کر کے اذان دینے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔ او حبشی! میں نے کہا۔ لبیک۔ پھر اس نے ترش رو ہو کر میری نسبت سخت الفاظ کہے۔ اور بولا ''کچھ معلوم ہے۔ وعدے میں کتنے دن باقی ہیں؟'' میں نے کہا۔ وقتِ وعدہ قریب آ گیا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ صرف چار دن باقی ہیں۔ اگر اس مدت میں تو نے قرضہ ادا نہ کیا۔ تو تجھے غلام بنا کر بکریاں چرواؤں گا۔ جیسا کہ تو

Marfat.com

پہلے چرایا کرتا تھا۔ یہ سن کر مجھے فکر وغم دامنگیر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء پڑھ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ میں وہیں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ وہ مشرک جس سے میں قرضہ لیا کرتا تھا۔ اس نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے۔ آپ کے پاس ادائے قرض کے لیے کچھ موجود نہیں اور نہ میرے پاس ہے۔ وہ مجھ کو فضیحت کرے گا۔ آپ اجازت دیں۔ تو میں بھاگ کر مسلمانوں کے کسی قبیلہ میں جارہوں۔ جب ادائے قرض کے لیے خدا کچھ سامان کردے گا۔ تو واپس آ جاؤں گا۔ غرض میں اپنے گھر آ گیا۔ اور تلوار، تھیلا، جوتا اور ڈھال اپنے سرہانے رکھ لیے۔ صبح کاذب ہوتے ہی میں چلنے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک شخص دوڑتا آرہا ہے۔ اور کہتا ہے۔ بلال! رسول اللہ ﷺ تجھے یاد فرما رہے ہیں۔ وہاں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ چار لدے ہوئے اونٹ بٹھائے ہوئے ہیں۔ میں اجازت لیکر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے ادائے قرض کا سامان کردیا۔ تم نے چار اونٹ بیٹھے دیکھے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ حاکم فدک نے بھیجے ہیں۔ یہ اور غلہ اور کپڑے جو ان پر ہیں سب تمہاری تحویل میں ہیں۔ ان کو بیچ کر قرضہ ادا کردو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر میں مسجد میں آیا اور رسول اللہ ﷺ سے سلام عرض کیا۔ آپ نے ادائے قرضہ کا حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ قرضہ سب ادا ہوگیا۔ کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے پوچھا کہ کچھ بچ تو نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ کچھ بچ بھی رہا۔ فرمایا ”مجھے اس سے سبکدوش کرو۔ جب تک یہ کسی ٹھکانے نہ لگے گا میں گھر نہ جاؤں گا۔“ آپ نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلا کر اس بقیہ کا حال پوچھا میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے کوئی سائل نہیں ملا۔ رسول اللہ ﷺ رات کو مسجد ہی میں رہے۔ دوسرے روز نماز عشاء کے بعد مجھے پھر بلایا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! خدا نے آپ کو سبکدوش کردیا۔ یہ سن کر آپ نے تکبیر کہی اور خدا کا شکر کیا۔ کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور وہ مال میرے پاس ہو۔ پھر آپ دولتخانہ میں تشریف لے گئے[۳۱]۔

بعض وقت ایسا ہوتا۔ کہ آپ کسی شخص سے ایک چیز خریدتے۔ قیمت چکا دینے کے بعد وہ اسی کو یا کسی دوسرے کو عطا فرماتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے ایک اونٹ خریدا۔ پھر وہی اونٹ ان کو بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح ایک روز آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک شتر بچہ خریدا پھر حضرت عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا[۳۲]۔

غرض جو کچھ آنحضرت ﷺ کے پاس آتا۔ سب راہِ خدا میں دے دیتے۔ پاس نہ ہوتا۔ تو

Marfat.com

قرض لیکر سائل کی حاجت روائی فرماتے۔اپنی ذات شریف کے لیے دوسرے دن کا نفقہ بھی جمع نہ کرتے [۱۳۳]۔البتہ بعض وقت اپنے حرم کے لیے ایک سال کا نفقہ ذخیرہ کر لیتے۔جب آپ کسی محتاج کو دیکھتے۔تو باوجود احتیاج کے اپنا کھانا اسے دیدیتے۔آپ کے دولتخانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ نہ جلتی تھی۔ایک دفعہ غنیمت میں کنیزیں آئی ہوئی تھیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔کہ تم اس موقع پر اپنے والد بزرگوار سے خدمت کے لیے ایک کنیز مانگ لو۔جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔تو آپ نے پوچھا کہ کس لیے آئی ہو؟ عرض کیا۔کہ سلام کرنے آئی ہوں۔اور بپاس حیا اظہار مطلب نہ کیا۔اور واپس آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی عذر بیان کر دیا۔پھر دونوں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔یارسول اللہ! آب کشی کرتے کرتے میرے سینے پر نیل پڑ گئے ہیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔کہ چکی پیستے پیستے میری ہتیلیوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔آپ خدمت کے لیے ایک کنیز عنایت فرمائیے۔آپ نے فرمایا۔"اللہ کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ میں تم کو خادمہ دوں اور اہلِ صفہ بھوکے مریں۔ان کے خرچ کے لیے میرے پاس کچھ نہیں۔میں ان اسیرانِ جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہلِ صفہ پر خرچ کروں گا۔" رات ہوئی تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔دونوں ایسی پرزہ دار چادر میں تھے کہ اگر اس سے سر ڈھانپتے۔تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے رہتے۔آپ کو دیکھ کر دونوں اٹھنے لگے۔آپ نے فرمایا۔اپنی جگہ پر رہو۔پھر ارشاد فرمایا۔کہ میں تمہیں کنیز سے بہتر چیز بتاتا ہوں۔اور وہ وہ کلمات ہیں جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے سکھائے ہیں۔یعنی ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللهِ دس بار۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ دس بار اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ دس بار۔اور سونے کے وقت سُبْحَانَ اللهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ بار پڑھ لیا کرو [۱۳۴]۔

شجاعت وقوت عزم واستقلال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اوصاف میں بھی سب پر فائق تھے۔ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے اور شور وغل برپا ہوا۔گویا کوئی چور یا دشمن آتا ہے۔آپ نے حضرت ابوطلحہ کا گھوڑا لیا۔جو سست رفتار اور سرکش تھا۔آپ اس کی پیٹھ پر بغیر زین کے سوار ہو گئے۔اور تلوار آڑے لٹکائے ہوئے جنگل کی طرف اکیلے ہی تشریف لے گئے۔جب لوگ اس آواز کی طرف گئے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو راستے میں واپس آتے ہوئے ملے۔آپ نے ان کو تسلی دی۔کہ ڈرو مت ڈرو مت۔اور

Marfat.com

گھوڑے کی نسبت فرمایا۔ کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا[۱۳۵]۔

غزوات میں جہاں بڑے بڑے دلاور و بہادر بھاگ جایا کرتے تھے آپ ثابت قدم رہا کرتے تھے۔ چنانچہ جنگِ احد میں جب مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔ تو یہ کوہِ استقامت اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اور دشمنوں پر تیر پھینکتے رہے۔ جب کمان پارہ پارہ ہوگئی۔ تو سنگ اندازی شروع کی۔ جنگِ حنین میں صرف چند جانباز آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ باقی سب بھاگ گئے تھے۔ اس نازک حالت میں آپ نے اسی پر اکتفاء نہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہ کر مدافعت فرمائیں۔ بلکہ اپنے خچر کو بار بار ایڑ لگا کر دشمن کی طرف بڑھانا چاہتے تھے مگر وہ جانباز مانع آرہے تھے۔

جب گھسان کا معرکہ ہوا کرتا تھا۔ تو صحابۂ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آڑ میں پناہ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب کا قول ہے ''اللہ کی قسم! جب لڑائی شدت سے ہوا کرتی تھی تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے بہادر وہ ہوتا تھا۔ جو آپ کے ساتھ دشمن کے مقابل کھڑا ہوتا تھا''[۱۳۶]۔

اعلانِ دعوت پر قریش نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ جب ابو طالب نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے یوں فرمایا۔ ''چچا جان! اللہ کی قسم اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ میں اس کام کو چھوڑ دوں۔ تب بھی اس کام کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ خدا اسے غالب کردے یا میں خود اس میں ہلاک ہو جاؤں۔''

ہجرت سے پہلے قریش نے مسلمانوں کو اس قدر ستایا کہ ان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ تنگ آکر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا۔ ''تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں۔ جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا۔ اور ان کے سروں پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بدنی بھی سب سے زیادہ تھی۔ غزوۂ احزاب میں جب صحابۂ کرام خندق کھود رہے تھے۔ تو ایک جگہ ایسی سخت زمین ظاہر ہوئی کہ سب عاجز آگئے۔ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ بذات شریف خندق میں اترے۔ اور ایک کدال ایسا مارا کہ وہ سخت زمین ریگ رواں کا

Marfat.com

ایک ڈھیر بن گئی[۱۳۷]۔

رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم قرشی مطلبی قریش میں سب سے طاقتور تھا۔ وہ ایک روز مکہ کے راستے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ ''رکانہ! کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور میری دعوتِ اسلام کو قبول نہیں کرتا؟'' اس نے کہا۔ کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ سچ ہے۔ تو میں آپ پر ایمان لے آؤں۔ آپ نے فرمایا۔ ''اگر میں تجھے کشتی میں پچھاڑ دوں تو کیا تو مان جائے گا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے؟'' وہ بولا کہ ہاں۔ آپ نے اسے پکڑتے ہی چاروں شانے چت گرا دیا۔ کہنے لگا۔ ''محمد! آپ مجھ سے دوبارہ کشتی لڑیں۔'' آپ نے دوسری دفعہ بھی اسے پچھاڑ دیا۔ اس پر اس نے کہا۔ ''محمد! خدا کی قسم آپ کا مجھے پچھاڑنا عجیب ہے۔'' آپ نے فرمایا۔ ''اگر تو خدا سے ڈرے۔ اور مجھ پر ایمان لائے۔ تو میں اس سے بھی عجیب امر تجھ کو دکھاتا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ درخت جو تو دیکھتا ہے۔ میں اسے بلاتا ہوں۔ اور میرے پاس چلا آئے گا۔ اس نے کہا کہ آپ اسے بلائیے۔ چنانچہ وہ درخت آپ کے بلانے پر پاس آ کھڑا ہوا۔ رکانہ نے کہا۔ کہ اسے حکم دیجئے کہ اپنی جگہ پر چلا جائے۔ آپ کے حکم سے وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ رکانہ نے اپنی قوم میں جا کر کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کسی کو جادوگر نہیں دیکھا۔ پھر بیان کیا جو کچھ دیکھا تھا[۱۳۸]۔ رکانہ مذکور فتح مکہ میں ایمان لائے۔ رضی اللہ عنہ۔

آپ نے ابو الاسود جمحی کو بھی پچھاڑا تھا۔ جو ایسا طاقتور تھا کہ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا۔ دس جوان اس کھال کو اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال لینے کی کوشش کرتے۔ وہ چمڑا پھٹ جاتا۔ مگر اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکل سکتا تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ''اگر آپ مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔'' آپ نے اسے پچھاڑ دیا۔ مگر وہ بد بخت ایمان نہ لایا[۱۳۹]۔

زُہد

یہ وصف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں کمال درجے کا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ جن کے آگے بکری کا بھنا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کو شریکِ طعام ہونے کے لیے بلایا مگر آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی[۱۴۰]۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کبھی لگاتار دو روز جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے[۱۴۱]۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ

Marfat.com

نبی ﷺ نے کبھی خوان پر کھانا نہ کھایا۔ اور نہ باریک روٹی تناول فرمائی[۱۶۳]۔

حضور اقدس ﷺ کے دولت خانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوا کرتی تھی۔ اور صرف پانی اور چھواروں پر گزارہ ہوتا تھا[۱۶۳]۔ بعض وقت آپ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ انصاری بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا دکھایا پس آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے دکھائے[۱۶۴]۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا۔ تو میرے گھر کے طاق میں سوائے آدھے پیانہ جو کے کچھ کھانے کو نہ تھا[۱۶۵]۔ اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے عوض گرو تھی جو آپ نے اپنے اہل و عیال کے نفقہ کے لیے لیے تھے[۱۶۶]۔

ایلاء کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ ایک مشربہ (بالا خانہ) میں تشریف رکھتے تھے۔ جہاں کھانے پینے کا اسباب رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب ایلاء کی خبر لگی۔ تو گھبرائے ہوئے اس مشربہ میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جو برگ خرما سے بنی ہوئی ہے اور جس پر کوئی توشک وغیرہ نہیں۔ بوریائے خرما کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور بدن مبارک پر ایک تہ بند کے سوا کچھ نہیں۔ سرہانے ایک تکیہ ہے۔ جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے خزانہ کو دیکھا۔ ایک کونے میں مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے۔ پاؤں مبارک کے قریب درخت سلم کے کچھ پتے (جو دباغت میں کام آتے ہیں) پڑے ہوئے تھے۔ اور سر مبارک کے پاس ایک کھونٹی پر تین کھالیں لٹک رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ آپ نے پوچھا۔ ابن خطاب! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہ روؤں۔ بوریائے خرما کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ یہ آپ کا خزانہ ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ نظر آرہا ہے۔ قیصرہ و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے رسول و برگزیدہ کے خزانہ کا یہ حال ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ابن خطاب! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ آخرت ہمارے واسطے اور دنیا ان کے لیے ہو[۱۶۷]۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ بوریائے خرما پر سوئے ہوئے تھے۔ اٹھے تو اس کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم آپ کے لیے گدا بنوا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے دنیا سے کیا غرض۔

Marfat.com

دنیا میں میرا حال اس سوار کی مانند ہے۔ جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے[۱۴۸]۔"

آنحضرت ﷺ اپنے اہل وعیال کے لیے بھی زہد کی زندگی پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ازواجِ مطہرات کے حجرے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے۔ جن کی چھت کہگل کی ہوئی تھی۔ اور وہ قدِ آدم سے کچھ ہی اونچے تھے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پہننے کے لیے ان سے ہر ایک کے پاس صرف ایک ایک جوڑا کپڑا تھا[۱۴۹]۔

حضرت ثوبان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر کا قصد فرماتے، تو اپنے اہل میں سے سب سے اخیر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے مل کر جاتے۔ اور واپس آ کر سب سے پہلے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے ملتے۔ ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ نے اپنے دروازہ پر پردہ لٹکایا ہوا تھا۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو چاندی کے کنگن پہنائے ہوئے تھے۔ آپ حسب معمول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے۔ تو اندر داخل نہ ہوئے اور تشریف لے گئے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے خیال کیا۔ کہ زینت وزیور ہی نے آنحضرت ﷺ کو اندر آنے سے روکا ہے۔ اس لیے پردے کو پھاڑ ڈالا۔ اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال دیئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ حضور نے کنگن ان سے لے لیے اور فرمایا۔ "ثوبان! یہ زیور فلاں شخص کی آل کے ہاں لے جا۔ کیونکہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ یہ اپنی دینوی زندگی میں لذائذ سے حظ اٹھائیں۔ ثوبان۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک عصب[۱۵۰] کا ہار اور عاج (ہاتھی دانت) کے دو کنگن خرید لاؤ[۱۵۱]۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر تشریف لے گئے مگر اندر داخل نہ ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے یہ ذکر کر دیا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر مخطط پردہ لٹک رہا تھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا غرض۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بیان کیا۔ تو وہ بولیں۔ کہ حضورِ انور اس بارے میں جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے فلاں حاجت مند اہلِ بیت کو دیدیں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک حلۂ سیراء (مخطط یا ریشمی) بطور ہدیہ عطا فرمایا۔ میں نے اسے پہن لیا۔ یہ دیکھ کر حضورِ انور کے چہرۂ مبارک پر غضب کے آثار نمودار ہوئے۔ میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا[۱۵۲]۔

Marfat.com

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی دعوت کی۔ اور کھانا تیار کیا۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا۔ کیا خوب ہو اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شریک طعام کر لیں۔ چنانچہ ہم نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے۔ آپ نے دروازے کے بازوؤں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔ اور گھر کے ایک طرف پردہ لٹکتا دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جائیے اور دیکھئے کہ آپ کس واسطے واپس ہو گئے۔ حضرت علی نے آپ سے واپسی کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ یہ پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ زیب و زینت والے گھر میں داخل ہو[۱۵۳]۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔ میں آپ کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھی۔ ہمارے ہاں ایک رنگین فرش تھا۔ میں نے اسے چھت کے ایک شہتیر پر لپیٹ دیا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُهٗ۔ سب ستائش خدا کے لیے ہے۔ جس نے آپ کو شرف و بزرگی بخشی۔'' آپ نے گھر میں بساط رنگین دیکھ کر میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر کراہت کے آثار دیکھے۔ آپ نے اس فرش کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے۔ اس کے بارے میں ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ اینٹ پتھر کو پہنا دیں۔ بس میں نے اس کے دو تکیے بنا لیے۔ جن میں کھجور کی چھال بھر دی۔ آپ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا[۱۵۴]۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ہمارے ہاں ایک پردہ تھا۔ جس میں پرندوں کی تصویریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ! اس کو بدل ڈالو کیونکہ جب میں اسے دیکھتا ہوں۔ تو دنیا یاد آتی ہے[۱۵۵]۔

واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زہد اختیاری تھا۔ خدا تعالیٰ نے تو زمین[۱۵۶] کے خزانوں کی کنجیاں آپ پر پیش کیں۔ مگر آپ کی ہمت عالی نے عبودیت و زہد کو پسند فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا کہ ''اگر تو چاہے تو تیرے واسطے وادیٔ مکہ کو سونا بنا دوں۔'' مگر میں نے عرض کیا ''اے میرے پروردگار! میں یہ نہیں چاہتا۔ بلکہ یوں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں۔ تو تیرے آگے زاری و عاجزی کروں۔ اور جب سیر ہو جاؤں۔ تو تیری حمد اور تیرا شکر کروں[۱۵۷]۔''

اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات بکثرت ہوئیں۔ مگر جو کچھ آتا راہِ خدا میں اٹھا دیتے۔ اور خود زہد کی زندگی بسر کرتے۔ یہاں تک کہ جب آپ کا وصال شریف ہوا۔ تو بدن

Marfat.com

مبارک پر صرف ایک کملی اور تہ بند تھا۔ کملی میں پیوند پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور نمدہ کی طرح ہوگئی تھی۔ تہ بند کا کپڑا بھی پیوندوں کی کثرت سے موٹا ہوگیا تھا[۱۵۸]۔ اور آپ کی زرہ ذات الفضول نام ابوالشحم یہودی کے پاس بیس صاع جو میں گرو تھی۔ جو آپ نے اپنے اہل کے لیے ایک دینار کو لیے تھے۔ (ترمذی)

خوف و عبادت

آنحضرت ﷺ کو معرفت الٰہی اور علم سب سے زیادہ تھا۔ اس لیے آپ سب سے زیادہ خداترس اور عبادت کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے۔ تو تم البتہ زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے۔''[۱۵۹]

آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ کثرتِ قیام شب کے سبب سے آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ گیا تھا۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ کہ آپ یہ تکلیف و محنت کیوں اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں[۱۶۰]۔'' یعنی کیا میں اس بات کا شکر نہ کروں کہ میں بخشا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تمام رات نماز میں کھڑے رہے۔ اور قرآن کی ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے[۱۶۱]۔

حضرت حذیفہ بن الیمان کا بیان ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کے ایک حصے میں نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ یوں پڑھتے تھے۔ اللہ اکبر (تین مرتبہ) **ذوالملك و الجبروت والكبرياء والعظمة** پھر دعائے استفتاح پڑھتے تھے بعدازاں آپ نے (سورہ فاتحہ کے بعد) سورۂ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا۔ آپ کا رکوع (طوالت میں) مانند قیام کے تھا۔ اور اس میں **سبحان ربی العظیم** پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا۔ آپ کا قومہ مانند رکوع کے تھا۔ اور آپ اس میں **لربی الحمد** پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا۔ آپ کا سجدہ مانند قومہ کے تھا۔ آپ سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا آپ دو سجدوں کے درمیان مانند سجدہ کے بیٹھتے تھے۔ اور **رب اغفرلی رب اغفرلی** پڑھتے تھے۔ اس طرح آپ نے چار رکعتیں پڑھیں۔ اور ان میں سورۂ بقرہ و آل عمران و نساء اور مائدہ یا انعام ختم کیں[۱۶۲]۔

آپ کو خوفِ الٰہی کمال درجہ کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن الشخیر روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور رونے

Marfat.com

کے سبب سے آپ کے شکم مبارک سے تانبے کی دیگ (کے جوش) کی مانند آواز آرہی ہے"[۱۶۳]۔

رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے تفصیلی حالت کتب احادیث میں موجود ہیں۔ یہاں بوجہ اختصار ان کے ایراد کی گنجائش نہیں۔ مگر اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ آپ کا طرز عمل افراط وتفریط سے خالی ہوا کرتا تھا۔ نہ تمام رات نماز پڑھتے اور نہ تمام رات سوتے۔ بلکہ رات کو نماز بھی پڑھتے اور سو بھی لیتے۔ اسی طرح روزوں کا حال تھا۔ ماہ رمضان مبارک کی طرح تمام ماہ شعبان کے روزے رکھتے باقی دس مہینوں میں سے ہر ایک میں آپ ہمیشہ روزہ نہ رکھتے کہ افراط لازم آئے اور نہ ہمیشہ افطار فرماتے کہ تفریط لازم آئے۔ بلکہ ہر مہینہ میں کبھی روزہ رکھتے اور کبھی افطار فرماتے"[۱۶۴]۔

عدل وانصاف

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ عادل وامین تھے۔ طفولیت میں جب مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو پہلے پہل گود میں لیا۔ تو آپ نے صرف داہنی چھاتی سے دودھ پیا۔ اور دوسری ان کے شیر خوار بچہ کے لیے چھوڑ دی۔[۱۶۵]

جب آپ غنائم حنین تقسیم فرمارہے تھے۔ تو ذوالخویصرہ رأس الخوارج نے کہا۔ یارسول اللہ! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ "تجھ پر افسوس۔ میں اگر عدل نہ کروں تو اور کون کریگا۔ اگر میں عادل نہیں تو تو ناامید وزیاں کار ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ "اسے جانے دو۔ کیونکہ اس کے اصحاب ایسے ہیں۔ کہ ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ دین سے یوں نکل جاتے ہیں۔ جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے"[۱۶۶]۔

ایک دفعہ آپ نے ایک شخص سے کچھ کھجوریں ادھار لیں۔ جب اس نے تقاضا کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "آج ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ مہلت دیجئے کہ کچھ آجائے تو ادا کردوں۔" یہ سن کر وہ بولا۔ "آہ بے وفائی۔" اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا۔ آپ نے فرمایا۔ "عمر! جانے دو۔ صاحب حق ایسا ویسا کہا کرتا ہے۔" پھر آپ نے حضرت خولہ بنت حکیم انصاریہ سے کھجوریں منگوا کر اس کے حوالہ کیں۔[۱۶۷]

حضرت ابوحدرد اسلمی کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک یہودی کا چار درہم قرض تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ خیبر کا ارادہ فرمارہے تھے۔ اس نے مجھ سے تقاضا کیا۔ میں نے مہلت مانگی۔ تو وہ نہ مانا اور مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے مجھ سے دو دفعہ

Marfat.com

فرمایا کہ اس کا حق ادا کردو۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ مہم خیبر کا ارادہ فرمارہے ہیں۔ شاید ہمیں وہاں سے کچھ غنیمت ہاتھ لگے۔ آپ نے پھر فرمایا۔ کہ اس کا حق ادا کردو۔ یہ قاعدہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی بات کے لیے تین بار فرمادیتے۔ تو پھر کوئی عذر نہ کیا جاتا۔ میرے پاس بدن پر ایک تہ بند اور سر پر عمامہ تھا۔ میں نے اس یہودی سے کہا۔ کہ اس تہ بند کو مجھ سے خرید لو۔ چنانچہ اس نے چار درہم میں خرید لیا۔ میں نے عمامہ سر سے اتار کر کمر سے لپیٹ لیا۔ ایک عورت میرے پاس سے گزری۔ اس نے اپنی چادر مجھے اڑھادی[۱۶۸]۔

سرق ایک صحابی تھے ان سے اس نام کی وجہ تسمیہ دریافت کی گئی۔ تو کہنے لگے کہ ایک بدوی دو اونٹ لیکر آیا۔ میں نے خرید لیے۔ پھر میں (قیمت لانے کے بہانہ سے) اپنے گھر میں داخل ہوا اور عقب خانہ سے نکل گیا۔ اور ان اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت پوری کی۔ میں نے خیال کیا کہ بدوی چلا گیا ہوگا۔ میں واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہے۔ وہ مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں نے اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت روائی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بدوی کو قیمت ادا کردو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو سرق ہے۔ پھر بدوی سے فرمایا کہ تم اس کو بیچ کر اپنی قیمت وصول کرلو۔ چنانچہ لوگ اس سے میری قیمت پوچھنے لگے۔ وہ ان سے کہتا تھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہتے تھے کہ ہم خرید کر اس کو آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر بدوی نے کہا کہ میں تمہاری نسبت ثواب کا زیادہ مستحق و خواہاں ہوں۔ اور مجھ سے کہا کہ جاؤ۔ میں نے تم کو آزاد کردیا[۱۶۹]۔

ایک دفعہ خاندان مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش نے چاہا کہ وہ حد سے بچ جائے۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید سے جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب خاص تھے۔ درخواست کی کہ آپ سفارش کیجئے۔ چنانچہ حضرت اسامہ نے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کی۔ آپ نے فرمایا۔ ''کیا تم حد میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں کو چھوڑ دیتے۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد بھی ایسا کرتی۔ تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔''[۱۷۰]

ایک روز رسول اللہ ﷺ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے۔ ایک شخص آیا اور آپ پر جھک گیا۔ آپ نے کھجور کی سوکھی شاخ سے جو آپ کے دستِ مبارک میں تھی اسے ٹھوکا دیا۔ جس سے اس کے منہ

Marfat.com

پر خراش آ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو۔ اس نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ میں نے معاف کر دیا[۱۷۱]۔''

آنحضرت ﷺ جنگِ بدر کے لیے صف آرائی کر رہے تھے۔ حضرت سواد بن غزیہ انصاری صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک تیر کی لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا:۔

استویا سواد اے سواد! برابر ہو جاؤ

اس پر سواد نے حضور سے قصاص طلب کیا۔ آپ نے فوراً اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا کہ۔ قصاص لے لو۔ یہ قصہ بالتفصیل پہلے آ چکا ہے۔

آپ کی امانت کا یہ عالم تھا۔ کہ نبوت سے پہلے بھی آپ عرب میں امین مشہور تھے۔ چنانچہ جب قریش کعبہ کو از سرِ نو بنانے لگے اور وہ حجر اسود کی جگہ تک تیار ہو گیا تو قبائل قریش میں جھگڑا ہوا۔ ہر ایک قبیلہ یہی چاہتا تھا۔ کہ حجر اسود کو اٹھا کر ہم اس کی جگہ پر رکھیں گے۔ آخر یہ قرار پایا۔ کہ جو شخص کل صبح باب بنی شیبہ سے حرم میں پہلے داخل ہو وہ ثالث بنے۔ اتفاقاً اس دروازے سے جو پہلے داخل ہوئے وہ آنحضرت ﷺ تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے[۱۷۲]

هٰذَا الْاَمِيْنُ رَضِيْنَا هٰذَا مُحَمَّدٌ یہ امین ہیں۔ ہم راضی ہیں۔ یہ محمد ہیں۔

جب انہوں نے آپ سے یہ معاملہ ذکر کیا۔ تو آپ نے ایک چادر بچھا کر حجر اسود کو اس میں رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر طرف والے ایک ایک سردار انتخاب کر لیں۔ اور وہ چاروں سردار چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں۔ اس طرح جب وہ چادر مقام نصب کے برابر پہنچ گئی۔ تو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار کعبہ میں نصب فرمایا۔ اور وہ سب خوش ہو گئے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک پر ایک جوڑا قطری موٹے کپڑے کا۔ جب آپ بیٹھتے۔ تو وہ پسینہ سے بوجھل ہو جاتا۔ ایک یہودی کے ہاں شام سے کپڑے آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ کہ آپ کسی کے ہاتھ اس سے ایک جوڑا قرض منگوا لیں۔ جب آپ کا آدمی یہودی کے پاس پہنچا۔ تو اس نے کہا۔ ''میں سمجھا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ میرا مال یا دام یوں ہی اڑا لیں۔'' آپ نے سن کر فرمایا۔ ''اس نے جھوٹ کہا۔ اسے معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں[۱۷۳]۔''

قریش کو اگرچہ آنحضرت ﷺ سے سخت عداوت تھی۔ مگر باوجود اس کے اپنی جو کھم کی چیز

Marfat.com

آپ ہی کے ہاں امانت رکھا کرتے تھے۔جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔

صدق

اپنے تو درکنار بیگانے بھی آنحضرت ﷺ کی صداقت کے قائل تھے۔حضرت عبداللہ بن سلام ابھی ایمان نہ لائے تھے کہ حضور کو دیکھتے ہی پکار اٹھے:۔

وَجْهُهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّاب — ان کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں [۶۷]

صلح حدیبیہ کی مدت میں ہرقل روم نے ابوسفیان (جواب تک ایمان نہ لائے تھے) سے آنحضرت ﷺ کی نسبت پوچھا۔''کیا دعویٰ نبوت سے پہلے تمہیں ان پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے؟''ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔کہ ایک دفعہ ابوجہل نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔''ہم (معشرِ قریش) تم کو جھوٹا نہیں کہتے۔لیکن جو کچھ (کتاب و شریعت) تم لائے ہو۔اس سے ہم انکار کرتے ہیں۔'' اس پر ابوجہل اور اس کے امثال کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (انعام ع ۴) — وہ تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے۔لیکن ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

عتبہ بن ربیعہ حضرت امیر معاویہ کی والدہ ہند کا باپ تھا۔جو جنگ بدر میں کفر پر مرا۔ایک روز قریش نے اس کو آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنے کیلیے بھیجا۔اس نے حضور پر چند امور پیش کیے کہ ان میں سے جو چاہیں اختیار کرلیں۔اور نئے مذہب سے باز آئیں۔اس کے جواب میں آپ نے سورۂ حم السجدہ پڑھنی شروع کی۔جب آپ آیہ فَاِنْ اَعْرَضُوْا پر پہنچے۔تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر اور قرابت کی قسم دے کر کہا کہ آپ آگے نہ پڑھیں۔اس کے بعد عتبہ نے واپس جا کر قریش سے یہ ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قرآن سنایا۔جب وہ اس آیت پر پہنچا:۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ — اگر وہ منہ پھریں۔تو کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں ایک کڑاکے سے ڈرایا ہے جیسا کہ عاد و ثمود پر آیا تھا۔

تو میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔اور قرابت قریبہ کی قسم دے کر کہا کہ بس آگے نہ پڑھیے۔تمہیں معلوم ہے۔کہ محمد (ﷺ) جب کچھ کہہ دیتا ہے۔تو جھوٹ نہیں بولتا۔اس لیے میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر وہ عذاب نازل ہو جائے جس سے اس نے ڈرایا تھا۔[۶۸]

Marfat.com

جب آنحضرت ﷺ کو اعلان دعوت کا حکم آیا۔ تو آپ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کو پکارا۔ جب وہ جمع ہوگئے۔ تو آپ نے ان سے پوچھا۔ ''بتاؤ۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ وادیٔ مکہ سے ایک سواروں کا لشکر تم پر تاخت وتاراج کرنا چاہتا ہے تو کیا تمہیں یقین آجائے گا'' وہ بولے ''ہاں'' کیونکہ ہم نے تم کو سچ ہی بولتے دیکھا ہے[۱۶]۔

حسن عہد ووفا

جب ہرقل قیصرِ روم نے ابوسفیان سے پوچھا۔ ''کیا وہ مدعیٔ نبوت عہد شکنی کرتا ہے؟'' تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔

ابورافع ایک قبطی غلام تھے۔ جو مکہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ قریش نے مجھے سفیر بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا۔ تو میرے دل میں اسلام کی صداقت جاگزیں ہوگئی۔ میں نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! میں واللہ کبھی انکے پاس لوٹ کر نہ جاؤں گا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ ''میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں۔ تم اب لوٹ جاؤ۔ اگر وہاں بھی تمہارے دل میں صداقتِ اسلام رہی۔ تو واپس آجانا۔''

ابورافع کا قول ہے کہ میں چلا گیا۔ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لایا۔[۱۷]

آنحضرت ﷺ عہد شکنی کو بہت برا جانتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے:۔

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا۔

جو شخص کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) کو قتل کریگا وہ بہشت کی بو نہ سونگھے گا۔ حالانکہ اس کی بو چالیس سال کی مسافت سے آئیگی۔[۱۸]

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی ﷺ سے کوئی چیز خریدی۔ اس کی قیمت میں سے کچھ میرے ذمہ باقی رہا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا۔ کہ میں باقی قیمت لیکر اسی جگہ آپ کے پاس آتا ہوں۔ چنانچہ میں چلا گیا اور اپنا وعدہ بھول گیا۔ تین راتوں کے بعد مجھے یاد آیا۔ میں بقیہ قیمت لیکر آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اسی جگہ بیٹھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ''اے نوجوان! بے شک تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ میں تین راتوں سے یہاں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔''[۱۹]

عفت وحیا

حضور اقدس ﷺ کی پاک دامنی کا ذکر کس زبان سے کیا جائے صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ

Marfat.com

آپ نے کبھی کسی عورت کو جس کے آپ مالک نہ ہوں نہیں چھوا۔

حیا وہ خلق ہے جس کے ذریعے انسان قبائح شرعیہ کے ارتکاب سے بچتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں غایت درجہ کی حیا تھی۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں۔ کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ والی دوشیزہ سے بڑھ کر حیادار تھے۔ جب آپ کسی امر کو ناپسند فرماتے۔ تو ہم اسے آپ کے چہرۂ مبارک میں پہچان[۱۸۰] جاتے۔ یعنی غایت حیا کے سبب سے آپ اپنی کراہت کی تصریح نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ہم اس کے آثار چہرۂ انور میں پاتے۔

تقسیمِ اوقات

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وقت اپنے دولت خانہ میں گزرتا تھا۔ آپ اس میں کیا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو اس میں قیام کے وقت کے تین حصے کر لیتے تھے۔ ایک حصہ اللہ (کی عبادت) کے لیے۔ دوسرا اپنے اہل (کے ساتھ موانست و معاشرت) کے لیے۔ تیسرا اپنی ذات اقدس کے لیے۔ پھر اپنے ذاتی حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان تقسیم کر لیتے۔ خواص صحابہ جو دولتخانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ ان کی وساطت سے عوام کو جو دولتخانہ میں حاضر نہ ہوا کرتے تبلیغ احکام فرماتے۔ اور نصیحت و ہدایت کی کوئی بات عام و خاص سے پوشیدہ نہ رکھتے۔ حصۂ امت میں آپ کا طریقہ یوں تھا۔ کہ اہلِ فضل کو ترجیح دیتے۔ تاکہ حاضر خدمت ہو کر افادۂ عام کریں۔ اور اس حصۂ امت کو بقدر حاجات دینیہ تقسیم فرماتے۔ اہلِ فضل میں سے کسی کو ایک مسئلہ دین دریافت کرنا ہوتا۔ کسی کو دو اور بعض کو بہت سے مسائل کی ضرورت ہوتی۔ پس آپ ان اصحابِ حاجات کی طرف توجہ فرماتے اور ان کو وہی امور دریافت کرنے دیتے جن میں ان کی امت کی بہبودی ہو۔ حضور ان کے مناسبِ حال احکام بیان فرماتے۔ اس کے بعد آپ حاضرینِ مجلس سے ارشاد فرماتے۔ کہ تمہیں چاہئے کہ بقیہ امت کو جو حاضر نہیں یہ احکام پہنچا دو۔ اور نیز فرماتے کہ جو لوگ (مثلاً عورتیں۔ بیمار۔ غائب وغیرہ) اپنی حاجتیں مجھ تک پہنچا نہیں سکتے۔ تم ان کے حوائج مجھ پر پیش کرو۔ کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی حاجت بادشاہ تک پہنچاتا ہے جسے وہ خود نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدم (پل صراط پر) ثابت رکھے گا۔ اسی طرح کے ضروری مفید امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا کرتے۔ اور ایسے امور کی شنوائی نہ ہوتی جن میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ طالب وسائل دولتخانہ میں خدمت اقدس میں حاضر

Marfat.com

ہوتے۔ اور آپ سے استفادۂ علوم کرتے اور لوگوں کے رہبر بن کر نکلتے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وقت گھر سے خارج گزرتا تھا۔ آپ اس میں کیا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر خاموش رہتے اور بجز مفید وضروری امر کے لب کشائی نہ فرماتے۔ آپ لوگوں کو (حسن خلق سے) اپنا گرویدہ بناتے۔ اور ایسی بات نہ کرتے جس سے وہ آپ سے نفرت کرنے لگیں۔ آپ ہر ایک قوم کے بزرگ کی عزت کرتے اور اس کو ان کا سردار بناتے۔ آپ لوگوں کو (عذاب خدا سے) ڈراتے۔ ان سے احتراز کرتے اور بچتے۔ مگر کشادہ روئی اور حسن خلق میں کسی سے دریغ نہ فرماتے۔ اپنے اصحاب کی خبر گیری فرماتے (مثلاً مریض کی عیادت۔ مسافر کے لیے دعاء اور میت کے لیے استغفار فرماتے) اپنے خاص اصحاب سے لوگوں کے حالات دریافت فرماتے (تاکہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیں) آپ اچھی بات کی تحسین فرماتے اور اس کی تائید کرتے۔ اور بری بات کی برائی ظاہر فرماتے اور اس کی تضعیف وتردید کرتے۔ آپ کا حال ہمیشہ معتدل تھا۔ اس میں اختلاف نہ تھا۔ آپ (لوگوں کی تذکیر وتعلیم سے) غافل نہ ہوتے تھے۔ کہ مبادا وہ غافل ہو جائیں یا سستی کی طرف مائل ہو جائیں۔ آپ بہر حال (جمیع انواع عبادات کیلئے) مستعد تھے۔ حق سے کوتاہی نہ کرتے۔ اور نہ حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ (استفادہ کے لیے) آپ کی خدمت میں حاضر رہتے وہ خیر الناس ہوتے سب سے افضل آپ کے نزدیک وہ ہوتا جو سب مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا اور مرتبہ میں آپ کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہوتا جو محتاجوں کی غم خواری کرنے والا اور (مہمات امور میں) اپنے بھائیوں کی مدد کرنے والا ہوتا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ بعد ازاں میں نے والد بزرگوار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضور کا مجلس سے اٹھنا اور مجلس میں بیٹھنا بغیر ذکر الٰہی نہ ہوتا۔ جب آپ کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے۔ تو جو جگہ خالی پاتے۔ وہیں بیٹھ جاتے۔ اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے۔ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کو (حسب حال کشادہ روئی اور تعلیم وتفہیم سے) بہرہ ور فرماتے۔ آپ کا ہر ایک جلیس یہ سمجھتا کہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں۔ جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی حاجت کے لیے آپ سے کلام کرتا۔ آپ اس کے ساتھ اسی حالت میں ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ خود واپس ہو جاتا۔ جو شخص آپ سے کسی حاجت کا سوال کرتا۔ آپ اس کی حاجت کو پورا کرتے یا اس سے کوئی نرم بات

Marfat.com

فرماتے۔ (یعنی وعدہ فرماتے یا فرماتے کہ فلاں سے ہمارے ذمہ قرض لے لو) آپ کی کشادہ روئی اور حسن خلق تمام لوگوں کے لیے عام تھا۔ آپ (بلحاظ شفقت) سب کے باپ ہوگئے تھے۔ اور وہ آپ کے نزدیک حق میں برابر تھے (حسب حال واستحقاق ہر ایک کی حق رسانی ہوتی) آپ کی مجلس حلم وحیاء و امانت وصبر کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ ہوا کرتیں۔ اور نہ اس میں کسی کی آبروریزی ہوتی۔ اور نہ اشاعت ہفوات ہوتی۔ آپ کی مجلس میں سب متساوی تھے۔ ہاں بلحاظ تقویٰ بعض کو بعض پر فضیلت تھی۔ وہ سب متواضع تھے۔ جو مجلس مبارک میں بڑوں کی توقیر چھوٹوں پر رحم کرتے۔ اور صاحب حاجت کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے۔ اور مسافر واجنبی کے حق کی رعایت کرتے۔ [۱۸]

حواشی

۱۔ صحیح مسلم۔ باب صلوٰۃ اللیل۔

۲۔ مصیبت وایذاء کے وقت اپنے آپ کو روکنا اور متاثر نہ ہونا صبر کہلاتا ہے۔ اپنی طبیعت کو غصہ سے ضبط کرنے کا نام حلم ہے۔ خطا پر مواخذہ نہ کرنے کو عفو کہتے ہیں۔

۳۔ صحیح بخاری باب صفۃ النبی ﷺ۔

۴۔ مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ باب البعث وبدء الوحی۔

۵۔ صحیح بخاری۔ باب مالقی النبی ﷺ واصحابہ من المشرکین بمکۃ۔

۶۔ استیعاب لابنِ عبدالبر۔ ترجمہ قیلہ بنت نصر۔

۷۔ سیرت ابنِ ہشام۔

۸۔ اصابہ بحوالہ واقدی۔ ترجمہ دعثور بن حارث غطفانی۔

۹۔ مواہب لدنیہ وشفاء شریف۔

۱۰۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد وکتاب المغازی۔

۱۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ اذا جاءک المنافقون۔

۱۲۔ صحیح بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین۔

۱۳۔ ابوداؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب فی الجاسوس الذمی اصابہ ترجمہ ابنِ حیان۔

۱۴۔ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب وفد بنی حنیفہ۔

۱۵۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب حکم الاسراء۔

۱۶۔ مکہ مشرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مشہور مقام ہے جہاں سے عمرہ بجالاتے ہیں۔

۱۷۔ وفاء الوفاء جزء اول صفحہ ۲۲۵۔ جزء ثانی ص ۲۵۲۔

۱۸۔ صحیح بخاری۔ کتاب الطب۔ باب ہل یستخرج السحر۔

Marfat.com

۱۹۔ صحیح مسلم- باب من فضائل ابی ہریرۃ-
۲۰۔ صحیح بخاری- کتاف المناقب- باب اسماء النبی ﷺ-
۲۱۔ صحیح بخاری- باب ذکر ہند بنت عتبہ-
۲۲۔ اصابہ- سیرت حلبیہ-
۲۳۔ سیرت حلبیہ-
۲۴۔ صحیح بخاری- باب غزوۃ الطائف-
۲۵۔ اصابہ- ترجمہ ہبار بن اسود-
۲۶۔ اصابہ وغیرہ-
۲۷۔ صحیح بخاری- باب قتل حمزہ رضی اللہ عنہ-
۲۸۔ فاحش کے معنی ہیں کلام میں بالطبع فحش کرنے والا- اور متفحش کے معنی بتکلف فحش کرنے والا ہیں-
۲۹۔ شمائل ترمذی- باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ-
۳۰۔ صحیح بخاری- باب الادب- باب قول النبی ﷺ یَسِّرُوْا وَلاَ تُعَسِّرُوْا-
۳۱۔ صحیح بخاری- کتاب الادب- باب التبسم والضحک -
۳۲۔ ابوداؤد- کتاب الادب- باب فی التجاوز-
۳۳۔ دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم- مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن-
۳۴۔ صحیح مسلم- کتاب صلوٰۃ الاستسقاء-
۳۵۔ مشکوٰۃ بحوالہ مسلم- کتاب الامارۃ والقضاء-
۳۶۔ صحیح مسلم- باب فضل الجہاد-
۳۷۔ صحیح مسلم- باب دعاء النبی ﷺ لامتہ وبکائہ وشفقۃ علیہم-
۳۸۔ صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض- باب الصلوٰۃ عن من ترک الدنیا-
۳۹۔ صحیح بخاری- کتاب الجمعۃ- باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء اما بعد-
۴۰۔ صحیح بخاری- باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا-
۴۱۔ صحیح مسلم- باب شفقۃ النبی ﷺ علی امتہ-
۴۲۔ مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم- باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ-
۴۳۔ صحیح بخاری- کتاب المغازی- باب قصۃ دوس-
۴۴۔ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی- باب مناقب قریش وذکر القبائل-
۴۵۔ صحیح بخاری- تفسیر سورۂ دخان-
۴۶۔ صحیح بخاری- باب وفد بنی حنیفہ-
۴۷۔ سیرت ابن ہشام- اسر ثمامہ بن اثال الحنفی واسلامہ-

Marfat.com

۴۸؎ بخاری-باب الهدیۃ للمشرکین-

۴۹؎ نیلسن کی انسائیکلوپیڈیا-تحت لفظ-Women

۵۰؎ صحیح بخاری- کتاب النکاح- باب الغیرۃ-

۵۱؎ صحیح مسلم-باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق-

۵۲؎ مشکٰوۃ-باب قصہ حجۃ الوداع-

۵۳؎ بخاری-کتاب العلم-باب هل یجعل للنساء یوم علٰی حدۃ فی العلم-

۵۴؎ مشکٰوۃ-بحوالہ صحیح بخاری-باب الشفقۃ و الرحمۃ علی الخلق-

۵۵؎ مشکٰوۃ-بحوالہ احمد و ترمذی-باب الشفقۃ-

۵۶؎ مشکٰوۃ-بحوالہ احمد-باب الشفقۃ-

۵۷؎ طبقات ابن سعد جزء ثانی ص ا-

۵۸؎ مشکٰوۃ-بحوالہ صحیحین-باب الشفقۃ-

۵۹؎ ترمذی-ابواب الزہد-

۶۰؎ صحیح بخاری-کتاب الوضوء-باب بول الصبیان-

۶۱؎ صحیح بخاری-کتاب الادب-باب رحمۃ الولد وتقبیلہ-

۶۲؎ صحیح مسلم-طیب ریحہ ﷺ-

۶۳؎ صحیح بخاری-کتاب الاستیذان-باب التسلیم علی الصبیان-

۶۴؎ مشکٰوۃ بحوالہ مسلم-باب اداب السفر-

۶۵؎ صحیح بخاری-باب الثلٰثۃ علی الدابۃ-

۶۶؎ ابوداؤد-کتاب الجهاد-باب من قال انه یاکل مماسقط-

۶۷؎ صحیح مسلم-باب فضل المدینۃ-

۶۸؎ صحیح بخاری-کتاب الادب-باب رحمۃ الولد وتقبیلہ-

۶۹؎ صحیح بخاری-کتاب الادب-باب من ترك صبیۃ غیرہ حتّٰی تلعب بہ-

۷۰؎ صحیح بخاری-کتاب اللباس-باب مایدعی لمن لبس ثوبا جدیدًا-

۷۱؎ مسند دارمی-صفحہ اول-

۷۲؎ تنزل وزوال رومۃ الکبرٰی-جلد اول-باب ۱۴-

۷۳؎ مشکٰوۃ-کتاب العتق-

۷۴؎ مشکٰوۃ بحوالہ احمد وابوداؤد-باب النفقات وحق المملوک-

۷۵؎ مشکٰوۃ بحوالہ مسلم-باب النفقات وحق المملوک-

۷۶؎ دیکھو ابوداؤد-کتاب الادب-باب فی حق المملوک-

Marfat.com

۷۷۔ دیکھو ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی حق المملوک۔

۷۸۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول بحوالہ ابوداؤد۔

۷۹۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول بحوالہ ابوداؤد۔

۸۰۔ مشکوٰۃ بحوالہ۔ ابوداؤد۔ باب النفقات وحق المملوک۔

۸۱۔ مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ کتاب الصید والذبائح۔

۸۲۔ مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد۔ باب آداب السفر۔

۸۳۔ صحیح مسلم۔ باب مراعات مصلحۃ الدواب فی السیر۔

۸۴۔ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی وابوداؤد۔ کتاب الصید والذبائح۔

۸۵۔ تیسیر الوصول بحوالہ بخاری ومسلم۔

۸۶۔ تیسیر الوصول۔ بحوالہ مالک وبخاری ومسلم وابوداؤد۔

۸۷۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ ترمذی وابوداؤد۔ باب ذکر الکلب۔

۸۸۔ مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم۔ کتاب الصید والذبائح۔

۸۹۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ کتاب الصید والذبائح۔

۹۰۔ مرقات۔ بحوالہ احمد وشیخین ونسائی۔ کتاب الصید والذبائح۔

۹۱۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ ابوداؤد۔ باب قتل اہل الردۃ۔

۹۲۔ مرقات۔ بحوالہ مسند بزاء۔ جزء رابع۔ ص ۲۳۹۔

۹۳۔ مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد۔

۹۴۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ شرح السنۃ۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ۔

۹۵۔ مشکوٰۃ۔ کتاب الآداب۔ باب القیام۔

۹۶۔ صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً (الآیہ)

۹۷۔ مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ۔

۹۸۔ مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الآداب۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ۔

۹۹۔ رکوسیہ گروہے است میان ترسایاں وصائبین۔

۱۰۰۔ سیرت ابن ہشام امر عدی بن حاتم۔

۱۰۱۔ مشکوٰۃ۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ۔

۱۰۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب حسن الخلق والسخاء۔

۱۰۳۔ مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ۔

۱۰۴۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب الکبر۔

۱۰۵۔ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ۔

Marfat.com

۱۰۶ شمائل ترمذی-باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ -(اس کی قیمت چار درہم تھی)
۱۰۷ صحیح بخاری-کتاب الجہاد-باب الردف علی الحمار-
۱۰۸ سیرت ابن ہشام-
۱۰۹ طبقات ابن سعد-غزوۂ بدر-مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ-باب آداب السفر-
۱۱۰ مشکوٰۃ-بحوالہ ترمذی-باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ-
۱۱۱ صحیح بخاری-کتاب الادب-باب لم یکن النبی ﷺ فحاشا و لا متفحشا-
۱۱۲ صحیح بخاری-باب لم یکن النبی ﷺ فحاشا و لا متفحشا-
۱۱۳ مواہب لدنیہ بحوالہ سیرت محب طبری-
۱۱۴ ابن ماجہ-باب القدید-
۱۱۵ مواہب لدنیہ-
۱۱۶ ابوداؤد-کتاب الادب-باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان-
۱۱۷ مشکوٰۃ-بحوالہ صحیحین-کتاب الآداب-باب المزاح-
۱۱۸ دیکھو مشکوٰۃ-باب المزاح اور شمائل ترمذی باب ماجاء فی مزح رسول اللہ ﷺ-
۱۱۹ شمائل ترمذی-باب ماجاء فی مزاح رسول اللہ ﷺ-
۱۲۰ صحیح بخاری-کتاب العلم-باب متیٰ یصح سماع الصغیر-
۱۲۱ استیعاب لابن عبد البر-ترجمہ زینب بنت ابی سلمہ-
۱۲۲ صحیح بخاری-کتاب الادب-باب حسن الخلق والسخاء-
۱۲۳ شمائل ترمذی-باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ-
۱۲۴ صحیح بخاری-کتاب الجہاد-باب ما اقطع النبی ﷺ من البحرین-
۱۲۵ بخاری-باب غزوۃ الطائف-
۱۲۶ مشکوٰۃ-باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ-فصل اول-
۱۲۷ جامع ترمذی-باب ماجاء فی اعطاء المؤلفۃ قلوبہم-
۱۲۸ صحیح بخاری-کتاب الجہاد-باب الشجاعۃ فی الحرب والجبن-
۱۲۹ صحیح بخاری-کتاب الاستقراض-باب اداء الدیون-
۱۳۰ صحیح بخاری-کتاب التہجد-باب یفکر الرجل الشئ فی الصلوٰۃ-
۱۳۱ صحیح بخاری-کتاب اللباس-باب البرود والحبرۃ-
۱۳۲ صحیح مسلم-باب المومن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء-اس مہمان کا نام غالباً نضلہ بن عمرو غفاری تھا-
۱۳۳ ابوداؤد-جلد ثانی-کتاب الخراج والفئ-باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین-
۱۳۴ صحیح بخاری-کتاب البیوع-باب شری الدواب والحمیر-باب اذا اشتری شیئًا فوھب من ساعتہ قبل ان یتفرقا

Marfat.com

۱۳۵ مشکوۃ بحوالہ ترمذی - باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ -

۱۳۶ صحیح بخاری - کتاب الادب - باب حسن الخلق والسخاء -

۱۳۷ صحیح مسلم - غزوۂ حنین -

۱۳۸ صحیح بخاری - غزوۂ خندق -

۱۳۹ سیرت ابن ہشام -

۱۳۹ مواہب لدنیہ -

۱۴۰ صحیح بخاری - باب ماکان النبی ﷺ واصحابه یا کلون -

۱۴۱ مشکوۃ بحوالہ صحیحین - باب فضل الفقر -

۱۴۲ صحیح بخاری - کتاب الرقاق - باب فضل الفقر -

۱۴۳ صحیح بخاری - باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابه -

۱۴۴ مشکوۃ بحوالہ ترمذی - باب فضل الفقراء -

۱۴۵ صحیح بخاری - کتاب الرقاق - باب فضل الفقر -

۱۴۶ صحیح بخاری - کتاب المغازی - باب وفات النبی ﷺ -

۱۴۷ صحیح مسلم - باب بیان ان تخییره امراته لا یکون طلاقًا الا مالنیة - صحیح بخاری - کتاب النکاح باب موعظة الرجل ابنتهٔ لحال روجها -

۱۴۸ جامع ترمذی - ابواب الزہد -

۱۴۹ صحیح بخاری - کتاب الحیض - باب هل یصلی المرأة فی ثوب حاضت فیه - ابوداؤد - باب المرأة تغسل ثوبها الذی تلبسها فی غیضها -

۱۵۰ عصب کے معنی میں اختلاف ہے - بعض کہتے ہیں کہ ایک بحری جانور کے دانت کو عصب کہتے ہیں - جس کو تراش کر منکے بنائے جاتے ہیں - عصب کے معنی پٹھے کے بھی ہیں - ممکن ہے کہ بعض حیوانات کے پٹھوں کو خشک کر کے کتر کر منکے بنا لیتے ہوں - واللہ اعلم بالصواب -

۱۵۱ مشکوۃ بحوالہ احمد وابوداؤد - کتاب اللباس - باب الترجل -

۱۵۱ صحیح بخاری - کتاب الھبتہ - باب ہدیۃ ما یکرہ لبسہا -

۱۵۲ ابوداؤد - کتاب الاطعمہ - باب الرجل [illegible] مکروہا -

۱۵۳ ابوداؤد - کتاب اللباس - باب [illegible]

۱۵۴ مشکوۃ بحوالہ امام احمد - کتاب الرقاق -

۱۵۵ مواہب لدنیہ بحوالہ طبرانی -

۱۵۶ جامع ترمذی - ابواب الزہد - باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ -

۱۵۷ صحیح بخاری - کتاب الجہاد - باب ماذکر من درع النبی ﷺ - وعصاہ وسیفہ الخ -

Marfat.com

۱۵۸ صحیح بخاری- کتاب الرقاق- باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما اعلم- الخ-

۱۵۹ شمائل ترمذی- باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ ﷺ-

۱۶۰ شمائل ترمذی- باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ ﷺ- روایت ابوذر میں ہے کہ وہ آیت یہ ہے- اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سنن ابن ماجہ- باب ماجاء فی القراءۃ فی صلوٰۃ اللیل)

۱۶۱ مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد- باب صلوٰۃ اللیل-

۱۶۲ شمائل ترمذی- باب ماجاء فی بکاء رسول اللہ ﷺ-

۱۶۳ صحیح بخاری- باب مایذکر من صوم النبی ﷺ وافطارہ

۱۶۴ شرح ہمزیہ لابن حجر التیمی بحوالہ ابن اسحاق وابن راہویہ وابویعلیٰ وطبرانی وبیہقی وابونعیم-

۱۶۵ صحیح بخاری- باب علامات النبوۃ فی الاسلام-

۱۶۶ معجم صغیر طبرانی- اسم محمد-

۱۶۷ معجم صغیر طبرانی- اسم عبدان شروع-

۱۶۸ مستدرک حاکم- کتاب الاحکام- قصہ سرق رضی اللہ عنہ-

۱۶۹ صحیح بخاری- کتاب الانبیاء-

۱۷۰ ابوداؤد- باب القود بغیر حدید-

۱۷۱ سیرت ابن ہشام- حدیث بنیان الکعبۃ-

۱۷۲ ترمذی- باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل-

۱۷۳ مشکوٰۃ شریف- باب فضل الصدقۃ-

۱۷۴ خصائص کبریٰ للسیوطی- بحوالہ ابن ابی شیبہ- وبیہقی وابی نعیم- جزء اول ص ۱۱۴-

۱۷۵ صحیح بخاری- تفسیر سورۂ شعرا-

۱۷۶ ابوداؤد- باب فی الامام یستجن بہ فی العہود-

۱۷۷ بخاری- باب اثم من قتل معاہداً بغیر جرم-

۱۷۸ ابوداؤد- کتاب الادب- باب العدۃ-

۱۷۹ شمائل ترمذی- باب ماجاء فی حیاء رسول اللہ ﷺ-

۱۸۰ شمائل ترمذی- باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ-

Marfat.com

جلد دوئم

ساتواں باب

آنحضرت ﷺ کے معجزوں کا بیان

اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانوں میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے اپنے پیارے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے۔ اوران کی رسالت کے ثبوت کے لیے بطور دلائل ان کو معجزات عنایت کئے۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جسے کوئی نہ کوئی معجزہ عطا نہ ہوا ہو۔ مگر حضور اقدس ﷺ کے معجزات اکثر واقویٰ واظہر واشہر ہیں۔ کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان کے افراد کا احاطہ انسانی طاقت سے خارج ہے۔ قرآن کریم کو دیکھئے، کہنے کو تو ایک معجزہ ہے۔ مگر اس میں ہزارہا معجزے ہیں۔ کیونکہ فصحائے قریش سے قرآن کی کسی ایک سورت کا معاوضہ طلب کیا گیا، تو وہ عاجز آ گئے۔ اب جائے غور ہے کہ قرآن میں چھوٹی سے چھوٹی سورت کوثر ہے۔ جس میں دس سے کچھ اوپر کلمات ہیں بقول بعض قرآن میں ۷۷۹۳۴ کلمے ہیں۔ پس اگر سورت کوثر کی مقدار کلمات قرآن کے اجزاء بنائے جائیں تو قریباً سات ہزار ہوں گے جن میں سے ہر ایک جزء فی نفسہٖ معجزہ ہوگا۔ پھر اگر بلاغت واسلوب واخبار غیب وغیرہ وجوہ اعجاز پر غور کیا جائے تو سات ہزار کی تضعیف ہوتی جائے گی۔ پس آپ حساب کرلیں کہ ایک قرآن کریم میں کتنے معجزے ہیں۔ ہم اس مضمون کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ دو فصلوں میں لکھتے ہیں۔

فصل اول

اعجاز القرآن کا بیان

حضور اقدس ﷺ سے پہلے دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اپنے زمانے میں معجزات دکھائے۔ مگر ان معجزات کا وجود صرف ان کی حیات دنیوی تک رہا۔ علاوہ ازیں ان کے

Marfat.com

معجزات عموماً حسی تھے۔ جن کو فقط حاضرین وقت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مثلاً عصائے موسوی کو اگر دیکھا، تو اس وقت کے حاضرین نے۔ ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا اگر مشاہدہ کیا تو اس وقت کے موجودین نے۔ اور مائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اگر ملاحظہ کیا تو حاضرین وقت نے۔ مگر حضور اقدس ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔ اور ہر زمانے میں ہر صاحب عقل سلیم اس کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھ سکے گا۔ چنانچہ جب کفار نے آنحضرت ﷺ سے پہلے نبیوں کے سے حسی معجزے طلب کئے تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (عنکبوت۔ ع۵)

کیا ان کو بس نہیں کہ ہم نے اتاری تجھ پر کتاب جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ اگر کفار واقعی طالب حق ہیں تو ہم نے تجھے قرآن مجید ایک ایسا معجزہ عطا کیا ہے کہ جس کی موجودگی میں ان معجزوں کی ضرورت نہیں جو از روئے تعنت وعناد تجھ سے طلب کرتے ہیں۔ یہ قرآن ہر مکان و ہر زمان میں منکرین پر پڑھا جاتا ہے اور پڑھا جائے گا۔ لہٰذا یہ زندہ معجزہ تاقیامت ان کے ساتھ رہے گا۔ اور دوسرے معجزوں کی طرح نہیں کہ وجود میں آئے اور جاتے رہے۔ یا ایک مکان میں ہوئے اور دوسرے میں نہ ہوئے۔ اسی مطلب کو امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں یوں ادا کیا ہے ؎

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْجَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

ہیں ہمارے پاس باقی آج تک وہ آیتیں
معجزے اور انبیاء کے ہوگئے سب کالعدم

حضور اقدس ﷺ کی نبوت کی سب سے بڑی سب سے اشرف اور سب سے واضح دلیل یہی قرآن مجید ہے۔ وجہ یہ کہ معجزات عموماً اس وحی کے مغائر ہوا کرتے تھے۔ جو کسی نبی پر نازل ہوتی تھی۔ اور وہ نبی اس وحی کی صداقت پر معجزے کو بطور شاہد پیش کرتا تھا۔ مگر قرآن کریم وحی ہے اور معجزہ بھی۔ اسی لیے یہ اپنا شاہد خود آپ ہے اور کسی دوسری دلیل کا محتاج نہیں ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب
گر دلیلت باید ازوے رو متاب

حدیث مـا مـن الانبیـاء کے یہی معنی ہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمادیا کہ جب معجزہ نفس وحی ہو تو بوجہ اتحاد دلیل و مدلول وہ دلالت میں اوضح واقویٰ ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے والے زیادہ ہوتے ہیں اسی واسطے قرآن کریم پر ایمان لانے والے ہر زمانے

Marfat.com

میں بکثرت رہے اور رہیں گے خلاصہ کلام یہ کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت قرآن مجید پر مبنی ہے۔
چنانچہ خود قرآن مجید میں وارد ہے:-

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ	بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتارا قرآن
لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۔	اپنے بندے پر کہ ہو جہان والوں کے لیے
(فرقان شروع)	ڈرانے والا۔

اور قرآن کریم کے وحی الٰہی ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل مغائر کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا ہم قرآن ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ وجوہ ذیل سے اس کا معجزہ ہونا ثابت ہے:-

اعجاز القرآن کی پہلی وجہ

فصاحت و بلاغت

وجوہ اعجاز میں سب سے اعلیٰ اور مقدم قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے جو خارقِ عادت عرب ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں فصاحت و بلاغت میں عرب کا وہ پایہ تھا کہ کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ ان کا نام ہی بتا رہا ہے کہ اس فن میں ان کو کس قدر مزاولت تھی۔ مہمات امور میں وہ اس فن کے عجائبات بداہتہً ظاہر کیا کرتے تھے۔ محافل و مجالس میں فی البدیہہ خطبے پڑھ دیا کرتے تھے۔ اور گھمسان کے معرکوں میں طعن وضرب کے درمیان رجز پڑھا کرتے تھے اور مطالب عالیہ کے حصول میں بھی اپنی سحر بیانی سے کام لیتے تھے۔ اس فن سے وہ بزدل کو دلیر بخیل کو سخی، ناقص کو کامل، گمنام کو نامور اور مشکل کو آسان کر دیتے تھے۔ جسے چاہتے مدح سے شریف اور ہجو سے وضیع بنا دیتے۔ اور اسی سے کینہ دیرینہ دلوں سے دور کر کے بیگانے کو اپنا بنا لیتے۔ انہیں یقین تھا کہ اقلیم سخن کے مالک اور میدان فصاحت و بلاغت کے شہسوار ہم ہی ہیں۔ اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی کلام ہمارے کلام سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔

فصاحت و بلاغت کے اس کمال پر ان کی روحانی حالت نہایت ہی گری ہوئی تھی۔ وہ عموماً بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ خانۂ خدا کو انہوں نے بتخانہ بنایا ہوا تھا۔ بعضے آگ کی پرستش کرتے تھے۔ کچھ لوگ ستاروں اور سورج اور چاند کو پوجتے تھے۔ بعضے تشبیہ کے قائل تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور بعض کو خدا کی ہستی ہی سے انکار تھا۔ اوامر و نواہی کی انہیں مطلق خبر نہ تھی۔ اور نہ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب تھی۔ دین ابراہیمی بجز چند رسوم کے بالکل مفقود تھا۔

Marfat.com

قساوتِ قلب کا یہ عالم تھا کہ بعضے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے۔ وہ شب و روز زنا کاری، شراب خوری، قمار بازی اور قتل و غارت گری میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے درمیان جو اہلِ کتاب موجود تھے ان کی حالت بھی دگرگوں تھی۔ اور ان کی کتابیں بھی محرف ہو چکی تھیں۔ یہود حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور نصاریٰ تین خدا مانتے تھے اور مسئلہ کفارہ کی آڑ میں اعمالِ حسنہ کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔ غرض ملک عرب میں ساری دنیا کے مذاہب باطلہ اور عقائد قبیحہ موجود تھے۔ مشرکین وہاں تھے۔ آتش پرست، ستارہ پرست، آفتاب پرست، ماہتاب پرست اور درخت پرست وہاں تھے۔ نصاریٰ وہاں تھے۔ یہود وہاں تھے۔ مشبہہ و مجسمہ وہاں تھے۔ تناسخیہ وہاں تھے۔ دہریہ وہاں تھے۔

نظر بحالات مذکورہ بالا اس امر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ایسے مرکز میں خدا کی طرف سے ایک کامل طبیب روحانی ساری دنیا کے لیے مبعوث ہو چنانچہ حسب عادت الٰہی ان کے پاس اللہ کا ایک کامل بندہ آیا۔ اور ایک کامل کتاب لایا۔ جس میں قیامت تک ہر زمانے اور ہر قوم کے تمام روحانی امراض کا خدائی نسخہ درج تھا۔ اس طبیب روحانی سے وہ پہلے ہی آشنا تھے۔ کیونکہ وہ اللہ کا پیارا، خاتم سلسلہ انبیاء انہیں میں سے تھا۔ انہیں کے درمیان پیدا ہوا اور انہیں کے درمیان پرورش پائی۔ ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک ہی میں تھا کہ والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ جب چھ سال کا ہوا تو والدہ ماجدہ نے بھی اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔ بعد ازاں دادا اور چچا یکے بعد دیگرے اس کی پرورش کے متکفل ہوئے۔ اس طرح اس دُرِ یتیم کی تعلیم کا کوئی سامان نہ ہوا۔ نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مکہ میں نہ کوئی مدرسہ تھا، نہ کتب خانہ اور نہ وطن سے باہر کسی دوسری جگہ جا کر تعلیم پانے کا اتفاق ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو اہلِ مکہ سے کب پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ غرض چالیس سال کی عمر تک وہ بندہ کامل اُمیوں میں اُمی مگر صدق و امانت میں مشہور رہا۔ پھر یکا یک استاد ازل کی تعلیم سے منصب نبوت پر سرفراز ہوا۔

اس اُمی لقب امین نے جو کتاب اپنی نبوت کے ثبوت میں اپنے ہموطنوں کے سامنے پیش کی وہ انہی کی زبان میں تھی۔ اور اسی فن میں ان سے معارضہ طلب کیا جس میں وہ نقارۂ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ بجا رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں افصح الفصحاء، ابلغ البلغاء، مصاقع الخطباء اور اشعر الشعراء موجود تھے۔ مگر جب معارضہ کے لیے وہ کتاب پیش کی گئی تو ان کی عقلیں چکرا گئیں۔

اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود قلت اتباع کے کھلے الفاظ میں یوں فرما دیا کہ اگر تمام انس

Marfat.com

و جن مل کر اس کا معارضہ کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے۔ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۰) پھر بطور ارخاء عنان کہہ دیا کہ سارا نہیں تو ایسی دس سورتیں ہی بنا لاؤ (ہود۔ ع ۲) پھر اتمام حجت کے لیے فرما دیا کہ دس نہیں تو ایسی ایک ہی سورت پیش کرو (یونس۔ ع ۴) اس طرح وہ اللہ کا پیارا دو جہان میں ہم گنہ گاروں کا سہارا مکہ مشرفہ میں لگا تار دس سال کفار سے طلب معارضہ فرماتا رہا۔ پھر جب حکمِ الٰہی سے ہجرت فرما کر مدینے میں رونق افروز ہوا تو وہاں بھی دس سال فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ سے تحدی کرتا رہا۔ اور ساتھ ہی وَلَنْ تَفْعَلُوْا سے انہیں چونکاتا اور اکساتا رہا۔

اس عرصۂ دراز میں اس ختم المرسلین نے اسی تحدی پر اکتفا نہ کیا بلکہ عرب جیسی قوم کو جس کی حمیت جاہلیہ مشہور ہے مجالس میں علیٰ رؤس الاشہاد یوں پکار کر فرما دیا کہ تم گمراہ ہو۔ تمہارے آباد اجداد گمراہ تھے۔ تمہارے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں۔ تمہاری جانیں اور تمہارے مال مسلمانوں کے لیے مباح ہیں۔ بایں ہمہ انہوں نے معارضہ سے پہلوتہی کی۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اسلام کی شوکت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ ان کے شہر اسلام کے قبضے میں آ رہے تھے ان کی اولاد کو گرفتار کر کے غلام بنایا جا رہا تھا۔ ان کے بت توڑے جا رہے تھے۔ ان کے باپ دادا دوزخی بتائے جا رہے تھے۔ اس حالت میں اگر وہ ذرا سا معارضہ بھی کر سکتے تو اس ذلت کو ہرگز گوارا نہ کرتے۔ کیونکہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے عارضہ سے یہ تمام خواری و رسوائی دور ہو سکتی تھی۔ اور اسلام کی جمعیت و شوکت کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے پراگندہ ہو سکتا تھا۔ جمعیت کے باوجود ان کا بیس سال اس ذلت کو برداشت کرنا اور جلاوطنی اور جزیہ کو گوارا کرنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ معارضہ سے عاجز تھے۔ مگر اپنے عجز پر پردہ ڈالنے کے لیے قسم قسم کے عذر اور حیلے بہانے کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ کبھی اسے منظوم دیکھ کر شاعر کا قول یا کاہن کا قول بتاتے (حاقہ۔ ع۲) کبھی اپنی قدرت سے خارج دیکھ کر حیرت سے کہا کرتے کہ یہ تو صریح جادو ہے (سبا۔ ع ۵) کبھی اپنی جاہلیت کے سبب سے کہتے کہ چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ لیں۔ یہ تو پہلوں کے قصے کہانیاں ہیں (انفال۔ ع ۴) کبھی کہتے کہ یہ اضغاث احلام یعنی اڑتے خواب ہیں (انبیاء۔ ع۱) کبھی اس کی تاثیر روکنے کے لیے کہتے کہ شور مچاؤ اور سننے نہ دو۔ (حم سجدہ۔ ع۴) کبھی کہتے کہ قرآن سے ہمارے دل غلاف میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے (حم سجدہ۔ ع۴) کبھی کہتے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں میں یہ نہیں سنا۔ یہ تو بنائی بات ہے (ص۔ ع۱) اور کبھی اس رحمۃ للعٰلمین کو ساحر کذاب یعنی بڑا جھوٹا جادوگر (ص۔ ع۱) کبھی مسحور یعنی جادو مارا (فرقان۔ ع۱) کبھی معلم مجنون یعنی سکھایا ہوا باؤلا (دخان۔ ع۱) کبھی کاہن اور کبھی شاعر کہتے

Marfat.com

(طور-ع ۲) مگر ایسے حیلوں اور عذروں سے کیا بن سکتا تھا۔

چراغے را کہ ایزد برفروزد
ہر آں کو پف زند ریشش بسوزد

جب عرب کے کمال فصاحت و بلاغت کے زمانے میں فصحاء و بلغاء چھوٹی سے چھوٹی سورت کے معارضے سے عاجز آ گئے۔ تو ازمنہ مابعد کے عرب و عجم کا عجز خود ثابت ہو گیا۔ سیّدنا و مولنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی رسالت کی یہ کیسی دلیل ساطع اور برہان قاطع ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا۔ کوئی شخص اقصر سورت کے معارضہ پر قادر نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔

اگر ہم کسی انسان کے کلام کو خواہ وہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو مطالعہ کریں تو اختلاف مضامین، اختلاف احوال اور اختلاف اغراض سے ان کی فصاحت و بلاغت میں ظاہر فرق نظر آئے گا۔ مثلاً شعراء و خطبائے عرب جو فصاحت میں بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے بعضے مدح میں بہت بڑھ چڑھ کر اور ہجو میں معمول سے بہت گرے ہوئے اور بعضے اس کے برعکس ہیں۔ بعضے مرثیہ گوئی میں فائق اور غزل میں بھدے اور بعضے اس کے خلاف ہیں۔ اور بعضے رجز میں اچھے اور قصیدے میں خراب اور بعضے اس کے برعکس ہیں۔ بعضے کسی خاص شئے کے وصف میں اوروں سے سبقت لے گئے ہیں۔ چنانچہ امرؤالقیس گھوڑے اور عورت کے وصف ہیں۔ اعشیٰ شراب کے وصف ہیں۔ نابغہ ترہیب اور زہیر ترغیب میں مشہور ہیں۔ ذوالرمہ تشبیب و تشبیہ میں اچھا اور ریت، دوپہر، بیابان، پانی اور سانپ کے وصف میں بڑھ کر ہے مگر مدح و ہجا میں گرا ہوا ہے اسی سبب سے اسے فحول شعراء میں شمار نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ اس کے شعر میں ہرنوں کی مینگنیاں اور خالِ عروس ہیں۔ فردق اگرچہ صاحب غزل ہے مگر تشبیب میں اچھا نہیں۔ جریر اگرچہ عورتوں سے پرہیز کرنے والا ہے مگر تشبیب میں سب سے اچھا ہے اسی طرح شاعر اگر زہد کو بیان کرنے لگے تو قاصر رہ جائے۔ اگر کوئی لائق ادیب حلال و حرام کو بیان کرے تو اس کا کلام معمول سے گر جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس اختلاف احوال سے بھی انسان کا کلام متفاوت ہو جاتا ہے۔ مثلاً خوشی کے وقت کا کلام غصہ کے وقت کے کلام سے بلحاظ فصاحت مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح اختلاف اغراض کے سبب سے انسان کبھی ایک چیز کی مدح کرتا ہے اور کبھی مذمت۔ جس سے اس کے کلام میں ضرور فرق ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں فصحاء و بلغاء کا کلام فصل و وصل۔ علو و نزول۔ تقریب و تبعید وغیرہ میں متفاوت ہے۔ مثلاً بہت سے شعراء ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال کرنے اور ایک باب

Marfat.com

سے دوسرے باب کی طرف خروج کرنے میں ناقص ہیں۔ چنانچہ سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بحتری جو نظم میں اچھا ہے۔ نسیب سے مدیح کی طرف انتقال کرنے میں قاصر ہے۔ اس تمام کے برعکس قرآن کریم پر غور کیجئے۔ باوجودیکہ اس میں وجوہ خطاب مختلف ہیں۔ کہیں قصص و مواعظ ہیں۔ کہیں حلال وحرام کا ذکر ہے۔ کہیں اعذار و انداز کہیں وعدہ و وعید۔ کہیں تخویف و تبشیر۔ اور کہیں تعلیم اخلاق حسنہ ہے۔ مگر وہ ہر فن میں فصاحت و بلاحت و بلاغت کے خارق عادات اعلیٰ درجے میں ہے۔ اور اس میں کہیں اس منزلت علیا سے انحطاط نہیں پایا جاتا اور اول سے آخر تک مقصد واحد کے لیے ہے۔ اور وہ خلقت کو اللہ کی طرف بلانا اور دنیا سے دین کی طرف پھیرنا ہے۔ چنانچہ آیۂ ذیل میں اسی کی طرف اشارہ ہے:-

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۔ (نساء۔ع۱۱)

کیا غور نہیں کرتے قرآن میں۔ اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے۔ تو پاتے اس میں بہت تفاوت۔

مثال کے طور پر دیکھیے۔

ترغیب میں:-

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ (سجدہ۔ع۲)

سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھرا ہے ان کے واسطے جو ٹھنڈک ہے آنکھوں کی بدلہ اس کا جو کرتے تھے۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ یُطَافُ عَلَیْھِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَھَبٍ وَّاَکْوَابٍ ۚ وَفِیْھَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ (زخرف۔ع۷)

چلے جاؤ بہشت میں تم اور تمہاری عورتیں کہ بناؤ کر دیے جاؤ گے۔ لیے پھریں گے ان پر رکابیاں سونے کی اور آبخورے اور وہاں ہے جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پائیں۔ اور تم کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

ترہیب میں:-

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ وَکِیْلًا ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ

سو کیا تم نڈر ہو اس سے کہ دھنسا دے تم کو جنگل کے کنارے یا بھیج دے تم پر آندھی پھر نہ پاؤ تم اپنا کوئی کارساز یا نڈر ہو اس سے کہ پھر لے

Marfat.com

يُعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ لا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ۔(بنی اسرائیل۔ع ۷)

جائے تم کو دریا میں دوسری بار پھر بھیجے تم پر پتھراؤ ہوگا۔ پھر غرق کرے تم کو بدلے اس ناشکری کے پھر نہ پاؤ تم اپنی طرف سے ہم پر اس کا دعویٰ کرنے والا۔

ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ط فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝ (ملك ۔ ع ۲)

کیا نڈر ہو تم اس سے جو آسمان میں ہے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں۔ پس ناگاہ وہ جنبش کرے۔ یا نڈر ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ بھیجے تم پر پتھراؤ ہوا کا سو اب جانو گے کیسا ہے ڈرانا میرا۔

زجر میں:-

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ج وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

(عنکبوت۔ ع ۴)

پھر ہر ایک کو پکڑا ہم نے اس کے گناہ پر سو ان میں سے کوئی تھا کہ اس پر بھیجا ہم نے پتھراؤ ہوا کا۔ اور کوئی تھا کہ اس کو پکڑا چنگھاڑ نے۔ اور کوئی تھا کہ اس کو دھنسایا ہم نے زمین میں۔ اور کوئی تھا کہ اس کو ڈبو دیا ہم نے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرے۔ پر تھے وہ اپنا آپ برا کرتے۔

وعظ میں:-

اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ لا ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝

(شعراء۔ ع ۱۱)

بھلا بتلاؤ۔ اگر ہم فائدہ دیں ان کو کئی برس۔ پھر آئے ان پر (عذاب) جس کا ان سے وعدہ تھا۔ کیا کام آئے گا ان کے تمتع ان کا۔

الٰہیات میں:-

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ط وَكُلُّ شَيْءٍ

اللہ جانتا ہے۔ جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ۔ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں۔ اور ہر

Marfat.com

عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ○ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ○ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ○ (رعد ع ۲)	چیز اس کے نزدیک اندازہ پر ہے۔ وہ جاننے والا چھپے اور کھلے کا۔ عظیم الشان بلند۔ برابر ہے تم میں جو چپکے بات کہے اور جو کہے پکار کر۔ اور جو چھپنے والا ہے رات کو چلنے والا ہے دن کو۔

اسی طرح قرآن کریم کے فواتح وخواتم۔ مواضع فصل ووصل اور مواقع تحول وتنقل کو دیکھئے اس کے پڑھنے والوں کو خارق عادت بدیع تالیف کے سبب سے فصل بھی وصل معلوم دیتا ہے۔ اور ایک قصے سے دوسرے قصے کی طرف اور ایک شے سے دوسری شے کی طرف مثلاً وعدہ سے وعید اور ترغیب سے ترہیب کی طرف انتقال کرنے میں مختلف مؤتلف اور متبائن متناسب نظر آتا ہے۔

اس مقام پر بغرضِ توضیح قرآن کی فصاحت و بلاغت کے متعلق چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ سبع معلقات جو تمام عرب جاہلیت کا مایہ فخر و ناز تھے اور خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں تھے۔ قرآن شریف کے نازل ہونے پر اتار لیے گئے۔ یہ قصائد اب تک موجود ہیں۔ مگر سبع طوال کی جھلک سے اپنی آب وتاب سب کھو بیٹھے ہیں۔

حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ جو سبع معلقات کے شعراء میں سے تھے اسلام لے آئے تھے اور ساٹھ سال اسلام میں زندہ رہے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے سوائے ایک بیت کے کوئی شعر نہیں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان سے فرمایا کہ مجھے اپنے شعر سناؤ۔ اس پر آپ نے سورۂ بقرہ پڑھی اور عرض کیا۔ میں شعر نہیں کہنے کا جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سورۂ بقرہ سکھا دی ہے۔

ابوعبید قاسم بن سلام بغدادی (متوفی ۲۲۳ ھ) جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فقہ و حدیث ولغت میں امام ہیں حکایت کرتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین عرب نے کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا:-

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (حجر۔ ع ۶)	سو سنا دے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا۔

اس نے سنتے ہی سجدہ کیا۔ اور کہا کہ میں نے اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کیا ہے۔

ایک دفعہ کسی اعرابی نے یہ آیت سنی:-

فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا (یوسف۔ ع ۱۰)	پھر جب ناامید ہوئے اس سے۔ اکیلے بیٹھے مصلحت کو۔

کہنے لگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق اس کلام کی مثل پر قادر نہیں۔

امام اصمعی یعنی عبدالملک بن اصمع بصری (متوفی ۲۱۰ ھ) جو لغت ونحو وادب ونوادر میں امام

Marfat.com

ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک پانچ یا چھ سال کی لڑکی کو یہ کہتے سنا کہ میں اپنے تمام گناہوں سے استغفار کرتی ہوں۔ میں نے سن کر کہا۔ تو کس چیز پر استغفار کرتی ہے۔ تو تو مکلف ہی نہیں۔ وہ بولی:۔

استغفر اللہ لذنبی کلہ قتلت انسانا بغیر حلہ

مثل غزال ناعم فی دلہ انتصف اللیل ولم اصل لہ

میں نے کہا، اللہ تجھے مارے۔ تو کیسی فصیح ہے! وہ کہنے لگی۔ قرآن میں یہ آیت ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (قصص۔ ع ۱)	اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اس کا۔ تو ڈال دے اس کو دریا میں۔ اور ڈر مت اور غم مت کھا۔ بے شک ہم لوٹانے والے ہیں اس کو تیری طرف اور بنانے والے ہیں اس کو رسولوں سے۔

کیا اس آیت کے مقابل میرا یہ قول فصیح کہا جا سکتا ہے؟ اس ایک آیت میں دو امر، دو نہی، دو خبریں اور بشارتیں جمع ہیں۔

حکایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک روز مسجد نبوی میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے سرہانے کھڑا ہوا ایک شخص کلمہ شہادت پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس سے سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں بطارقہ روم میں سے ہوں۔ مجھے عربی زبانیں آتی ہیں۔ میں نے ایک مسلمان قیدی سے سنا کہ وہ آپ مسلمانوں کی کتاب میں سے ایک آیت پڑھ رہا تھا۔ میں نے اس آیت پر غور کیا۔ اس میں وہ احوال دنیا و آخرت جمع ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام پر نازل فرمائے۔ وہ آیت یہ ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۔ (نور۔ ع ۷)	اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچ کر چلے اس سے۔ سو وہی لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے۔

ابنِ مقنع نے جو فصاحت و بلاغت میں یگانہ روزگار تھا اور زمانہ تابعین میں تھا۔ قرآن شریف کے معارضہ میں کچھ لکھنا شروع کیا۔ ایک روز ایک مکتب پر سے اس کا گزر ہوا۔ جس میں ایک لڑکا یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

Marfat.com

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِىْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (هود ۔ ع ۴)

اور حکم آیا، اے زمین نگل جا اپنا پانی۔ اور اے آسمان تھم جا۔ اور خشک کیا گیا پانی اور تمام کیا گیا کام۔ اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر۔ اور حکم ہوا کہ دور ہوں قوم بے انصاف

وہ سن کر واپس آیا۔ اور جو کچھ لکھا تھا سب مٹا ڈالا۔ اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا معارضہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ یہ انسان کا کلام نہیں۔

یحیٰی بن الحکم الغزال نے جو بقول ذہبی دوسری اور بقول ابنِ حبان تیسری صدی ہجری میں اندلس میں فحول شعراء میں سے تھا۔ قرآن کے معارضے کا ارادہ کیا۔ ایک روز سورۂ اخلاص کا معارضہ کرنے لگا تو اس پر ہیبت طاری ہوگئی جو اس کی توبہ کا باعث ہوئی۔

امام ابنِ الجوزی (متوفی ۵۹۷ ھ) نے دفاء فی فضائل المصطفیٰ میں ذکر کیا ہے کہ امام ابنِ عقیل نے کہا کہ ابو محمد بن مسلم نحوی نے مجھ سے حکایت کی ہے کہ ہم اعجاز القرآن پر گفتگو کررہے تھے۔ وہاں ایک فاضل شیخ موجود تھا۔ اس نے کہا کہ قرآن میں ایسی کون سی چیز ہے جس سے فضلاء عاجز آجائیں۔ پھر وہ کاغذ دوات لیکر بالاخانے پر چڑھ گیا۔ اور وعدہ کیا کہ تین دن کے بعد قرآن کے معارضے میں کچھ لکھ کر لاؤں گا۔ جب تین دن گزر گئے تو ایک شخص بالاخانے پر چڑھا۔ اور اس کو سہارا لیے ہوئے اس حال میں پایا کہ اس کا ہاتھ قلم پر سوکھ گیا تھا۔

مسیلمہ کذاب نے قرآن کی بعض چھوٹی سورتوں کے معارضہ میں کچھ لکھا۔ مگر ایسا کہ اطفال مکتب بھی اسے دیکھ کر ہنسیں۔ سورۂ کوثر پر جو اس لعین نے لکھا تھا ہم انشاء اللہ اسے اس بحث کے اخیر میں لائیں گے۔ اور اس لعین کے کلام کی سخافت ظاہر کرنے کے لیے اس سورت کی وجہ اعجاز پر مفصل بحث کریں گے۔ اور مزید توضیح کے لیے قرآن کی فصاحت کے متعلق دو اور مثالیں پیش کریں گے۔

اعتراض

قرآن شریف میں انبیاء کرام کے قصے بار بار لائے گئے ہیں۔ چنانچہ بقول بعض حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ایک سو بیس جگہ ہے۔ اور بقول ابنِ عربی حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ پچیس آیتوں میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نوے آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ خلاف فصاحت ہے۔

جواب

وہ تکرار خلاف فصاحت ہوتی ہے جس میں کچھ فائدہ نہ ہو۔ مگر قصص قرآنی کی تکرار فوائد سے

Marfat.com

خالی نہیں۔ علامہ بدر بن جماعہ نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "المقتنص فی فوائد تکرار القصص" ہے۔ اس میں تکریر قصص کے کئی فائدے ذکر کیے ہیں۔

۱- ہر جگہ کچھ نہ کچھ زیادتی ہے جو دوسری جگہ نہیں۔ یا کسی نکتہ کے لیے ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ لایا گیا ہے۔ اور یہ بلغاء کی عادت ہے۔

۲- ایک جماعت ایک قصہ سن کر اپنے گھر چلی جاتی تھی۔ اس کے بعد دوسری جماعت ہجرت کر کے آتی تھی اور جو کچھ پہلی جماعت کے چلے جانے کے بعد نازل ہوتا اسے روایت کرتی۔ اگر تکرار قصص نہ ہوتی تو قصہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک قوم سنتی۔ اور قصہ عیسیٰ علیہ السلام کو دوسری قوم سنتی۔ اسی طرح باقی قصوں کا حال ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام لوگ ان قصوں کے سننے میں مشترک ہوں۔ تاکہ ایک قوم کو افادہ اور دوسری کو زیادہ تاکید حاصل ہو۔

۳- ایک ہی مضمون کو مختلف اسالیب میں بیان کرنے میں جو فصاحت ہے وہ پوشیدہ نہیں۔

۴- قصص کے نقل کرنے پر اس قدر دواعی نہیں جتنے کہ احکام کے نقل کرنے پر ہیں اس لیے احکام کے برعکس قصص کو بار بار لایا گیا ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ اور لوگ اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے۔ پھر ان کے عجز کے معاملہ کو اس طرح واضح کر دیا کہ ایک قصہ کو کئی جگہ ذکر کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ اس کی مثل لانے سے عاجز ہیں۔ خواہ کوئی سے الفاظ میں لائیں اور کسی عبارت سے تعبیر کریں۔

۶- جب اللہ تعالیٰ نے منکرین سے تحدی کی کہ اس کی مثل ایک سورت بنا لاؤ تو اگر ایک قصے کو ایک ہی جگہ ذکر کیا جاتا اور اسی پر کفایت کی جاتی۔ اہلِ عرب کہتے کہ تم ہی اس کی مثل ایک سورت پیش کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے ان کی حجت دور کرنے کے لیے ایک قصے کو کئی سورتوں میں نازل فرمایا۔

۷- جب ایک قصے کو بار بار ذکر کیا گیا اور ہر جگہ اس کے الفاظ میں کمی بیشی اور تقدیم و تاخیر کر دی گئی۔ اور مختلف اسلوب عمل میں لایا گیا تو یہ عجیب بات پیدا ہو گئی کہ ایک ہی معنی مختلف صورتوں میں جلوہ افروز ہوا۔ اور لوگوں کو اس کے سننے کی طرف کشش ہو گئی۔ کیونکہ ہر نئے امر میں لذت ہوتی ہے۔ اور اس سے قرآن مجید کا ایک خاصہ ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ باوجود تکرار کے لفظ میں کوئی عیب اور سننے کے وقت کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا۔ پس کلام الٰہی بندوں کے کلام سے ممتاز رہا۔

Marfat.com

اعتراض

مانا کہ ایک معنی کو مختلف لباس اور مختلف اسلوب میں ظاہر کرنے سے فصاحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ بلکہ یہ ابلغ ہے۔ مگر بعض جگہ ایک ہی جملہ بار بار لایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ شعراء میں اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۔ آٹھ بار لایا گیا ہے۔ اور سورۂ قمر میں وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۔ چار بار اور سورۂ رحمٰن میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ اکتیس بار۔ اور سورۂ مرسلات میں وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ دس بار مذکور ہے۔

جواب

ان سورتوں میں بھی تکرار آیت فائدہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ ہر جگہ متعلق مختلف ہے۔ تاکہ ہر خبر کے سننے کے بعد تجدید نصیحت و عبرت ہو۔ چنانچہ سورۂ شعراء میں ہر قصے کے بعد اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً الآیہ مذکور ہے۔ اور ہر دفعہ ایک نبی اور اس کی امت کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس نبی پر ایمان لانے والے سلامت رہے اور منکرین تباہ ہوئے۔ اور پھر بار بار بتلا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے رحم والا اور منکروں کے لیے عزیز یعنی زبردست ہے۔ تاکہ اس امت کے لوگ نصیحت پکڑیں۔ یہی حال سورۂ قمر میں تکرار آیت کا ہے۔ کیونکہ اس میں قصہ نوح و عاد و ثمود و لوط میں سے ہر ایک کے بعد وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ الآیہ مذکور ہے۔ تاکہ قرآن پڑھنے والے اس سے عبرت پکڑیں۔ اسی طرح سورۂ مرسلات میں ہر دفعہ ایک نشانی کے ذکر کے بعد آیا ہے کہ قیامت کے دن خرابی ہوگی ان لوگوں کے لئے جو اس نشان کو جھٹلانے والے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ سورۂ رحمٰن میں ہر بار مختلف نعمتوں کے ذکر کے بعد فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ آیا ہے تاکہ لوگ سن کر ہدایت پائیں۔ جیسا کہ ایک ناشکرگزار محسن الیہ کو محسن کہے۔ کیا تو فقیر نہیں تھا۔ میں نے تجھے امیر بنا دیا۔ آیا تجھے اس سے انکار ہے؟ کیا تو ننگا نہ تھا۔ میں نے تجھے لباس پہنا دیا۔ آیا تجھے اس سے انکار ہے؟ کیا تو گمنام نہ تھا۔ میں نے تجھے نامور کر دیا۔ آیا تجھے اس سے انکار ہے؟

کتب عہد عتیق میں مزمور ۱۳۶ میں یہی طرز پایا جاتا ہے جس کا عربی ترجمہ جو قسیس ولیم ہاج مل مدرس مدرسہ اسقفیہ کلکتہ نے کیا ہے وہ اس وقت ہمارے زیر نظر ہے۔ اس میں ہر آیت کے بعد اِنَّ رَحْمَتَهٗ اِلَی الْاَبَدِ اٹھائیس بار آیا ہے۔ بخوفِ طوالت ہم اس مزمور کو یہاں نقل نہیں کرتے۔

Marfat.com

اعجاز القرآن کی دوسری وجہ

نظم قرآن کا اسلوب بدیع

اگرچہ قرآن مجید کے الفاظ وحروف کلام عرب کی جنس سے ہیں۔ اور ان کی نظم ونثر میں مستعمل ہیں مگر اس کا اسلوب تمام اسالیب سے جدا ہے۔ اور انواع کلام (قصائد، خطب، رسائل، محاورہ) میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ بایں ہمہ سب انواع کے محاسن کا جامع ہے۔ اہلِ عرب انواع چہارگانہ کے سوا کوئی اور اسلوب وطرز نہ جانتے تھے۔ اور نہ کسی نئے طرز میں کلام کر سکتے تھے۔ پس ایک عجیب نرالے اسلوب کا آنحضرت ﷺ (جو امی تھے) کی زبان مبارک پر جاری ہونا عین اعجاز ہے۔

اس کتاب میں پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ ایک روز ولید بن مغیرہ نے قریش سے کہا کہ ایامِ حج قریب ہیں۔ عرب کے قبائل تم سے اس مدعی نبوت (حضرت محمد ﷺ) کی نسبت دریافت کریں گے۔ تم اس کی نسبت ایک رائے قائم کر لو۔ اس پر قریش نے مختلف رائیں پیش کیں۔ کہ وہ کاہن ہے۔ دیوانہ ہے۔ شاعر ہے۔ جادوگر ہے۔ ولید نے یکے بعد دیگرے ان تمام کی تردید کر کے کہا۔

''اللہ کی قسم! اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے۔ اس کلام کی اصل مضبوط جڑ والا درخت خرما ہے اور اس کی فرع پھل ہے۔ ان باتوں میں سے جو بات تم کہو گے وہ ضرور پہچان لی جائے گی کہ جھوٹ ہے۔ اس کے بارے میں صحت کے قریب تر قول یہ ہے کہ تم کہو۔ وہ جادوگر ہے اور ایسا کلام لایا ہے جو جادو ہے۔ اس کلام سے وہ باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں، میاں بیوی میں، خویش واقارب میں جدائی ڈال دیتا ہے۔''

اسی طرح ایک روز آنحضرت ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ قریش نے اپنے سردار عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور اس نے آپ پر کئی باتیں پیش کر کے کہا کہ ان میں سے ایک پسند کر لیجئے۔ آپ نے اس کے جواب میں سورۂ حٰم السجدہ کی شروع کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ عتبہ نے قریش سے جا کر کہا:۔

''اللہ کی قسم میں نے ایسا کلام سنا کہ اس کی مثل کبھی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم! وہ شعر نہیں۔ نہ جادو ہے نہ کہانت۔ اے گروہِ قریش! میرا کہا مانو۔ اس شخص کو کرنے دو جو کرتا ہے۔ اور اس سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے جو کلام اس سے سنا ہے اس کی بڑی عظمت وشان ہوگی۔ اگر عرب اس کو مغلوب کر لیں تو تم غیر کے ذریعے سے اس سے

Marfat.com

بچ گئے۔ اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے اور تم اس کے سبب سے خوش نصیب ہو جاؤ گے۔''

قریش یہ سن کر کہنے لگے کہ اس نے تو اپنی زبان سے تجھے بھی جادو کر دیا۔ عتبہ بولا کہ ''اس کی نسبت میری یہی رائے ہے۔ تم کرو جو چاہو۔''

صحیح مسلم میں حدیث اسلام ابوذر غفاری میں خود ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا۔ کہ مجھ کو مکہ میں ایک کام ہے۔ تو بکریوں کی حفاظت رکھنا۔ یہ کہہ کر انیس چلا گیا اور مکہ پہنچ گیا۔ دیر کے بعد واپس آیا۔ تو میں نے پوچھا، تو نے کیا کیا؟ وہ بولا میں مکہ میں ایک شخص سے ملا۔ جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے پوچھا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ وہ شاعر ہے، کاہن ہے۔ جادوگر ہے۔ پھر انیس ہی جو خود بڑا شاعر تھا، کہنے لگا:-

> ''اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہوا ہے۔ اس کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ میرے بعد کسی سے یہ نہ بن پڑے گا کہ کہے وہ کلام شعر ہے۔ اللہ کی قسم! وہ نبی سچے ہیں۔ اور کافر بیشک جھوٹے ہیں [۱]۔''

اس حدیث میں اس کے بعد یہ مذکور ہے۔ کہ یہ سن کر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام لائے۔ جب اپنے بھائی انیس کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت انیس اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئے۔ پھر تینوں اپنی قوم غفار میں آئے۔ آدھی قوم ایمان لے آئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو باقی بھی ایمان لے آئے۔ اس طرح قبیلہ اسلم بھی مسلمان ہو گیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

غفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کو بخش دے اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے۔

ابنِ سعد نے طبقات میں بروایت یزید بن رومان اور محمد بن کعب اور شعبی اور زہری وغیرہ روایت کیا ہے کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا۔ اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں۔ آپ نے انکا جواب

Marfat.com

دیا۔اس نے وہ سب کچھ یاد کرلیا۔ پھر آپ نے اسے دعوت اسلام دی وہ ایمان لے آیا اور اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا:-

''بے شک میں نے روم کا ترجمہ۔ فارس کا زمزمہ۔ عرب کے اشعار۔ کاہن کی کہانت اور ملوک حمیر کا کلام سنا ہے۔ مگر محمد (ﷺ) کا کلام ان کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ اس لیے تم میرا کہا مانو۔ اور اس سے بہرہ ور ہو جاؤ۔''

اس طرح بنو سلیم فتح مکہ کے سال مقام قدید میں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ وہ سات سو تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ ایک ہزار تھے۔ عباس بن مرداس اور انس بن عباس بن رعل اور راشد بن عبد ربہ انہیں میں تھے۔

قرآن مجید کے اسلوب بدیع کی نسبت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے:-

''قرآن کو متون کتب کی طرح بابوں اور فصلوں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ تاکہ تو ہر مطلب اس میں سے معلوم کر لے۔ یا ایک فصل میں مذکور ہو۔ بلکہ قرآن کو مکتوبات کا مجموعہ فرض کر۔ جس طرح کوئی بادشاہ اپنی رعایا کو بحسب اقتضائے حال ایک فرمان لکھے۔ اور کچھ مدت کے بعد دوسرا فرمان لکھے۔ اور اسی طرح لکھتا جائے۔ یہاں تک کہ بہت سے فرمان جمع ہو جائیں۔ پھر ایک شخص ان فرمانوں کو جمع کر کے ایک مجموعہ تیار کر دے۔ اسی طرح اس ملک علی الاطلاق نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے آنحضرت ﷺ پر مقتضائے حال کے موافق یکے بعد دیگرے سورتیں نازل فرمائیں اور آپ کے زمانہ مبارک میں ہر سورت الگ الگ محفوظ تھی۔ مگر سورتوں کو ایک جگہ جمع نہ کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تمام سورتوں کو ایک جلد میں خاص ترتیب سے جمع کیا گیا۔ اور اس مجموعہ کا نام مصحف رکھا گیا۔ اصحاب کرام کے درمیان سورتوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک سبع طوال دوسری مئین جن میں سے ہر ایک میں سو یا کچھ زیادہ آیتیں ہیں۔ تیسری مثانی جن میں سے ہر ایک میں سو آیتوں سے کم ہیں۔ چوتھی مفصل۔ اور مصحف کی ترتیب میں دو تین سورتیں جو مثانی میں سے ہیں مئین میں داخل کر دی گئیں کیونکہ ان کے سیاق کو مئین کے سیاق سے مناسبت ہے اسی طرح بعض دیگر اقسام میں بھی کچھ تصرف ہوا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کی کئی نقلیں کرا کے اطراف میں بھیج دیں۔ تاکہ ان سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ اور کسی دوسری ترتیب کی طرف مائل نہ ہوں۔ چونکہ سورتوں کا اسلوب بادشاہوں کے فرمانوں سے پوری پوری مناسبت رکھتا تھا۔ اس لیے ابتداء و انتہاء میں مکتوبات کے طریقہ کی رعایت کی گئی۔ جس طرح بعض مکتوبات کو خدا تعالیٰ کی

Marfat.com

حمد سے شروع کرتے ہیں۔اور بعض کو اس کے املاء کی غرض سے اور بعض کو مرسل اور مرسل الیہ کے نام سے شروع کرتے ہیں۔اور بعض رقعے اور خطوط بے عنوان ہوتے ہیں۔اور بعض مکتوبات طویل اور بعضے مختصر ہوتے ہیں۔اسی طرح خدا تعالیٰ نے بعض سورتوں کو حمد و تسبیح سے شروع کیا۔اور بعض کو اس کے املاء کی غرض کے بیان سے شروع کیا۔چنانچہ فرمایا۔ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (بقرہ شروع) سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا (نور شروع) اور قسم مشابہ ہے اس کے ھٰذا ماصالح فلان و فلان ۔ ھٰذا ما اوصٰی به فلان اور آنحضرت ﷺ نے واقعۂ حدیبیہ میں یوں تحریر فرمایا تھا۔ھٰذا ما قاضٰی علیه محمد ۔اور بعض کو مرسل اور مرسل الیہ کے ذکر سے شروع کیا۔چنانچہ فرمایا۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (زمر شروع) كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۔(ہود شروع) اور یہ قسم مشابہ ہے اس کے کہ لکھیں۔''حضرت خلافت کا حکم صادر ہوا'' یا لکھیں۔''فلاں شہر کے باشندوں کو حضرت خلافت کی طرف سے یہ آگاہی ہو'' اور آنحضرت ﷺ نے تحریر فرمایا۔ من محمد رسول اللّٰہ الی ھرقل عظیم الروم ۔اور بعض سورتوں کو رقعات و خطوط کے طور پر عنوان کے بغیر شروع کیا چنانچہ فرمایا۔اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ (منافقون شروع) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا (مجادلہ شروع) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (تحریم شروع) چونکہ عرب کی سب سے مشہور فصاحت قصیدے تھے۔اور قصیدوں کے شروع میں تشبیب میں عجیب مواضع اور ہولناک وقائع کا ذکر کرنا ان کی قدیم رسم تھی۔اس لیے اس اسلوب کو بعض سورتوں میں اختیار کیا۔ چنانچہ فرمایا۔وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۔(صافات شروع) وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۔ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۔(زاریات شروع) اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۔ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۔ (تکویر شروع) جس طرح مکتوبات کے اواخر کو جوامع کلم اور نوادر وصایا اور احکام سابقہ کی تاکید اور مخالفین احکام کی تہدید پر ختم کرتے تھے اسی طرح سورتوں کے اواخر کو جوامع کلم اور منابع حکم اور تاکید بلیغ اور تہدید عظیم پر ختم فرمایا۔اور کبھی سورت کے درمیان بڑے بڑے فائدے والے بدیع الاسلوب بلیغ کلام کو ایک طرح کی حمد و تسبیح سے یا نعمتوں اور عطایائے نعمت کے ایک طرح کے بیان سے شروع کیا ہے۔چنانچہ خالق و مخلوق کے مراتب میں تباین کے بیان کو سورۂ نمل کے اثناء میں آیہ (قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ ءٰٓاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ) سے شروع کیا۔اور اس کے بعد پانچ آیتوں میں اس مدعا کو نہایت ہی بلیغ وجہ اور نہایت ہی بدیع اسلوب سے

Marfat.com

بیان فرمایا۔اور بنی اسرائیل کے مخاصمہ کوسورۂ بقرہ کے اثناء میں الفاظ (یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ) سے شروع فرمایااوران ہی الفاظ پرختم کیا۔پس اس مخاصمہ کااس کلام سے شروع کرنا اوراسی کلام پرختم کرنا کمال درجہ کی بلاغت ہے۔اسی طرح یہود ونصاریٰ کے مخاصمہ کوسورۂ آل عمران میں آیہ(اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ) سے شروع فرمایا۔تاکہ محل نزاع معین ہوجائے۔ اورقیل وقال کاتوارداس مدعاپرواقع ہو۔ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِحَقِیۡقَةِ الۡحَالِ۔انتہیٰ

اعجاز القرآن کی تیسری وجہ

غیب کی خبریں

قرآن میں پہلے نبیوں اورگزشتہ امتوں اورقرون ماضیہ کے قصے مذکورہیں۔مثلاً حضرت آدم وحوا کاقصہ۔حضرت نوح وطوفان کاقصہ۔حضرت ابراہیم وسارہ کاقصہ۔حضرت اسحاق اورحضرت لوط کے حالات۔حضرت مریم وتولدمسیح کاقصہ۔ابتدائے پیدائش کاحال۔ان میں بعض قصے جو علمائے اہلِ کتاب کوبھی شاذونادرہی معلوم تھے۔یہود کے سوال کرنے پربتائے گئے۔مثلاً اصحابِ کہف کاقصہ۔ذوالقرنین کاقصہ۔حضرت یوسف اوران کے بھائیوں کاقصہ۔حضرت موسیٰ وخضر کا قصہ۔یہ تمام قصے قرآن مجید میں کتب سابقہ الہامیہ کے مطابق مذکورہیں۔

قرآن میں شرائع سابقہ کے احکام مذکورہیں۔مثلاً سورہ مائدہ رکوع اول میں ہے

حُرِّمَتۡ عَلَیۡكُمُ الۡمَیۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالۡمُنۡخَنِقَةُ ۔

حرام ہواتم پرمردہ اورلہواورگوشت سورکااورجس چیزپرنام لیاگیااللہ کے سواکااورجومرگیاگلاگھٹ کر

اعمال باب ۱۵۔آیہ ۲۹ میں ہے:۔

”تم بتوں کے چڑھاؤں اورلہواورگلاگھونٹی ہوئی چیزوں اورحرام کاری سے پرہیز کرو۔“

اس آیت میں جوسورکے گوشت کی جگہ حرام کاری لکھاہے درست نہیں کیونکہ اس مقام پر حلال وحرام خوراک کاذکرہے۔حرام کاری سے کیاعلاقہ۔

قرآن میں بعض احکام بحوالہ کتب الہامیہ سابقہ مذکورہوئے ہیں۔مثلاً سورۂ مائدہ رکوع ۷ میں ہے:۔

Marfat.com

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۔

اور لکھ دیا ہم نے ان پر قصاص اس کتاب (تورات) میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت۔اور زخم کا بدلہ برابر۔

تورات کتاب الخروج باب ۲۱ آیہ ۲۳۔۲۵ میں یوں ہے:-

''جان کے بدلے جان۔اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔دانت کے بدلے دانت۔ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔پاؤں کے بدلے پاؤں۔جلانے کے بدلے جلانا۔زخم کے بدلے زخم۔چوٹ کے بدلے چوٹ۔''

بعض احکام یہود کے طعن کے جواب یا ان کے انکار کی تردید میں وارد ہوئے ہیں۔چنانچہ سورۂ آل عمران رکوع ۱۰ میں ہے:-

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو۔مگر جو حرام کر لی تھیں اسرائیل (یعقوب) نے اپنی جان پر تورات نازل ہونے سے پہلے۔تو کہہ، لاؤ تورات اور پڑھوا سے اگر سچے ہو۔

اس آیت کا شان نزول موضح القرآن میں یوں لکھا ہے۔''یہود آنحضرت ﷺ سے کہتے کہ تم کہتے ہو۔ہم ابراہیم کے دین پر ہیں۔اور ابراہیم کے گھرانے میں جو چیزیں حرام ہیں سو کھاتے ہو۔جیسا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ۔اللہ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں سب ابراہیم کے وقت میں حلال تھیں۔یہاں تک کہ تورات نازل ہوئی۔تورات میں خاص بنی اسرائیل پر حرام ہوئی ہیں۔مگر ایک اونٹ، کہ تورات سے پہلے حضرت یعقوب نے اس کے کھانے سے قسم کھائی تھی۔ان کی تبعیت سے ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔اور قسم کا سبب یہ تھا کہ ان کو ایک مرض (عرق النساء) ہوا تھا۔انہوں نے نذر کی کہ اگر میں صحت پاؤں تو جو میری بہت بھاؤ کی چیز ہے وہ چھوڑ دوں گا۔ان کو یہی بہت بھاتا تھا، سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔''

اسی طرح خود یہود پر جو چیزیں حرام تھیں ان کی نسبت وہ کہتے کہ یہ ہم ہی پر حرام نہیں ہوئیں۔بلکہ حضرت نوح و حضرت ابراہیم اور پہلی امتوں پر بھی حرام تھیں۔ان کے اس خیال کی تردید آیۂ

Marfat.com

ذیل میں مذکور ہے:-

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (انعام ۔ ع ۱۸)

اور ان پر ہم نے حرام کیا تھا ہر ناخن والا اور گائے اور بکری میں سے ہم نے حرام کی ان پر ان دونوں کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر یا آنت میں یا ملی ہو ہڈی کے ساتھ۔ یہ ہم نے ان کو سزا دی تھی ان کی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہیں۔

جانوروں کے حلال وحرام کے احکام کی طرح احکام جُنب وحائض ونفساء بھی قرآن میں کتب سابقہ کے مطابق بیان ہوئے ہیں۔

ناظرین کرام! موافق ومخالف سب کو معلوم ہے کہ حضور اقدس ﷺ اُمی تھے۔ نہ کبھی کسی استاد کے آگے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ اور نہ کبھی علمائے اہلِ کتاب میں سے کسی عالم کی صحبت سے استفادہ فرمایا۔ جیسا کہ پہلے آ چکا ہے پس تعلّم ومجالست علماء کے بغیر قصص مذکورہ بالا اور احکام ملل سابقہ کی خبر اس طرح دینا کہ مصدق کتب الہامیہ سابقہ ہو۔ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور کو وحی کے ذریعے بتایا۔ اسی واسطے یہود ونصاریٰ کی ایک جماعت آپ پر ایمان لائی۔ اور باقی جو اس نعمت سے محروم رہے اس کا سبب محض حسد وعناد تھا۔

قصص واحکام کے علاوہ قرآن میں کتب سابقہ کے بعض اور مضامین صراحۃً یا اشارۃً بصورت اعمال کتاب مذکور ہیں دیکھو آیاتِ ذیل:-

۱ - قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ (سورۂ اعلیٰ)

بیشک بھلا ہوا اس کا جو سنورا اور پڑھا نام اپنے رب کا۔ پھر نماز پڑھی۔ بلکہ تم آگے رکھتے ہو دنیا کا جینا اور آخرت بہتر ہے اور رہنے والی۔ یہ لکھا ہے پہلے صحیفوں میں۔ صحیفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے۔

۲ - وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں صاف سو پوچھ بنی اسرائیل سے جب آیا وہ ان کے پاس تو کہا اس کو فرعون نے میری اٹکل میں اے موسیٰ تجھ پر

Marfat.com

يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا (بنی اسرائیل۔ع۱۲) جادو ہوا ہے۔

اس آیت میں نو نشانیوں سے وہ نو معجزے مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرعون کے مقابلے میں عطا کیے۔ ان نو نشانیوں کا ذکر تورات (کتاب الخروج باب ۷تا۱۰) میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔

۳۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (سورۂ فتح۔ع۴)

یہ صفت ہے ان کی تورات میں اور صفت ہے ان کی انجیل میں جیسا کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا۔ پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر پٹھا موٹا ہوا۔ پھر کھڑا ہوا اپنی نال پر۔ خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو تا جلا دے ان سے جی کافروں کا۔

تورات موجودہ (کتاب پیدائش باب ۲۶۔ آیہ ۱۲۔۱۳) میں یہ تفصیل یوں پائی جاتی ہے:-

''اور اضحٰق نے اس زمین میں کھیتی کی۔ اور اسی سال سو گنا حاصل کیا۔ اور خداوند نے اسے برکت بخشی۔ اور وہ مرد بڑھ گیا۔ اور اس کی ترقی چلی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بہت بڑا آدمی ہو گیا۔''

اور انجیل متی باب ۱۳۔ آیہ ۳۱۔۳۲ میں یوں ہے:-

''وہ ان کے واسطے ایک اور تمثیل لایا۔ کہ آسمان کی بادشاہت خردل کے دانے کی مانند ہے جسے ایک شخص نے لیکر اپنے کھیت میں بویا۔ وہ سب بیجوں میں چھوٹا۔ پر جب اگا۔ سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا۔ اور ایسا پیڑ ہوتا کہ ہوا کی چڑیاں آ کے اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتیں۔''

۴۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ۔ (سورۂ توبہ۔ع۱۴)

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے بہشت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ وعدہ ہو چکا اس کے ذمے پر تورات اور انجیل اور قرآن میں۔

موجودہ کتب عہد عتیق وجدید میں بہت جگہ جہاد کا ذکر ہے۔ تفصیل کے لیے مصابیح الظلام اردو اور فارسی مؤلفہ خاکسار دیکھو۔ پولوس عبرانیوں کو اپنے نامہ (باب ۱۱۔ آیہ ۳۲۔۳۳) میں یوں لکھتا ہے:-

Marfat.com

''اب میں کیا کہوں فرصت نہیں کہ جدعون اور برق اور سمسون اور افتح اور داؤد اور سموئیل اور نبیوں کا حال بیان کروں۔ انہوں نے ایمان سے بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ اور راستی کے کام کئے اور وعدوں کو حاصل کیا۔ اور شیر ببر کے منہ بند کئے۔''

۵- وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ ۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۔ (انبیاء۔ع ۷)

اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں بعد ذکر (تورات) کے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔

زبور ۳۷۔ آیہ ۲۹ میں ہے:-

''صادق زمین کے وارث ہوں گے۔''

۶- لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ (مائدہ۔ع ۱۱)

لعنت کھائی منکروں نے بنی اسرائیل میں سے داؤد اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کی زبان پر۔ یہ اس سبب سے کہ گنہگار تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

''وے جو میری برائی سے خوش ہوتے ہیں شرمندہ اور رسوا ہوویں۔ اور جو میری دشمنی پر پھولتے ہیں شرمندگی اور رسوائی کا لباس پہنیں۔'' (زبور ۳۵۔ آیہ ۲۵)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

''اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو باہر سے بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں پر بھیتر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی ناپاکی سے بھری ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو۔ پر باطن میں ریاکار اور شرارت سے بھرے ہو۔'' (انجیل متی باب ۲۳۔ آیہ ۲۸)

۷- وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ ۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے۔ اے بنی اسرائیل! میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف سچا کرتا اس کو جو مجھ سے آگے ہے تورات سے اور خوشخبری سناتا ایک رسول کی جو آئے گا مجھ سے پیچھے اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب آیا

Marfat.com

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (صف۔ع۱) ان کے پاس وہ رسول کھلے نشان لیکر بولے یہ جادو ہے صریح۔

اس آیت کا پہلا حصہ متی باب ۵ آیہ ۱۷۔۱۸۔اور پچھلا حصہ یوحنا باب ۱۴۔آیہ ۱۶ میں ہے۔ مگر یوحنا کے موجودہ یونانی نسخوں میں آیہ زیر استدلال میں بجائے لفظ احمد کے لفظ پار اقلیطوس (PARACLETOS) ہے۔جس کے معنی انگریزی میں کمفرٹر اور اردو میں تسلی دینے والا درج کردیئے گئے ہیں۔ مگر یہ صاف تحریف لفظی ہے۔ اصل میں یونانی پر یقلیطوس (PARICLYTOS) تھا۔جس کے معنی ہیں بہت سراہا ہوا۔یعنی احمد۔اہلِ کتاب جو اپنی کتابوں میں تحریف کرتے رہے ہیں۔انہوں نے لفظ پر یقلیطوس کو بدل کر پار اقلیطوس بنا دیا۔ جروم جس نے چوتھی صدی مسیحی میں انجیل کا لاطینی ترجمہ کیا۔اس نے لفظ زیر بحث کو لاطینی میں پیرتلی طاس لکھا ہے۔جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اصلی نسخہ یونانی جو جروم کے پاس تھا۔اس میں پر یقلیطوس تھا نہ کہ پار اقلیطوس۔اسی طرح انجیل بر بناس میں بھی پر یقلیطوس موجود ہے۔علاوہ ازیں اگر انجیل میں بشارت احمد نہ ہوتی تو علمائے اہلِ کتاب کبھی قرآن کی صداقت پر ایمان نہ لاتے۔بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید کی تکذیب کرتے۔

۸۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (مائدہ۔ع۵)

اسی سبب سے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی مار ڈالے ایک جان بغیر بدلے جان کے فساد کے بیچ زمین کے۔تو گویا مار ڈالا اس نے سب لوگوں کو۔اور جس نے جلایا ایک جان کو۔تو گویا جلایا اس نے سب لوگوں کو۔

اس آیت کے متعلق تفسیر موضح القرآن میں یوں لکھا ہے۔''یعنی اول روئے زمین میں بڑا گناہ یہی ہوا اور اسی سے آگے رسم پڑی۔اس سبب سے تورات میں اس طرح فرمایا کہ ایک کو مارا جیسے سب کو مارا۔یعنی ایک کے کرنے سے اور دلیر ہوتے ہیں۔تو سب کے گناہ میں اول بھی شریک تھے اور جیسا ایک کو جلایا سب کو جلایا۔یعنی ظالم کے ہاتھ سے بچا دیا۔''

آیت مذکورہ بالا کا مضمون اب تورات موجودہ میں نہیں ملتا۔مگر طلمود یعنی احادیث یہود سے پایا جاتا ہے کہ اس میں تھا۔چنانچہ کتاب پیدائش باب ۴۔آیت ہذا میں لفظ خون اصل عبرانی میں بصیغۂ جمع ہے۔اس کی تفسیر میں شناہ سنہدرین میں مفسر یہودی نے جو کچھ عبرانی میں لکھا ہے۔اس کا

Marfat.com

ترجمہ ولیم سینٹ کلر ٹزڈل واعظ مشن جلفہ واقع ایران فارسی میں یوں کرتا ہے:۔

''نسبت بقابین کہ برادر خود را کشت۔ یافتہ ایم کہ در بارۂ وے گفتہ۔ آواز خوں ہائے برادرت فریاد برمے آورد۔ نے گوید خون برادرت بلکہ خونہائے برادرت یعنی خون وے وخون اولادش بنابریں انسان بہ تنہائی آفریدہ شد۔ برائے آزمودن تو کہ ہر کہ ہلاک کرد یکے نفسے از اسرائیل را۔ کتاب بروے حسابش رامے نماید کو گویا ہمہ عالم را ہلاک کردہ باشد و ہر کہ یک نفسے از اسرائیل را زندہ کرد کتاب بروے حسابش رامے نماید کہ گویا ہمہ عالم را زندہ کردہ باشد۔''

(ینابیع الاسلام صفحہ ۳۹۔۴۰)

اس ترجمے میں کتاب سے مراد بظاہر تورات ہے۔ فافہم۔

۹۔ وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰو وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ (نساء۔ ع ۲۲) اور ان کے سود لینے پر حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے۔

تفسیر حسینی میں ہے۔ ''حالانکہ نہی کردہ شدہ انداز اخذ زبو در تورات'' تورات میں یہ ممانعت احبار باب ۲۵۔ آیہ ۳۶ میں ہے۔

آیات مذکورہ بالا کا اس نبی اُمی (بابی ہو وامی) کی زبان مبارک سے نکلنا بجز وحی الٰہی ناممکن تھا۔ لہٰذا یہ سب اخبار بالمغیبات کی قسم سے ہیں۔ اور ان کی صحت میں کسی مخالف نے چون وچرا نہیں کی۔ حضور اقدس ﷺ نے اہل کتاب کو وہ باتیں بتادیں جنہیں وہ چھپاتے تھے (مائدہ۔ ع ۳) حالانکہ وہ ان کی کتابوں میں موجود تھیں۔ مثلاً نبی آخر الزمان کی نسبت پیشین گوئیاں۔ آپ کے اوصاف۔ حکم رجم وغیرہ۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اپنی کتاب پیش کر کے آپ کی تکذیب نہ کر سکا۔ اس سے بڑھ کر آپ کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (سورۂ نجم)

کتب الہامیہ کا محاورہ بھی قابل غور ہے۔ دیکھئے آیات ذیل:۔

۱۔ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔ (انعام۔ ع ۴) سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے۔ لیکن بے انصاف اللہ کے حکموں سے منکر ہوئے جاتے ہیں۔

اول سموئیل باب ۸ آیہ ۷ میں ہے:۔

''وہ تجھ سے منکر نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ مجھ سے منکر ہوئے ہیں۔''

Marfat.com

۲- نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۔ (بقرہ۔ع۱۲)

پھینک دی ایک جماعت نے کتاب پانے والوں میں سے اللہ کی کتاب اپنی پیٹھوں کے پیچھے گویا کہ ان کو معلوم نہیں۔

نحمیاہ باب ۹۔ آیہ ۲۶ میں ہے:-

''اورانہوں نے تیری شریعت کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔''

۳- وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۔ (حج۔ع۶)

اور ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار برس کے برابر ہے جو تم گنتے ہو۔

زبور ۹ آیہ ۴ میں ہے:-

''ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گزر گیا۔''

۴- تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (بنی اسرائیل۔ع۵)

اس کی ستھرائی بولتے ہیں آسمان ساتوں اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے۔ اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اسکی۔ لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا۔

زبور ۱۹۔ آیہ ۲۔۳ میں ہے:-

''آسمان خدا کا جلال بیان کرتے ہیں۔ اور فضا اس کی دستکاری دکھاتی ہے۔
ایک دن دوسرے دن سے باتیں کرتا ہے۔ اور ایک رات دوسری رات کو معرفت بخشتی ہے۔
ان کی کوئی لغت اور زبان نہیں۔ ان کی آواز سنی نہیں جاتی۔''

۵- كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۔ (حدید۔ع۳)

جیسے کہاوت ایک مینہ کی جو خوش لگا کسانوں کو اس کا سبزہ اگتا۔ پھر زور پر آتا ہے۔ پھر تو دیکھے اس کو زرد ہو گیا۔ پھر ہو جاتا ہے روندن۔

زبور ۹ آیہ ۶ میں ہے:-

''وے فجر کو اس گھاس کی مانند ہیں جو اُگی ہو۔ وہ صبح کو لہلہاتی ہے اور تر و تازہ ہوتی ہے شام کو کاٹی جاتی ہے اور سوکھ جاتی ہے۔''

۶- إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ

بیشک جنہوں نے جھٹلائی ہماری آیتیں اور ان کے سامنے تکبر کیا۔ نہ کھلیں گے ان کو دروازے

Marfat.com

السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ۔ (اعراف۔ع۵)

آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے۔ میں یہاں تک کہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکے میں اور ہم یوں بدل دیتے ہیں گنہگاروں کو۔

اس آیت کا اخیر حصہ انجیل لوقا (باب ۱۸۔ آیہ ۲۵) میں یوں ہے:۔

''اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزر جانا اس سے آسان ہے۔ کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔''

۷- وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۔ (یونس۔ع۱۱)

اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا کرے تیرا۔

یرمیاہ۔ باب ۱۰۔ آیہ ۵ میں ہے:۔

''ان کے معبودوں سے مت ڈرو۔ کہ ان میں ضرر پہنچانے کی سکت نہیں اور نہ ان میں قوت ہے کہ فائدہ بخشے۔''

۸- يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۔

(انبیاء۔ع۷)

جس دن ہم لپیٹ لیں آسمان کو جیسے لپیٹتا ہے طومار رقعوں کو۔ جیسے سرے سے بنایا ہم نے پہلی بار۔ پھر اس کو دہرا دینگے۔ وعدہ ہو چکا ہے ہم پر۔ ہم کو کرنا ہے۔

یسعیاہ۔ باب ۳۴۔ آیہ ۴ میں ہے:۔

''اور آسمان کاغذ کے تاؤ کے مانند لپیٹے جائیں گے۔''

مکاشفات باب ۶۔ آیہ ۱۴ میں ہے:۔

''اور آسمان طومار کی طرح جب آپ سے لپیٹا جائے دو حصے ہو گیا۔''

۹- اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۔ (بقرہ۔ع۳۴)

جیتا ہے سب کا تھامنے والا۔ نہیں پکڑتی ہے اس کو اونگھ اور نہ نیند۔

زبور ۱۲۱۔ آیہ ۴ میں ہے۔

''دیکھو وہ جو اسرائیل کا محافظ ہے ہرگز نہ اونگھے گا اور نہ سوئے گا۔''

۱۰- اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۔ (بقرہ۔ع۲)

اور ہنسی کرتا ہے ان سے۔ اور بڑھاتا ہے ان کو ان کی شرارت میں بہکے ہوئے۔

زبور ۲۔ آیہ ۴ میں ہے:۔

Marfat.com

''وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسے گا۔ اور خداوند انہیں ٹھٹھوں میں اڑا دے گا۔''

اسی طرح زبور ۵۹۔ آیہ ۸ میں ہے:۔

''پر تو اے خداوند ان پر ہنسے گا۔ تو ساری قوموں کو مسخرہ بنا دے گا۔''

ناظرین! آپ امثلہ بالا سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ قرآن و دیگر کتب الہامیہ میں بلحاظ محاورہ کس قدر مطابقت ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ نزول قرآن اور نزول کتب سابقہ میں کتنا عرصہ دراز گزرا ہے۔ اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ کتب سابقہ میں تحریف معنوی اور تحریف لفظی اس کثرت سے ہوئی ہے کہ کتابوں تک کا پتہ نہیں چلتا۔ بایں ہمہ قرآن و کتب سابقہ موجودہ میں محاورہ کی ایسی مطابقت کا پایا جانا صاف بتا رہا ہے کہ دونوں صورتوں میں متکلم ایک ہی ہے۔ وہ خدائے علیم جس نے تورات حضرت موسیٰ پر۔ زبور حضرت داؤد پر۔ انجیل حضرت عیسیٰ پر اور دیگر صحیفے دوسرے نبیوں پر بھیجے۔ اسی نے قرآن مجید اپنے پیارے نبی اُمی (بابی ہو وامی) پر نازل فرمایا۔ جو بخلاف دیگر کتب عبارت میں بھی معجز ہے۔ اور مکمل ایسا کہ اس کی موجودگی میں کتب سابقہ جو اپنے اپنے وقت میں مکمل و کافی تھیں نامکمل و منسوخ ہو گئیں۔

قرآن و کتب الہامیہ سابقہ میں مطابقت مذکورہ بالا کو دیکھ کر آج کل کے عیسائی بھی کفار قریش کی طرح کہتے ہیں کہ قرآن میں یہ باتیں اہلِ کتاب میں سے کسی عالم کی مدد سے لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ کبھی یہ گپ اڑاتے ہیں کہ بحیرا راہب نے حضور اقدس ﷺ کو یہ سب کچھ سکھایا تھا۔ اور کبھی بڑبڑاتے ہیں کہ آپ نے دین مسیحی کا کچھ علم صہیب رومی سے حاصل کیا تھا[۴]۔ اور کبھی یہ بڑ ہانکتے ہیں کہ ظن غالب تو ان راہبوں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو اس وقت ملک عرب میں عزیز الوجود نہ تھے۔ اور قرآن اکثر جگہوں میں ان کا ذکر تحسین و مدح کے الفاظ میں کرتا ہے[۵]۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اس تمام ہرزہ سرائی کا کیا ثبوت ہے ایسے عناد سے اپنی عاقبت کیوں خراب کر رہے ہو۔ پامر عیسائی جس نے قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، یوں لکھتا ہے:۔

''عیسائی مصنفین (حضرت) محمد (ﷺ) پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کی وحی کا بڑا حصہ ایک نصرانی راہب کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ مگر اس الزام کی تائید میں کوئی شہادت موجود نہیں[۶]۔''

ہم عیسائیوں سے کھلے الفاظ میں پکار کر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو پہلے ثابت کرو کہ آنحضرت ﷺ نے کسی یہودی یا عیسائی سے تعلیم پائی۔ اور پھر جواب دو کہ مضامین زیر بحث کو ایسے معجز نظام

Marfat.com

کلام میں کس نے ادا کیا۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور سچا دعویٰ ہے کہ قرآن افتراء نہیں۔ اور نہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا قرآن بنائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو ہوگا وہ مخلوق ہوگا اور مخلوق ایسا قرآن بنانے پر قادر نہیں۔ مگر یہ اصول دین اور بعض دیگر مضامین میں کتب سابقہ کے مطابق ہے اور بتاتا ہے کہ وہ کتابیں منجانب اللہ اور اپنے اپنے وقتوں میں معمول بہا تھیں۔ اس لحاظ سے یہ ان کتابوں کا مصدق اور ان کی صحت کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ معجزہ ہے اور وہ معجزہ نہیں۔ اس لیے وہ اپنے مضامین کی صحت کے لیے اس کی شہادت کی محتاج ہیں نہ کہ یہ۔ پس جب قرآن کتب سابقہ کا مصدق ٹھہرا تو یہ نتیجہ نکلا کہ یہ افتراء نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے بندۂ کامل کے ہاتھ پر ظاہر ہوا جو نہ کوئی علم پڑھا اور نہ علمائے اہلِ کتاب میں سے کسی کی صحبت میں بیٹھا۔ پھر جو اس کی پیش کردہ کتاب کے مضامین کتب سابقہ کے مطابق پائے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ کتاب وحی الٰہی ہے۔ وہ کتاب جو کتب الہامیہ سابقہ کا صدق ثابت کرے خود افتراء کیسے بن سکتی ہے۔ بلکہ وہ تو اولیٰ بالصدق ہے۔ یہ تقریر آیہ ذیل کی تفسیر ہے:۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰـكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس۔ ع ۴)	اور نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنا لے اللہ کے سوا اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور تفصیل ہے کتاب کی اس میں شبہ نہیں۔ جہان کے پروردگار سے ہے۔

قرآن میں مومنوں کے دل کی بعض ایسی باتیں مذکور ہیں۔ جہاں علام الغیوب کے سوا اور کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو امثلہ ذیل۔

۱ - وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ (انفال۔ ع ۱)	اور جس وقت وعدہ دیتا تھا اللہ تم کو ایک ان دو جماعت میں سے کہ تم کو ہاتھ لگے گی۔ اور تم چاہتے تھے کہ بن شوکت والا ملے تم کو۔ اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کرے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹے پیچھا کافروں کا۔

اس آیت میں ایک ایسے امر کی خبر ہے جو مومنوں کے دل میں آیا تھا اور جسے وہ پسند کرتے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ سے وہ امر پوشیدہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کو اطلاع بخشی۔ اس کا بیان یوں ہے کہ جب مسلمانوں کو خبر لگی کہ ابوسفیان لدے ہوئے اونٹوں کا قافلہ ملک

Marfat.com

شام سے لا رہا ہے تو آنحضرت ﷺ تین سو آٹھ کی جمعیت کے ساتھ نکلے اور وادیٔ ذفران میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو امروں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا۔ قافلہ کا ہاتھ آنا یا گروہِ قریش کا مغلوب ہونا جو مکہ سے اس قافلہ کے چھڑانے کے لیے نکلا تھا۔ صحابۂ کرام اپنے دلوں میں قافلہ کی گرفتاری پسند کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کریں تاکہ کفر کا زور ٹوٹ جائے۔ اور دینِ حق کو تقویت پہنچے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ کیونکہ بدر کی لڑائی میں ستر کافر مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ اور مسلمانوں میں سے صرف چودہ شہید ہوئے۔

۲۔ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ (آل عمران۔ ع ۱۳)

جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں۔ اور اللہ مددگار تھا ان کا۔ اور اللہ ہی پر چاہئے بھروسہ کریں مسلمان۔

اس آیت میں مومنوں کے ایک خطرۂ قلبی کا اظہار ہے جس کا بیان یوں ہے کہ جنگِ بدر سے اگلے سال (غزوۂ احد میں) کافر جمع ہو کر مدینہ پر چڑھ آئے۔ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ اکثر کہنے لگے کہ ہم شہر ہی میں لڑیں گے۔ اور حضور کی مرضی بھی یہی تھی۔ بعض کہنے لگے کہ یہ عار ہے۔ بلکہ ہم میدان میں مقابل ہوں گے۔ آخر اسی مشورہ پر عمل کیا گیا۔ جب حضور شہر سے باہر چلے۔ عبداللہ بن ابی منافق مدینے کا رہنے والا تھا۔ وہ بھی شریکِ جنگ تھا۔ مگر وہ ناخوش ہو کر پھر گیا کہ ہمارے کہنے پر عمل نہ کیا۔ اس کے بہکانے سے انصار کے دو قبیلے (خزرج سے بنو سلمہ اور اوس سے بنی حارثہ) بھی پھر چلے۔ آخر ان کے سردار عوام کو سمجھا کر لے آئے۔ اس آیت میں انہی دو قبیلوں کے خطرۂ قلبی کا ذکر ہے۔ حالانکہ ان سے نہ کوئی قول ظہور میں آیا اور نہ کوئی بزدلی (موضح القرآن)

قرآن مجید میں منافقین کے راز کھول کر بتائے گئے ہیں جن کو وہ اپنے دلوں میں چھپاتے تھے یا اپنی ہی جماعت سے کہتے تھے۔ دیکھو آیات ذیل:-

۱۔ يُخْفُوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۔ (آلِ عمران۔ ع ۱۶)

اپنے جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ جنگِ اُحد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو منافقین خلوت میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اگر لڑائی کے لیے نکلنا ہمارے اختیار میں ہوتا تو ابنِ ابی کی رائے

Marfat.com

پر عمل کرتے۔ اور شہر مدینے سے باہر قدم نہ دھرتے اور نہ مارے جاتے۔ اس قول کو وہ آنحضرت ﷺ سے چھپاتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی خبر دیدی۔

۲- وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۔(توبہ ۔ ع۷)

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ بیشک تم میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔ ولیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں۔

اس آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ منافقین جو قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں۔ جھوٹ ہے۔

۳- وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۔ (توبہ ۔ ع۷)

اور بعضے ان میں سے ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں۔ زکوٰۃ بانٹنے میں۔ سو اگر ان کو ملے اس میں سے تو راضی ہوں۔ اور اگر نہ ملے اس میں سے تب ہی وہ ناخوش ہو جائیں۔

یہ آیت ابوالحواظ منافق کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ اس نے کہا تھا کہ تم اپنے صاحب کو نہیں دیکھتے کہ تمہارے صدقات ریوڑ چرانے والے گڈریوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اور پھر سمجھتا ہے کہ میں عادل ہوں۔ (تفسیر روح البیان)

۴- وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۔ (توبہ ۔ ع۸)

اور بعضے ان میں سے بدگوئی کرتے ہیں نبی کی۔ اور کہتے ہیں یہ شخص کون ہے۔

بعض منافقین مثلاً جلاس اور اس کے ساتھی حضور اقدس ﷺ کی شان میں ایسی باتیں کہا کرتے تھے کہ جن سے انسان کو اذیت پہنچے۔ اور جب انہیں منع کیا جاتا تو کہتے کہ آنحضرت ﷺ کے تو کان ہی کان ہیں۔ ہم ان کے سامنے قسم کھالیں گے اور انکار کر دیں گے۔ وہ مان لیں گے۔ کیونکہ وہ جو سنتے ہیں مان لیتے ہیں۔ ان میں ذکاء و فطانت نام کو نہیں۔ (تفسیر روح البیان)

۵- يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۔ (توبہ ۔ ع۱۰)

قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی۔ ہم نے نہیں کہا۔ بیشک کہا ہے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے ہیں مسلمان ہو کر۔ اور فکر کیا تھا انہوں نے جو نہ ملا۔

غزوۂ تبوک میں ان منافقین کی فضیحت میں آیات نازل ہوئیں جو اس غزوہ میں مدینہ منورہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اس لیے جلاس بن سوید نے کہا اللہ کی قسم! جو کچھ حضرت ہمارے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں، اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ

Marfat.com

نے جلاس کو بلا کر پوچھا۔ وہ قسم کھا گیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا اس پر یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا الآ یہ اتری۔ اگرچہ اس قصے میں قائل ایک ہے۔ مگر چونکہ باقی منافق جلاس کے قول پر راضی تھے۔ اس لیے وہ بھی بمنزلہ جلاس ہو گئے اور صیغہ جمع کا لایا گیا۔ مطلب یہ کہ وہ قسم کھا گئے کہ ہم نے کوئی کلمہ ایسا نہیں کہا۔ جس سے آنحضرت یا آپ کے دین کی توہین ہوتی ہو۔ حالانکہ بے شک انہوں نے کلمۂ کفر کہا۔ اور اسی پر اکتفاء نہ کیا۔ بلکہ اپنے افعال سے بھی کفرِ باطنی ظاہر کر دیا۔ چنانچہ منجملہ ان افعال کے ایک یہ ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت ان میں سے پندرہ نے اتفاق کر لیا کہ حضرت جب تبوک اور مدینہ کے درمیان عقبہ (گھاٹی) پر ہوں گے تو ہم ان کو سواری سے وادی میں دھکیل کر مار ڈالیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کے اس ارادے سے آگاہ کر دیا۔ اس لیے جب لشکر عقبہ میں پہنچا تو آپ تو عقبہ میں چلے اور باقی سب آپ کے ارشاد سے وادی میں چلنے لگے۔ مگر ان منافقین نے منہ پر دہان بند ڈال کر عقبہ میں چلنا شروع کیا۔ حضرت عمار بن یاسر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت حذیفہ الیمان پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ اتنے میں حذیفہ نے اونٹوں کے پیروں کی آہٹ اور ہتھیاروں کی آواز سنی۔ اس لیے حذیفہ اندھیری رات میں ان کی طرف بڑھے۔ اور للکار کر کہا۔ اے اللہ کے دشمنو! رسول اللہ سے دور ہو جاؤ۔ یہ سن کر وہ وادی کی طرف بھاگ گئے۔ اور لوگوں میں مل گئے۔ (روح البیان و روح المعانی)

۶ – وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۔ (توبہ۔ع۱۶)	اور جب نازل ہوئی ایک سورت تو بعضے ان میں کہتے ہیں کس کو تم میں زیادہ کیا اس سورت نے ایمان۔

یعنی جب منافق لوگ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں نہ ہوتے اور کوئی سورت نازل ہوتی جس میں دلائلِ قاطعہ ہوں تو وہ ایک دوسرے سے بطور استہزاء کہتے۔ کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا۔

۷ – وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ۔ (توبہ۔ع۱۶)	اور جب نازل ہوئی ایک سورت۔ دیکھنے لگے ایک دوسرے کی طرف کہ کوئی بھی دیکھتا ہے تم کو پھر چلے گئے۔

یعنی جب منافقین حضور اقدس ﷺ کے حضور میں ہوتے اور کوئی سورت اترتی جس میں ان کے چھپے عیبوں کا بیان ہوتا تو وہ مومنوں سے آنکھ بچا کر مجلس سے کھسک جاتے۔ اور اگر جانتے کہ

Marfat.com

کوئی مومن ان کو دیکھ رہا ہے تو وہیں بیٹھے رہتے اور اختتام مجلس پر چلے جاتے۔

۸- وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۔ (توبہ ۔ ع ۱۳)

اور جنہوں نے بنائی ایک مسجد ضد اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات اس شخص کے لیے جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور رسول سے پہلے سے۔ اور اب قسمیں کھا دینگے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد ضرار والے سب منافق تھے۔ منافقین کے مزید حال کے لیے سورۂ منافقون دیکھیے۔

قرآن مجید میں منافقین کی طرح یہودیوں کے چھپے عیب بھی ظاہر کر دیے گئے ہیں۔ دیکھو آیات ذیل:-

۱- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۔ (مجادلہ ۔ ع ۲)

کیا تو نے نہ دیکھے جن کو منع ہوئی کانا پھوسی پھر وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے۔ اور کان میں باتیں کرتے ہیں گناہ کی اور تعدی کی۔ اور رسول کی نافرمانی کی اور جب آویں تیرے پاس تجھ کو دعا دیں جو دعا نہیں دی تجھ کو اللہ نے۔ اور کہتے ہیں اپنے دلوں میں کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں۔ بس ہے ان کو دوزخ داخل ہوں گے اس میں بری ہے جگہ پھر جانے کی۔

موضح القرآن میں ہے۔ ''حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر منافق کان میں باتیں کرتے مجلس کے لوگوں پر ٹھٹھے کرتے اور عیب پکڑتے۔ اور حضرت کی بات سن کر کہتے۔ یہ مشکل کام ہم سے کب ہو سکے گا۔ پہلے سورۂ نساء میں اس کا منع آ چکا تھا۔ مگر پھر وہی کرتے تھے اور دعا یہ کہ یہود آتے اور السلام علیک کے بدلے السام علیک کہتے۔ یہ بد دعا ہے۔ کہ تجھ پر پڑے مرگ۔ پھر آپس میں کہتے کہ اگر یہ رسول ہے تو اس کہنے سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ اور کوئی منافق بھی کہتا ہوگا۔''

۲- يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ

اے رسول تو غم نہ کھا ان پر جو جلدی منکر ہونے

Marfat.com

يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (مائدہ ۔ ع ٦)

لگتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں۔ اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں سننے والے ہیں واسطے جھوٹ کے اور سننے والے ہیں واسطے دوسری جماعت کے جو تجھ تک نہیں آئے۔ بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر کہتے ہیں۔ اگر تم کو یہ ملے تو لو۔ اور اگر نہ ملے تو بچے رہو۔ اور جس کو اللہ نے بچانا چاہا سو تو اس کا کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے یہاں۔ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ ان کے دل پاک کرے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے۔

موضح القرآن میں اس آیت کے متعلق یوں لکھا ہے۔ ''بعضے منافق تھے کہ دل میں یہود سے ملتے تھے۔ اور بعضے یہود تھے کہ حضرت کے پاس آمد و رفت کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جاسوسی کو آتے ہیں کہ تمہارے دین میں سے کچھ عیب چن کر لے جائیں اپنے سرداروں کے پاس جو یہاں نہیں آتے۔ اور فی الحقیقت عیب کہاں ہے۔ لیکن بات کو غلط تقریر کر کے ہنر کا عیب کرتے ہیں۔ یہود میں کئی قصے ہوئے کہ اپنے قضایا لائے آنحضرت ﷺ کے پاس فیصلے کو۔ وہ سردار یہود آپ نہ آتے بیچ والوں کے ہاتھ بھیجتے۔ اور کہہ دیتے کہ ہمارے معمول کے موافق حکم کریں تو قبول رکھو۔ نہیں تو نہ رکھو۔ غرض یہ تھی کہ حکم تورات کے خلاف معمول باندھے تھے کہ ایک بھی اگر اس کے موافق حکم کر دے تو ہم کو اللہ کے یہاں سند ہو جائے۔ اور جانتے تھے کہ ان کو تورات کی خبر نہیں۔ جو ہمارا معمول سنیں گے سو حکم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبردار کیا۔ موافق تورات ہی کے حکم فرمایا۔ اور تورات میں سے ثابت کر کے ان کو قائل کیا۔ ایک قصہ رجم کا تھا کہ وہ منکر ہوئے تھے۔ پھر تورات سے قائل کیا۔ اور ایک قصاص کا تھا کہ وہ اشراف اور کم ذات کا فرق کرتے تھے اور تورات میں فرق نہیں رکھا۔''

۳- مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

وہ جو یہودی ہیں بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کی جگہ سے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نہ

Marfat.com

وَاسۡمَعۡ غَيۡرَ مُسۡمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّاۢ بِاَلۡسِنَتِهِمۡ وَطَعۡنًا فِى الدِّيۡنِ (نساء۔ع ۷) مانا اور سن نہ سنایا جائیو اور راعنا موڑ دے کہ اپنی زبان کو۔ اور طعن کر کے دین میں۔

موضح القرآن میں ہے کہ ''یہود حضرت کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کلام فرماتے۔ بعض بات جو نہ سنی ہوتی چاہتے کہ پھر تحقیق کریں تو کہتے۔ راعنا یعنی ہماری طرف توجہ ہو۔ یہود کو اس لفظ کہنے میں دغا تھی۔ اس کو زبان دبا کر کہتے تو راعینا ہو جاتا یعنی ہمارا چرواہا۔ اور ان کی زبان میں راعینا احمق کو بھی کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت فرماتے تو جواب میں کہتے۔ سنا ہم نے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قبول کیا۔ لیکن آہستہ کہتے کہ نہ مانا۔ یعنی فقط کان سے سنا۔ اور دل سے نہ سنا۔ اور حضرت سے خطاب کرتے تو کہتے۔ سن، نہ سنایا جائیو۔ ظاہر میں یہ دعا نیک ہے۔ کہ تو ہمیشہ غالب رہے۔ کوئی تجھ کو بری بات نہ سنا سکے۔ اور دل میں نیت رکھتے کہ تو بہرا ہو جائیو۔ ایسی شرارت کرتے۔ پھر دین میں عیب دیتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب معلوم کر لیتا۔ وہی اللہ صاحب نے واضح کر دیا۔''

ناظرین کرام منوں کے دلوں کے راز ظاہر کرنا۔ منافقوں کا بھانڈا پھوڑنا اور یہودیوں کے فریبوں کی قلعی کھولنا یہ تمام از قبیل اخبار بالمغیبات ہے۔ جس سے قرآن کا اعجاز ثابت ہے کیونکہ انسان اس سے عاجز ہے۔

بیان بالا سے یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ قرآن میں صرف غیوب ماضیہ کی خبریں ہیں۔ کیونکہ غیوب مستقبلہ کی خبریں بھی اس میں کثرت سے ہیں۔ جن میں سے بعض ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

پیشین گوئی ۔ ۱

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ (بقرہ۔ع ۳)

اور اگر ہو شک میں اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی۔ اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کر سکو گے تو بچو آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر تیار ہے منکروں کے واسطے۔

ان آیتوں میں یہ پیشین گوئی ہے کہ قرآن مجید کی ایک سورت کی مثل بنانے پر کوئی قادر نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ مبارک میں اور اس وقت سے اب

Marfat.com

تک کہ تیرہ سو چھپن ہجری مقدس ہے کثرت سے مخالفین و معاندین اسلام رہے مگر کوئی بھی قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل بنا کر پیش نہ کر سکا اور نہ آئندہ کر سکے گا۔

پیشین گوئی - ۲

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (بقرہ۔ع۱۱)

تو کہہ اگر تم کو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے ہاں الگ سوائے اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر سچ کہتے ہو۔

اس آیت میں اخبار عن الغیب ہے کہ یہود میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ کسی یہودی نے باوجود قدرت کے موت کی تمنا نہ کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو البتہ مر جاتے۔ اور دوزخ میں اپنی جگہ ضرور دیکھ لیتے[۱۷]۔

پیشین گوئی - ۳

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (بقرہ۔ع۱۴)

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ ذکر کیا جائے وہاں نام اس کا۔ اور دوڑا ان کے اجاڑنے کو۔ ایسوں کو نہیں لائق تھا کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے۔

اس آیت میں اُولٰٓئِكَ سے مراد نصاریٰ (طیطوس رومی اور اس کے اتباع) ہیں۔ جنہوں نے یہود پر غلبہ پا کر مسجد بیت المقدس کو ویران کیا۔ اور ان کی مسجدیں اجاڑیں۔ یہ پیشین گوئی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پوری ہوئی، جب کہ یروشلم مع ملک شام عیسائیوں سے لے لیا گیا۔ اور ہیکل یروشلم کی خاص بنیاد پر اسلامی مسجد تعمیر کی گئی۔

بعض کے نزدیک اُولٰٓئِكَ سے مراد مشرکین عرب ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بیت الحرام میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ اس صورت میں یہ پیشین گوئی ہجرت کے نویں سال پوری ہوئی۔ جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے موسم حج میں منادی کرا دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے[۱۸]۔

Marfat.com

پیشین گوئی

۴-۵-۶-۷-۸-۹

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ (آل عمران ۔ ع ۱۲)

وہ ہرگز ہرگز ضرور نہ پہنچائیں گے تم کو مگر ستانا تھوڑا اور اگر تم سے لڑیں گے تو تم سے پیٹھ پھیر دینگے۔ پھر وہ مدد نہ دیئے جائیں گے۔ ماری گئی ان پر ذلت جہاں پائے جائیں۔ سوائے دستاویز اللہ کے اور دستاویز لوگوں کے اور کمالائے غصہ اللہ کا اور ماری گئی ان پر محتاجی۔

ان آیات میں یہود کی نسبت کئی پیشینگوئیاں ہیں:-

۱- یہود مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

۲- اگر یہود مسلمانوں سے لڑیں گے تو شکست کھائیں گے۔

۳- شکست کھانے کے بعد یہود میں قوت وشوکت نہ رہے گی۔

۴- یہود ہمیشہ ذلیل رہیں گے۔ مگر یہ کہ دوسروں کی پناہ میں ہوں۔

۵- یہود مغضوب رہیں گے۔

۶- یہود کی سلطنت کہیں نہ ہوگی۔ بلکہ مسکنت میں رہیں گے۔

یہ تمام پیشین گوئیاں پوری ہوچکی ہیں۔ چنانچہ یہود زبانی طعن اور سب وشتم کے سوا مومنین کو کوئی بڑا ضرر نہ پہنچا سکے۔ یہود بنی قینقاع و بنی قریظہ و بنی نضیر و یہود خیبر نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور مغلوب ہوئے۔ پھر ان کے کہیں پاؤں نہ جمے اور ان کی شان وشوکت جاتی رہی۔ یہود ہمیشہ ہر ملک میں قتل وغارت وقید سے پامال ہوتے رہے ہیں۔ روئے زمین پر کہیں ان کی سلطنت نہیں۔ دوسرے ملکوں میں پناہ گزین ہیں تو وہاں کے بادشاہ یا لوگوں کی عنایت سے ایسا ہوتا رہا ہے۔ ان کا مغضوب ہونا ظاہر ہے۔

پیشین گوئی-۱۰

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دلوں میں ہیبت۔ اس واسطے کہ انہوں نے شریک

Marfat.com

بِہٖ سُلْطٰنًا ج وَمَاْوٰھُمُ النَّارُ ط وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۔ (آل عمران۔ ع۱۶)

ٹھہرایا اللہ کا اس چیز کو جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور بری ہے جگہ ظالموں کے رہنے کی۔

یہ پیشینگوئی یوم احد کی نسبت تھی اور اسی دن پوری ہوگئی۔ کیونکہ کفار باوجود غلبہ وظفر کے مسلمانوں کے خوف سے لڑائی چھوڑ کر بھاگ گئے۔

پیشین گوئی - ۱۱

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ط وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۔ (آل عمران ۔ ع ۲)

کہہ دے کافروں کو کہ تم جلدی مغلوب ہو گے اور اکٹھے کئے جاؤ گے۔ دوزخ کی طرف اور برا ہے بچھونا۔

جب حضور اقدس ﷺ جنگ بدر سے مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے یہود کو بازار بنی قینقاع میں جمع کیا۔ اور ان سے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو قریش کا ہوا۔ وہ بولے کہ نازاں نہ ہو تیرا ایسی قوم سے مقابلہ ہوا جو فن جنگ سے ناواقف تھی۔ اگر ہم سے پالا پڑے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم بہادر ہیں اور تو ہماری مانند نہیں۔ اس پر یہ آیت اتری جس میں یہ خبر دی گئی کہ یہود عنقریب مغلوب ہو جائیں گے۔ یہ پیشین گوئی بنی قریظہ کے قتل اور بنی نضیر کی جلاوطنی اور فتح خیبر اور باقی یہود پر جزیہ لگانے سے پوری ہوئی۔

پیشین گوئی - ۱۲

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ (مائدہ ۔ ع ۱)

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پوری کی میں نے تم پر اپنی نعمت۔ اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

یہ آیت ۱۰ھ میں عرفہ کی شام کو جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ اصحاب آثار کا قول ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اکاسی یا بیاسی دن زندہ رہے اور شریعت میں کوئی زیادتی یا نسخ یا تبدیلی وقوع میں نہ آئی۔ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی وفات شریف کی خبر ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سے یہی سمجھتے تھے جو ان کے اعلم الصحابہ ہونے کی دلیل ہے۔

Marfat.com

پیشین گوئی - ۱۳

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۔

[illegible] ع ۳

اور ان لوگوں سے جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں۔ لیا ہم نے عہد ان کا۔ پھر وہ بھول گئے فائدہ لینا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی۔ پھر ہم نے لگادی ان کے درمیان دشمنی اور کینہ قیامت کے دن تک اور آخر جتادے گا ان کا اللہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ قیامت تک نصاریٰ کے مختلف فرقے رہیں گے جو ایک دوسرے کی تکذیب و تکفیر کرتے رہیں گے۔ یہ بھی پوری ہو چکی ہے۔ کیونکہ اب تک ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ نصاریٰ کے مختلف سینکڑوں فرقے ہیں۔ جن کا ذکر ہم نے بخوف طوالت نہیں کیا۔

پیشین گوئی - ۱۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۗىِٕمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

[illegible]

اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ آگے لاوے گا ایک قوم کو کہ انکو دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ نرم دل ہیں مسلمانوں پر اور سخت ہیں کافروں پر جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور نہ ڈریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔ یہ فضل ہے اللہ کا دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار۔

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ کچھ عرب دین سے پھر جائیں گے۔ اس لیے فرمایا کہ ان کی جگہ ایک ایسی قوم ہوگی جس کے اوصاف یہ ہوں گے۔ یہ پیشین گوئی حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد پوری ہوئی جب کہ عرب کے کئی قبیلے دین اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اور بعضوں نے [illegible] آزادانہ [illegible] جہاد کیا [illegible]

پیشین گوئی - ۱۵

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

(مائدہ۔ع۹)

اور ہم نے ڈال دی ان میں دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک۔ جب ایک آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے واسطے۔ اللہ اس کو بجھاتا ہے۔ اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرتے۔ اور اللہ دوست نہیں رکھتا فساد کرنے والوں کو۔

اس میں یہ پیشین گوئی ہے کہ یہود کے مختلف فرقے ہوں گے۔ جن میں عداوت و بغض قیامت تک رہے گا۔ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے میں کلام نہیں کیونکہ یہود کے مختلف فرقوں میں اب تک عداوت ہے اور آئندہ رہے گی۔

پیشین گوئی - ۱۶

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

(مائدہ۔ ع۱۰)

اے رسول! پہنچا جو کچھ اتارا گیا ہے۔ تیری طرف تیرے رب سے۔ اور اگر تو نے نہ کیا۔ پس تو نے نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچائے گا لوگوں سے۔ اللہ ہدایت نہیں کرتا منکر قوم کو۔

یہ آیت بقول حضرت جابر رضی اللہ عنہ غزوہ ذات الرقاع (۴ ھ) میں نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول سے پہلے صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کیا کرتے تھے۔ مگر جب یہ آیت اتری تو حراست موقوف کر دی گئی۔ کیونکہ اس میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضور کی زندگی میں اس پیشین گوئی کا پورا ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین باوجود کینہ و عداوت کے آپ کے قتل پر قادر نہ ہوئے چونکہ حضور وفات شریف کے بعد جسد مبارک کے ساتھ مرقد منور میں حقیقتاً زندہ ہیں۔ اس لیے یہ وعدہ قیامت تک پورا ہوتا رہے گا۔ ذیل میں ہم علامہ سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۱۱ ھ) کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین اندازہ لگا سکیں گے کہ وفات شریف کے بعد اعدائے اسلام نے ہمارے آقا ہمارے مالک حضور شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح اذیت پہنچانی

Marfat.com

چاہی۔ اور کس طرح یہ وعدہ پورا ہوا۔ واقعہ مذکورہ کو علامہ سمہودی یوں بیان فرماتے ہیں۔

جان لے کر مجھے علامہ جمال الدین اسنوی کی تصنیف سے ایک رسالہ معلوم ہوا ہے۔ جس میں نصاریٰ کو حاکم بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض نے اس رسالے کا نام انتصارات اسلامیہ رکھا ہے۔ میں نے اس پر علامہ موصوف کے شاگرد شیخ زین الدین مراغی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے اور وہ یہ ہے نصیحۃ اولی الالباب فی منع استخدام النصاریٰ کتاب شیخنا العلامہ جمال الدین اسنوی رحمۃ اللہ علیہ۔ استاد نے اس رسالے کا نام نہ رکھا تھا۔ میں نے آپ کے سامنے یہ نام عرض کیا جسے آپ نے برقرار رکھا۔ انتہیٰ۔ پس میں نے اس رسالے میں یہ عبارت دیکھی۔

سلطان عادل نورالدین شہید کے عہد سلطنت میں نصاریٰ کے نفسوں نے انہیں ایک بڑے امر پر آمادہ کیا۔ ان کا گمان تھا کہ وہ پورا ہو جائے گا۔ اور اللہ اپنی روشنی پورا کئے بغیر نہیں رہتا۔ خواہ منکر برا مانیں۔ وہ امر یہ ہے کہ سلطان مذکور رات کو تہجد اور وظائف پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز تہجد کے بعد سو گیا۔ خواب میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ وہ سرخ رنگ شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں۔ میری مدد کر اور مجھے ان دو سے بچا۔ وہ ڈر کر جاگ اٹھا۔ پھر وضو کیا نماز پڑھی اور سو گیا۔ پھر اس نے وہی خواب دیکھا۔ جاگ اٹھا اور نماز پڑھ کر سو گیا۔ پھر تیسری بار وہی خواب دیکھا۔ پس جاگ اٹھا اور کہنے لگا۔ نیند باقی نہیں رہی۔ اس کا وزیر ایک صالح شخص تھا۔ جس کا نام جمال الدین موصلی تھا۔ رات کو اسے بلایا۔ اور تمام ماجرا اسے کہہ سنایا۔ اس نے کہا تم کیسے بیٹھے ہو۔ اسی وقت مدینۃ النبی ﷺ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اپنے خواب کو پوشیدہ رکھو۔ یہ سن کر اس نے بقیہ شب میں تیاری کر لی۔ اور سبکسار سواریوں پر بیس آدمیوں کے ساتھ نکلا۔ وزیر مذکور اور بہت سا مال بھی اس کے ساتھ تھا۔ سولہ دن میں وہ مدینے پہنچا۔ شہر سے باہر غسل کیا۔ اور داخل ہوا۔ روضہ منور میں نماز پڑھی اور زیارت کی۔ پھر بیٹھ گیا۔ حیران تھا کہ کیا کرے۔ جب اہلِ مدینہ مسجد میں جمع تھے تو وزیر نے کہا۔ سلطان نبی ﷺ کی زیارت کے ارادے سے آیا ہے۔ اور خیرات کے لیے اپنے ساتھ بہت سا مال لایا ہے۔ جو یہاں کے رہنے والے ہیں ان کے نام لکھو۔ اس طرح تمام اہلِ مدینہ کے نام لکھے۔ سلطان نے سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جو صدقہ لینے آتا سلطان اسے بغور دیکھتا تاکہ وہ صفت و شکل جو نبی ﷺ نے اسے دکھائی تھی، معلوم کرے۔ جس میں وہ حلیہ نہ پاتا اسے صدقہ دے کر کہتا کہ چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ سب لوگ آ چکے۔ سلطان نے پوچھا کہ کیا کوئی باقی رہ گیا ہے جس نے صدقہ نہ لیا ہو۔ انہوں نے عرض کی نہیں۔ سلطان نے کہا غور و فکر کرو۔ اس پر انہوں نے

Marfat.com

کہا۔ اور تو کوئی باقی نہیں مگر دو مغربی شخص جو کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ وہ پارسا اور دولت مند ہیں اور محتاجوں کو اکثر صدقہ دیتے رہتے ہیں۔ یہ سن کر سلطان خوش ہو گیا اور حکم دیا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لائے گئے۔ سلطان نے انہیں وہی دو شخص پایا جن کی طرف نبی ﷺ نے اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ میری مدد کر۔ اور مجھے ان سے بچا۔ پس ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم دیار مغرب سے حج کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اس لیے اس سال ہم نے نبی ﷺ کی مجاورت اختیار کی ہے۔ سلطان نے کہا سچ بتاؤ۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے۔ پھر لوگوں سے پوچھا۔ یہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ حجرہ شریف کے قریب رباط میں رہتے ہیں۔ یہ سن کر سلطان نے دونوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے مکان میں آیا۔ وہاں بہت سا مال، دو قرآن مجید اور وعظ و نصیحت کی کتابیں پائیں۔ ان کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ اہلِ مدینہ نے ان کی بڑی تعریف کی کہ یہ بڑے سخی اور فیاض ہیں۔ صائم الدہر ہیں اور روضہ شریف میں صلوات اور نبی ﷺ کی زیارت کے پابند ہیں۔ ہر صبح جنت البقیع کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور ہر شنبہ قباء کی زیارت کرتے ہیں۔ کسی سائل کا سوال رد نہیں کرتے۔ ان کی فیاضی سے اس قحط سالی میں مدینہ میں کوئی محتاج نہیں رہا۔ یہ سن کر سلطان نے کہا۔ سبحان اللہ! اور اپنے خواب کو ظاہر نہ کیا۔ سلطان بذات خود اس مکان میں پھرتا رہا۔ اس میں ایک چٹائی جو اٹھائی تو اس کے نیچے تہ خانہ دیکھا جو حجرۂ شریف کی طرف کھود رکھا تھا۔ لوگ یہ دیکھ کر ڈر گئے۔ اس وقت سلطان نے کہا۔ تم اپنا حال سچ سچ بتاؤ۔ اور انہیں بہت مارا۔ پس انہوں نے اقرار کیا کہ ہم عیسائی ہیں۔ ہم کو نصاریٰ نے مغربی حاجیوں کے بھیس میں بھیجا ہے۔ اور ہمیں بہت سا مال دیا ہے اور کہا ہے کہ اسے حجرۂ شریف تک پہنچنے اور جسد مبارک نکالنے کا حیلہ دوسیلہ ٹھہراؤ۔ بھیجنے والے عیسائیوں کا یہ وہم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس بات پر قادر کر دے گا۔ اور وہ وہ کریں گے جو شیطان نے انہیں سجھایا تھا۔ اس لیے وہ دونوں حجرۂ شریف کے سب سے قریب رباط میں اترے تھے۔ اور انہوں نے وہ کیا جو اوپر ذکر ہوا۔ وہ رات کو کھودا کرتے تھے۔ اور ہر ایک کے پاس مغربیوں کے لباس کے مطابق ایک چمڑے کی تھیلی تھی جو مٹی جمع ہوتی۔ ہر ایک اپنی تھیلی میں ڈال لیتا۔ اور دونوں زیارتِ بقیع کے بہانے سے نکل جاتے اور قبروں میں پھینک آتے۔ کچھ مدت وہ اسی طرح کرتے رہے۔ جب کھودتے کھودتے حجرۂ شریف کے قریب پہنچ گئے تو آسمان میں گرج پیدا ہوئی، بجلی چمکی۔ اور ایسا زلزلہ عظیم پیدا ہوا کہ گویا پہاڑ جڑ سے اکھڑ گئے ہیں۔ اسی رات کی صبح کو سلطان نورالدین آپہنچا۔ اور دونوں کی گرفتاری اور اعتراف وقوع میں آیا۔ جب دونوں

Marfat.com

نے اعتراف کرلیا۔اوراس کے ہاتھ پران کا حال ظاہر ہوگیا۔اوراس نے اللہ کی یہ عنایت دیکھی کہ یہ کام اس سے لیا تو وہ بہت رویا۔اوران کی گردن زنی کا حکم دیا۔پس وہ اس جالی کے نیچے قتل کیے گئے جو حجرۂ شریف کے قریب بقیع سے متصل ہے۔پھراس نے بہت سی رانگ منگوائی۔اور تمام حجرۂ شریف کے گرد پانی کی تہ تک ایک بڑی خندق کھدوائی وہ رانگ پگھلائی گئی اوراس سے خندق بھردی گئی۔اس طرح حجرۂ شریف کے گرد پانی کی تہ تک رانگ کی دیوار تیار ہوگئی۔پھر سلطان مذکور اپنے ملک کو چلا آیا۔اور حکم دیا کہ نصاریٰ کمزور کردیئے جائیں۔اور کوئی کافر عامل نہ بنایا جائے۔بایں ہمہ حکم دیا کہ محاصل چونگی تمام معاف کردیئے جائیں۔

علامہ جمال الدین محمد مطری (متوفی ۷۴۱ھ) نے اس واقعہ کی طرف بطریق اختصار اشارہ کیا ہے اور حجرۂ شریف کے گرد خندق کھودنا۔اوراس میں رانگ کا پگھلا کر ڈالا جانا ذکر نہیں کیا ہے مگر وہ سال بتادیا ہے جس میں یہ حادثہ وقوع میں آیا۔اور بیان بالا سے بعض تفاصیل میں اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ جو فصیل اب مدینہ کے گرد ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ سلطان نورالدین محمود بن زنگی بن اسقنقد ۵۵۵ھ میں مدینہ منورہ میں پہنچا اس کے آنے کا سبب ایک خواب تھا۔جو اس نے دیکھا تھا۔اس خواب کو بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے اور میں نے اسے فقیہ علم الدین یعقوب بن ابی بکر (جس کا باپ مسجد نبوی کی آتشزدگی کی رات کو جل گیا تھا) سے سنا۔اور علم الدین نے روایت کی کہ ان اکابر سے کہ جن سے وہ ملا۔کہ سلطان محمود مذکور نے ایک رات تین بار نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ہر بار آپ فرماتے تھے، اے محمود! مجھے ان دو سرخ رنگ شخصوں سے بچا۔اس لیے اس نے صبح ہونے سے پہلے اپنے وزیر کو بلایا۔اوراسے یہ ماجرا سنایا۔وزیر نے کہا کہ مدینۃ النبی ﷺ میں کوئی امر حادث ہوا ہے جس کے لیے تیرے سوا کوئی اور نہیں۔پس وہ تیار ہوگیا۔اور قریباً ایک ہزار اونٹ اور گھوڑے وغیرہ لیکر جلدی روانہ ہوا۔یہاں تک کہ اپنے وزیر کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا اور اہلِ مدینہ کو خبر نہ ہوئی۔ زیارت کے بعد مسجد میں بیٹھ گیا۔اور حیران تھا کہ کیا کرے۔وزیر نے کہا کہ آپ ان دو شخصوں کو دیکھ کر پہچان لیں گے؟ سلطان نے کہا: ہاں۔پس تمام لوگوں کو خیرات کے لیے بلایا اور بہت سا زر وسیم ان میں تقسیم کیا۔اور کہا کہ مدینہ میں کوئی باقی نہ رہ جائے۔اس طرح کوئی باقی نہ رہا مگر اہلِ اندلس میں سے دو مجاور جو اس جانب میں اترے ہوئے تھے جو نبی ﷺ کے حجرے کے آگے مسجد سے باہر آل عمر بن الخطاب کے گھر (جو اب دارالعشرۃ کے نام سے مشہور ہے) کے پاس ہے سلطان نے ان کو خیرات کے لیے بلایا۔وہ نہ آئے اور کہنے لگے ہمیں ضرورت نہیں۔ہم کچھ نہیں لیتے۔سلطان نے ان

Marfat.com

کے بلانے میں اصرار کیا۔ پس وہ لائے گئے۔ جب سلطان نے ان کو دیکھا تو اپنے وزیر سے کہا یہی وہ دو ہیں۔ پھر ان کا حال اور ان کے آنے کا باعث دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ہم نبی ﷺ کی مجاورت کے لیے آئے ہیں۔ سلطان نے کہا مجھ سے سچ سچ کہو۔ اور کئی دفعہ یہی سوال کیا۔ یہاں تک کہ مار پیٹ کی نوبت پہنچی۔ پس انہوں نے اقرار کیا کہ ہم عیسائی ہیں اور عیسائی بادشاہوں کے اتفاق سے ہم یہاں آئے ہیں۔ تاکہ حجرہ شریف سے جسدِ مبارک کو نکال کرلے جائیں۔ سلطان نے دیکھا کہ انہوں نے مسجد کی قبلہ رو دیوار کے نیچے سے زمین دوز نقب لگائی ہوئی ہے اور حجرہ شریف کی طرف کو لے جا رہے ہیں۔ اور جس مکان میں وہ رہا کرتے تھے اس میں ایک گڑھا تھا۔ جس میں وہ مٹی ڈال دیا کرتے تھے۔ اس طرح علم الدین یعقوب نے بالاسناد میرے پاس بیان کیا۔ پس اس جالی کے پاس جو مسجد سے باہر حجرۂ نبی ﷺ کے مشرق میں ہے ان کو قتل کر دیا گیا۔ پھر شام کو آگ سے جلا دیئے گئے۔ اور سلطان مذکور سوار ہو کر شام کی طرف روانہ ہوا۔

پیشین گوئی - ۱۷

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

(توبہ۔ ع۲)

لڑو ان سے تا عذاب کرے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں کے ساتھ اور رسوا کرے ان کو اور غالب کرے تم کو ان پر اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمان لوگوں کے اور دور کرے ان کے دلوں کا غصہ اور اللہ توبہ دے گا جس کو چاہے گا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

بنو خزاعہ میں سے کچھ لوگ ایمان لائے تھے اور ہجرت کے بعد مکہ مشرفہ میں باقی رہ گئے تھے۔ ان کو مشرکین سے تکلیف پہنچی۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ اور قریش کے درمیان جو عہد و پیمان ہوئے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ ایک دوسرے کے حلیفوں کو ایذا نہ پہنچائیں گے۔ اور اگر ایک کے حلیف دوسرے کے حلیفوں سے جنگ کریں تو ان کی مدد نہ کریں گے۔ اس عہد کے خلاف کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کے حلیف خزاعہ کے خلاف اپنے حلیف بنو بکر کو ہتھیار وغیرہ سے مدد دی جس سے خزاعہ کا سخت نقصان جان ہوا۔ اس لیے خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکا ہے پس یہ آیتیں اتریں جن میں مسلمانوں کی نصرت اور بعض کفار کے تائب ہونے کی پیشین گوئی ہے۔ یہ پیشین گوئی فتح مکہ سے

Marfat.com

پوری ہوگئی۔ اور کفار میں سے بعض مثلاً ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل اور سہل رضی اللہ عنہ بن عمرو وغیرہ وایمان لائے۔

پیشین گوئی - ۱۸

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (توبہ ع۔۷)

اور ان میں سے بعض کہتا ہے مجھ کو رخصت دے اور فتنہ میں نہ ڈال۔ خبردار رہو وہ فتنہ میں گر پڑے ہیں اور دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو۔

ایک منافق جد بن قیس بہانہ لایا کہ روم کی عورتیں خوبصورت ہیں۔ میں اس ملک میں جا کر بدنی میں غرق رہوں گا۔ رخصت دو کہ سفر (غزوہ تبوک) میں نہ جاؤں۔ لیکن مدد، خرچ کروں گا مال سے (موضح القرآن) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں یہ اخبار بالغیب ہے کہ جد بن قیس کافر ہی مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پیشین گوئی - ۱۹

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (توبہ ع ۱۰)

اور ان میں سے بعض وہ ہے کہ عہد کیا اللہ سے۔ اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو البتہ ہم خیرات دینگے۔ اور البتہ ہوں گے ہم صالحین میں سے۔ پھر جب دیا ان کو اپنے فضل سے اس میں بخل کیا انہوں نے اور پھر گئے منہ پھیر کر پھر اس کا اثر رکھا خدا نے نفاق ان کے دلوں میں اس دن تک کہ ملیں گے اس سے بسبب اس کے کہ خلاف کیا انہوں نے جو وعدہ کیا اس سے اور بسبب اس کے کہ بولتے تھے جھوٹ۔

ایک منافق تھا ثعلبہ بن حاطب۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے دعا چاہی کہ مجھ کو کشائش ہو۔ فرمایا۔ تھوڑا جس کا شکر ہو سکے بہتر ہے بہت سے کہ غفلت لائے۔ پھر آیا لگا عہد کرنے کہ اگر مجھ کو مال ہو، میں بہت خیرات کروں۔ اور غفلت میں نہ پڑوں۔ حضور نے دعا کی۔ اس کو بکریوں میں برکت ملی۔ یہاں تک کہ مدینے کے جنگل سے کفایت نہ ہوتی۔ نکل کر گاؤں میں جا رہا۔ جمعہ اور جماعت سے محروم ہوا۔ حضور نے پوچھا۔ ثعلبہ کیا ہوا؟ لوگوں نے حال بیان کیا۔ فرمایا ثعلبہ خراب ہو۔ پھر زکوٰۃ کا وقت آیا۔ صدقہ لینے والے گئے۔ اس نے کہا یہ تو مال بھرنا گویا جزیہ دینا ہے۔ بہانہ کر کر

Marfat.com

ٹال دیا۔ پھر حضرت کے پاس مال لایا زکوٰۃ میں۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ حضرت کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اپنی خلافت میں اس کی زکوٰۃ نہ لیتے۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں مر گیا (موضح القرآن) اسی ثعلبہ کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اخیر آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ ثعلبہ منافق ہی مرے گا۔ اسے توبہ نصیب نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پیشین گوئی-۲۰

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ز وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (توبہ ۱۲)

عذر لا دینگے تمہارے پاس جب پھر کر جاؤ گے انکی طرف۔ تو کہہ، عذر مت لاؤ ہم نہ مانیں گے ہرگز تمہاری بات ہم کو بتا دیا ہے اللہ نے تمہارا بعض احوال۔ اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارا عمل اور اس کا رسول۔ پھر جاؤ گے تم طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سو وہ بتا دے گا تم کو جو تم کر رہے تھے اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی جب پھر کر جاؤ گے تم انکی طرف تا کہ ان سے درگزر کرو تم سو درگزر کرو ان سے۔ وہ لوگ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کی کمائی کا۔

منافقین (جد بن قیس و معتب بن قشیر اور ان دونوں کے اصحاب) جو غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے۔ اور مدینہ منورہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی نسبت ان آیتوں میں یہ پیشین گوئی ہے کہ وہ عدم شرکت کا یوں عذر کرینگے اور یوں قسم کھائیں گے۔ یہ پیشین گوئی غزوۂ تبوک سے واپسی پر پوری ہوئی۔

پیشین گوئی-۲۱

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (رعد۔ ع ۴)

اور پہنچتا رہے گا کافروں کو ان کے کئے پر کھڑکا یا اترے گا نزدیک ان کے گھر سے یہاں تک کہ آئے وعدہ اللہ کا بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ۔

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ جب تک سارے عرب ایمان نہ لا دیں گے مسلمان ان

Marfat.com

کے ساتھ جہاد کرتے رہیں گے۔ اور انہیں قتل وقید کرتے رہیں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

پیشین گوئی ۔۲۲

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ (حجر۔ع۱)

ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت (قرآن) اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اس آیت میں یہ خبر دی گئی کہ قرآن کریم تحریف وتبدیل سے محفوظ رہے گا۔ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا مخالفین واعدائے اسلام کو بھی اعتراف ہے ملاحدہ ومعطلہ بالخصوص قرامطہ نے تحریف قرآن کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر ایک حرف بھی ادل بدل نہ کر سکے۔ کتب ساویہ سابقہ اگرچہ سب کی سب کلام الٰہی تھیں۔ مگر تحریف سے کوئی خالی نہ رہی۔ فقط ایک قرآن مجید ہے جو تحریف وتبدیل سے محفوظ رہا اور رہے گا۔ کیونکہ اس کا حافظ خود خدا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر کتب سابقہ میں تحریف ہو جاتی تھی تو دوسرا نبی آکر اسے بیان فرما دیتا تھا۔ مگر قرآن چونکہ خاتم النبیین ﷺ پر نازل ہوا جن کے بعد کوئی نیا نبی نہ آئے گا جو بصورت وقوع تحریف اسے بیان فرما دیتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ اور اس طرح اپنے حبیب پاک کی شان محبوبیت کو بھی ظاہر فرما دیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا طرفہ سامان کیا ہے۔ علمائے اسلام قراء ومحدثین ہر دور میں اسے بطریق تواتر روایت کرتے ہیں۔ جن پر کذب کا وہم تک نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک سے لیکر ہر زمانے میں کثرت سے اس کتاب کے حافظ رہے ہیں اور آئندہ رہیں گے۔ اس طرح امت کے سینوں میں محفوظ ہونا اس کتاب الٰہی کا خاصہ ہے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۔ (عنکبوت۔ع۵)

بلکہ یہ قرآن آیتیں ہیں صاف۔ سینے میں ان کے جن کو ملا ہے علم۔ منکر نہیں ہماری آیتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں۔

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اپنے حبیب پاک ﷺ سے مقام قاب قوسین او ادنیٰ میں منجملہ دیگر انعامات کے یہ بھی ارشاد فرمایا ”میں نے تیری امت میں سے ایسی جماعتیں بنائی ہیں کہ جن کے دل ان کی انجیلیں ہیں“ یعنی ان کے دل کتابوں کی طرح ہیں۔ جس طرح

Marfat.com

انسان کتاب سے پڑھتا ہے۔وہ دل سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔

امام بیہقی نے روایت کی کہ یحییٰ بن اکثم (متوفی ۲۴۲ھ) نے کہا۔ کہ ایک یہودی خلیفہ مامون کی خدمت میں آیا۔اس نے کلام کیا اور اچھا کلام کیا۔خلیفہ نے اسے دعوت اسلام دی۔مگر اس نے انکار کردیا۔جب ایک سال گزرا تو وہ مسلمان ہوکر ہمارے پاس آیا اور اس نے علم وفقہ میں اچھی گفتگو کی۔ مامون نے اس سے پوچھا کہ تیرے اسلام لانے کا کیا باعث ہے؟ اس نے کہا۔ میں نے آپ کے ہاں سے جا کر مذاہب کا امتحان کیا۔میں نے تورات کے تین [۳] نسخے لکھے۔اور ان میں کمی بیشی کردی اور کنیسہ میں بھیج دیئے۔وہ تینوں فروخت ہوگئے۔پھر میں نے انجیل کے تین نسخے لکھے اور ان میں کمی بیشی کردی اور گرجا میں بھیج دیئے وہ تینوں بھی فروخت ہوگئے پھر میں نے قرآن مجید کے تین نسخے لکھے اور ان میں کمی بیشی کردی۔اور ان کو وراقین کے ہاں بھیج دیا۔انہوں نے ان نسخوں کی ورق گردانی کی [۳]۔جب ان میں کمی بیشی پائی تو ان کو پھینک دیا۔اور ان کو مول نہ لیا۔اس سے میں نے جان لیا کہ یہ کتاب تحریف سے محفوظ ہے۔

اس لیے میں مسلمان ہوگیا یحییٰ نے کہا کہ میں نے اسی سال حج کیا۔اور سفیان بن عینیہ سے ملا۔ میں نے یہ قصہ ان سے بیان کیا۔حضرت سفیان نے فرمایا کہ اس کا مصداق قرآن مجید میں موجود ہے۔میں نے پوچھا کس مقام پر۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کی نسبت بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ فرمایا ہے۔پس ان کی حفاظت ان پر چھوڑ دی گئی تھی اور قرآن کی نسبت فرمایا۔اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے تحریف و تبدیل سے محفوظ رکھا۔

پیشین گوئی۔۲۳

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۔ (حجر۔ع۶)

ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کو جو ٹھہراتے ہیں اللہ کے سوا اور معبود۔سو وہ آگے معلوم کریں گے۔

اشراف قریش میں سے پانچ شخص جہاں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تھے ٹھٹھا کرتے تھے۔ جب ان کی شرارت حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں ان کے بارے میں نازل فرمائیں۔ پس وہ ایک دن رات میں ہلاک ہوگئے۔ان میں سے ایک عاص بن وائل سہمی تھا۔وہ اپنے بیٹے کے ساتھ سیر کرنے نکلا اور ایک درۂ کوہ میں اترا۔جونہی اس نے پاؤں زمین پر رکھا کہنے لگا مجھے کچھ

Marfat.com

کاٹ گیا۔ ہر چند لوگوں نے ادھر ادھر دیکھا۔ مگر کچھ نہ پایا۔ اس کے پاؤں میں ورم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اونٹ کی گردن کی مانند ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ دوسرا حارث بن قیس سہمی تھا۔ اس نے نمکین مچھلی کھالی۔ سخت پیاس جو لگی۔ وہ پانی پیتا رہا یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور مر گیا۔ مرتے وقت کہتا تھا کہ مجھے محمد کے رب نے مار ڈالا۔ تیسرا اسود بن المطلب بن الحارث تھا۔ وہ اپنے غلام کے ساتھ نکلا۔ ایک درخت کی جڑ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور اس کے سر کو درخت پر مارنے لگے۔ وہ اپنے غلام سے فریاد کرنے لگا۔ غلام نے کہا، مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا آپ ہی ایسا کر رہے ہیں۔ پس وہ وہیں مر گیا۔ چوتھا ولید بن مغیرہ تھا۔ وہ بنی خزاعہ میں سے ایک تیر تراش کی دکان سے گزرا۔ ایک پیکان اس کی چادر کے دامن سے چمٹ گیا۔ وہ چادر کا دامن اپنے کندھے پر ڈالنے لگا تو پیکان سے اس کی رگ ہفت اندام کٹ گئی۔ پھر خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ پانچواں اسود بن عبد یغوث تھا۔ وہ اپنے گھر سے نکلا اسے لو لگی۔ پس وہ حبشی کی طرح سیاہ ہو گیا۔ جب وہ گھر آیا تو گھر والوں نے اسے نہ پہچانا۔ آخر وہ اس لو کے اثر سے مر گیا۔

پیشین گوئی ـ ۲۴

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا۔	اور تحقیق وہ قریب تھے کہ بچلا دیں تجھ کو زمین سے تاکہ نکالیں تجھ کو اس میں سے اور اس وقت وہ نہ رہیں گے تیرے پیچھے مگر تھوڑا زمانہ۔

(بنی اسرائیل ـ ع ۸)

کفار قریش چاہتے تھے کہ ایذاء سے رسول اللہ ﷺ کو بے آرام کر دیں۔ تاکہ گھبرا کر مکہ سے نکل جائیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ اگر وہ آپ کو نکال دیں گے تو آپ کے بعد وہ دیر تک زندہ نہ رہیں گے۔ بدر کے دن یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اس دن آپ کو ایذاء دینے والے قتل ہو گئے۔

پیشین گوئی ـ ۲۵

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى	وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں نیک کام البتہ پیچھے حاکم کریگا انکو ملک میں جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور ثابت کر دے گا ان کے

Marfat.com

لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (نور۔ ع ۷)

واسطے دین ان کا جو پسند کر دیا انکے واسطے اور بدل دے گا ان کو ڈر کے بعد امن۔ میری بندگی کریں گے شریک نہ ٹھہرائیں گے میرا کوئی۔ اور جو کوئی ناشکری کریگا اس پیچھے سو وہی لوگ ہیں فاسق۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کے صحابہؓ کرام سے جو موجود تھے۔ خلافت اور تمکین دین اور کفار سے امن کا وعدہ فرمایا۔ اور صاف کہہ دیا کہ یہ خلافت اس طرح ہوگی جیسے بنی اسرائیل میں قائم ہوئی تھی۔ یہ وعدہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں لفظ بلفظ پورا ہوا۔ جس کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ لہٰذا جو شخص انکی خلافت سے منکر ہو اس کا حکم وہی ہے جو اس آیت کے اخیر حصے میں مذکور ہے۔

پیشین گوئی۔ ۲۶

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۔ (قصص۔ ع ۸)

جس نے حکم بھیجا تم پر قرآن کا۔ وہ پھر لانے والا ہے۔ تجھ کو پہلی جگہ۔

جب حضور اقدس ﷺ نے بحکم الٰہی مدینہ کو ہجرت فرمائی تو راستے میں مقام جحفہ میں آپ کو وطن کا خیال آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی۔ اور اس میں پھر مکہ میں واپس آنے کی خوشخبری دی۔ یہ پیشین گوئی ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ کے دن پوری ہوئی۔

پیشین گوئی۔ ۲۷

الۗمّۗ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (روم)

مغلوب ہوگئے ہیں رومی لگتے ملک میں۔ اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد اب غالب ہوں گے کئی برس میں۔ اللہ کے ہاتھ میں ہے کام پہلے اور پچھلے اور اس دن خوش ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے۔ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے غالب مہربان۔

جب کسریٰ پرویز نے رومیوں پر حملہ کیا تو عرب سے لگتی زمین (اذرعات و بُصریٰ یا اردن و

Marfat.com

فلسطین) میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور فارس روم پر غالب آئے۔ جب یہ خبر مکہ مشرفہ میں پہنچی تو مشرکین خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے۔ تم اور نصاریٰ اہلِ کتاب ہو۔ اور ہم اور فارس بے کتاب ہیں۔ جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب آگئے ہم بھی تم پر غالب آجائیں گے۔ مسلمانوں کو یہ امر نہایت ناگوار گزرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں مذکور ہے کہ چند سال کے اندر روم فارس پر غالب آجائیں گے۔ چنانچہ نو سال کے بعد بدر کے دن یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ [ع]

پیشین گوئی - ۲۸

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا کِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔(مومن ۔ ع ۶)	جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کچھ سند کے جو پہنچی ہو انکو۔ اور کچھ نہیں ان کے سینوں میں مگر تکبر وہ نہیں پہنچنے والے اس تک۔ سو تو پناہ مانگ اللہ کی بیشک وہ ہے سنتا دیکھتا۔

اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ منکرین کے دلوں میں یہ غرور ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے اوپر رہیں گے۔ مگر یہ نہیں ہونے کا۔ چنانچہ کفار کو کبھی حضور اقدس ﷺ پر تعاظم و تقدم حاصل نہ ہوا۔

پیشین گوئی - ۲۹

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَی السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَکُمْ وَلَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ (محمد ۔ ع ۴)	سو تم سستی نہ کرو۔ اور نہ بلاؤ ان کو صلح کی طرف۔ اور تم ہی رہو گے غالب اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز ضائع نہ کریگا تمہارے اعمال۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کفار کے مقابلہ میں سستی نہ کرو اور ان سے صلح طلب نہ کرو۔ تم ہی غالب آؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

پیشین گوئی - ۳۰

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ	بے شک اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب۔ تحقیق تم داخل ہو جاؤ گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا امن سے بال مونڈتے اپنے سروں کے اور کترتے ہوئے بے خطرہ پس جانا اللہ نے جو نہ

Marfat.com

تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۔ (فتح۔ع۴) جانا تم نے۔ پس ٹھہرادی اس سے ورے ایک فتح (خیبر) نزدیک۔

حدیبیہ کی طرف جانے سے پہلے حضور اقدس ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ مع صحابہ کرام سر منڈائے ہوئے کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے ہیں آپ نے یہ خواب صحابہ کرام سے بتادیا۔ وہ سمجھے کہ داخلہ اسی سال ہوگا۔ حالانکہ خواب میں داخلہ کے وقت کی تعیین نہ تھی۔ جب مسلمان کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے بغیر حدیبیہ ہی سے صلح کرکے مدینے واپس آنے لگے تو منافقین تمسخر سے کہنے لگے۔ اب وہ خواب کہاں ہے جو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تھا۔ صحابہ کرام کو یہ امر ناگوار گزرا اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور دوسرے سال فتح خیبر کے بعد یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

پیشین گوئی۔ ۳۱

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۔ (فتح۔ع۴) اور سچے دین کے تا کہ غالب کرے اس کو ہر دین پر اور کافی ہے اللہ شہادت دینے والا۔

اس آیت میں دین اسلام کے تمام دینوں پر غالب آنے کی پیشین گوئی ہے جس کے پورا ہونے میں کلام نہیں۔ موضح القرآن میں ہے۔ ''اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سب سے غالب کردیا ایک مدت۔ اور دلیل سے غالب ہے ہمیشہ۔''

پیشین گوئی۔ ۳۲

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۔ (طور۔ع۲) کیا چاہتے ہیں کچھ داؤ کرنا۔ سو جو کافر ہیں وہی داؤ میں آنے والے ہیں۔

اس آیت مکی میں یہ اخبار بالغیب ہے کہ جن مشرکین نے بعثت کے تیرھویں سال دار الندوہ میں جناب رسالت مآب ﷺ کے قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا وہ ہلاک ہوجائیں گے۔ چنانچہ یوم بدر میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔

پیشین گوئی۔ ۳۳

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۔ کیا کہتے ہیں ہم سب جماعت بدلہ لینے والے ہیں۔ اب شکست دی جائے گی وہ

Marfat.com

(قمر۔ع ۳) جماعت اور بھاگیں کے پیٹھ دے کر۔

یہ آیتیں مکہ میں نازل ہوئیں۔ جب بدر کا دن آیا اور قریش کو ہزیمت ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے زرہ پہنے اور تلوار کھینچے ہوئے ان کا تعاقب کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس دن مجھے اس پیشین گوئی کا مطلب سمجھ میں آیا کہ کفار قریش ہزیمت اٹھائیں گے اور مسلمان تلوار و نیزہ سے ان کا تعاقب کریں گے۔ صحیح بخاری کتاب المغازی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے دن نبی ﷺ نے یوں دعا مانگی۔ اور آپ عریش میں تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ انشدك عهدك و وعدك اللهم ان شئت لم تعبد ۔ یا اللہ میں تجھ سے تیرا عہد اور تیرا وعدہ طلب کرتا ہوں۔ یا اللہ تو اگر (ہم پر کافروں کو غالب کرنا) چاہے تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔

یہ سن کر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا۔ ''آپ کو یہ کافی ہے۔'' پس حضور عریش سے نکلے۔ اور آپ یوں فرما رہے تھے: سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔

پیشین گوئی۔۳۴

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِھِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۔ (حشر۔ ع ۱) وہ ہے جس نے نکال دیئے جو کافر ہیں کتاب والوں میں سے انکے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے وقت۔

اس کتاب میں پہلے آچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنی نضیر کو ہجرت کے چوتھے سال جلاوطن کر دیا۔ اور وہ ملک شام میں چلے گئے۔ یہ یہود کی پہلی جلاوطنی تھی جیسا کہ آیت بالا سے ظاہر ہے۔ اس میں اشارہ تھا کہ یہود کی دوسری جلاوطنی بھی ہوگی۔ چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں وقوع میں آئی۔ جب کہ یہود تمام جزیرہ عرب سے نکال دیئے گئے۔ مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے مالوں کی قیمت دی[۱]۔

پیشین گوئی۔۳۵

کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ ۔ (سورہ علق) ہرگز نہیں یوں اگر باز نہ آویگا ہم گھسیٹیں گے پیشانی کے بال پکڑ کر۔

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ ابو جہل ذلیل موت مرے گا۔ اور اس کو گھسیٹ کر لائیں

Marfat.com

گے۔ یہ پیشین گوئی جنگِ بدر کے دن پوری ہوئی۔ چنانچہ اس دن جب وہ لعین مر رہا تھا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو دبلے پتلے تھے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اس کا سر کاٹ دیا۔ جب کمزوری کے سبب اس کے سر کو نہ اٹھا سکے تو اس کے کان میں سوراخ کر کے اس میں رسی ڈالی اور گھسیٹتے ہوئے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لائے۔

پیشین گوئی ۳۶-۳۷-۳۸-۳۹

اِنَّـا اَعْـطَیْـنٰـكَ الْكَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ (کوثر)	ہم نے دی تجھ کو کوثر۔ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر۔ بیشک دشمن تیرا وہی ہے پیچھا کٹا۔

یہ قرآن کی چھوٹی سی سورت ہے۔ اس کی تین آیتوں میں چار پیشین گوئیاں ہیں۔ ایک تو پہلی آیت میں ہے۔ جب کہ کوثر سے مراد کثرت اتباع ہو۔ جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔ دوسری پیشین گوئی دوسری آیت میں ہے۔ کیونکہ وانحر (اور قربانی کر) صیغہ امر ہے۔ پس اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور اقدس ﷺ کو اور آپ کی امت کو تونگری عطا کرے گا۔ جس سے قربانی پر اقدام ہو سکے۔ اسی طرح تیسری آیت میں دو پیشین گوئیاں ہیں۔ یعنی حضور نہیں بلکہ حضور کا دشمن بے اولاد مرے گا کہ اس کے پیچھے کوئی اس کا نام نہ لے گا۔ یہ چاروں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔ آپ کے اتباع کی کثرت ظاہر ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن آپ بلحاظ امت تمام نبیوں سے بڑھ کر ہوں گے۔ اللہ نے حضور کو تونگری اس قدر عطا فرمائی کہ ایک دفعہ سو اونٹ بطور ہدی بھیجے۔ عاص بن وائل جو حضور کو پیچھا کٹا ہونے کا طعن دیا کرتا تھا۔ بے اولاد مرا۔ اس کی نسل منقطع ہوگئی۔ کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ حالانکہ حضور کی ذریت قیامت تک رہے گی۔ آپ کا نام قیامت تک روشن ہے۔ علاوہ ازیں سب مومنین آپ کی اولاد ہیں جو قیامت تک رہیں گے۔

آثارِ اقتدارِ تو تا حشر متصل ۔۔۔ خصم سیاہ روئے تو بے حاصل وخجل

پیشین گوئی-۴۰

اِذَا جَـآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّـاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (سورہ نصر)	جب آئے مدد اللہ کی اور فتح اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے ہیں اللہ کے دین میں فوج فوج۔ پس پاکی بیان کر اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اور بخشش مانگ اس سے بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔

Marfat.com

یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں فتح مکہ کی بشارت ہے۔ جو ہجرت کے آٹھویں سال پوری ہوئی۔ اور پیشین گوئی کے مطابق اہلِ مکہ وطائف ویمن وہوازن اور باقی قبائل عرب دین اسلام میں گروہ ہا گروہ داخل ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے اکادکا اسلام میں داخل ہوا کرتے تھے۔

مندرجہ بالا پیشین گوئیاں جو سب کی سب پوری ہوئیں فقط بطور مثال بیان کی گئی ہیں اور اس کتاب میں زیادہ کی گنجائش بھی نہیں۔ ورنہ قرآن مجید میں تو اس کثرت سے پیشینگوئیاں ہیں کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں قرآن مجید کی کوئی نہ کوئی پیشین گوئی پوری نہ ہوتی ہو۔ اور کتنی پیشین گوئیاں ہیں کہ قرب قیامت اور یوم قیامت کو پوری ہوں گی۔ مثلاً یاجوج وماجوج کا آنا، دابۃ الارض کا ظاہر ہونا، حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لانا، آسمانوں کا پھٹنا، پہاڑوں کا غبار ہونا، زمین کا چکنا چور ہونا، صور کا پھونکا جانا، مردوں کا زندہ ہونا، ہاتھ پاؤں کا گواہی دینا، اعمال کا وزن کیا جانا وغیرہ وغیرہ۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن کریم بے شک معجزہ ہے۔

اعجاز القرآن کی چوتھی وجہ

علوم القرآن

علوم کے لحاظ سے بھی قرآن کریم معجزہ ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معانی منظومہ قرآن پانچ علموں سے خارج نہیں۔ اول علم احکام یعنی واجب ومندوب ومباح ومکروہ وحرام خواہ از قسم عبادات ہوں یا معاملات یا تدبیر منزل یا سیاست مدن۔ دوسرے چار گمراہ فرقوں یعنی یہود ونصاریٰ ومشرکین ومنافقین کے ساتھ مخاصمہ کا علم۔ تیسرے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں (آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر اور بندوں کی ضروریات کا الہام اور اللہ کی صفات کاملہ کا بیان) کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ چوتھے ایام اللہ۔ یعنی امم ماضیہ میں دشمنانِ خدا کے ساتھ خدا کے وقائع بیان کرنے کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ پانچویں موت اور مابعد موت (حشر ونشر وحساب ومیزان و بہشت ودوزخ) کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ قرآن میں ان علوم پنجگانہ کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ہدایت کے لیے نازل فرمائی ہے۔ جس طرح عالم طب جب قانون شیخ کا مطالعہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ یہ کتاب بیماریوں کے اسباب وعلامات اور ادویہ کے بیان میں غایت درجہ کو پہنچی ہوئی ہے تو اسے ذرا شک نہیں رہتا کہ اس کا مؤلف علم طب میں کامل

Marfat.com

ہے۔اسی طرح شریعتوں کے اسرار کا عالم جب جان لیتا ہے کہ تہذیب نفوس میں افراد انسان کے لیے کن کن چیزوں کے بتانے کی ضرورت ہے۔اور بعد ازاں فنون پنجگانہ میں تامل کرتا ہے تو بیشک اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فنون اپنے معانی میں اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ اس سے بہتر[۱] ممکن نہیں۔

قرآن کریم چونکہ تزکیہ نفوس میں معجز کتاب ہے۔اسی واسطے اس کتاب کی تلاوت کے وقت دلوں میں خشیت وہیبت پیدا ہوتی ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (زمر ۔ع ۳)

اللہ نے اتاری بہتر کتاب۔کتاب ہے آپس میں ملتی[۲] دوہرائی ہوئی۔بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھالوں پر ان لوگوں کی جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے چمڑے اور دل انکے اللہ کی یاد کی طرف۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (حشر ۔ع ۳)

اگر ہم اتارتے اس قرآن کو ایک پہاڑ پر البتہ تو دیکھتا اس کو دب جانے والا پھٹ جانے والا اللہ کے ڈر سے اور یہ مثالیں بیان کرتے ہیں ہم لوگوں کے واسطے تا کہ وہ فکر کریں۔

قرآن کریم کی اس خارق عادت تاثیر سے بچنے کے لیے کفار قریش ایک دوسرے سے کہہ دیا کرتے تھے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم شور مچا دیا کرو (حم سجدہ ع ۴) اور اسی واسطے مکذبین پر اس کا سننا نہایت دشوار گزرتا تھا۔اور بوجہ خبث طبع نفرت سے پیٹھ دے کر بھاگ جاتے تھے (بنی اسرائیل۔ع ۵) ذیل میں تاثیر قرآن مجید کی توضیح کے لیے ہم چند مثالیں درج کرتے ہیں:-

ابن[۳] اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی کیفیت مجھے یہ معلوم ہوئی ہے کہ آپ کی بہن فاطمہ اور فاطمہ کے خاوند سعید بن زید بن عمرو بن نفیل مسلمان ہو گئے تھے۔مگر اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔اسی طرح حضرت نعیم بن عبداللہ النحام[۴] بھی جو مکہ کے رہنے والے اور آپ ہی کی قوم بنی عدی بن کعب میں سے تھے اسلام لے آئے تھے اور اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔حضرت خباب بن الارث حضرت فاطمہ کے پاس

Marfat.com

قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو خبر لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مرد و زن قریباً چالیس کوہِ صفا کے قریب ایک گھر میں جمع ہو رہے ہیں تو تلوار آڑے لٹکائے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے اصحاب کے قصد سے نکلے۔ ان اصحاب میں حضرت ابوبکر اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جو ان مسلمانوں میں سے تھے جنہوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت نہ فرمائی تھی۔ راستے میں حضرت نعیم رضی اللہ عنہ ملے۔ جن سے یوں گفتگو ہوئی۔

عمر۔ میں اس صابی (دین سے برگشتہ) محمد کا فیصلہ کرنے چلا ہوں۔ جس نے قریش کی جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اور جوان کے داناؤں کو نادان اور ان کے دین کو معیوب بتاتا ہے اور ان کے معبودوں کو برا کہتا ہے۔

نعیم۔ عمر! اللہ کی قسم۔ تجھے تیرے نفس نے دھوکا دیا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اگر تو حضرت محمد کو قتل کر دے گا تو عبد مناف کی اولاد تجھے زمین پر زندہ چھوڑ دیگی؟ تو اپنے اہلِ بیت میں جا، اور انہیں سیدھا کر۔

عمر۔ کون سے اہلِ بیت؟

نعیم۔ اللہ کی قسم! تیرا بہنوئی سعید بن زید اور تیری بہن فاطمہ دونوں مسلمان ہو گئے ہیں اور دین محمدی کے پیرو بن گئے ہیں۔ تو ان سے سلجھ لے۔

(یہ سن کر عمر اپنی بہن کے گھر پہنچتے ہیں۔ وہاں حضرت خباب آپ کی بہن اور بہنوئی کو قرآن کی سورہ طٰہٰ پڑھا رہے ہیں۔ جن کی آواز عمر کے کان میں پڑ جاتی ہے۔ عمر کی آہٹ سے حضرت خباب تو کوٹھڑی میں جا چھپتے ہیں اور فاطمہ وہ صحیفۂ قرآن لیکر اپنی ران کے نیچے چھپا لیتی ہیں)

عمر۔ (اندر داخل ہو کر) یہ آواز جو میں نے سنی کیسی تھی؟

سعید و فاطمہ۔ تو نے کچھ نہیں سنا۔

عمر۔ کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم مجھے خبر لگی ہے کہ تم دونوں دین محمدی کے پیرو بن گئے ہو۔

(یہ کہہ کر عمر سعید کو پکڑ لیتے ہیں۔ بہن جو چھڑانے اٹھتی ہے اسے بھی لہولہان کر دیتے ہیں)

سعید و فاطمہ۔ ہاں ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور اللہ و رسول پر ایمان لے آئے ہیں۔ تو کر جو کر سکتا ہے۔

عمر۔ (بہن کو لہولہان دیکھ کر ندامت سے) بہن! وہ کتاب تو دکھاؤ جو ابھی تم پڑھ رہے تھے۔

Marfat.com

فاطمہ۔ مجھے ڈر ہے کہ تو واپس نہ دے گا۔

عمر۔ تو نہ ڈر (اپنے معبودوں کی قسم کھا کر) میں پڑھ کر واپس کر دوں گا۔

فاطمہ۔ (بھائی کے اسلام کے لالچ میں آ کر) بھائی! تو مشرک ہونے کے سبب سے ناپاک ہے۔ اسے تو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہوں۔

عمر۔ (غسل کے بعد سورہ طٰہٰ کی شروع کی آیتیں تلاوت کر کے) یہ کلام کیسا اچھا اور پیارا ہے۔

خباب۔ (کوٹھڑی سے نکل کر) عمر! مجھے امید ہے کہ آپ نبی ﷺ کی دعا کے مصداق ہوں گے۔ کیونکہ میں نے کل سنا کہ آپ یوں دعا فرما رہے تھے۔ ''یا اللہ تو ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن الخطاب کے ساتھ اسلام کو تقویت دے۔'' اے عمر! تو اللہ سے ڈر۔

عمر۔ مجھے حضرت محمد کے پاس لے چلو۔ تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں۔

خباب۔ آپ ﷺ مع اصحاب کے کوہ صفا کے قریب تشریف رکھتے ہیں۔

(عمر تلوار آڑے لٹکائے در دولت پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔)

اہلِ خانہ میں سے ایک صحابی آپ کو اس ہیئت میں دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔

صحابی۔ یا رسول اللہ! یہ عمر بن الخطاب ہے جو تلوار حمائل کیے ہوئے ہے۔

حمزہ۔ اسے آنے کی اجازت دو۔ اگر وہ کار خیر کے لیے آیا ہے تو ہمیں دریغ نہیں۔ اور اگر وہ شرارت کا ارادہ رکھتا ہے تو ہم اسے اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔

رسول اللہ (ﷺ) اسے اندر آنے دو۔

صحابی۔ اندر آیئے۔ (عمر داخل ہوتے ہیں)

رسول اللہ (ﷺ عمر کی کمر یا چادر کا دامن کھینچ کر) خطاب کے بیٹے! کیونکر آنا ہوا۔ اللہ کی قسم! میں نہیں دیکھتا کہ تو باز آئے۔ یہاں تک کہ اللہ تجھ پر کھڑکا نازل کرے۔

عمر۔ یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ اللہ پر اور اللہ کے رسول پر اور اس پر جو وہ اللہ کے ہاں سے لائے ایمان لاؤں۔

(اس طرح عمر اسلام لاتے ہیں اور حضور اقدس ﷺ تکبیر پڑھتے ہیں۔ جس سے تمام حاضرین خانہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے)

ایک[۲۵] روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک اونٹ پر سوار ایک کوچے میں سے گزر رہے تھے۔ ایک قاری نے یہ آیت پڑھی۔

Marfat.com

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۔ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۔ (طور۔ع) بے شک عذاب تیرے رب کا ہونے والا ہے۔ اس کو کوئی نہیں ہٹانے والا۔

اسے سن کر آپ بیہوش ہو گئے اور بیہوشی کی حالت میں زمین پر گر پڑے وہاں سے اٹھا کر آپ کو گھر لائے۔ مدت تک اس درد سے بیمار رہے۔ یہاں تک کہ لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے۔

دشمنان اسلام بھی قرآن کریم کی فوق العادت تاخیر کے قائل تھے۔ چنانچہ جب ۶ نبوت میں حضرت ابوبکر صدیق ہجرت کے ارادے سے حبشہ کی طرف نکلے تو ابن الدغنہ ان کو برک الغماد سے اپنی جوار میں مکہ واپس لے آیا۔ قریش نے ابن الدغنہ کی جوار کو رد نہ کیا۔ مگر اس سے کہا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے اور نماز میں چپکے جو چاہے پڑھے۔ مگر ہمیں اذیت نہ دے۔ اور آواز سے قرآن نہ پڑھے۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر قرآن کا اثر پڑ جائے۔ ابن الدغنہ نے یہی آپ سے ذکر کر دیا۔ کچھ مدت آپ نے اسی پر عمل کیا۔ بعد ازاں اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی جس میں آپ نماز پڑھتے اور قرآن بآواز پڑھتے۔ رقیق القلب تھے، قرآن پڑھتے تو بے اختیار رو پڑتے۔ آپ کی قرأت و رقت سے سرداران قریش ڈر گئے۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا کر کہا کہ ابوبکر نے خلاف شرط اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی ہے جس میں وہ بآواز نماز و قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر پڑے۔ تم اس کو روک دو۔ ہاں اگر وہ اپنے گھر کے اندر چپکے عبادت کرنا چاہے تو کیا کرے۔ اور اگر بآواز قرآن پڑھنے پر اصرار کرے تو تم اس کی حفاظت کی ذمہ داری واپس لے لو۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہم تمہارے عہد کی حفاظت کو توڑ دیں۔ ہم ابوبکر کو قرأت کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ سن کر ابن الدغنہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو میری جوار کی شرط معلوم ہے آپ اس کی پابندی کریں ورنہ میری ذمہ داری واپس کر دیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ سنیں کہ ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑ ڈالا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تمہاری جوار کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی جوار پر راضی ہوں[۶۷]۔

حضرت جبیر بن مطعم جو اسلام لانے سے پہلے اسیران بدر کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز مغرب میں سورۂ طور پڑھتے پایا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے:۔

Marfat.com

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ۞ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۞ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۞ (طور ۔ ع ۲)	کیا وہ پیدا ہوئے ہیں آپ ہی آپ یا وہی ہیں پیدا کرنے والے۔ یا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو بلکہ یقین نہیں کرتے۔ کیا ان کے پاس خزانے ہیں تیرے رب کے یا وہی داروغے ہیں۔

تو قریب تھا کہ (خوف سے) میرا دل پھٹ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ پہلی دفعہ تھی کہ ایمان نے میرے دل میں قرار پکڑا۔

حضرت طفیل بن [۲۸] عمرو الدوسی جو ایک شریف و دانا شاعر تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ وہیں تھے قبیلہ قریش کے لوگوں نے مجھ سے کہا۔ اے طفیل! تو ہمارے شہروں میں آیا ہے۔ یہ شخص (حضرت محمد) جو ہمارے درمیان ہے اس نے ہمیں تنگ کر دیا ہے اور ہماری جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ اس کا قول جادوگروں کا سا ہے۔ جس سے وہ باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری طرح تجھ پر اور تیری قوم پر بھی جادو کر دے، اس لیے تو اس سے کلام نہ کرنا۔ اور نہ اس سے کچھ سننا۔ وہ مجھے یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں اس سے کچھ نہ سنوں گا اور نہ کلام کرونگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب میں مسجد کی طرف جاتا تو اس ڈر سے کہ کہیں بے ارادہ آپ کی آواز میرے کان میں پڑ جائے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا۔ ایک روز جو صبح کو میں مسجد کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا پس اللہ نے مجھے آپ کا بعض قول سنا ہی دیا۔ مگر میں نے ایک عمدہ کلام سنا۔ اور اپنے جی میں کہا۔ وائے بے فرزندی مادر من۔ میں دانا شاعر ہوں۔ برے بھلے میں تمیز کر سکتا ہوں۔ پھر اس کا قول سننے سے مجھے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ جو کچھ وہ بیان کرے گا اگر اچھا ہوا تو میں قبول کر لونگا اور اگر برا ہوا تو رد کر دونگا۔ اس لیے میں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دولت خانے کی طرف واپس ہوئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب آپ اپنے دولت خانے میں داخل ہونے لگے تو میں نے عرض کیا۔ اے محمد ﷺ! آپ کی قوم نے مجھے ایسا ایسا کہا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ مجھے آپ کے قول سے ڈراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ تاکہ آپ کا قول نہ سنوں مگر اللہ نے سنا ہی دیا۔ میں نے ایک اچھا قول

Marfat.com

سنا۔ پھر میں نے التجا کی کہ اپنا دین آپ مجھ پر پیش کریں۔اس لیے آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا۔ اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی اس کی بہ نسبت نہ کوئی اچھا قول اور نہ کوئی راست امر سنا۔ پس میں مسلمان ہو گیا۔اور میں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔اورعرض کیا، یارسول اللہ! میری قوم میرے کہنے میں ہے۔ میں ان کی طرف جاتا ہوں۔اور انہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں آپ میرے لیے دعا کیجئے کہ خدا مجھے ایک نشانی دے۔ جو مجھے دعوت اسلام میں ان کے مقابلہ میں میری مددگار ہو۔ یہ سن کر آپ نے یوں دعا فرمائی۔ ''اے اللہ! اسے ایک نشانی عطا کر۔'' پھر میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا۔ چلتے چلتے جب میں گھاٹی میں پہنچا جہاں سے میرا قبیلہ مجھے دیکھ سکتا تھا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا۔ میں نے کہا۔ یااللہ میری پیشانی کے سوا کسی اور جگہ نور پیدا کر دے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں۔ وہ یوں گمان کریں گے کہ یہ عبرتناک سزا ہے جو ان کا دین چھوڑنے کے سبب میری پیشانی میں ظاہر ہوئی ہے۔پس وہ نور بجائے پیشانی کے میرے کوڑے کے سرے پر نمودار ہوا۔ جب میں گھاٹی سے اپنے قبیلے کی طرف اتر رہا تھا تو وہ نور ان کو میرے کوڑے میں معلق قندیل کی طرح نظر آتا تھا۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ پھر صبح ہوگئی۔ جب میں مکان میں اترا تو میرا باپ جو بہت بوڑھا تھا میرے پاس آیا۔ میں نے کہا۔ ابا! مجھ سے دور ہو۔ میں تیرا نہیں اور نہ تو میرا ہے۔ وہ بولا۔ بیٹا کیوں؟ میں نے کہا۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کے دین کا پیرو بن گیا ہوں۔ یہ سن کر میرے باپ نے کہا۔ میرا دین تیرا دین ہے۔پس اس نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کیے۔ پھر میرے پاس آیا۔ میں نے اس پر اسلام پیش کیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی۔ میں نے اس سے کہا مجھ سے دور ہو۔ میں تیرا نہیں، اور تو میری نہیں۔ وہ بولی، میرے ماں باپ تجھ پر قربان کیوں؟ میں نے کہا اسلام میرے اور تیرے درمیان فارق ہے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کے دین کا پیرو بن گیا ہوں۔ وہ کہنے لگی میرا دین تیرا دین ہے۔اور وہ مسلمان ہو گئی۔ پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اس میں تاخیر کی۔ پھر میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! دوس مجھ پر غالب آ گئے۔ آپ ان پر بددعا کیجئے۔ اس پر آپ نے یوں دعا کی۔ ''یا اللہ! دوس کو ہدایت دے۔'' اور مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی قوم میں لوٹ جا۔ اور انہیں نرمی سے دعوت اسلام دے۔ اس لیے میں لوٹ آیا اور دوس کو نرمی سے اسلام کی طرف بلاتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور غزوۂ بدر و احد و خندق

Marfat.com

ہو چکے۔ پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو ساتھ لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اور آپ خیبر میں تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں دوس کے ستر یا اسی گھرانے اترے۔

پادری راڈویل صاحب لکھتے ہیں کہ عرب کے سیدھے سادے بھیڑ بکریاں چرانے والے خانہ بدوش بدو لوگ ایسے بدل گئے جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ وہ لوگ مملکتوں کے بانی مبانی اور شہروں کے بنانے والے اور جتنے کتب خانے انہوں نے خراب کئے تھے ان سے زیادہ کتب خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے۔ اور فسطاط، بغداد، قرطبہ اور دلی کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی یورپ کو کپکپا دیا۔ اور قرآن کی قدر ہمیشہ ان تبدیلیوں کے اندر سے ہونی چاہئے۔ جو اس نے اپنے بطیب خاطر ماننے والوں کی عادات اور اعتقادات میں داخل کیں۔ بت پرستی کے مٹانے، جنات اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے، اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے، بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازدواج کی تعداد کو گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بیشک عربوں کے لیے برکت اور قدرت حق تھا گو عیسائی مذاق پر وحی نہ ہو۔ انتہیٰ

(از دیباچہ قرآن مطبوعہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۲۴)

یحییٰ بن الحکم الغزال اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہ کا حال بیان ہو چکا ہے۔ زیادہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ اربعہ کے علاوہ علمائے کرام نے قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی اور وجہیں بھی بیان کی ہیں۔ مگر میرے خیال میں یہ چاروں وجہیں بالکل کافی ہیں۔

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کی مثالیں

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم پہلے ایک وعدہ کر آئے ہیں۔ اسی کے ایفاء کے لیے عنوان بالا قائم کیا گیا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے اپنے زعم فاسد میں قرآن کی بعض چھوٹی چھوٹی سورتوں کا معارضہ کیا تھا۔ ازاں جملہ ایک سورۂ کوثر تھی جس کو اس لعین نے یوں سجع[۳۹] کیا تھا۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْجَوَاهِرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَهَاجِرْ اِنَّ مُبْغِضَكَ رَجُلٌ فَاجِرٌ ۔

ہم نے دیئے تجھ کو جواہرات۔ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور ہجرت کر بیشک جو دشمن رکھنے والا ہے تجھ کو۔ وہ بدکار شخص ہے۔

مگر کوئی منصف مزاج اسے معارضہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ سورت ہی کے الفاظ و ترتیب لیکر اس میں کچھ ادل بدل کر دیا جائے۔ علامہ جار اللہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر کشاف نے اس سورت

Marfat.com

کی وجہ اعجاز پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت الاعجاز فی درایت الاعجاز میں یوں لکھا ہے۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ اس آیت میں آٹھ فائدے ہیں۔

۱- یہ جملہ معطی کبیر کی طرف سے عطیۂ کثیرہ پر دلالت کرتا ہے۔ جب عطیہ منعم عظیم کی طرف سے ہو تو وہ نعمت عظمی ہوتا ہے۔ کوثر سے مراد وہ مومنین امت ہیں جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔ نیز اس سے مراد وہ فضائل وخواص ہیں جو اللہ تعالی نے حضور اقدس ﷺ کو دو جہاں میں عنایت فرمائے ہیں۔ ان کی کنہ کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور منجملہ کوثر وہ نہر ہے جس کی مٹی کستوری اور جس کے سنگریزے چاندی کی ڈلیاں ہیں۔ اور جس کے کناروں پر سونے چاندی کے برتن ستاروں کی گنتی سے زیادہ ہیں۔

۲- اسم کی تقدیم مفید تخصیص ہے۔ یعنی ہم نے (نہ کسی غیر نے) تجھے یہ خیر کثیر عطا کی۔ جس کی کثرت کی کوئی غایت نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ یہاں محدث عنہ کی تقدیم تخصیص کے لیے نہیں۔ بلکہ اس واسطے ہے کہ ایسی تقدیم اثبات خبر کے واسطے زیادہ تاکید والی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اسم محدث عنہ پہلے ذکر کیا جائے تو سامع کو خبر سننے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے جب وہ خبر سنتا ہے تو اس کا ذہن اسکو یوں قبول کرتا ہے جیسا عاشق معشوق کو۔ پس وہ خبر اس کے ذہن میں باحسن وجوہ متمکن ہو جاتی ہے۔

۳- ضمیر متکلم بصیغہ جمع لایا گیا ہے۔ جس سے ربوبیت کی عظمت پائی جاتی ہے۔

۴- جملے کے شروع میں حرف تاکید لایا گیا ہے۔ جو قسم کے قائم مقام ہے۔

۵- فعل کو بصیغہ ماضی لایا گیا ہے تاکہ اس امر پر دلالت ہو کہ کریم کی عطاء آجنہ واقع کے حکم میں ہے۔

۶- کوثر کے موصوف کو محذوف کر دیا گیا۔ اس لیے کہ مذکور میں وہ فرط ابہام اس کے صیغہ سے معدول کر کے لایا گیا۔

۷- وہ صفت اختیار کی گئی ہے جس کے معنی میں کثرت ہے۔ پھر اس کو اس کے صیغہ سے معدول کر کے لایا گیا۔

۸- اس صیغہ پر لام تعریف لایا گیا تاکہ یہ اپنے موصوف کو شامل اور کثرت کے معنی دینے میں کامل ہو۔ چونکہ یہ لام عہد کا نہیں۔ اس لیے واجب ہے کہ حقیقت کا ہو۔ اور حقیقت کے بعض افراد بعض سے اولی نہیں۔ پس وہ کا ہوئی۔ اس میں اس طعن کا جواب بھی آ گیا کہ حضور اقدس

Marfat.com

ﷺ کا آپ کے بعد کوئی بیٹا نہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد بیٹے کا باقی رہنا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ بیٹا نبی بنایا جائے۔ اور یہ محال ہے کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ یا نبی نہ بنایا جائے۔ اور یہ امر وہم میں ڈالتا ہے کہ وہ ناخلف ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما کر اس عیب سے محفوظ رکھا۔ اولاد کے ہونے سے یہی غرض ہوا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ عیب بھی لازم نہ آیا جو بیٹوں کے نبی نہ ہونے کی صورت میں تھا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ اس میں بھی آٹھ فائدے ہیں۔

۱- فاءِ تعقیب۔ یہاں دو باتوں کا سبب بنانے کے معنی کے لیے مستعار ہے۔ اول انعام کثیر کو منعم کے شکر و عبادت میں قیام کا سبب بنانا دوسرے انعام کثیر کو دشمن کے قول کی پروا نہ کرنے کا سبب بنانا۔ کیونکہ اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ عاص بن وائل نے کہا۔ ان محمدا صنبور یہ قول جناب رسول اللہ ﷺ پر ناگوار گزرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

۲- دو لاموں سے مقصود تعریض ہے عاص اور اس جیسے دوسروں کے دین سے جن کی عبادت و قربانی غیر اللہ کے واسطے تھی۔ اور نیز یہ مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے قدم صراط مستقیم پر جما دیں۔ اور اپنی عبادت کو اللہ کی ذات کریم کے لیے خالص کر دیں۔

۳- ان دونوں عبادتوں سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت کے دو نوع ہیں۔ ایک اعمال بدنیہ جن میں مقدم نماز ہے۔ دوسرے اعمال مالیہ جن میں اعلیٰ اونٹوں کی قربانی ہے۔

۴- اس آیت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نماز اور اونٹوں کی قربانی سے بڑا اختصاص تھا۔ کیونکہ نماز آپ کی مبارک آنکھوں کے لیے ٹھنڈک بنائی گئی۔ اور اونٹوں کی قربانی میں آپ کی ہمت قوی تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپ نے سو اونٹ قربانی دیئے۔ جن میں ابو جہل کا ایک اونٹ تھا جس کے ناک میں سونے کی نکیل تھی۔

۵- دوسرے لام کو اس لیے حذف کیا گیا کہ پہلا لام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

۶- سجع کے حق کی رعایت کی گئی۔ اور یہ منجملہ بدائع ہے۔ جب قائل اسے طبعی طور پر لائے اور تکلف سے کام نہ لے۔

۷- لِرَبِّكَ میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو اس میں التفات ہے۔ دوسرے مضمر کی جگہ لفظ مظہر لایا گیا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور اس کے غلبۂ قدرت کا اظہار ہے۔ اسی سے

Marfat.com

خلفاء نے یہ قول لیا۔ یامرك امیر المؤمنین بکذا۔

۸- اس سے معلوم ہوا کہ حق عبادت یہ ہے کہ بندے اس کے ساتھ اپنے رب اور اپنے مالک کو خاص کریں۔ اور اس شخص کی خطا سے تعریض ہوگئی جو اپنے رب کی عبادت چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کرے۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ اس میں پانچ فائدے ہیں:-

۱- امر (فصل وانحر) کی علت میں حضور اقدس ﷺ کے شانی (دشمن) کے حال اور اس کے قول کی طرف ترک توجہ کو بر سبیل استیناف بیان کیا گیا اور استیناف کا یہ اچھا عمل ہے۔ قرآن شریف میں مواقع استیناف بکثرت ہیں۔

۲- یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس جملہ کو معترضہ قرار دیا جائے جو خاتمۂ اغراض کے لیے حکمت کے سیاق پر لایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (قصص۔ ع ۳) اور شانی سے مراد عاص بن وائل ہے۔

۳- عاص کو اس صفت کے ساتھ ذکر کیا اور نام کے ساتھ ذکر نہ کیا۔ تاکہ یہ متناول وشامل ہو اس شخص کو جو دین حق کی مخالفت میں عاص کی مانند ہو۔

۴- اس جملے کے شروع میں حرف تاکید لایا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ عاص نے کہا جھوٹ ہے اور محض تعنت وعناد کا نتیجہ ہے۔ اسی واسطے اس کو شانی کہا گیا۔

۵- خبر معرفہ لائی گئی ہے تاکہ عدو شانی کے لیے بتر بدرجۂ کمال ثابت ہو۔ گویا کہ وہ جمہور ہے۔ جس کو صنبور کہا جائے۔ پھر یہ سورت باوجود علو مطلع وتمام مقطع کے اور باوجود نکات جلیلہ سے پر ہونے اور محاسن کثیرہ کے جامع ہونے کے اس تصنع سے خالی ہے۔ جس سے انسان اپنے خصم کو ساکت ومغلوب کر لیتا ہے۔ انتہی

ان تمام امور کے علاوہ اس سورت کی تین آیتوں میں چار پیشین گوئیاں ہیں جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔

آیہ یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ کی خارق عادت فصاحت کی طرف پہلے اشارہ آچکا ہے۔ علامہ کرمانی ؒ کی کتاب عجائب میں ہے کہ معاندین نے عرب وعجم کے تمام کلام ڈھونڈ مارے، مگر کوئی کلام فخامت الفاظ، حسن نظم، جودت معانی اور ایجاز میں اس کی مثل نہ پایا۔ اور اس امر پر متفق ہو گئے کہ انسانی طاقت اس آیت کی مثل لانے سے قاصر ہے۔ ابن ابی الاصبع ؒ کا قول ہے کہ میں نے کلام

Marfat.com

انسانی میں اس آیت کی مثل نہیں دیکھا۔اس میں سترہ لفظ ہیں اور بیس بدائع ہیں۔اور وہ یہ ہیں۔

۱-۲- ابلعی اقلعی میں مناسبت تامہ ہے۔

۳-۴- ابلعی اقلعی میں استعارہ ہے۔

۵- ارض وسما میں طباق[۴] ہے۔

۶- یٰسَمَآءُ میں مجاز ہے۔کیونکہ حقیقت یامطر السماء ہے۔

۷- وَغِیْضَ الْمَآءُ میں اشارہ[۵] ہے۔کیونکہ اس کی کئی معانی سے تعبیر کی گئی ہے۔اس لیے کہ پانی خشک نہیں کیا جاسکتا۔یہاں تک کہ آسمان کا مینہ تھم جائے۔اور زمین پانی کے ان چشموں کو نگل جائے جو اس سے نکلتے ہیں۔تب سطح زمین کا پانی کم ہوجائے۔

۸- واستوت میں صنعت ارداف[۶] ہے کیونکہ اس کی حقیقت جلست ہے، پس اس لفظ خاص سے اس کے مرادف کی طرف عدول کیا گیا۔اس واسطے کہ استواء میں اشعار ہے جلوس متمکن کا جس میں کوئی کجی نہ ہو۔اور یہ معنی لفظ جلوس سے ادا نہیں ہوتے۔

۹- وَقُضِیَ الْاَمْرُ میں تمثیل[۷] ہے۔

۱۰- اس آیت میں تعلیل[۸] ہے۔کیونکہ غیض الماء استواء کی علت ہے۔

۱۱- اس میں صحت تقسیم ہے۔نقص کی حالت میں جو پانی کے اقسام ہیں وہ سب اس میں مذکور ہیں۔کیونکہ اس کی صرف یہی قسمیں ہیں۔آسمان کے پانی کا تھم جانا۔زمین سے نکلنے والے پانی کا بند ہوجانا اور سطح زمین کے پانی کا خشک ہوجانا۔

۱۲- اس میں احتراس[۹] فی الدعاء ہے۔تاکہ یہ وہم نہ گزرے کہ غرق اپنے عموم کے سبب اسے اس کو شامل ہے۔جو مستحق ہلاک نہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدل اس سے مانع ہے کہ غیر مستحق پر دعائے بد کرے۔

۱۳- اس میں حسن[۱۰] النسق ہے۔کیونکہ اس میں بعض جملے بعض پر واؤ عطف کے ساتھ اس ترتیب سے معطوف ہیں جو بلاغت کا مقتضاء ہے۔چنانچہ پہلے زمین پر سے پانی کا ناپید ہونا ذکر کیا گیا۔جس پر کشتی والوں کا غایت مقصود (کشتی کی قید سے نجات) موقوف ہے۔پھر آسمان کے پانی کا تھم جانا بیان ہوا کہ جس پر یہ سب (یعنی کشتی سے نکلنے کے بعد کی اذیت کا دور کرنا اور زمین پر کے پانی کا پراگندہ ہوجانا) موقوف ہے۔پھر ان ہر دو مادوں کے بند ہونے کے بعد پانی کے دور ہوجانے کی خبر دی۔جو یقیناً ان سے متاخر ہے۔پھر قضائے امر کی خبر دی۔

Marfat.com

یعنی جس کا ہلاک ہونا مقدر تھا اس کے ہلاک ہونے کی اور جس کا بچنا مقدر تھا اس کے نجات پانے کی خبر دی۔ یہ امر ماقبل سے متاخر کیا گیا۔ کیونکہ کشتی والوں کو یہ کشتی سے نکلنے کے بعد معلوم ہوا۔ اور ان کا نکلنا ماقبل پر موقوف تھا۔ پھر کشتی کے استقرار کی خبر دی۔ جو اضطراب و خوف دور ہونے کا افادہ کرتا ہے۔ پھر ظالموں پر بددعا کرنے پر ختم کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ طوفان تو تمام روئے زمین پر تھا مگر غرق ہونا صرف مستحقین عذاب پر شامل تھا۔

۱۴۔ اس میں ائتلاف اللفظ مع المعنے ہے یعنی الفاظ معنی مقصود کے مناسب لائے گئے ہیں۔

۱۵۔ اس میں ایجاز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام قصہ نہایت ہی مختصر عبارت میں بیان فرما دیا۔

۱۶۔ اس میں تسہیم ہے۔ کیونکہ آیت کا اول اس کے آخر پر دلالت کرتا ہے۔

۱۷۔ اس میں تہذیب ہے۔ کیونکہ اس کے مفردات صفات حسن سے متصف ہیں۔ ہر لفظ کے حروف سہل مخارج ہیں اور ان پر فصاحت کی رونق ہے۔ اور بشاعت و عقارت سے خالی ہیں۔

۱۸۔ اس میں حسن بیان ہے۔ کیونکہ سامع کو اس کے معنی سمجھنے میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں اسی سے بآسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

۱۹۔ اس میں تمکین ہے۔

۲۰۔ اس میں انسجام ہے۔

علامہ سیوطی اتقان میں اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اعتراض بھی ہے یعنی تین جملے معترضہ اس آیت میں وارد ہوئے ہیں۔ وَغِيضَ الْمَاءُ۔ وَقُضِيَ الْأَمْرُ۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ امر دونوں کے درمیان واقع ہوا۔ علاوہ ازیں اس میں اعتراض در اعتراض ہے کیونکہ وَقُضِيَ الْأَمْرُ۔ غِيضَ اور استوت کے درمیان واقع ہے۔ اس لیے کہ استوا غیض کے بعد حاصل ہوا۔

ایجاز میں ولکم فی القصاص حیوة ہے۔ اس سے پہلے یہ مقولہ عرب میں مثل تھا القتل انفی للقتل۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس مثل کا استعمال متروک ہو گیا۔ اس آیت کی اس مثل پر فوقیت کئی وجوہ سے ظاہر ہے۔

۱۔ آیت میں مثل کی بہ نسبت ایجاز ہے۔ کیونکہ القصاص حیوة کے حروف دس ہیں۔ اور القتل انفی للقتل کے چودہ ہیں۔

۲۔ مثل میں حیات کی تصریح نہیں۔ اور آیت میں حیات کی تصریح ہے۔ جو مطلب اصلی ہے۔

Marfat.com

۳- حیات کی تنکیر تعظیم کے لیے ہے۔ جیسا کہ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوۃٍ الآیہ میں ہے۔ اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قصاص میں حیات متطاولہ ہے۔ مگر مثل میں یہ بات نہیں۔ کیونکہ اس میں لام جنس کے لیے ہے۔ اسی واسطے مفسرین نے وہاں حیوۃ کی تفسیر بقاء سے کی ہے۔

۴- آیت میں تعمیم ہے اور مثل میں نہیں۔ کیونکہ ہر قتل انفی للقتل نہیں۔ بلکہ بعض قتل (اور وہ قتل ظلماً ہے) موجب قتل ہوتا ہے۔ اور اس کا ریعنی قتل ظلماً کا نافی ایک خاص قتل ہے۔ اور وہ قصاص ہے۔ جس میں ہمیشہ حیات ہے۔

۵- مثل میں لفظ قتل دوبار آیا ہے۔ اور آیت اس تکرار سے خالی ہے۔ اور تکرار سے خالی افضل ہے اس سے جس میں تکرار پائی جائے خواہ وہ تکرار مخل فصاحت نہ ہو۔

۶- آیت میں محذوف نکالنے کی حاجت نہیں۔ مگر مثل میں ہے۔ کیونکہ اس میں افعل تفضیل کے بعد من اور اس کا مابعد محذوف ہے۔ اور قتل اول کے ساتھ قصاصاً اور قتل ثانی کے ساتھ ظلماً محذوف ہے۔ اور تقدیر یوں ہے القتل قصاصًا انفی للقتل ظلماً من ترکه۔

۷- آیت میں صنعت طباق ہے۔ کیونکہ قصاص کا حیات کی ضد ہونا مشعر ہے مگر مثل میں ایسا نہیں۔

۸- آیت ایک فن بدیع پر مشتمل ہے۔ اور وہ دو ضدوں میں سے ایک کا جو فنا و موت ہے دوسری کے لیے جو حیات ہے محل و مکان بنانا ہے۔ اور حیات کا موت میں قرار پکڑنا بڑا مبالغہ ہے۔ جیسا کہ کشاف میں مذکور ہے۔ اور صاحب ایضاح نے اسے یوں تعبیر کیا ہے کہ فی کو قصاص پر داخل کر کے قصاص کو حیات کے لیے گویا منبع و معدن قرار دیا گیا ہے۔

۹- مثل میں پے در پے اسباب خفیفہ (سکون بعد التحرک) ہیں۔ اور یہ امر کلمہ کی سلاست اور اس کے زبان پر جریان میں نقص ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ سواری جب ذرا سی حرکت کرے اور رک جائے۔ پھر حرکت کرے۔ پھر رک جائے تو ایسی سواری کو سوار اپنی مرضی کے موافق نہیں چلا سکتا۔ مگر آیت اس نقص سے پاک ہے۔

۱۰- مثل میں بظاہر تناقض ہے۔ کیونکہ ایک شئی اپنی ہی ذات کے لیے منافی قرار دی گئی ہے۔

۱۱- مثل میں قلقلہ قاف کا تکرار ہے۔ جو تنگی و شدت کا موجب ہے اور نون کا غنہ بھی ہے۔

۱۲- آیت حروف متلائمہ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اس میں قاف سے صاد کی طرف خروج ہے۔ اور قاف حروف استعلاء سے ہے اور صاد حروف استعلاء واطباق سے ہے۔ مگر مثل میں قاف سے

Marfat.com

تاء کی طرف خروج ہے۔ جو حرف منخفض ہے۔ اور وہ قاف کے ملائم نہیں۔ اسی طرح صاد سے حاء کی طرف خروج احسن ہے لام سے ہمزہ کی طرف خروج سے کیونکہ کنارہ زبان اور اقصیٰ حلق میں بعد ہے۔

۱۳- صاد اور حاء اور تاء کے تلفظ میں حسنِ صوت ہے۔ مگر قاف اور تاء کی تکرار میں یہ خوبی نہیں۔

۱۴- آیت لفظ قتل سے خالی ہے۔ جو مشعر وحشت ہے بخلاف لفظ حیات کے جو طبائع کو زیادہ مقبول ومرغوب ہے۔

۱۵- آیت میں لفظ قصاص کے ذکر سے جو مشعر مساوات ہے۔ عدل ظاہر ہوتا ہے۔ مگر مطلق قتل میں ایسا نہیں۔

۱۶- آیت اثبات پر مبنی ہے۔ اور مثل نفی پر مبنی ہے۔ اور اثبات اشرف ہے۔ کیونکہ اثبات اول ہے۔ اور نفی اس سے دوسرے درجے پر ہے۔

۱۷- آیت کے معنی سنتے ہی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ مگر مثل کے معنی سمجھنے کے لیے پہلے القصاص هو الحیوٰة کے معنی سمجھنے درکار ہیں۔

۱۸- مثل میں فعل مستعدی سے افعل تفضیل ہے۔ اور آیت اس سے خالی ہے۔

۱۹- صیغہ افعل اکثر اشتراک کا مقتضی ہوتا ہے۔ پس ترک قصاص قتل کا نافی نہ ہوگا۔ اور قصاص قتل کا زیادہ نافی ہوگا اور یہ درست نہیں۔ آیت اس نقص سے خالی ہے۔

۲۰- آیت قتل اور جرح دونوں سے روکنے والی ہے۔ کیونکہ قصاص دونوں کے لیے ہوتا ہے۔ اور قصاص اعضاء میں بھی حیات ہے۔ کیونکہ عضو کا قطع کرنا مصلحت حیات کو ناقص یا منغص کر دیتا ہے۔ اور بعض وقت جان تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ مگر مثل میں یہ خوبی نہیں۔ کذا فی الاتقان للسیوطی۔

امثلہ مذکورہ بالا سے جو بطور مشتے نمونہ از خروارے بیان کی گئی ہیں۔ ناظرین قرآن مجید کی خارق عادت فصاحت و بلاغت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ الآیہ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور اس میں ایک سو بیس بدائع بیان کیے ہیں۔ بخوف تطویل اسے یہاں درج نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

دیگر معجزات کا بیان

اس فصل میں جو معجزات بطریق اختصار بیان ہوتے ہیں ان سے حضور رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی وسعت کا اندازہ بخوبی لگ سکتا ہے۔

اسراء و معراج شریف

حضور اقدس ﷺ کے اخص خصائص اور اظہر معجزات میں سے یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسراء و معراج کی فضیلت سے خاص کیا۔ اور کسی دوسرے نبی کو اس فضیلت سے مشرف و مکرم نہیں فرمایا۔ اور جہاں تک آپ کو پہنچایا کسی کو نہیں پہنچایا۔ اور جو آیات و عجائبات آپ کو دکھائے۔ وہ کسی کو نہیں دکھائے ۔

بدیدہ آنچہ از دیدن بروں بود
مپرس از ماز کیفیت کہ چوں بود

بلکہ اگر تمام انبیاء کرام کے تمام فضائل یکجا جمع کیے جائیں تو انکا مجموعہ ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی اس ایک فضیلت (یعنی معراج اور اس میں جو انوار و اسرار اور حب و قرب آپ کو حاصل ہوا) کے برابر نہ ہوگا۔

اسراء سے مراد خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک رات کو جانا ہے۔ اور معراج بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر تشریف لے جانے کا نام ہے۔ اسراء قرآن کریم سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ
(بنی اسرائیل شروع)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے گرد ہم نے برکتیں دی ہیں۔ تاکہ ہم اس کو اپنے چند عجائبات اور نشانیاں دکھلائیں۔ بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا۔

یہ آیت شریف اسراء کے ثبوت پر نص ہے۔ اور اس کا اخیر حصہ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا معراج شریف کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ تاکہ وہاں سے آسمانوں پر لے جا کر عجائب ملکوت و ربوبیت دکھلائے۔ کیونکہ آیات کا دکھانا اور غایت کرامات و معجزات کا ظہور آسمانوں

Marfat.com

پر ہے۔صرف ان امور پر مقصور نہیں۔ جو مسجد اقصیٰ میں ظاہر ہوئے۔مسجد اقصیٰ تک لے جانا تو اس کا مبدأ ہے اور فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۔(سورۂ نجم) میں بنا بر تحقیق منتہائے معراج کا ذکر ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اسراء و معراج شریف ہر دو جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں ایک ہی رات وقوع میں آئے۔ جمہور صحابہ و تابعین و محدثین و فقہاء متکلمین و صوفیائے کرام کا یہی مذہب ہے۔اور یہی قرآن مجید سے ثابت ہے کیونکہ آیہ کریمہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ میں لفظ عبد موجود ہے۔اور عبد مجموعہ جسم و روح کو کہتے ہیں۔قرآن شریف میں جہاں کہیں کسی انسان کو کلمہ عبد سے تعبیر کیا ہے وہاں روح اور جسم دونوں مراد ہیں۔مثلاً سورۂ مریم میں۔

ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۔ یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔

یہاں عبد سے یقیناً حضرت زکریا مع جسم و روح کے مراد ہیں۔سورۂ جن میں ہے۔

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۔ جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) عبادت کے واسطے کھڑے ہوئے تو جن ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں (تاکہ قرآن شریف سنیں)

اسی طرح آیت زیر بحث میں عبد سے مراد جسم اقدس مع روح انور ہے پس معراج جسمانی کا ثبوت اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے بھی جو حد تواتر کو پہنچنے والی ہیں۔ یہی ثابت ہوتا ہے۔ فی الواقع اگر خواب میں ہوتا تو کفار انکار نہ کرتے۔اور بعض ضعیف مومن فتنہ میں نہ پڑتے۔ کیونکہ خواب میں تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہم ایک لحظہ میں مشرق میں ہیں۔ دوسرے لحظہ میں ہزاروں کوسوں پر مغرب میں ہیں۔ فلاسفہ اور دیگر عقل کے مقلد جو اعتراضات اس پر کرتے ہیں ان تمام کا جواب اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ (اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا) سے ملتا ہے۔ کیونکہ لے جانے والا تو خدا ہے جو قادر مطلق اور جمیع نقائص سے پاک ہے۔ پس اگر وہ اپنے کامل بندے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سید ولد آدم ﷺ کو جسم اطہر کے ساتھ حالت بیداری میں رات کے ایک حصے میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک اور بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر جہاں تک چاہا لے گیا۔ تو اس میں کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔

Marfat.com

شق القمر

معجزہ شق القمر قرآن کریم کی آیہ ذیل سے ثابت ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ (سورہ قمر شروع)

پاس آ لگی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند۔ اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو ٹال دیں اور کہیں۔ یہ جادو ہے چلا آتا۔

پہلی آیت کا یہ مطلب ہے کہ قیامت قریب آ گئی، اور دنیا کی عمر کا قلیل حصہ باقی رہ گیا۔ کیونکہ شق القمر جو منجملہ علامات قیامت تھا وقوع میں آ گیا۔ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ سے مراد ہے کہ شق القمر کا وقوع بالفعل حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں ہو چکا۔ اس معنی کی تائید حضرت حذیفہ کی قرأت سے ہوتی ہے۔ وقد انشق القمر (اور حال یہ کہ چاند پھٹ چکا) کیونکہ اس صورت میں یہ جملہ حال ہوگا۔ اور قیامت سے پہلے اقتراب ساعت اور وقوع انشقاق میں مقارنت کا مقتضی ہوگا۔ اور اس معنی کی تائید مابعد سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا مقتضا یہ ہے کہ شق القمر ایک معجزہ ہے جسے کفار قریش نے دیکھا اور ٹال دیا۔ اور اس سے پہلے بھی وہ پے در پے معجزات دیکھ چکے تھے کہ اسے دیکھ کر سحر مستمر بتانے لگے۔ اسی معنی پر مفسرین کا اجماع ہے۔

صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ میں بصراحت تام یہ قصہ مذکور ہے کہ رات کے وقت کفار قریش نے حضور اقدس ﷺ سے کوئی نشانی طلب کیا جو آپ کی نبوت پر شاہد ہو۔ آپ نے ان کو یہ معجزہ دکھلایا۔ اس معجزے کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور انس رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں۔ ان میں سے پہلے چار صحابۂ کرام نے تو بچشم خود دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے[1] ہو گیا۔ ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر تھا۔ یہ وہ معجزہ ہے کہ کسی دوسرے پیغمبر کے لیے وقوع میں نہیں آیا۔ اور بطریق تواتر ثابت ہے۔

سوال

کیا اہلِ مکہ کے سوا اور لوگوں نے بھی شق القمر دیکھا؟

جواب

اہلِ مکہ کے علاوہ اطراف سے آنے والے مسافروں نے بھی شق القمر کی شہادت دی۔ چنانچہ مسند[2] ابوداؤد طیالسی (متوفی ۲۰۴ھ) میں بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔ کفار قریش نے دیکھ کر کہا کہ یہ ابو کبشہ [۳۲] کے بیٹے کا جادو ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ مسافر جو آئیں گے ان سے پوچھیں گے۔ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ (حضرت) محمد کا جادو تمام لوگوں پر نہیں چل سکتا۔ چنانچہ مسافر آئے اور انہوں نے کہا کہ "ہم نے بھی شق القمر دیکھا ہے۔" اگر بالغرض بعض جگہ نظر نہ آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختلاف مطالع کے سبب بعض مقامات میں چاند کا طلوع ہوتا ہی نہیں۔ اسی لیے چاند گہن سب جگہ نظر نہیں آتا۔ اور بعض دفعہ دوسری جگہوں میں ابر یا پہاڑ وغیرہ چاند کے آگے حائل ہو جاتا ہے۔

سوال

شق القمر حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں وقوع میں آیا۔ جسے اب تیرہ سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں تو یہ کس طرح قرب قیامت کا نشان ہو سکتا ہے۔ جواب تک نہیں آئی۔

جواب

حضور اقدس ﷺ کا وجود مبارک اور آپ کی نبوت قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔ یعنی اس امر کا ایک نشان ہے کہ دنیا کی عمر کا اکثر حصہ گزر چکا ہے، اور بہت تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ آپ نے اپنی انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ "بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" یعنی میری بعثت اور قیامت ان دو انگلیوں کی مانند ہیں کہ جس قدر وسطیٰ (درمیانی انگلی) سبابہ (شہادت کی انگلی) سے آگے ہے۔ قیامت سے پہلے میرا مبعوث ہونا بھی اسی کی مانند ہے کہ میں پہلے آ گیا ہوں اور قیامت میرے پیچھے آ رہی ہے۔ جب آپ کی نبوت قرب قیامت کی علامت ہوئی تو شق القمر کا بالفعل وقوع بھی جو آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ قرب قیامت کا نشان ٹھہرا۔

ردالشّمس

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ صہباء [۳۳] میں نبی ﷺ کی طرف وحی آ رہی تھی۔ اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا۔ اس وجہ سے حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور نبی ﷺ نے نماز عصر پڑھ لی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی سے دریافت فرمایا، کیا تم نے نماز عصر پڑھ لی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [۳۴]۔ یا اللہ یہ تیری طاعت میں اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو اس

Marfat.com

کے لیے آفتاب کو واپس لا۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے آفتاب کو دیکھا کہ غروب ہو گیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد نکل آیا۔ اور اس کی شعاع پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔

ردالشمس کی طرح حبس الشمس بھی آنحضرت ﷺ کے لیے وقوع میں آیا ہے۔ چنانچہ شب معراج کی صبح کو جب کفار قریش نے حضور ﷺ سے اپنے قافلوں کے حالات پوچھے تو آپ نے ایک قافلہ کی نسبت فرمایا کہ وہ چہار شنبہ کے دن آئے گا۔ قریش نے اس دن انتظار کیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور وہ قافلہ نہ آیا۔ اس وقت آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹھہرا رکھا اور دن میں اضافہ کر دیا یہاں تک کہ وہ قافلہ آ پہنچا[۶۵]۔

مردوں کو زندہ کرنا

امام بیہقی[۶۶] نے دلائل النبوت میں روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دعوت اسلام دی۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاتا۔ یہاں تک کہ میری بیٹی زندہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر دکھا۔ اس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر دکھائی۔ تو آپ نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا، لَبَّیْکَ[۶۷] وَسَعْدَیْكَ نبی ﷺ نے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہے کہ دنیا میں پھر آ جائے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اللہ کی، میں نے اللہ کو اپنے والدین سے بہتر پایا۔ اور اپنے لیے آخرت کو دنیا سے اچھا پایا۔

حافظ ابونعیم[۶۸] نے کعب بن مالک کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، اور آپ کا چہرہ متغیر پایا۔ اس لیے وہ اپنی بیوی کے پاس واپس آئے اور کہنے لگے۔ میں نے نبی ﷺ کا چہرہ متغیر دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا، اللہ کی قسم! ہمارے پاس یہ بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ ہے۔ پس میں نے بکری کو ذبح کیا، اور اس نے دانے پیس کر روٹی اور گوشت پکایا۔ پھر ہم نے ایک پیالہ میں ثرید[۶۹] بنایا۔ پھر میں اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا، اے جابر اپنی قوم کو جمع کر لو۔ میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا، ان کو میرے پاس جدا جدا جماعتیں بنا کر بھیجتے رہو۔ اس طرح وہ کھانے لگے۔ جب ایک جماعت سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آتی۔ یہاں تک کہ سب کھا چکے۔ اور پیالے میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ رہا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔ کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا، اور ان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا۔ پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا۔ جسے میں نے نہیں سنا۔ ناگاہ وہ بکری کان

Marfat.com

جھاڑتی اٹھی۔آپ نے مجھ سے فرمایا۔اپنی بکری لے جا۔پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا وہ بولی یہ کیا ہے؟ میں نے کہا، اللہ کی قسم یہ ہماری بکری ہے۔ جسے ہم نے ذبح کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دعا مانگی۔پس اللہ نے اسے زندہ کردیا۔یہ سن کر میری بیوی نے کہا۔میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

غزوۂ خیبر کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ نے بکری کا زہر آلود گوشت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔آپ اس میں سے بازو اٹھا کر کھانے لگے۔وہ باز بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔وہ یہودیہ طلب کی گئی۔تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔یہ معجزہ مردے کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے۔کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ کرنا ہے حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے منفصل تھا مردہ ہی تھا۔

آنحضرت ﷺ کے والدین کا آپ کی خاطر زندہ کیا جانا۔اور ان کا آپ پر ایمان لانا بھی بعض احادیث میں وارد ہے۔علامہ سیوطی نے اس بارے میں کئی رسالے تصنیف کئے ہیں۔اور دلائل سے اسے ثابت کیا ہے۔**جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء**۔

حضور اقدس ﷺ کے توسل سے بھی مردے زندہ ہو گئے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک جوان نے وفات پائی۔اس کی ماں اندھی بڑھیا تھی۔ہم نے اس جوان کو کفنا دیا۔اور اس کی ماں کو پرسہ دیا۔ماں نے کہا، کیا میرا بیٹا مر گیا ہے۔ہم نے کہا۔ہاں یہ سن کر اس نے یوں دعا مانگی۔یا اللہ اگر تجھے معلوم ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے کہ تو ہر مشکل میں میری مدد کرے گا۔تو اس مصیبت کی مجھے تکلیف نہ دے۔ہم وہیں بیٹھے تھے کہ اس جوان نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھا دیا اور کھانا کھایا۔اور ہم نے بھی اس کے ساتھ کھایا۔

انقلابِ اعیان

جن چیزوں کو رسول اللہ ﷺ کا دستِ مبارک لگا، یا حضور کے استعمال میں آئیں، ان کی حقیقت و ماہیت بدل گئی۔بغرض توضیح ذیل میں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:-

ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے (گویا کوئی چور یا دشمن آتا ہے) آنحضرت ﷺ نے ابوطلحہ کا گھوڑا لیا جو سست رفتار تھا۔اور اس پر بغیر زین کے سوار ہو کر اکیلے جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔آپ کے بعد لوگ بھی سوار ہو کر اس طرف نکلے۔آنحضرت ﷺ کو واپس آتے ہوئے ملے۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا "ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔" اور گھوڑے کی نسبت فرمایا کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا۔ اس دن سے وہ گھوڑا ایسا چالاک بن گیا کہ کوئی دوسرا گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔[۱]

حضرت ام مالک کے پاس ایک چمڑے کی کپی تھی۔ جس میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی بطور ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ ایک روز حضور نے فرمایا کہ اس کو نہ نچوڑنا۔ یہ فرما کر آپ نے کپی ام مالک کو دے دی۔ وہ کیا دیکھتی ہیں کہ کپی گھی سے بھری ہوئی ہے۔ ام مالک کے لڑکے آکر نان خورش مانگتے تو وہ کپی میں گھی بدستور پاتیں۔ غرض وہ گھی اس طرح خرچ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز ام مالک نے کپی کو نچوڑا تو خالی ہو گئی۔[۲]

ام اوس بہزیہ نے کپی میں گھی ڈال کر بطور ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے قبول فرمایا اور کپی میں سے گھی نکال لیا۔ اور ام اوس کے لیے دعائے برکت فرما کر کپی واپس کر دی۔ جب ام اوس نے دیکھا تو گھی سے بھری ہوئی پائی۔ اسے خیال آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔ اس لیے وہ فریاد کرتی ہوئی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ حضور کے ارشاد سے صحابۂ کرام نے اس سے حقیقت حال بیان کر دی۔ ام اوس اس کپی میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بقیہ عمر شریف اور خلافت صدیقی و فاروقی و عثمانی میں گھی کھاتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ وقوع میں آئی۔[۳]

حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب قرشی عدوی کوتاہ قد پیدا ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا فرمائی اس کا اثر ہوا کہ عبدالرحمٰن جب کسی قوم میں ہوتے تو قد میں سب سے بلند نظر آتے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے لیے نکلے۔ رات اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے حضرت قتادہ بن نعمان انصاری کو دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا، میں نے خیال کیا کہ نمازی کم ہوں گے اس لیے میں نے چاہا کہ جماعت میں شامل ہو جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر حضرت قتادہ کو کھجور کی ایک ڈالی دی۔ اور فرمایا کہ ڈالی دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی۔ جب تم گھر پہنچو تو اس میں ایک سیاہ شکل دیکھو گے۔ اس کو مار کر نکال دینا۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔ جس طرح حضور نے فرمایا، ویسا ہی ظہور میں آیا۔[۴]

جنگِ بدر میں حضرت عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ حضور نے ان کو ایک لکڑی عنایت فرمائی۔ جب عکاشہ نے ہاتھ میں لیکر ہلائی تو وہ ایک سفید

Marfat.com

مضبوط تلوار بن گئی جس سے وہ جنگ کرتے رہے۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ حضرت عکاشہ اسی کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایام الردۃ میں شہید ہو گئے۔

جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عنایت فرمائی۔ وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ جس کے ساتھ وہ جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اس تلوار کو عرجون کہتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کا مشکیزہ لیا۔ اس کا منہ باندھ کر دعا فرمائی اور صحابہ کرام کو عطا فرمایا۔ جب نماز کا وقت آیا، تو انہوں نے اسے کھولا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں بجائے پانی کے تازہ دودھ ہے۔ اور اس کے منہ پر جھاگ آ رہی ہے۔

حضور علیہ السلام نے حضرت سلمان فارسی کے لیے جو کھجور کے پیڑ اپنے دست مبارک سے اگائے تھے وہ ایک ہی سال میں پھل لائے۔ بانجھ بکری کے تھنوں پر آپ کا دست مبارک پھر گیا، وہ دودھ دینے لگی۔ گنجے کے سر پر دست شفاء پھیرا تو اسی وقت بال اگ آئے۔ اس قسم کی برکات کا ذکر حضور کے حلیہ شریف کے بیان میں آ چکا ہے۔

بچوں کی شہادت (گواہی)

معرض بن معیقیب یمانی سے روایت ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کیا۔ اور مکہ میں ایک گھر میں داخل ہوا۔ میں نے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ سے ایک عجیب امر دیکھنے میں آیا۔ اہل یمامہ میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک بچہ لایا جو اسی دن پیدا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا اے بچے! میں کون ہوں؟ وہ بولا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ اللہ تجھے برکت دے۔ پھر اس کے بعد اس بچے نے کلام نہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا۔ ہم اسے مبارک الیمامہ کہا کرتے تھے۔

حضرت شمر بن عطیہ نے اپنے بعض شیوخ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا لائی جو جوان ہو گیا تھا۔ اس نے کہا، میرے اس بیٹے نے جب سے پیدا ہوا کلام نہیں کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

Marfat.com

بیماروں کوشفاء دینا

حضرت فدیک بن عمرو السلامانی کی دونوں آنکھیں سفید ہوگئی تھیں اور وہ کچھ نہ دیکھ سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دم کر دیا۔ وہ ایسے بینا ہو گئے کہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال سکتے تھے۔ [۵۰]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عفراء کی بیوی کو برص کی بیماری تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اپنا عصا مبارک اس کے بدن پر پھیر دیا۔ اسی وقت مرض جاتا رہا۔

حضرت ابوسبرہ کے ہاتھ میں ایک ایسی گلٹی تھی کہ اونٹ کی مہار نہ پکڑ سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک تیر منگوایا اور گلٹی پر پھیر دیا۔ وہ فوراً جاتی رہی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے سر پر اور چہرے پر ورم ہوگیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست شفاء کپڑے پر سے ان کے چہرے اور سر پر رکھا۔ اور دعا فرمائی، اسی وقت ورم جاتا رہا [۵۱]۔

حضرت حبیب بن یساف ذکر کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا۔ میری گردن پر ایک ضرب شدید ایسی لگی کہ میرا بازو لٹک پڑا۔ میں حضور کے پاس آیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اور بازو کو اس کی جگہ پر چسپاں کر دیا، وہ فوراً چنگا ہو گیا۔ پھر میں نے اسے قتل کر دیا جس نے مجھے ضرب شدید لگائی تھی [۵۲]۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ڈاڑھ کے درد کی شکایت کی آپ نے اپنا مبارک ہاتھ ان کے رخسار کی اس جگہ پر رکھا جہاں درد تھا اور دعا فرمائی۔ ابھی آپ نے دست شفاء وہاں سے نہ اٹھایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شفاء دی۔

حضرت جرہد بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا دائیں ہاتھ میں کچھ شکایت ہے جس کے سبب سے کھایا نہیں جاتا۔ حضور نے اس ہاتھ پر دم کر دیا۔ حضرت جرہد کو پھر عمر بھر یہ شکایت نہ ہوئی [۵۳]۔

عنوان بالا کے متعلق اور مثالیں حلیہ شریف میں دہان مبارک اور لعاب مبارک اور دستِ مبارک کے تحت میں مذکور ہو چکی ہیں۔ جن کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔

طعامِ قلیل کو کثیر بنا دیا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے دن ہم خندق کھود رہے تھے۔ ایک سخت

Marfat.com

زمین ظاہر ہوئی۔ صحابہ کرام نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ خندق میں سخت زمین پیش آ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میں خندق میں اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے (حالانکہ بھوک کی شدت سے آپ کے شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور ہم نے بھی تین دن سے کچھ نہ چکھا تھا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کدال لی اور ماری۔ وہ سخت زمین ریگ رواں کا ایک ڈھیر بن گئی۔ میں نبی ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ میں نے نبی ﷺ میں سخت بھوک کی علامت دیکھی ہے۔ میری بیوی نے ایک تھیلی نکالی۔ جس میں ایک صاع جو تھے۔ ہمارے ہاں گھر میں پلا ہوا ایک بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اسے ذبح کیا۔ میری بیوی نے جو پیس لئے۔ ہم نے گوشت دیگ میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اور چپکے سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے۔ اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں۔ آپ مع چند صحابہ کے تشریف لائیں۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے آواز دی اے اہل خندق! جابر نے ضیافت تیار کی ہے، جلدی آؤ۔ پھر نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ تم میرے آنے تک دیگ نہ اتارنا۔ اور خمیر کو نہ پکانا جب آپ تشریف لائے تو میری بیوی نے آپ کے سامنے خمیر نکالا۔ آپ نے اس میں اپنے دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا۔ اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر ہماری دیگ کی طرف آئے۔ اس میں بھی لعاب مبارک ڈال دیا۔ اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر میری بیوی سے فرمایا۔ روٹی پکانے والی کو بلا کہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور تو اپنی دیگ میں سے کفگیر سے گوشت نکالنا۔ اور دیگ کو چولہے پر سے نہ اتارنا۔ راوی کا بیان ہے کہ اہلِ خندق جو ایک ہزار تھے۔ اللہ کی قسم! سب کھا چکے۔ یہاں تک کہ اسے باقی چھوڑ گئے۔ مگر دیگ اسی طرح جوش مار رہی تھی۔ اور خمیر اسی طرح پکایا جا رہا تھا[۵۴]۔

قصہ مذکورہ بالا میں روایت احمد ونسائی میں ہے کہ جب حضرت نے اس سخت پتھر پر بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو اس کی ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئیں۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسری تہائی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں۔ خدا کی قسم! میں اس وقت یہاں سے ابواب صنعاء کو دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان کو حکم دیں کہ جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہے لے آئے۔ پھر آپ اس پر دعائے برکت فرمائیں آپ نے منظور فرمایا۔ اور چمڑے کا فرش طلب کیا۔

Marfat.com

وہ بچھا دیا گیا تو آپ نے صحابۂ کرام کا بچا ہوا توشہ طلب فرمایا کوئی چنے کی مٹھی لا رہا تھا۔ کوئی چھواروں کی مٹھی بھرے آ رہا تھا۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لا رہا تھا۔ یہاں تک کہ فرش پر تھوڑا سا توشہ جمع ہو گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے دعائے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ اپنے برتنوں میں ڈال کر لے جاؤ۔ چنانچہ لوگ اپنے برتنوں میں لے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا جسے بھرا نہ ہو۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تمام لشکر[۵۵] نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اور بچ بھی رہا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور اس امر کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ان دو شہادتوں میں شک نہ کرنے والا کوئی بندہ اللہ سے نہ ملے گا کہ وہ بہشت سے روک دیا جائے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابنِ ابی بکر صدیق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم ایک سو تیس شخص تھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس طعام ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک صاع طعام نکلا۔ وہ گوندھا گیا۔ پھر ایک مشرک دراز قد ژولیدہ مُو بکریاں ہانکتا آیا۔ آپ نے اس سے ایک بکری خریدی[۵۶]۔ اسے ذبح کیا گیا۔ اور آپ کے حکم سے اس کا کلیجہ بھونا گیا۔ آپ نے اس کلیجہ کی ایک ایک بوٹی سب کو دی۔ پھر گوشت دو پیالوں میں ڈال دیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا اور دونوں پیالے کے بھرے بچ رہے۔ ہم نے بچے ہوئے کھانے کو اونٹ پر رکھ لیا۔ واضح رہے کہ اس قصہ میں دو معجزے ہیں۔ ایک تکثیر کلیجہ دوسرے تکثیر صاع و گوشت۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی شدت سے کبھی اپنے پیٹ کو زمین سے لگایا کرتا تھا۔ اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس راستے میں بیٹھ گیا۔ جہاں سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام گزرا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے میں نے ان سے قرآن کی آیت پوچھی تاکہ آپ میرا پیٹ بھر دیں۔ مگر انہوں نے کچھ توجہ نہ کی اور گزر گئے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ میں نے ان سے بھی ایک آیت پوچھی۔ مگر انہوں نے بھی کچھ توجہ نہ کی اور گزر گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوالقاسم ﷺ پاس سے گزرے۔ تو میری حالت کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے تو ایک پیالہ میں کچھ دودھ دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ دودھ کیسا ہے؟ جواب ملا کہ ہدیہ ہے۔ مجھ سے فرمایا کہ اہلِ صفہ کو بلا لاؤ۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ کے پاس صدقہ آتا تو اسے اہلِ صفہ کے لیے بھیج دیتے۔ اور اس میں سے خود کچھ نہ کھاتے۔ اگر ہدیہ آتا تو اہلِ صفہ کو بلا کر اس میں شریک

Marfat.com

کر لیتے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ اتنے دودھ سے اہلِ صفہ کو کیا ہوگا۔ اس کا تو میں ہی زیادہ مستحق تھا۔ مگر ارشاد تعمیل سے چارہ نہ تھا۔ میں ان سب کو بلا لایا۔ آپ نے مجھے وہ پیالہ دیا اور فرمایا کہ ان کو پلاؤ۔ میں ایک ایک کو پلاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سب سیر ہوگئے۔ آپ نے پیالہ لے کر اپنے دست مبارک پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ پھر فرمایا، ابو ہریرہ! میں اور تم دونوں باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ آپ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا اور پیو۔ میں نے پھر پیا۔ اسی طرح آپ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا کہ اب پیٹ میں گنجائش نہیں۔ بعد ازاں باقی آپ نے پی لیا[۵۷]۔

حضرت جابر[۵۸] ذکر کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے آنحضرت ﷺ سے طعام کا سوال کیا۔ حضور نے اسے آدھا وسق جو عنایت فرمائے۔ وہ اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان ان کو کھاتے رہے (اور وہ کم نہ ہوئے) یہاں تک کہ ایک روز اس نے ان کو ماپ لیا (تو وہ کم ہونے لگے) اس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا اگر ان کو نہ ماپتا تو تم عمر بھر کھاتے رہتے، اور وہ کم نہ ہوتے۔

حضرت انس[۵۹] بن مالک کا بیان ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (والد انس) نے ام سلیم رضی اللہ عنہا (والدہ انس رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ میں بھوک کی شدت سے ضعف کے آثار دیکھے ہیں۔ کیا گھر میں کچھ ہے۔ ام سلیم نے جو کی چند روٹیاں کپڑے میں لپیٹ کر میرے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ مع اصحاب مسجد میں تشریف رکھتے تھے آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ام سلیم کے گھر چلو۔ میں گھر میں پہلے پہنچ گیا۔ اور ابوطلحہ سے صورت حال بیان کردی۔ ابوطلحہ نے راستے میں رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ جب حضور گھر میں داخل ہوئے تو ام سلیم سے فرمایا کہ ماحضر لے آؤ۔ آپ کے ارشاد سے روٹیوں کے ٹکڑے کر کے ان میں کچھ گھی ڈال دیا گیا۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اور اصحاب میں سے دس کو طلب کیا۔ وہ سیر ہوگئے تو پھر اور دس کو طلب کیا۔ اسی طرح ستر یا اسی اصحاب نے سیر ہو کر کھایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں چند کھجوریں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ان میں دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے دستِ مبارک میں لیکر دعائے برکت فرمائی۔ اور فرمایا کہ لو۔ ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو جس وقت ان میں سے کچھ لینا چاہو تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا اور توشہ دان کو نہ جھاڑنا۔ ہم نے ان میں سے اتنے اتنے وسق[۶۰]

Marfat.com

راہ خدا میں دے دیئے۔ خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے رہے۔ وہ توشہ دان میری کمر سے جدا نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عثمان کی شہادت کا دن آیا تو وہ گم ہو گیا[۹۱]۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اس دن فرماتے تھے:-

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَّلِی هَمَّانِ بَیْنَهُمْ هَمَّ الْجَرَابِ وَهَمُّ الشَّیْخِ عُثْمَانَا ۔

لوگوں کو ایک غم ہے اور مجھے دو غم ہیں توشہ دان کے گم ہونے کا غم اور حضرت عثمان کے شہید ہونے کا غم۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ میرے والد احد کے دن شہید ہو گئے۔ اور چھ لڑکیاں اور بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ جب کھجوروں کے توڑنے کا وقت آیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے۔ میرے باپ احد کے دن شہید ہو گئے اور بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کی زیارت کریں۔'' آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ہر ایک قسم کی کھجوروں کا الگ الگ ڈھیر لگا دو میں نے تعمیلِ ارشاد کی اور آپ کو بلانے آیا۔ جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو مجھے اور تنگ کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر آپ سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار پھرے پھر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ قرض خواہوں کو بلاؤ۔ آپ ماپ کر ان کو دیتے رہے یہاں تک کہ میرے باپ کی امانت، اللہ نے ادا کر دی۔ میں اسی پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کی امانت ادا کر دے۔ خواہ میری بہنوں کے لیے ایک کھجور بھی نہ بچے۔ مگر اللہ کی قسم وہ تمام ڈھیر سالم رہے۔ میں نے اس ڈھیر کو دیکھا جس پر رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے تھے۔ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی[۹۲]۔

تکثیر طعام کی طرح حضور کی دعا و برکت سے قلیل پانی کا کثیر ہو جانا بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے۔ اس قسم کا تکثیر طعام اور تکثیر آب جناب سید کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کے مربی اور ولی نعم ہونے کا اثر ہے۔ کیونکہ جس طرح حضور انور بحسب روحانیت قلوب و ارواح کے مربی و مکمل ہیں۔ عالم جسمانیت میں ابدان و اشباح کے پرورش فرمانے والے بھی ہیں ؎

شکرِ فیضِ تو چمن چوں کند اے ابر بہار
کہ اگر خارو اگر گل ہمہ پروردۂ تست

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں صفا و مروہ کے درمیان بازار میں سے گزر رہا تھا۔ وہاں میں نے ایک سبزی بیچنے والے کو دیکھا کہ سبزی پر پانی

Marfat.com

چھڑک رہا ہے اور یوں کہہ رہا ہے۔

يَا بَرَكَةَ النَّبِيِّ تَعَالَى وَانْزِلِي ثُمَّ لَا تَرْتَحِلِي ۔ اے نبی کی برکت آ اور میرے مکان میں اتر۔ پھر کوچ نہ کر۔

اجابتِ دعا

حضور اقدس ﷺ کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جو دعا فرماتے وہ بارگاہ رب العزت میں قبول ہوتی۔ یہ باب نہایت وسیع ہے۔ نظر براختصار صرف چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔ [۹۳]

حضرت انس بن مالک کی ماں نے حضور کی خدمت میں عرض کی۔ یارسول اللہ! انس آپ کا ادنیٰ خادم ہے۔ اس کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ پس آپ نے یوں دعا فرمائی۔ ''یا اللہ! تو اس کا مال واولاد زیادہ کر۔ اور جو نعمت تو نے اسے دی ہے اس میں برکت دے'' ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تو اس کی عمر زیادہ کر اور بہشت میں میرا رفیق بنا۔ یہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ حضرت انس کے باغ میں کھجوروں کے درخت سال میں دو دفعہ پھل دیتے۔ ان کی اولاد سو سے زیادہ تھی۔ ایک کم سو برس کی عمر پائی۔ اخیر عمر میں فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ حسب دعائے جناب مصطفیٰ ﷺ میں بہشت میں آپ کا رفیق بھی ہوں گا۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اللہ تجھے برکت دے۔ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن کو تجارت میں اس قدر نفع دیا کہ جب ۳۱ھ میں انہوں نے وفات پائی تو ان کے ترکہ کا سونا کلہاڑیوں سے کھودا گیا۔ یہاں تک کہ کثرت کار سے ہاتھ زخمی ہوگئے اور ان کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو اسی ہزار دینار ملے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ایک ہزار گھوڑے اور پچاس ہزار دینار فی سبیل اللہ خیرات کردیئے جائیں۔ یہ تمام علاوہ ان صدقات کے تھا جو انہوں نے اپنی زندگی میں کیے۔ چنانچہ ایک روز تیس غلام آزاد کیے۔ ایک مرتبہ سات سو اونٹوں کا کارواں مع مال واسباب تصدق کردیا ایک دفعہ اپنا آدھا مال راہ خدا میں دے دیا۔ پھر چالیس ہزار دینار، پھر پانچ سو گھوڑے، پھر پانچ سو اونٹ تصدق کیے۔

جنگ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص جناب رسول اکرم ﷺ کے آگے بیٹھے ہوئے تیر چلا رہے تھے۔ اور یوں کہہ رہے تھے۔ ''یا اللہ! یہ تیرا تیر ہے۔ اس سے تو اپنے دشمن کو ہلاک کر'' اور حضور فرمارہے تھے۔ ''یا اللہ! اس کا نشانہ درست کردے اور اس کی دعا قبول کرلے۔'' آپ کی دعا سے حضرت سعد مستجاب الدعوات بن گئے۔ جو دعا کرتے تو قبول ہوتی اور جو تیر پھینکتے وہ کبھی خطا نہ کرتا۔

Marfat.com

اسی طرح حضور نے دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ! اسلام کو عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام (ابو جہل) کے ساتھ عزت دے۔ یہ دعا حضرت عمر کے حق میں قبول ہوئی۔ وہ ایمان لائے اور اس دن سے اسلام کو عزت وغلبہ حاصل ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے حق میں حضور نے دعا کی تھی کہ ''یا اللہ! اس کو دین میں فقیہ بنا دے۔ اس دعا کی برکت سے حضرت ابنِ عباس رئیس المفسرین اور حبر الامت بن گئے۔''

ایک روز آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری اس دعا کے تمام ہونے تک اپنا کپڑا بچھائے رکھے گا، وہ میری احادیث میں سے کبھی کچھ نہ بھولے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک کملی کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا۔ میں نے کملی ہی بچھا دی۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی دعا تمام کی۔ پھر میں نے اپنی کملی لپیٹ کر اپنے سینے سے لگا دی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے کہ میں آپ کی احادیث کو آج تک نہیں بھولا۔''

جب حضرت طفیل بن عمرو دوسی آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام لائے تو انہوں نے یوں عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! میری قوم میری اطاعت کرتی ہے۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس کو دعوت اسلام دیتا ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی نشانی عطا کرے۔ جو ان کے برخلاف میری معاون ہو۔'' حضور نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کے لیے ایک نشانی پیدا کر دے۔ یہ سن کر میں اپنی قوم کی طرف آیا۔ جب میں گھاٹی کدار میں پہنچا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا۔ میں نے دعا کی۔ یا اللہ! اس نور کو میری پیشانی کے سوا کسی اور جگہ پیدا کر دے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ میری قوم اس کو میری پیشانی میں مثلہ خیال کرے گی۔ پس وہ نور میرے چابک کے سرے پر لٹکتی ہوئی قندیل کی طرح ہو گیا۔ پھر میں نے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی مگر وہ ایمان نہ لائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبیلہ دوس نے میری اطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ آپ نے بجائے بددعا کے دعائے ہدایت فرمائی۔ اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو نرمی سے دعوت اسلام دو۔ میں تعمیل ارشاد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لے آئے۔ پھر میں اپنی قوم کے ستر یا اسی اشخاص کے ساتھ جو ایمان لائے تھے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مگر وہ قبول نہیں کرتیں۔ آپ دعا فرمائیں۔ حضور نے یہ سن کر دعا

Marfat.com

فرمائی۔ اور وہ ایمان لائی۔ جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔

حضرت نابغہ (نابغہ بنی جعدہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعر سنایا۔ آپ نے پسند فرمایا اور میرے حق میں یوں دعا فرمائی۔ اللہ تیرا دانت نہ گرائے۔" حضرت نابغہ کی عمر سو سال سے زائد ہوگئی مگر آپ کا کوئی دانت نہ گرا۔

حضرت ثابت بن زید نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میرا ایک پاؤں لنگڑا ہے۔ زمین پر نہیں لگتا۔ حضور نے میرے حق میں دعا فرمائی۔ وہ پاؤں چنگا ہوگیا۔ اور دوسرے کی طرح زمین پر برابر لگنے لگا۔

حضرت عروۃ البارقی کے لیے حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کے سودے میں برکت دے۔ اس کے بعد حضرت عروہ جو چیز خریدتے خواہ وہ مٹی ہو اس میں نفع ہی ہوتا۔

ہجرت کے وقت جب حضور غارِ ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک گھوڑے پر سوار آپ کے تعاقب میں بالکل قریب آ گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہمیں تو آ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ غم نہ کر۔ کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ جب دو تین نیزے کا فاصلہ رہ گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! تو جس طرح چاہے ہم کو بچا۔ اس پر سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ یہ دیکھ کر سراقہ نے عرض کیا۔ یا محمد! میں جانتا ہوں کہ یہ آپ کا کام ہے۔ آپ اس مصیبت سے میری نجات کے لیے دعا فرمائیں۔ اللہ کی قسم! میں کسی کو تعاقب میں آپ تک نہیں آنے دوں گا۔ چنانچہ آپ کی دعا سے سراقہ نے نجات پائی۔ اور وہ واپس چلا گیا۔ راستے میں جس سے ملتا اسے یہ کہہ کو موڑ لیتا کہ میں نے بہت ڈھونڈا حضرت ادھر نہیں ہیں۔

حضور کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ میں طاعون و وبا سب سے زیادہ رہا کرتی تھی۔ آپ کی دعا سے ایسی دور ہوئی کہ آج تک وہ مبارک شہر وبا و طاعون سے محفوظ ہے۔ اور محفوظ رہے گا۔

آنحضرت ﷺ نے ابولہب کے بیٹے عتیبہ پر بددعا فرمائی۔ چنانچہ اسکو ایک شیر نے پھاڑ ڈالا جیسا کہ آگے مفصل بیان ہوگا۔

جب قریش نے ایمان لانے سے انکار کر دیا تو حضور نے دعا فرمائی۔ یا اللہ! ان پر حضرت یوسف کے سات سالوں کی طرح سات سال قحط لا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ قریش نے مردار اور ہڈیاں کھائیں۔ ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا محمد! آپ کی قوم ہلاک ہوگئی۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ قحط دور ہو جائے۔ پس آپ نے دعا فرمائی اور وہ مصیبت دور ہوگئی۔[۹۵]

Marfat.com

حضور نے کسریٰ پرویز کو جو دعوت اسلام کا خط لکھا تھا۔ اس نے اسے پڑھ کر پھاڑ دیا۔ جب آپ نے یہ سنا تو فرمایا کہ اس کا ملک پارہ پارہ ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فارس سے اکاسرہ کی سلطنت ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔

حکم بن ابی العاص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرنے کے لیے اپنا منہ ٹیڑھا کر لیا۔ حضور نے فرمایا کہ اسی طرح رہے۔ چنانچہ وہ کج دہان ہی رہا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔

جناب سرورِ کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ نے محلم بن جثامہ کو ایک سریہ میں بھیجا تھا۔ جس پر عامر بن الاضبط کو امیر بنایا تھا۔ جب وہ ایک وادی کے درمیان پہنچے تو محلم نے عامر کو ایک عداوت کے سبب جو دونوں میں تھا دھوکے سے قتل کر دیا۔ جب حضور کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے دعا فرمائی کہ محلم کو زمین قبول نہ کرے۔ اس دعا کے سات دن بعد محلم مر گیا۔ جب اس کو دفن کیا گیا تو زمین نے اس کو پھینک دیا۔ اسی طرح کئی دفعہ کیا گیا۔ مگر زمین نے قبول نہ کیا۔ آخر کار اس کو ایک غار میں پھینک دیا گیا۔ اور پتھروں کی ایک دیوار اس پر بنا دی گئی۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط پڑا۔ جمعہ کے دن حضور منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک بادیہ نشین عرب آپ کے پاس آیا اور یوں عرض کرنے لگا۔ ''یارسول اللہ! ہمارے مال ضائع ہو گئے اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں۔'' یہ سن کر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت آسمان پر کوئی بادل نظر نہ آتا تھا۔ [۹۷] قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آپ نے ہاتھ نہ چھوڑے تھے کہ پہاڑوں کی مثل بادل اٹھا۔ پھر آپ منبر سے نہ اترے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک پر سے نیچے گر رہا ہے۔ اس طرح جمعہ آئندہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی بادیہ نشین عرب آیا اور عرض کرنے لگا۔ ''یارسول اللہ! ہمارے مکانات گر گئے۔'' آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ ''یااللہ! ہمارے گرد مینہ برسا اور ہمارے مکانات سے دور رکھ۔'' پس جس طرف آپ اشارہ فرماتے بادل دور ہو جاتا۔ یہاں تک کہ مدینہ گول گڑھے کے مانند ہو گیا اور وادی قنات میں ایک مہینہ تک پانی جاری رہا۔ جس طرف سے کوئی آتا، بارانِ کثیر کی خبر لاتا۔

جب مسلمان غزوۂ تبوک [۹۸] کے لیے نکلے تو گرمی کی شدت تھی۔ ایک پڑاؤ پر پیاس کی شدت سے یہ نوبت پہنچی کہ اونٹ ذبح کرتے۔ اس کی لید نچوڑ کر پانی پی لیتے اور بقیہ کو اپنے جگر پر باندھتے۔ حضرت صدیق اکبر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دعا فرمائیے۔ چنانچہ حضور انور

Marfat.com

ﷺ کی دعا سے پانی برسا۔ اور مسلمانوں نے اپنے برتن بھر لیے۔ پھر جو دیکھا تو یہ بارش حدودِ لشکر سے متجاوز نہ تھی۔

آنحضرت ﷺ نے ایک نابینا کو اپنی ذات شریف سے توسل کا طریق بتایا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور بینا ہو گیا۔ جیسا کہ آگے بالتفصیل آئے گا۔ ہم اس عنوان کو ایک مشہور واقعہ پر ختم کرتے ہیں جس کی کیفیت ذیل میں درج ہے۔

نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ

نجران مکہ مشرفہ سے جانب یمن سات منزل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر ہے۔ جو نجران بن زید بن یشجب بن یعرب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ شہر ملک عرب میں عیسائی مذہب کا مرکز تھا۔ اور ۷۳ گاؤں اس سے متعلق تھے۔ جناب سرور دو عالم ﷺ کے وصال سے ایک سال پیشتر یہاں کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ میں آیا۔ جب وہ عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ان کی نماز کا وقت آ پہنچا۔ مسجد میں انہوں نے شرق رو ہو کر نماز ادا کی۔ صحابۂ کرام منع کرنے لگے۔ مگر حضور اقدس ﷺ نے تالیف قلوب اور توقع اسلام کو مدنظر رکھ کر ان سے تعرض کرنے سے منع فرمایا۔ اس وفد میں ساٹھ آدمی تھے جن میں چوبیس ان کے اشراف میں سے تھے اور ان چوبیس میں سے تین مرجع کل تھے۔ نمبر ۱- عبدالمسیح جن کا لقب عاقب تھا۔ اور نمبر ۲- سید جس کا نام ایہم اور بقول بعض شرجیل تھا۔ اور نمبر ۳ ابو حارثہ بن علقمہ جو ان کا اسقف (بڑا پادری) تھا۔ حضور نے ان کو دعوت اسلام دی۔ مگر وہ رو براہ نہ ہوئے۔ بلکہ مباحثہ کرنے لگے۔ اور آخر کار کہنے لگے کہ اگر عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں تو بتاؤ ان کا باپ کون تھا؟ اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں:-

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۝ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ۝ فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسی مثال آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا کہ ہو جا۔ وہ ہو گیا۔ حق بات ہے تیرے رب کی طرف سے۔ پس تو مت رہ شک میں پھر جو جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تو کہہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو۔

Marfat.com

الْكٰذِبِيْنَ ○(آل عمران ۔ ع ٦)　　　پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر۔

ان آیات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کا نہ باپ تھا نہ ماں۔ اگر حضرت عیسیٰ کا باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے۔ اگر نصاریٰ اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ قسم کرو کہ یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں، اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے۔

اہل اسلام اس طرح کے فیصلے کو مباہلہ کہتے ہیں۔ اور یہ کیا خوب فیصلے کا ڈھنگ ہے کہ منصف عادل حقیقی جو بے رو و رعایت اور بغیر بھول چوک کے فیصلہ کرنے والا ہے، فیصلہ کردے۔ اس ارشاد الٰہی کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے ان علمائے نصاریٰ سے مباہلہ کے لیے کہا۔ انہوں نے مہلت مانگی۔ دوسرے روز صبح کو حضرت ﷺ نے حضرت امام حسن اور امام حسین کو جو خورد سال تھے۔ ہاتھ سے پکڑا۔ آپ کے پیچھے حضرت فاطمۃ الزہراء اور ان کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ مقام مباہلہ کو روانہ ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تم آمین کہنا۔ پنجتن پاک کو دیکھ کر ابو حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:-

''میں وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر وہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو بیشک ان کی دعا سے ٹل جائے گا۔ اس لیے تم مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہے گا۔ اللہ کی قسم! تمہیں اس کی نبوت معلوم ہو چکی ہے۔ اور وہ تمہارے صاحب (عیسیٰ) کے بارے میں قول فیصل لایا ہے۔ اللہ کی قسم! جس قوم نے پیمبر سے مباہلہ کیا وہ ہلاک ہوگئی۔''

یہ سن کو عیسائی ڈر گئے اور مباہلہ کی جرأت نہ کر سکے۔ بلکہ صلح کر لی اور جزیہ دینا قبول کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندر اور سور بن جاتے۔ اور یہ جنگل ان پر آگ برساتا۔ اللہ نجران اور اس کے باشندوں کو تباہ کر دیتا۔ یہاں تک کہ کوئی پرندہ بھی درخت پر باقی نہ رہتا۔''

نصاریٰ کا اس طرح مباہلہ سے گریز صاف بتا رہا ہے کہ اعدائے اسلام بھی حضور اقدس ﷺ کی دعا کی اجابت کے قائل تھے۔ اس مباہلہ سے ایک اور بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر دین اسلام خدا کی طرف سے نہ ہوتا، اور حضور نبی برحق نہ ہوتے تو ہرگز اپنے دعویٰ پر خدا کے حضور جھوٹے پر لعنت اور غضب الٰہی نازل ہونے کی بددعا کرنے کا حوصلہ اور جرأت نہ کر سکتے۔ کیا کوئی اپنی چالاکی سے خدا کو بھی دھوکا دے سکتا ہے؟ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو پھر عیسائی علماء کیوں دعا مانگنے کی جرأت نہ کر سکے۔

Marfat.com

انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہونا

حضرت سالم بن الجعد حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ نبی ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی آپ نے اس سے وضو فرمایا تو لوگ پانی کے لئے آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی چھاگل کے پانی کے سوا ہمارے پاس نہ وضو کرنے کو پانی ہے، نہ پینے کو۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل پر رکھا۔ پس آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔ ہم نے لیا اور وضو کیا۔ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم اس دن کتنے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم ڈیڑھ ہزار تھے۔ اگر ایک لاکھ ہوتے تو تب بھی وہ پانی کفایت کرتا۔

یہ معجزات حضور سے متعدد دفعہ مختلف جگہوں میں ایک جماعت کثیرہ کے سامنے ظہور میں آیا اور اسکے راوی حضرت جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابو یعلیٰ انصاری، زید بن الحارث الصدائی اور ابو عمرہ انصاری رضی اللہ عنہم ہیں۔ پس یہ قطعی الثبوت ہے۔ نظر بر اختصار یہاں صرف ایک روایت پر کفایت کی گئی ہے۔ یہ معجزہ بھی شق القمر کی طرح حضور کے خصائص میں سے ہے۔

حیوانات کی طاعت اور کلام

جس طرح وہ انسان جن کے نام پر قرعۂ سعادت پڑا ہوا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی شریعت کے مطیع و مسخر ہیں۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے حیوانات کو بطریق اعجاز وخرق عادت حضور کا مطیع و مسخر بنایا۔ ازاں جملہ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

اونٹ کی شکایت اور سجدہ

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک کے ہاں ایک اونٹ تھا۔ جس سے آب کشی کیا کرتے تھے۔ وہ سرکش ہو گیا۔ اور اپنی پیٹھ پر پانی نہ اٹھاتا تھا۔ اونٹ کے مالک حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے ہاں ایک اونٹ ہے۔ جس سے ہم آب کشی کیا کرتے تھے۔ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اپنی پیٹھ پر پانی نہیں اٹھاتا۔ ہماری کھجوریں اور کھیتی سوکھ رہی ہے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اٹھو! وہ اٹھے اور آپ ان کے ساتھ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ وہ اونٹ اس باغ کے ایک گوشہ میں تھا۔ آپ اس کی طرف روانہ ہوئے۔

Marfat.com

اصحاب نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ اونٹ کاٹنے والے کتے کی مانند ہو گیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ کو تکلیف پہنچے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس سے کچھ ڈر نہیں جب اونٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ کی طرف آیا۔ یہاں تک کہ آپ کے آگے سجدے میں گر پڑا۔ آپ نے اس کی پیشانی کے بال پکڑ لئے۔ اور وہ ایسا مطیع ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کو کام پر لگا دیا۔ آپ کے اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ حیوان لایعقل آپ کو سجدہ کرتا ہے، اور ہم عقل والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انسان کو سزاوار نہیں کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر ایک انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ کیونکہ خاوند کا عورت پر بڑا حق ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پسندیدہ شئی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے اوٹ بنایا کرتے تھے۔ کوئی بلند چیز یا درختان خرما کا مجمع تھا۔ ایک دفعہ آپ انصار میں سے ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس باغ میں ایک اونٹ ہے۔ اس اونٹ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رو پڑا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کے پس گوش پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ وہ چپ ہو گیا، آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصار میں سے ایک نوجوان نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس چوپایہ کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک بنایا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتا۔ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔ اور کثرتِ استعمال سے اسے تکلیف دیتا ہے۔

بکری کی طاعت اور سجدہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر و عمر اور انصار کے چند اشخاص تھے۔ اس باغ میں ایک بکری تھی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سجدہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ! اس بکری کی نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت کو جائز نہیں کہ ایک دوسرے کو سجدہ کرے۔ اگر ایک کا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

ام معبد کی بکری کا قصہ رضی اللہ عنہا حالاتِ ہجرت میں آچکا ہے۔ دودھ نہ دیتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے اس نے دودھ دیا۔

Marfat.com

بھیڑیے کی شہادت اور طاعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ کی طرف آیا۔ اس نے بکریوں میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے بھیڑیے کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ بکری اس سے چھڑا لی۔ پس بھیڑیا ایک ریت کے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اور کتے کی طرح اپنے چوتڑوں پر بیٹھ گیا اور اپنی دم کو اپنے پیروں کے درمیان کر لیا۔ اور بولا میں نے رزق کا قصد کیا۔ جو اللہ نے مجھے دیا۔ اور میں نے اسے لے لیا۔ پھر تو نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا خدا کی قسم! میں نے آج کی طرح کسی دن بھیڑیے کو کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیے نے کہا کہ اس سے عجیب تر ایک شخص (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال ہی جو نخلستان میں ذوحرہ کے درمیان یعنی مدینہ میں ہے تمہیں خبر دیتا ہے اس کی جو گزر چکا اور جو تمہارے بعد ہونے والا ہے۔ (اور لوگ اس اُمی لقب نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے) حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے کہ چرواہا یہودی تھا اس نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی اور مسلمان ہو گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس طرح کے امور قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ قریب ہے، کہ ایک شخص اپنے گھر سے نکلے گا اور واپس نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ اس کے ہر دو نعل اور اس کا تازیانہ بتائے گا۔ کہ اس کی غیر حاضری میں اس کے اہلِ خانہ نے کیا عمل کیا ہے![۱۰۶]

حضرت ابو سعد خدری سے روایت ہے کہ ایک چرواہا[۱۰۷] حرہ میں بکریاں چرا رہا تھا۔ ناگاہ ایک بھیڑیا اس کی بکریوں میں سے ایک بکری کو پکڑنے آیا۔ چرواہا بکری اور بھیڑیے کے درمیان حائل ہو گیا۔ بھیڑیا اپنی دم پر کتے کی طرح بیٹھ گیا۔ پھر چرواہے سے بولا کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ میرے رزق کے درمیان جو اللہ نے میرے قابو میں کر دیا ہے حائل ہوتا ہے۔ چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ بھیڑیا انسان کی طرح کلام کرتا ہے۔ بھڑیے نے کہا۔ دیکھ! میں تجھے اس سے بھی عجیب بات بتاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوحرہ[۱۰۸] (سنگلاخ زمینوں) کے درمیان (مدینہ میں) لوگوں سے گذشتہ امتوں کے حال بیان فرما رہے ہیں۔ (اور وہ اس اُمی لقب نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے) پس چرواہے نے بکریاں ہانک لیں۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بھیڑیے کا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچ ہے۔ دیکھو! درندوں کا انسان سے کلام کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ درندے انسان سے کلام کریں گے۔ اور انسان سے اس کے

Marfat.com

جوتے کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا سرا کلام کرے گا۔ اور انسان کو اس کی ران خبر دے گی جو اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں کیا۔ [۹]

حضرت حمزہ بن اسید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے جنازے میں نکلے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بھیڑیا راستے میں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ تم سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے اس کے لئے کچھ مقرر کرو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا ہر اونٹ پر ہر سال ایک بکری۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ تو بہت ہے۔ آپ نے بھیڑیے کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہاں سے جلدی چل دو۔ بھیڑیا یہ سن کر چلا گیا۔ [۱۰]

شیر کی طاعت

حضور اقدس ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ کا بیان ہے کہ میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوا۔ وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ پس میں اس کے ایک تختے پر چڑھ بیٹھا اور ایک بن میں جا نکلا جس میں شیر تھے۔ ناگاہ ایک شیر آیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے کہا۔ اے ابوالحارث [۱۱]! میں رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام سفینہ ہوں۔ یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا آیا۔ یہاں تک کہ میرے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ پھر میرے ساتھ چلا۔ یہاں تک کہ مجھے راستے پر ڈال دیا۔ پھر اس نے کچھ دیر ہلکی آواز نکالی۔ میں سمجھا کہ یہ مجھے وداع کرتا ہے۔ [۱۲]

جب ہجرت کے وقت حضور اقدس ﷺ کوہ ثور کے غار میں تھے۔ اس غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا۔ اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ کفار تعاقب میں وہاں پہنچے۔ اس عجیب دربانی و پاسبانی کو دیکھ کر واپس ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ اگر حضرت اس میں داخل ہوتے تو مکڑی جالا نہ بنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی۔ امثلہ مذکورہ بالا کے علاوہ ہرنی کا قصہ اور سوسمار کی حدیث مشہور ہے۔

نباتات کا کلام وطاعت اور سلام شہادت

جس طرح حیوانات حضور اقدس ﷺ کے امر کے مطیع تھے۔ اسی طرح نباتات بھی آپ کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ درختوں کا آپکی خدمت اقدس میں آنا اور سلام کرنا۔ اور آپ کی رسالت پر شہادت دینا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے جن میں سے صرف دو تین مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت [۱۳] ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میری طرف

Marfat.com

وحی بھیجی گئی تو جس پتھر اور درخت پر میرا گزر ہوتا تھا وہ کہتا تھا۔ السلام علیك یارسول الله۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک بادیہ نشین عرب آپ کے سامنے آیا جب وہ نزدیک ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تو خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا، آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر کون شہادت دیتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ درخت! پس آپ نے اسے بلایا، حالانکہ وہ وادی کے کنارے پر تھا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا سامنے آکھڑا ہوا۔ آپ نے تین بار اس سے شہادت طلب کی۔ اور اس نے تینوں بار شہادت دی کہ واقع میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا پھر درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔[11]

حضرت ابن عباس سے روایت[12] ہے کہ بنی عامر بن صعصعہ میں سے ایک بادیہ نشین عرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور کہنے لگا۔ میں کس چیز سے پہچانوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا بتا! اگر میں اس درخت خرما کی شاخ کو بلالوں تو کیا تو میری رسالت کی گواہی دے گا؟ اس نے عرض کی، ہاں۔ پس آپ نے اس شاخ کو بلایا۔ وہ درخت سے اترنے لگی یہاں تک کہ زمین پر گری اور پھدکنے لگی۔ حافظ ابونعیم کی روایت میں ہے کہ وہ آپ کی طرف اس حال میں آئی کہ سجدہ کر رہی تھی، اور اپنا سر اٹھا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس پہنچ گئی۔ اور آپ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر واپس چلی جا۔ پس وہ اپنی جگہ واپس چلی گئی۔ یہ دیکھ کر اس اعرابی نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور ایمان لے آیا۔

حضرت جابر[13] فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیر کی۔ یہاں تک کہ ہم ایک فراخ وادی میں اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی چیز نہ دیکھی جس کے ساتھ پردہ کرلیں۔ ناگاہ آپ نے اس وادی کے ایک کنارے دو درخت دیکھے آپ نے ان دو میں سے ایک کے پاس قدم رنجہ فرمایا۔ اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر یوں ارشاد فرمایا۔ اللہ کے اذن سے میری فرمانبرداری کر۔ اس درخت نے آپ کی اس طرح فرمانبرداری کی، جیسے کہ نکیل والا اونٹ شتربان کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آئے اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے اذن سے تم دونوں مجھ پر مل جاؤ۔ پس وہ درخت باہم مل گئے۔ (حضرت جابر کہتے ہیں) میں اپنے دل میں اس امر عجیب کی نسبت حیرت سے سوچنے لگا۔ میں نے جو نظر اٹھائی، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف آرہے ہیں۔ اور

Marfat.com

وہ درخت جدا جدا ہو گئے ہیں اور ہر ایک اپنی اصلی حالت میں اپنے تنے پر قائم ہے۔

جمادات کی طاعت اور تسبیح وسلام

جس طرح نباتات حضور اقدس ﷺ کے زیر فرمان تھے اسی طرح جمادات بھی آپ کے مطیع تھے۔ چنانچہ شجر کا آپ کو سلام کرنا۔ اور آپ کی رسالت پر شہادت دینا پہلے آ چکا ہے۔ سخت پتھروں کا آپ کے لئے نرم ہو جانا اور صخرۂ بیت المقدس کا خمیر کی مانند ہونا اس کتاب میں آگے آئے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا۔ ایک روز ہم اس کے بعض نواح میں نکلے۔ جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا۔ **السلام علیک یارسول اللہ۔**

حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ نبی ﷺ تشریف فرما تھے۔ میں نے خادم سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہیں۔ میں وہاں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کوئی آدمی آپ کے پاس نہ تھا۔ مجھے اس وقت یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ وحی کی حالت میں ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا، تجھے کیا چیز یہاں لائی؟ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور رسول کی محبت۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ نہ میں آپ سے کچھ پوچھتا تھا۔ اور نہ آپ مجھ سے کچھ فرماتے تھے۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جلدی چلتے ہوئے آئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا: تجھے کیا چیز یہاں لائی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اللہ اور رسول کی محبت۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی ﷺ کے مقابل بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ویسا ہی فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے پھر اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سات یا نو یا اس کے قریب سنگریزے لئے۔ ان سنگریزوں نے آپ کے مبارک ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں ان میں شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی گئی (پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا اور وہ چپ ہو گئے) پھر آپ نے وہ سنگریزے مجھے چھوڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیئے۔ ان سنگریزوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند کی آواز سنی) پھر آپ

Marfat.com

نے وہ کنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لیکر زمین پر رکھ دیئے۔ وہ چپ ہو گئے۔ اور ویسے ہی سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیئے۔ ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ نے زمین پر رکھ دیئے۔ وہ چپ ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیئے۔ ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ [119] نے لے کے ان کو زمین پر رکھ دیا۔ وہ چپ ہو گئے۔ (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نبوت [120] کی خلافت ہے)

حضرت امام محمد باقر [121] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ حضرت جبرئیل ایک خوان لائے۔ جس میں بہشت کے) انار اور انگور تھے۔ جب آپ نے تناول فرمانے کیلئے ان میں سے کچھ اٹھایا تو اس میں سے سبحان اللہ کی آواز آئی۔

یہ خارق عادت (تسبیح الطعام) بہت دفعہ آپ کے اصحاب کرام سے بھی ظہور میں آیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ ''ہم البتہ [122] بے شک طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ جس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا''۔

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ سے روایت [123] ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے فرمایا۔ اے ابوالفضل! کل تم اور تمہارے [124] بیٹے اپنے مکان سے نہ جائیں۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ انہوں نے آپ کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ آپ چاشت کے بعد تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا السلام علیکم انہوں نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ نے فرمایا۔ تم نے کیونکر صبح کی۔ انہوں نے عرض کی بحمد اللہ ہم نے بخیریت صبح کی۔ پس آپ نے ان سے فرمایا، نزدیک ہو جاؤ۔ وہ ایک دوسرے کے نزدیک ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے متصل ہو گئے تو آپ نے اپنی چادر مبارک سے ان کو ڈھانپ لیا۔ اور یوں دعا فرمائی۔ ''اے میرے پروردگار یہ میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی ہے۔ اور یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان کو دوزخ کی آگ سے یوں چھپا لینا، جیسا میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔'' اس پر گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے تین بار آمین کہی۔

حضرت انس بن مالک سے روایت [125] ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہ احد پر چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ وہ پہاڑ ہلا۔ آپ نے اسے اپنے پائے مبارک سے ٹھوکر لگا کر

Marfat.com

فرمایا تو ساکن رہ۔ کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید ہیں۔

حضرت عثمان سے روایت [۱۲۶] ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوہ ثبیر پر تھے۔ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر تھے اور میں تھا۔ وہ پہاڑ ہلا۔ یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے دامن کوہ میں گر پڑے۔ آپ نے پائے مبارک سے ٹھوکر لگا کر فرمایا۔ اے ثبیر ساکن رہ۔ کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جس وقت نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ وطلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کوہ حراء پر تھے۔ وہ پہاڑ ہلا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اے حراء! ساکن رہ کیونکہ تجھ پر نہیں ہیں [۱۲۷] مگر نبی یا صدیق یا شہید۔ ایک روایت میں سعد بن ابی وقاص کا ذکر ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں اور ایک روایت میں سوائے ابوعبیدہ کے تمام عشرہ [۱۲۸] مبشرہ کا ذکر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب ہجرت کے وقت قریش نے جناب رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں اپنے آدمی بھیجے تو کوہ ثبیر نے کہا۔ یارسول اللہ! اتریے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کو میری پشت پر قتل کر دیں۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔ پس حراء نے کہا۔ یارسول اللہ میری طرف آیئے۔ [۱۲۹]

حضرت جابر [۱۳۰] سے روایت ہے کہ جس وقت نبی ﷺ خطبہ پڑھا کرتے تھے مسجد کے ستونوں میں سے ایک درخت خرما کے خشک تنے سے پشت مبارک لگا لیا کرتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا۔ اور آپ اس پر رونق افروز ہوئے تو اس تنے نے جس کے پاس خطبہ پڑھا جایا کرتا تھا۔ فریاد کی، قریب تھا کہ وہ پارہ پارہ ہو جائے۔ پس نبی ﷺ منبر سے اتر آئے۔ یہاں تک کہ اس نے آرام وقرار پایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس لئے رویا کہ جو ذکر یہ سنا کرتا تھا وہ اب اس سے جدا ہو گیا۔ اس ستون کو نالہ کرنے کے سبب حنانہ بولتے ہیں۔ نالۂ حنانہ کی حدیث متواتر ہے۔ اس لئے اس میں کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں۔ فتح مکہ کے روز حضور اقدس ﷺ پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور مہاجرین وانصار آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں تھے۔ آپ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر طواف کیا۔ اس وقت بیت اللہ شریف کے گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت تھے۔ جو رانگ کے ساتھ پتھروں میں نصب کئے ہوئے تھے۔ حضور کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے آپ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے اور یہ پڑھتے

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ (بنی اسرائیل ۔ ع ۵) — آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ۔ بیشک جھوٹ نکل بھاگنے والا ہے۔

Marfat.com

وہ منہ کے بل گر پڑتا۔ اس طرح آپ نے بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کر دیا۔

بدر کے دن جب لڑائی سخت ہوگئی تو حضور اقدس ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی اور قریش کی طرف منہ کر کے فرمایا:- شاھت الوجوہ (ان کے چہرے بد شکل ہو گئے) پھر ان کی طرف پھینک دی۔ کفار کو شکست ہوئی۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:-

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج ۔(انفال ع ۲) — اور نہیں پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

اسی طرح حنین کے دن جب حضور کے ساتھ صرف چند صحابہ رہ گئے تو آپ نے اپنے خچر سے اتر کر ایک مشت خاک لی اور شاھت الوجوہ کہہ کر کفار کی طرف پھینک دی۔ کوئی کافر ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں وہ مٹی نہ پڑی ہو پس وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔

مغیبات پر مطلع ہونا

حضور اقدس ﷺ کے معجزات میں سے آپ کا مغیبات پر مطلع ہونا اور غیوب ماضیہ اور مستقبلہ کی خبر دینا بھی ہے۔ علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ جو کچھ اس قبیل سے حضور کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی وحی والہام سے ہوا۔ جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے۔

۱- وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ — اور اسی طرح ہم نے تم کو بہتر امت بنایا، تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔ (آل عمران۔ ع ۵)

۲- ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ط (آل عمران۔ ع ۵) — یہ غیب کی خبروں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔

۳- وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص (آل عمران۔ ع ۱۸) — نہیں ہے اللہ کہ خبردار کرے تم کو غیب پر۔ لیکن اللہ پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہے۔

۴- وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔ (نساء۔ ع ۱۷) — اور خدا نے اتاری تجھ پر کتاب اور حکمت اور سکھایا تجھ کو جو کچھ کہ تو نہ جانتا تھا۔ اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

Marfat.com

۵- تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلاَ قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ (هود ۔ ع ۴)

یہ بعض خبریں ہیں غیب کی جن کو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔ ان کو جانتا نہ تھا تو اور نہ تیری قوم اس سے پہلے۔

۶- ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۔ (یوسف ۔ ع ۱۱)

یہ غیب کی خبروں سے ہے۔ جسے ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔ اور تو ان کے پاس نہ تھا۔ جس وقت انہوں نے اپنا کام مقرر کیا اور وہ مکر کرتے تھے۔

۷- فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۔ (النجم ۔ ع ۱)

پس اللہ نے وحی پہنچائی اپنے بندے کی طرف جو پہنچائی۔

۸- عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلاَ يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (جن ۔ ع ۲)

وہ غیب کا جاننے والا۔ پس مطلع نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر وہ پیغمبر جس کو اس نے پسند کر لیا۔

اس مضمون کی اور آیتیں بھی ہیں۔ ان سب کی تفسیر کے لئے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ یہاں صرف آیت (۱) کے حصہ اخیر کی نسبت کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ اپنی تفسیر روح البیان میں بعض ارباب حقیقت کا قول یوں نقل فرماتے ہیں۔

ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبة كل متدين بدينه وحقيقته التى هو عليها من دينه وحجابه الذى هو به محجوب عن كمال دينه فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم و اعمالهم وحسناتهم وسيأتهم واخلاصهم ونفاقهم وغير ذٰلك بنور الحق ۔

ان پر رسول کے گواہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور مطلع ہیں۔ اپنے دین کے ہر متدین کے رتبے پر۔ اور اس کے ایمان کی حقیقت پر اور اس حجاب پر کہ جس کے سبب سے وہ کمال دین سے محجوب ہے۔ پس حضور ان کے گناہوں کو اور انکے ایمان کی حقیقت کو اور ان کے اعمال کو اور انکی نیکیوں اور برائیوں کو اور انکے اخلاص و نفاق وغیرہ کو نور نبوت سے پہچانتے ہیں۔

اسی طرح مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں ''ویکون الرسول عليكم شهيدا ۔ یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر

Marfat.com

متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست ۔ وحجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است ۔ پس او مے شناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمار او اعمالِ نیک و بد شمار او اخلاص ونفاق شمارا۔''

حالت خواب میں بھی آنحضرت ﷺ اپنی امت کے حالات سے آگاہ رہا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی۔ قدس سرہٗ ملا حسن کشمیری کو یوں تحریر فرماتے ہیں ۔حدیث تنام عيناى ولا ينام قلبى کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نسیت ۔ بلکہ اخبار است از عدم غفلت از جریان احوال خویش وامتِ خویش۔ [۱۳۲]

عالمِ برزخ میں بھی آنحضرت ﷺ اپنی امت کے احوال سے آگاہ رہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی آداب زیارت میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

وينبغى ان يقف عند محاذاة اربعة اذرع ويلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فى مقام الهيبة كما كان يفعل فى حال حياته اذلافرق بين موته وحياته فى مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم دنياتهم وعزائمهم وخواطرهم ذلك عندهٗ جلى لاخفاء به ۔ فان قلت هٰذه الصفات مختصة بالله تعالٰى فالجواب ان من انتقل الى عالم البرزخ من المومنين يعلم احوال الاحياء غالباً وقد وقع كثير من ذلك كما هو مسطورٌ فى مظنة ذلك من الكتب وقد روى ابن المبارك عن سعيد بن المسيب قالَ ليس من يوم الاو تعرض على النبى

چاہئے کہ زیارت کرنے والا قبر شریف سے چار ہاتھ پر سامنے کھڑا ہووے۔ اور ادب و خشوع و تواضع کو لازم پکڑے۔ اور مقام ہیبت میں آنکھیں بند کرے۔ جیسا کہ حضور کی حیات شریف کی حالت میں کیا جاتا تھا کیونکہ اپنی امت کے مشاہدے اور ان کے احوال دنیات و عزائم و خواطر کی معرفت میں حضور کی موت و حیات یکساں ہے۔ اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ (کامل) مومنوں میں سے جو شخص عالم برزخ میں چلا جاتا ہے وہ زندوں کے حالات غالبًا جانتا ہے۔ ایسا بہت وقوع میں آیا ہے۔ جیسا کہ اس کے متعلق کتابوں میں مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے بروایت سعید بن میتب نقل کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہٖ غدوۃً وعشیۃً فیعرفھم بسیماھم واعمالھم فلذٰلک یشھد علیھم ۔

(مواہب لدنیہ)

صبح و شام امت کے اعمال آنحضرت ﷺ پر پیش نہ کیے جاتے ہوں۔لہٰذا آپ ان اعمال کواور خودان کوان کے چہرے سے پہچانتے ہیں۔اسی واسطے آپ ان پر گواہی دیں گے۔

مواہب لدنیہ کی طرح مدخل ابنِ حاج میں بھی زیارت سیّد الاوّلین و الآخرین میں یہی مضمون مذکور ہے۔اور یہ بھی لکھا ہے۔

فاذازارہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فان قدران لا یجلس فھو بہٖ اولٰی فان عجز فلہٗ ان یجلس بالادب والاحترام والتعظیم وقد لایحتاج الزائر فی طلب حوائجہٖ ومغفرۃ ذنوبہٖ ان یذکر ھابلسانہ بل یحضر ذلك فی قلبہٖ وھو حاضر بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلم منہ بحوائجہٖ ومصالحہٖ وارحم بہٖ منہ لنفسہٖ واشفق علیہ من اقاربہ وقد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام (انما مثلی ومثلکم کمثل الفراش تقعون فی النار وانا اخذ بحجز کم عنھا)اوکما قال وھذا فی حقہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل وقت داوان اعنی فی التوسل بہٖ وطلب الحوائج بجاھہٖ عند ربہٖ عزوجل ومن لم یقدرلہ زیارتہ صلی اللہ علیہ وسلم بجسمہٖ فلینوھا کل

جس وقت زائر آنحضرت ﷺ کی زیارت کرے۔اگر وہ طاقت رکھتا ہو کہ نہ بیٹھے تو اس کے لیے نہ بیٹھنا اولیٰ ہے۔اگر وہ کھڑا رہنے سے عاجز ہوتو اسے ادب واحترام اور تعظیم سے بیٹھنا جائز ہے۔زائر کے لیے اپنی حاجتیں اور گناہوں کی معافی طلب کرنے میں یہ ضروری نہیں کہ ان کو اپنی زبان سے ذکر کرے۔ بلکہ ان کو آنحضرت ﷺ کے حضور میں دل میں حاضر کرلے۔کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زائر کی حاجات وضروریات کا علم خود زائر سے زیادہ ہے۔اور حضور اس پر خود اس کی نسبت زیادہ رحم والے اور اس کے اقارب سے زیادہ شفقت والے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔''میرا حال اور تمہارا حال پروانوں کے حال کی طرح ہے کہ تم آگ میں گرتے ہو اور میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے والا ہوں۔''اور یہ آنحضرت ﷺ کے حق میں ہر وقت اور ہر لحظہ میں ہے۔ یعنی حضور سے توسل کرنے میں اور آپ کے جاہ کے وسیلہ سے حاجتیں مانگنے میں اللہ عزوجل

Marfat.com

وقت بقلبہ ولیحضر قلبہ انہ حاضر بین یدیہ متشفعًا الی من مَنّ بہ علیہ (مدخل لابن الحاج ۔ جزء لول ۔ زیارت سید الاوّلین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم)

ہے۔ اور جس شخص کے لیے بذات خود آنحضرت ﷺ کی زیارت کا مقدور نہ ہوا سے چاہئے کہ ہر وقت اپنے دل میں زیارت کی نیت کرے اور یہ سمجھے کہ میں حضور کے سامنے حاضر ہوں اور حضور کی بارگاہِ الٰہی میں شفیع لا رہا ہوں جس نے آپ کو بھیج کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔

علامہ سیوطی عالمِ برزخ میں آنحضرت ﷺ کے اشغال میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

النظر فی اعمال امتہ والاستغفار لھم من السیئات والدعاء بکشف البلاء عنھم والتردد فی اقطار الارض لحلول البرکۃ فیھا و حضور جنازۃ من مات من صالحی امتہ فان ھذہ الامور من جملۃ اشغالہ فی البرزخ کما وردت بذالك الاحادیث والاثار [۱۳۳]

اپنی امت کے اعمال کو دیکھنا اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنا۔ اور ان سے بلا دور کرنے کی دعا کرنا اور اقطار زمین میں حلول برکت کے لیے تشریف لے جانا اپنی امت کے صالحین میں سے کسی کے جنازے میں حاضر ہونا بیشک یہ امور برزخ میں حضور کے اشغال میں سے ہیں۔ جیسا کہ احادیث وآثار میں وارد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم ما کان و مایکون عطا فرمایا۔ چنانچہ صحیح [۱۳۴] بخاری ومسلم میں حضرت حذیفہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں (وعظ کے لئے) کھڑے ہوئے۔ اس میں آپ نے جو کچھ قیامت تک واقع ہونے والا ہے سب بیان فرمادیا۔ اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔ اس واقعہ کا میرے یاروں کو بھی علم ہے جو کچھ آپ نے خبر دی اس میں سے ایسی چیز واقع ہوتی ہے جس کو میں بھول گیا ہوں۔ جب اسکو دیکھتا ہوں تو یاد کر لیتا ہوں۔ جس طرح ایک شخص دوسرے شخص کا چہرہ (بطریق اجمال) یاد رکھتا ہے جب کہ وہ غائب ہو جاتا ہے، پھر جب اسکو دیکھتا ہے تو اسے (بہ تفصیل وتشخیص) پہچان لیتا ہے۔

حضرت ابوزید [۱۳۵] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔ آپ منبر سے اتر آئے اور نماز پڑھی، پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا۔ پھر آپ اتر آئے اور نماز پڑھی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ سورج غروب

Marfat.com

ہو گیا۔ آپ نے ہم کو جو کچھ واقع ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے سب کی خبر دی۔ ہم میں سے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے، وہ زیادہ عالم ہے۔

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور قریب ہے کہ میری امت کی سلطنت ان تمام مقامات پر پہنچے اور مجھے دو خزانے سرخ و سفید دیئے گئے۔ الحدیث۔[۱۳۶]

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ کے قلعوں میں سے ایک پر کھڑے ہوئے۔ پھر فرمایا۔ کیا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے بیچ بارش کی طرح گر رہے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔ اس نے پوچھا کہ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو زیادہ دانا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ پس پروردگار نے اپنا ہاتھ میرے دو شانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے دو پستانوں کے درمیان پائی اور جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں[۱۳۷] میں تھا۔ اور آنحضرت نے یہ آیت پڑھی:

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ○	اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی تا کہ اس کو یقین آئے۔

اس حدیث کو دارمی نے بطریق ارسال روایت کیا ہے۔ اسی کی مانند ترمذی میں ہے۔[۱۳۸]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (اپنے دولت خانہ سے) نکلے۔ اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ دو کتابیں کیسی ہیں؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! مگر یہ کہ آپ ہمیں بتا دیں۔ جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی اس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے، اس میں بہشتیوں کے نام اور ان کے اباء و قبائل کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں ان کا مجموعہ دیا گیا ہے۔ ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ پھر جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی اس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے اس میں دوزخیوں کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں مجموعہ دیا گیا ہے۔ ان میں کبھی نہ زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر اس امر سے فراغت ہو چکی

Marfat.com

تو عمل کس واسطے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے عملوں کو درست کرو اور قرب الٰہی ڈھونڈو۔ کیونکہ جو بہشتی ہے اس کا خاتمہ بہشتیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے۔ اور جو دوزخی ہے اس کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور ان دو کتابوں کو پس پشت ڈال دیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فارغ ہو گیا ہے۔ ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔[139]

امام احمد و طبرانی نے بروایت ابوذر نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آئے۔ اس حال میں کہ آسمان میں پرندہ جو اپنا بازو ہلاتا ہے۔ اسکے متعلق بھی اپنے علم کا آپ نے ہم سے ذکر فرما دیا۔[140]

طبرانی میں بروایت ابن عمر مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے رکھا دنیا کو۔ میں دنیا کی طرف اور اس میں قیامت تک ہونے والے حوادث کی طرف یوں دیکھتا تھا جیسے اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔[142]

طبرانی میں حضرت حذیفہ بن اسد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل رات اس حجرہ کے پاس میری امت اول سے آخر تک مجھ پر پیش کی گئی۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! پیش کئے گئے آپ پر وہ جو پیدا ہو چکے ہیں۔ کیونکہ وہ موجود ہیں مگر وہ کیونکر پیش کئے گئے جو پیدا نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لئے آب و گل میں ان کی صورت بنائی گئیں یہاں تک کہ میں ان میں سے ہر ایک کو اس سے بھی زیادہ پہچانتا ہوں جتنا کہ تم اپنے ساتھی کو پہچانتے ہو۔[143]

مسند فردوس میں ہے کہ میرے لئے آب و گل میں میری امت کی شکل بنائی گئی اور مجھے تمام اسماء کا علم حضرت آدم علیہ السلام کی طرح دیا گیا۔[144]

جب حضور ﷺ کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے تو انس و جن و ملک میں سے کس کو یارا ہے کہ اس کا احاطہ کرے۔ لہٰذا یہاں جو کچھ بیان ہوتا ہے اسے سمندر میں سے ایک قطرہ تصور کرنا چاہئے۔

صاحب قصیدہ بردہ شریف یوں فرماتے ہیں:

فَـاِنَّ مِـنْ جُـوْدِكَ الدُّنْـيَـا وَضَـرَّتَهَـا	کیونکہ دنیا اور آخرت آپ کی بخشش سے ہے اور
وَمِـنْ عُـلُـوْمِكَ عِـلْـمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ	لوح و قلم کا علم آپ کے علوم میں سے ہے۔

اس بیت کی شرح میں ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ میں یوں فرماتے ہیں:

Marfat.com

توضیحه ان المراد بعلم اللوح ماثبت فیه من النقوش القدسیة والصور الغیبیة وبعلم القلم ما اثبت فیه کما شاء والاضافة لادنی ملابسته وکون علمها من علومه صلی اللہ علیه وسلم لان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات و حقائق و دقائق وعوارف و معارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما یکون سطراً من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هٰذا هو من برکة وجوده صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ لوح کے علم سے مراد نقوش قدسیہ اور صور غیبیہ ہیں۔ جو اس میں منقوش ہیں۔ اور قلم علم سے مراد وہ ہے جو اللہ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھا۔ ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقہ کے باعث ہے۔ اوران دونوں کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا ایک جزو ہے اس لیے کہ حضرت کے علم کئی قسم کے ہیں علم کلیات علم جزئیات علم حقائق اشیاء علم اسرار اور وہ علوم و معارف جو ذات وصفات باری تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ یہ اور لوح وقلم کے علوم تو علوم محمدیہ کی سطروں میں سے ایک سطر اور ان کی دریاؤں میں سے ایک نہر ہیں بایں ہمہ علم لوح وقلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وجود کی برکت سے ہے (کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ لوح وقلم ہوتے نہ ان کا علم)

اس بیت کی شرح میں شیخ ابراہیم باجوری رحمۃ اللہ تعالیٰ یوں لکھتے ہیں:۔

استشکل جعل علم اللوح والقلم بعض علومه صلی اللہ علیه وسلم بان من جملة علم اللوح والقلم الامور الخمسة المذکورة فی اٰخر سورة لقمان مع ان النبی علیه الصلوٰة والسلام لایعلمها لان اللہ قداستاثر بعلمها فلا یتم التبعیض المذکور و اجیب بعدم تسلیم ان هذه الامور الخمسة مما کتب القلم فی اللوح والا لا طلع علیه من شانه ان یطلع

ناظم نے علم لوح وقلم کو حضرت کے علوم کا ایک جزء قرار دیا ہے اس میں یہ اشکال پیش آتا ہے کہ امور خمسہ جو آخر سورۂ لقمان میں مذکور ہیں۔ علم لوح وقلم میں سے ہیں حالانکہ حضرت ان کو نہیں جانتے۔ کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کرلیا ہے۔ لہٰذا جزئیت مذکورہ درست نہیں رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امور خمسہ مذکورہ قلم نے لوح محفوظ میں لکھے ہیں اگر ایسا ہوتا تو بعض مقرب فرشتے جن کی شان یہ ہے کہ وہ لوح پر مطلع

Marfat.com

على اللوح كبعض الملائكة المقربين وعلى تسليم انها مما كتب القلم في اللوح فالمراد ان بعض علومه صلى الله عليه وسلم علم اللوح والقلم الذى يطلع عليه المخلوق فخرجت هذه الامور الخمسة على انه صلى الله عليه وسلم لم يخرج من الدنيا الا بعد ان اعلم الله تعالىٰ بهذه الامور فان قيل اذا كان علم اللوح و القلم بعض علومه صلى الله عليه وسلم فما البعض الأخر اجيب بان البعض الأخر هو ما اخبره الله عنه من احوال الأخرة لان القلم انما كتب في اللوح ما هو كائن الى يوم القيامة .

ہوتے ہیں، ان امور پر مطلع ہوتے۔ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ امور خمسہ کو قلم نے لوح میں لکھا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علوم کا جزء وہ علم لوح و قلم ہے جس پر مخلوق مطلع ہے پس یہ امور خمسہ نکل گئے۔ علاوہ ازیں حضرت اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان امور کا علم دے دیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب علم لوح و قلم حضرت کے علوم کا ایک جزء ٹھہرا تو دوسرا جزء کونسا ہے؟ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ دوسرا جزء وہ احوال آخرت ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبر دی ہے۔ کیونکہ قلم نے تو لوح میں فقط وہ لکھا ہے جو روز قیامت تک ہونے والا ہے۔

علامہ شیخ محی الدین محمد بن مصطفٰے معروف بہ شیخ زادہ جنہوں نے تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا ہے اسی بیت کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

والعلم في هذا البيت اما بمعناه او بمعنى المعلوم اي معلوماتك المعلومات الحاصلة منهما ولعل الله اطلعه علىٰ جميع ما في اللوح و زاده ايضاً لان اللوح والقلم متناهيان فما فيهما متناه ويجوز احاطة المتناهي بالمتناهي هذا علىٰ قدر فهمك اما من اكتحلت عين بصيرته بالنور الالهي فيشاهد

اس بیت میں علم یا تو اپنے معنیٰ میں ہے یا معلوم کے معنیٰ میں ہے یعنی آنحضرت ﷺ کے معلومات وہ معلومات ہیں جو دونوں سے حاصل ہوئے ہیں اور شاید اللہ نے حضرت کو اس تمام پر مطلع کر دیا ہے جو لوح میں ہے اور اس سے زیادہ کا بھی علم دیا ہے کیونکہ لوح و قلم متناہی ہیں۔ پس جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ متناہی ہے اور متناہی کا احاطہ متناہی سے جائز ہے۔ اس قدر بات تیری سمجھ کے مطابق ہے۔ لیکن وہ شخص جس کی بصیرت کی

Marfat.com

بـالـذوق ان علم اللوح والقلم جزء من علومه كما هي جزء من علم الله سبحانـهٗ لانـهٗ عليـه السلام عند الانسلاخ من البشرية كما لايسمع ولا يبصرولا يبطش ولا ينطق الا به جلـت قدرته وعمت نعمته كذلك لا يـعـلم الا بعلمه الذى لا يحيطون بشيء منه الا بما شاء كما اشار اليه بقوله وعلمك مالم تكن تعلم .

آنکھ میں نور الٰہی کا سرمہ پڑا ہوا ہے۔ وہ ذوق سے مشاہدہ کرتا ہے کہ علوم لوح وقلم حضرت کے علوم کا جزء ہیں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کے علم کا جزء ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشریت سے انسلاخ کے وقت جیسا کہ نہیں سنتے نہیں دیکھتے نہیں پکڑتے اور نہیں بولتے مگر ساتھ اللہ کے اسی طرح حضور نہیں جانتے مگر ساتھ اس علم خدا کے جس میں سے کسی چیز کو نہیں گھیرتے ملائک وانبیاء وغیرہ مگر جو وہ چاہے جیسا کہ اس نے اپنے ارشاد (و عـلـمـك مـا لم تكن تعلم) میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بیان بالا سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی ہے۔ کیونکہ دونوں میں بلحاظ کیفیت وکمیت بڑا فرق ہے اللہ تعالیٰ کا علم بغیر ذرائع ووسائل ذاتی قدیم۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم عطائی حادث ہے اسی طرح کمیت میں بھی فرق بیان ہے کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری (تفسیر کہف) میں قصہ حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام میں ہے۔

قال وجاء عصفور فوقع علٰى حرف السـفينة فنقرفى البحر نقرة فقال له الـخـضـر ما علمى وعلمك من علم الله الامثل ما نقص هذا العصفور من هذا البحر .

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آکر بیٹھی۔ اس نے اپنی چونچ سمندر میں ڈبوئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میرا علم اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں جتنا (پانی) اس چڑیا نے سمندر میں سے اپنی چونچ میں لے لیا۔

شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں آیہ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ کے تحت میں یوں لکھتے ہیں:-

قـال شيـخـنـا الـعـلامة ابقاه الله

ہمارے استاد علامہ نے اللہ ان کو سلامت

Marfat.com

بالسلامة فی الرسالة الرحمانیة فی بیان الکلمة الفرقانیة علم الاوّلیاء من علم الانبیاء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر و علم الانبیاء من علم نبینا محمد علیه الصلوٰة والسلام بهذه المنزلة وعلم نبینا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة .

رکھے الرسالۃ الرحمانیہ میں بیان الکلمۃ الفرقانیہ میں فرمایا کہ اولیاء کا علم انبیاء کے علم کے مقابلہ میں بمنزلہ ایک قطرہ کے ہے سات مندروں میں سے اور انبیاء کا علم ہمارے نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے ساتھ یہی نسبت رکھتا ہے اور ہمارے نبی کا علم حق سبحانہ، کے علم کے ساتھ یہی نسبت رکھتا ہے۔

صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں:۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْرَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ
وَوَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ
مِنْ نُّقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ

ترجمہ منظوم

ہیں رسول اللہ کے فیضان سے سیراب سب
وہ کسی کے حق میں شبنم ہیں کسی کے حق میں یم
اس کی پیشی میں کھڑے ہیں اپنی اپنی حد پہ سب
ہے کوئی تو نقطۂ علم کوئی اعرابِ حکم

ان شعروں کی تشریح ومطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو پیدا کیا پھر اسے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ وہ روحِ پاک عالم ارواح میں دیگر انبیائے علیہم السلام کی روحوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ ہر ایک روح نے حسب قابلیت و استعداد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح سے استفادۂ علم کیا۔ کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے بحر ذخار سے بقدر ایک چلو کے لیا اور کسی نے حضور کے فیضان کی لگاتار بارشوں سے بقدر ایک قطرہ یا گھونٹ کے لیا۔ علوم ومعارف جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس سے حاصل کئے ان کی غایت ونہایت حضور کے علم کے دفتر کا فقط ایک نقطہ یا آپ کے معارف کے دفتر کا محض ایک اعراب ہے۔

Marfat.com

جو شخص حضور انور ﷺ کے علم غیب کا مطلقاً انکار کرتا ہے اسے آیہ ذیل اور اس کا شان نزول مطالعہ کرنا چاہئے:۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ط قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ط (توبہ ۔ ع ۸)

اور البتہ اگر تو ان سے پوچھے تو البتہ وہ کہیں گے سوائے اس کے نہیں کہ ہم بول چال کرتے تھے اور کھیلتے تھے تو کہہ دے کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانے مت بناؤ۔ تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور (جزء ثالث ۲۵۴) میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم وابوالشیخ نقل کرتے ہیں کہ امام مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے قول وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ط کا شان نزول یہ بیان کیا ہے۔

قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بواد كذا و كذا في يوم كذا و كذا وما يدريه الغيب

منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (ﷺ) ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں دن فلاں وادی میں تھی۔ وہ غیب کیا جانیں۔

مطلب یہ کہ ایک شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ فلاں وادی میں ہے۔ ایک منافق بولا۔ وہ غیب کی خبریں کیا جانیں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین جو بطریق استہزاء کہتے ہیں کہ حضرت غیب کی خبر کیا جانیں اور اس کے لئے بہانے بناتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ اس استہزاء کے سبب تم کافر ہو گئے۔ یہ قصہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا تھا۔ جسے ہم روایت ابن اسحاق وواقدی پہلے نقل کر آئے ہیں۔

اخبار بالمغیبات کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دوسرے وہ جو احادیث میں وارد ہیں۔ قسم اول کا ذکر اعجاز القرآن میں ہو چکا۔ قسم دوم کی چند اور مثالیں یہ ہیں:۔

کفار پر اپنی امت کے غلبہ کی خبر دینا۔ حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمادینا کہ اس سال کے بعد تو مجھے نہ پائے گا۔ حضرت عدی بن حاتم کو راستے کے امن کی خبر دینا اور فرمادینا کہ اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو دیکھ لے گا کہ ایک عورت حیرہ سے تنہا سفر کر کے خانہ کعبہ کا

Marfat.com

طواف کرے گی اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ صحیفہ قریش جسے انہوں نے بحفاظت تمام خانہ کعبہ کی چھت میں رکھا تھا اس کی نسبت تین سال کے بعد بتا دینا کہ اللہ کے نام کے سوا باقی کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا کی نسبت فرمانا کہ اہلِ بیت میں سے میری وفات کے بعد وہ سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گی۔ ام المؤمنین حضرت زینب کی نسبت یوں فرمانا کہ میری وفات کے بعد میرے ازواج میں سے سب سے پہلے جو مجھ سے ملے گی وہ دراز دست (لمبے ہاتھ والی) ہے۔ ابی بن خلف کی نسبت خبر دینا کہ یہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ اصحمہ نجاشی کی موت کی خبر دینا جس دن اس نے حبشہ میں وفات پائی۔ شب معراج کی صبح کو قریش کے قافلوں کی خبر دینا جو تجارت کے لئے شام کو گئے ہوئے تھے۔ غار ثور سے نکلنے کے بعد مدینہ کے راستے میں سراقہ بن مالک سے فرمانا کہ تو کسریٰ کے کنگن پہنایا جائے گا۔ سلسلۂ خلافت اور خلفائے ثلاثہ حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دینا۔ واقعۂ جمل و صفین کی خبر دینا۔ وباء عمواس کی خبر دینا۔ حضرت امام حسین کے دو گروہ اسلام میں ذریعہ صلح ہونے کی خبر دینا۔ امام حسین کی شہادت کی خبر دینا۔ حضرت امیر معاویہ کی ولایت کی خبر دینا۔ حضرت عمار بن یاسر سے فرما دینا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے حالات کی خبر دینا۔ حجاج ظالم اور مختار کذاب کی خبر دینا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی نسبت فرمانا کہ یہ بیت اللہ شریف کو بچائے گا۔ یہاں تک کہ شہید ہو جائے گا۔ خوارج و رافضہ و قدریہ و مرجیہ و زنادقہ کی خبر دینا۔ امت کے تہتر فرقے ہونے اور ان میں سے ایک کے ناجی ہونے کی خبر دینا۔ غزوۂ احد میں خبر دینا کہ حضرت حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ بدر کے دن میدان جنگ میں کفار قریش کے مرنے کی جگہوں کا الگ تھلگ نشان دینا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور وہاں فلاں۔ جنگِ بدر کے خاتمہ پر اپنے چچا عباس سے بتا دینا کہ تم اپنی بیوی ام الفضل کے پاس مکہ میں مال چھوڑ آئے ہو حالانکہ عباس و ام الفضل کے سوا کسی اور کو اس مال کا علم نہ تھا۔ غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ کے قریب فرما دینا کہ یہ تیز ہوا ایک بڑے منافق (رفاعہ بن زید بن التابوت) کی موت کے لئے چلی ہے۔ حضرت اقرع بن شقی العکی سے حالت بیماری میں فرما دینا کہ تو اس بیماری میں نہیں مرے گا۔ بلکہ ملک شام میں ہجرت کریگا اور وہیں وفات پائے گا اور رملہ میں دفن ہوگا۔ فتح مکہ کی تیاریوں کے وقت حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کی خبر دینا جو اس نے اہلِ مکہ کو ان تیاریوں سے مطلع کرنے کے لئے لکھا تھا اور حضرت علی وغیرہ سے بتا دینا کہ اس حلیہ کی ایک عورت اس خط کو لے جا رہی ہے اور تم اسے فلاں جگہ جا پکڑو گے۔ وفد عبدالقیس کے

Marfat.com

آنے کی خبر دینا۔ غزوۂ موتہ جو مدینہ منورہ سے ایک مہینہ کی مسافت پر ملک شام میں ہو رہا تھا اس کی نسبت خبر دینا کہ حضرت زید و جعفر و ابنِ رواحہ یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے اور آخر حضرت خالد نے فتح پائی۔ مقام تبوک میں جو شام و مدینہ کے درمیان ہے فرما دینا کہ آج مدینہ میں حضرت معاویہ لیثی نے انتقال فرمایا اور وہیں ان کی نماز پڑھنا۔ کسریٰ و قیصر کے ہلاک ہونے اور فارس و روم کے فتح ہونے کی خبر دینا۔ لبید بن عاصم یہودی کے جادو کی خبر دینا۔ مومنین و منافقین کے اسرار کی خبر دینا۔ حضرت اویس قرنی کی خبر دینا۔ بنائے بغداد و بصرہ و کوفہ کی خبر دینا۔ امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی کی بشارت دینا وغیرہ وغیرہ یہ تمام امور اسی طرح وقوع میں آئے جس طرح حضور نے خبر دی تھی۔

قیامت کی نشانیاں جو آپ نے بیان فرمائیں وہ ان کے علاوہ ہیں اور وہ تین قسم کی ہیں۔ پہلی دو قسموں کو آثار صغریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور تیسری کو آثار کبریٰ کہتے ہیں:۔

اوّل۔ وہ آثار جو وقوع میں آ چکے۔ مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف۔ تمام صحابہ کرام کا اس دنیا سے رحلت فرمانا۔ حضرت عثمان غنی کا شہید ہونا۔ تاتاریوں کا فتنہ۔ حجاز کی آگ۔ جھوٹے دجالوں کا دعوائے رسالت کے ساتھ نکلنا۔ بیت المقدس اور مدائن کا فتح ہو جانا۔ سلطنت عرب کا زائل ہو جانا۔ تین خسوف کا وقوع (ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرۂ عرب میں) قتل اور فتنوں اور زلزلوں کی کثرت۔ مسخ و قذف۔ ریح احمر۔ انقطاع طریق حج۔ کعبۃ اللہ سے حجر اسود کا اٹھ جانا۔ کثرت موت وغیرہ۔

دوئم۔ وہ آثار جو ظہور میں آ چکے اور زیادہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ قسم سوم سے مل جائیں گے۔ مثلاً عابدوں کا جاہل ہونا۔ قاریوں کا فاسق ہونا۔ چاندوں کا اتنا بڑا نظر آنا کہ کہا جائے یہ دوسری رات کا چاند ہے۔ بارش کا زیادہ ہونا اور روئیدگی کا کم ہونا۔ قاریوں کی کثرت اور فقہاء کی قلت۔ امیروں کی کثرت اور امینوں کی قلت فاسقوں کا سردار قبیلہ اور فاجروں کا حاکم بازار بننا۔ مومن کا اپنے قبیلہ میں نقد[۱۳۵] سے زیادہ ذلیل ہونا۔ تجارت کی کثرت۔ عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ شریک تجارت ہونا۔ قطع رحم کرنا۔ کاتبوں کی کثرت اور علماء کی قلت۔ جھوٹی گواہی کا ظاہر ہونا۔ امانت کو غنیمت سمجھنا۔ زکوٰۃ کو تاوان خیال کرنا۔ علم دین کو دنیا کی خاطر سیکھنا۔ حقوق والدین کی کثرت۔ بڑوں کی عزت نہ ہونا۔ چھوٹوں پر رحم نہ کیا جانا۔ اولادِ زنا کی کثرت۔ اونچے محلوں پر فخر کرنا۔ مسجدوں میں دنیا کی باتیں کرنا۔ نماز پڑھانے کے لئے مسجدوں میں اماموں کا نہ ملنا۔ بغیر شروط و ارکان نمازیں پڑھنا حتیٰ کہ پچاس میں سے ایک نماز کا بھی قابل

Marfat.com

قبول نہ ہونا۔ مسجدوں کی آرائش کرنا۔ مسجدوں کو راستے بنانا۔ قریبی لڑکی سے اس کی مفلسی کے سبب نکاح نہ کرنا۔ اور کسی دنیۃ الاصل سے اس کی دولت مندی کے سبب نکاح کر لینا۔ ناحق مال لینا۔ حلال درہم کا نہ پایا جانا۔ سائل کا محروم رہنا۔ اسلام کا غریب ہونا۔ لوگوں میں کینہ وبغض ہونا۔ عمریں کم ہونا۔ درختوں کے پھلوں کا کم ہونا۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا جاننا۔ مال حاصل کرنے کیلئے لوگوں کی منافقانہ مدح کرنا۔ خطباء کا جھوٹ بولنا۔ حکام کا ظلم کرنا۔ نجومیوں کو سچا جاننا۔ قضا وقدر کو حق نہ جاننا۔ مرد کا عورت یا دوسرے مرد سے لواطت کرنا۔ جہاد نہ کرنا۔ مالداروں کی تعظیم کرنا۔ کبیرہ گناہوں کو حلال جاننا۔ سود اور رشوت کھانا۔ قرآن کو مزامیر بنانا۔ درندوں کے چمڑوں کے فرش بنانا۔ ریشم پہننا۔ جہالت وزنا وشراب نوشی کی کثرت۔ خائن کو امین اور امین کو خائن سمجھنا۔ گانے والی لونڈیوں کا رکھنا۔ آلات لہو کو حلال سمجھنا۔ حدود شرعیہ کا جاری نہ ہونا۔ عہد توڑنا۔ عورتوں کو مردوں سے اور مردوں کو عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا۔ اخیر امت کا اول امت کو برا کہنا۔ مردوں کا عمامے چھوڑ کر عجمیوں کی طرح تاج پہننا۔ قرآن کو تجارت بنانا۔ مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کرنا۔ جوا کھیلنا۔ باجے بجانا۔ کم تولنا۔ جاہلوں کو حاکم بنانا۔ مسجدیں بنانے پر فخر کرنا۔ مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت یہاں تک کہ ایک مرد پچاس عورتوں کا متکفل ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

سوم۔ آثار کبریٰ جن کے بعد ہی قیامت آجائے گی۔ یہ آثار یکے بعد دیگرے پے در پے ظاہر ہوں گے جیسے سلک مروارید سے موتی گرتے ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے شروع ہو کر نفخ صور پر ختم ہو جائیں گے۔ ان کا بیان جو آنحضرت ﷺ کی حدیثوں میں پایا جاتا ہے اس کا خلاصہ حسب معلومات خود نیچے درج کیا جاتا ہے:

جب آثار صغریٰ سب ظاہر ہو چکیں گے تو اس وقت نصاریٰ کا غلبہ ہوگا۔ ایک مدت کے بعد خالد بن یزید بن ابی سفیان اموی کی اولاد سے ایک شخص سفیان نام جانب دمشق سے ظاہر ہوگا جس کی ننھیال قبیلہ قلب ہوگا وہ اہل بیت کو بری طرح قتل کرے گا۔ شام ومصر کے اطراف میں اس کا حکم جاری ہوگا۔ اسی اثناء میں شاہ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے سے صلح ہو گی۔ لڑنے والا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔ شاہ روم ملک شام میں آجائیگا اور دوسرے فرقہ کی مدد سے ایک خونریز لڑائی کے بعد فتح پائے گا۔ دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے ایک شخص بول اٹھے گا کہ یہ فتح صلیب کی برکت سے ہوئی ہے۔ اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اسے مار پیٹ

Marfat.com

کریگا اور کہے گا نہیں۔ بلکہ اسلام کی برکت سے ایسا ہوا ہے۔ الغرض دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے اور خانہ جنگی شروع ہو جائے گی جس میں بادشاہِ اسلام شہید ہو جائے گا اور دونوں عیسائی فریق باہم صلح کر لیں گے اس طرح شام میں عیسائی راج ہو جائے گا۔ بقیۃ السیف مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے۔ اور عیسائیوں کی حکومت مدینہ منورہ کے قریب خیبر تک پھیل جائے گا۔ اس وقت اہلِ اسلام کو امام مہدی علیہ السلام کی تلاش ہوگی۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام

حضرت امام مدینہ سے مکہ تشریف لے آئیں گے۔ اہلِ مکہ کی ایک جماعت حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان آپ سے بیعت کریگی حالانکہ آپ اس منصب امامت پر راضی نہ ہوں گے۔ آپ کا اسم گرامی محمد، باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ آپ حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال ہوگی۔

ان حالات میں ماوراء النہر سے ایک شخص حارث حراث نام اہلِ اسلام کی مدد کے لئے ایک لشکر بھیجے گا جس کا مقدمہ منصور کے زیر کمان ہوگا۔ یہ لشکر راستہ ہی میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کرے گا۔ ظالم سفیانی جس کا اوپر ذکر ہوا اپنا کچھ لشکر امام مہدی کے مقابلہ کے لئے بھیجے گا جو شکست کھائے گا۔ اس کے بعد خود سفیان لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے آئے گا اور مقام بیداء میں مکہ و مدینہ کے درمیان لشکر سمیت زمین میں دھنس جائے گا۔ صرف ایک شخص بچے گا جو امام مہدی کو اس واقعہ کی خبر دے گا۔ حضرت امام کی اس کرامت کی خبر دور دور پہنچ جائے گی۔ شام کے ابدال اور عراق کے اوتاد آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کریں گے۔ فوج مدینہ کے علاوہ باقی عرب و یمن کے لوگ بکثرت آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے۔ افواج اسلام کی خبر سن کر نصاریٰ بھی ممالک روم وغیرہ سے لشکر جرار لے کر شام میں جمع ہو جائیں گے۔ لشکر کفار میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار سوار ہوں گے۔ امام مہدی مکہ سے بغرض زیارت مدینہ جائیں گے اور وہاں سے ملک شام پہنچیں گے۔ حلب یا دمشق کے نواح میں لشکر کفار سے مقابلہ ہوگا۔ حضرت امام کے لشکر کا تہائی حصہ بھاگ جائے گا جن کی موت کفر پر ہوگی اور ایک تہائی شہادت سے مشرف ہوگا اور باقی تہائی فتح پائے گا۔ دوسرے روز امام موصوف نصاریٰ کے مقابلہ کیلئے نکلیں گے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت عہد کرے گی کہ بغیر فتح پائے یا شہید ہوئے میدان سے واپس نہ آئیں گے۔ یہ سب کے سب شہید ہو جائیں گے۔ اگلے روز پھر ایک جماعت یہی عہد کرے گی اور جام

Marfat.com

شہادت نوش کرے گی۔ اسی طرح تیسرے دن بھی وقوع میں آئے گا۔ چوتھے روز بقیہ اہلِ اسلام کفار پر فتح پائیں گے۔ مگر اس سے کسی کو خوشی نہ ہوگی کیونکہ اس لڑائی میں بہت سے خاندان ایسے ہوں گے جن میں فیصدی ایک بچا ہوگا۔ اس کے بعد امام موصوف نظم ونسق میں مشغول ہوں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ پھر ایک سخت لڑائی کے بعد قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا۔

دجال لعین

جب اہلِ اسلام غنائم قسطنطنیہ تقسیم ہوں گے تو شیطان آواز دے گا کہ دجال تمہارے اہلِ واولاد میں آ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی غنائم چھوڑ کر دجال کی طرف متوجہ ہوں گے اور دس سوار بطور طلیعہ خبر لانے کیلئے بھیجیں گے جن کی نسبت حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کے نام ان کے باپوں کے نام، ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں اور وہ اس وقت روئے زمین پر بہترین سواروں سے ہوں گے۔ یہ افواہ غلط ثابت ہوگی۔ لشکر اسلام جب قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے گا تو جنگِ عظیم سے ساتویں سال شام وعراق کے درمیان ایک راستے سے دجال ظاہر ہوگا۔ اس کے ظہور سے پہلے دو سال قحط رہے گا۔ تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا۔

دجال کی ایک آنکھ اور ایک ابرو بالکل نہ ہوگی بلکہ وہ جگہ ہموار ہوگی ممسوح العین ہونے کے سبب سے اسے مسیح الدجال کہتے ہیں۔ وہ ایک بڑے گدھے پر سوار ہوگا اور اس کی پیشانی درمیان ک اف ر (کافر) لکھا ہوگا جسے صرف اہلِ ایمان کاتب وغیر کاتب پڑھ لیں گے۔ وہ روئے زمین پر پھرے گا اور لوگوں کو اپنی الوہیت کی دعوت دے گا۔ اور وہ اسی غرض کے لئے اپنے سرایا مختلف اطراف میں بھیجے گا۔ اس کے ساتھ ایک باغ ہوگا جسے وہ جنت کہے گا اور ایک آگ ہوگی جسے دوزخ بتائے گا۔ موافقین کو وہ اپنی بہشت میں اور مخالفین کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا۔ مگر حقیقت میں وہ بہشت دوزخ کی خاصیت رکھتی ہوگی اور دوزخ باغ بہشت کے مانند ہوگی۔ اس کے پاس اشیاء خوردنی کا بڑا ذخیرہ ہوگا۔ اس میں سے جسے چاہے دے گا۔ لوگوں کی آزمائش کے لئے اس سے خارق عادت امور ظاہر ہوں گے۔ جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے ان کے لئے آسمان کو حکم دے گا تو مینہ برسنے لگ جائے گا۔ زمین کو حکم دے گا تو گھاس اور زراعت بکثرت اگائے گی۔ جو انکار کریں گے ان سے مینہ اور زراعت ونباتات کو روک دے گا۔ ایک ویرانے میں پہنچے گا تو زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے۔ چنانچہ اس ویرانے کے خزانے اس کے پیچھے چلیں گے۔ بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمہارے مردہ ماں باپ کو زندہ کر دیتا ہوں اگر تم میری خدائی پر ایمان

Marfat.com

لاؤ۔ پھر وہ شیطانوں کو حکم دیگا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپ کے ہم شکل ہو کر نکلو۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ اسی طرح اس کے لشکری ایک مومن کو پیش کرینگے وہ دیکھتے ہی کہہ دے گا کہ لوگو! یہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کر دیا ہے۔ یہ سن کر دجال حکم دے گا کہ اس کو لٹا کر اسکا سر توڑ دو۔ ایسا ہی کیا جائے گا۔ پھر دجال اس سے پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ مومن جواب دے گا کہ تو جھوٹا مسیح ہے۔ پھر دجال کے حکم سے سر سے پاؤں تک اس کے دو ٹکڑے کئے جائیں گے۔ دجال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا اور کہے گا اٹھ۔ وہ اٹھ بیٹھے گا۔ دجال کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ مومن جواب دے گا۔ اب تو مجھے خوب یقین ہو گیا کہ تو جھوٹا دجال ہے۔ اور کہے گا۔ اے لوگو! میرے بعد یہ کسی اور سے ایسا نہ کر سکے گا۔ بعد ازاں دجال اسے ذبح کرنا چاہے گا مگر نہ کر سکے گا۔ اور اسے اپنی دوزخ میں پھینک دے گا مگر وہ اس مومن کے لئے جنت ہو جائے گی۔ حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ مومن اللہ کے نزدیک بڑا شہید ہوگا۔ الغرض دجال مختلف مقامات پر جائے گا۔ شام سے اصفہان میں پہنچے گا۔ وہاں ستر ہزار یہودی اس کے پیرو بن جائیں گے۔ پھرتا پھرتا سرحد یمن پر پہنچ جائے گا۔ وہاں سے مکہ معظمہ کا قصد کرے گا مگر فرشتوں کی محافظت کے سبب اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر مدینہ منورہ میں پہنچے گا اس وقت مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو دو فرشتے محافظ ہوں گے اس لئے شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے گا۔ یہاں سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

قبل اس کے کہ دجال دمشق میں پہنچے، امام مہدی علیہ السلام وہاں پہنچ کر جنگ کی تیاری کر چکے ہوں گے۔ اسی اثنا میں اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو آسمان سے بھیجے گا۔ آپ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے زرد رنگ کا جوڑا زیب تن کئے ہوئے نہایت نورانی شکل میں دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ پر اتریں گے اور اس امت کی تکریم و تعظیم کی جہت سے حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے پھر لشکر اسلام لشکر دجال پر حملہ کرے گا۔ گھمسان کا معرکہ ہوگا۔ اس وقت دم عیسیٰ کی یہ خاصیت ہوگی کہ جہاں تک آپ کی نظر کی رسائی ہوگی وہاں تک آپ کا سانس بھی پہنچے گا اور جس کافر تک وہ پہنچے گا ہلاک ہو جائیگا۔ اور دجال بھاگ جائے گا مگر حضرت مسیح علیہ السلام اس کو بیت المقدس کے قریب موضع لد کے دروازے میں جالیں گے اور نیزہ سے اس کا کام تمام کر دینگے۔ لشکر دجال میں جو یہود ہوں گے ان کو کوئی چیز پناہ نہ دے گی یہاں تک

Marfat.com

کہ رات کے وقت اگر کوئی یہودی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپا ہوگا وہ پتھر یا درخت بول اٹھے گا کہ یہاں یہودی ہے اسکو قتل کر دو۔

زمین پر دجال کا فتنہ چالیس دن رہے گا جن میں سے ایک دن ایک سال، ایک دن ایک مہینے اور ایک دن ایک ہفتہ کے مانند ہوگا۔ باقی دن معمول دنوں کے مانند ہوں گے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا، کیا اس میں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ ایک سال کی نمازیں اس دن میں تخمینہ سے ادا کرنی ہوں گی۔

دجال کے فتنہ کے رفع ہونے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اصلاحات میں مشغول ہوں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور کفار سے جزیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ سوائے قبول اسلام اور قتل کے دوسرا حکم نہ ہوگا سب کافر مسلمان ہو جائیں گے۔ امام مہدی علیہ السلام کی خلافت ۷ یا ۸ یا ۹ سال ہوگی، اس کے بعد آپ کا وصال ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائیں گے۔

یاجوج و ماجوج

اس کے بعد لوگ امن وامان کی زندگی بسر کرتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں ایسے بندے نکالنے والا ہوں کہ کسی میں ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت وقدرت نہیں ہے۔ تم میرے خالص بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ۔ آپ قلعہ طور میں پناہ گزیں ہو کر سامان حرب ورسد کے مہیا کرنے میں مشغول ہوں گے۔ اس وقت یاجوج وماجوج نکل پڑیں گے۔ یہ لوگ یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ ان کا مالک قطب شمالی کی طرف ہفت اقلیم سے باہر بتایا جاتا ہے۔ اس کے جانب شمال سمندر ہے جو سال بھر منجمد رہتا ہے۔ مشرق ومغرب میں دیواروں کی مثل دو پہاڑ ہیں ان کے درمیان کی ایک گھاٹی سے نکل کر وہ اس طرف کے لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ سکندر ذوالقرنین نے ان کو ایک آہنی دیوار کے ذریعہ سے بند کر دیا تھا۔ جس کی بلندی ان دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچتی ہے اور موٹائی ساٹھ گز ہے۔ وہ دن بھر اس دیوار کے توڑنے میں لگے رہتے ہیں مگر رات کو قدرت الٰہی سے وہ دیوار ویسی ہی ہو جاتی ہے۔ جب ان کے نکلنے کا وقت آئے گا تو وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ لوگ ٹڈی دل کی طرح ہر طرف پھیل جائیں گے اور بے دریغ قتل وغارت کرینگے۔ ان کی کثرت کا یہ حال ہے کہ جب انکی پہلی جماعت بحیرۂ طبریہ میں

Marfat.com

(جو دس میل لمبا ہے) پہنچے گی تو اس کا تمام پانی پی جائے گی اور دیکھ کر کہے گی کہ یہاں کبھی پانی تھا؟ پھر وہ قتل و غارت کرتے ہوئے قدس کے پہاڑ خمر میں پہنچیں گے تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کا تو صفایا کر دیا۔ چلو آسمان والوں کو بھی مار ڈالیں۔ پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ خون آلود کر کے لوٹا دے گا۔ وہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ اب تو ہمارے سوا کوئی نہیں رہا۔ محصورین (حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب) میں قحط کا یہ عالم ہو گا کہ گائے کا کلہ سو سو دینار سے بھی زیادہ قیمتی ہو گا۔ پس محصورین دعا کریں گے اس پر اللہ تعالیٰ ان میں مرض نغف بھیجے گا یہ ایک دانہ ہوتا ہے جو اونٹ اور بھیڑ بکری کی گردنوں میں نکلتا ہے اور طاعون کی طرح ہلاک کر دیتا ہے۔ اس مرض میں یاجوج و ماجوج یکبارگی ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب میدان کی طرف آئیں گے اور زمین میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہ پائیں گے جو انکی چربی و گندگی سے پر نہ ہو۔ پھر آپ مع اصحاب دست بدعا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں شتران بختی کی مانند لمبی ہوں گی۔ وہ پرندے ان کی لاشوں کو وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر بارش بھیجے گا جس سے زمین بالکل صاف ہو جائے گی۔ اس بارش کی برکت سے زمین کی پیداوار میں بڑی ترقی ہو گی یہاں تک کہ ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہو گا۔ حیوانات کا دودھ اس کثرت سے ہو گا کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک قبیلہ کے لئے کافی ہو گا۔ اور ایک بکری کا دودھ ایک کنبہ کے لئے کافی ہو گا۔ قوم یاجوج و ماجوج کی کمانیں ترکش اور تیر مومنوں کے لئے سات سال ایندھن کا کام دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں چالیس سال رہیں گے۔ آپ کا نکاح ہو گا اور اولاد پیدا ہو گی۔ پھر آپ انتقال فرمائیں گے اور حضور اکرم ﷺ کے روضۂ مطہرہ میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قبیلہ قحطان میں سے ایک شخص جہجاہ نام یمن کے رہنے والے آپ کے خلیفہ ہوں گے اور امور خلافت کو عدل و انصاف کے ساتھ سرانجام دیں گے۔ جہجاہ کے بعد چند اور بادشاہ ہوں گے جن کے عہد میں رسوم کفر و جہل شائع ہو جائیں گی اور علم کم ہو جائیگا۔ اسی اثنا میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مغرب میں زمین میں دھنس جائیگا۔ جن میں منکرین تقدیر ہلاک ہو جائیں گے۔

دخان (دھواں)

اس کے بعد ایک بڑا دھواں آسمان سے نمودار ہو گا جو چالیس روز رہے گا۔ اس سے مسلمان

Marfat.com

زکام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کافروں اور منافقوں پر بیہوشی طاری ہو جائے گی۔ بعض ایک دن بعض دو دن اور بعض تین دن کے بعد ہوش میں آئیں گے۔

آفتاب کا مغرب سے نکلنا

اسکے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ بچے چلا اٹھیں گے ، مسافر تنگ دل اور مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہوں گے۔ یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار رات کی مقدار اس رات کے دراز ہونے کے بعد اضطراب کی حالت میں آفتاب مغرب سے چاند گرہن کی مانند تھوڑی سی روشنی کے ساتھ نکلے گا۔ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور اس دن آفتاب اتنا بلند ہو کر غروب ہو گا کہ چاشت کے وقت ہوتا ہے۔ پھر حسب معمول مشرق کی طرف سے نکلتا رہے گا۔

دابۃ الارض

دوسرے روز لوگ اسی کا ذکر کر رہے ہوں گے کہ کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ جائے گا۔ اور اس سے ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا جسے دابۃ الارض کہتے ہیں وہ چہرے میں آدمی سے، گردن میں اونٹ سے، دم میں بیل سے، سرین میں ہرن سے، سینگوں میں بارہ سنگے سے، ہاتھوں میں بندر سے ، اور کانوں میں ہاتھی سے مشابہ ہوگا۔ پہلے یمن میں پھر نجد میں ظاہر ہو کر غائب ہو جائیگا۔ پھر دوبارہ مکہ مشرفہ میں ظاہر ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ کا عصا اور دوسرے میں حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہوگی۔ وہ ایسی تیزی سے شہروں کا دورہ کرے گا کہ کوئی بھاگنے والا اس سے نہ بچ سکے گا۔ وہ اہلِ ایمان کی پیشانی پر عصائے موسیٰ سے ایک نورانی خط کھینچ دے گا جس سے تمام چہرہ نورانی ہو جائیگا اور کفار کی ناک یا گردن پر خاتم سلیمان سے مہر کر دے گا جس سے ان کا چہرہ سیاہ اور بے رونق ہو جائے گا۔

خانہ کعبہ کا گرایا جانا

اس کے بعد ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جس کے سبب سے ہر صاحب ایمان کی بغل میں درد پیدا ہوگا۔ افضل فاضل سے، فاضل ناقص سے، اور ناقص فاسق سے پہلے مرنے شروع ہو جائیں گے، یہاں تک کہ کوئی اہلِ ایمان باقی نہ رہے گا۔ بعد ازاں کفار حبشہ کا غلبہ ہوگا اور ان کی سلطنت قائم ہو گی۔ وہ خانہ کعبہ کو ڈھا دیں گے۔ حج موقوف ہو جائیگا۔ قرآن مجید دلوں زبانوں اور کاغذوں سے

Marfat.com

اٹھ جائے گا۔ خدا ترسی اور خوف آخرت دلوں سے اٹھ جائے گا۔ شرم وحیا نہ رہے گی۔ آدمی گدھوں اور کتوں کی مانند دوستوں کے سامنے جماع کرینگے حکام کا ظلم اور رعایا کی ایک دوسرے پر دست درازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی۔ جس سے شہر وقصبات ویران ہو جائیں گے۔ قحط ووبا کا ظہور ہوگا۔

ایک بڑی آگ

اس وقت ملک شام میں کچھ ارزانی ہوگی۔ دیگر ممالک کے لوگ اہل وعیال سمیت شام کو روانہ ہوں گے۔ اسی اثنا میں ایک بڑی آگ جنوب کی طرف سے نمودار ہوگی وہ ان کا تعاقب کریگی۔ یہاں تک کہ وہ شام پہنچ جائیں گے پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی۔

نفخ صور

اس کے بعد چار پانچ سال لوگ عیش کے ساتھ غفلت میں زندگی بسر کریں گے۔ بت پرستی عام ہوگی۔ کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔ یکا یک جمعہ کے روز جو یوم عاشورا بھی ہوگا صبح کے وقت اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ صور کی آواز کے صدمہ سے تمام جہان فنا ہو جائے گا۔ زمین وآسمان کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ چاند، سورج اور تمام ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ دریا خشک ہو جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج سلطنت کس کی ہے۔) پھر خود ہی جواب دے گا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار (اس ایک اللہ کی جو قہار ہے۔) ایک مدت کے بعد بار دیگر نئے آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی۔ پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے اور زندہ ہو کر قبروں سے اٹھیں گے۔ اسی کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کے واقعات جو قرآن مجید واحادیث شریف میں مذکور ہیں۔ مثلاً مردوں کا ان ہی اجساد سے ساتھ زندہ ہو کر اٹھنا۔ آفتاب کا زمین کے قریب آجانا۔ حساب اعمال ہونا۔ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کا نیک وبداعمال کی گواہی دینا۔ نیکوں کو نامۂ اعمال کا سامنے کی طرف سے دائیں ہاتھ میں ملنا اور بدوں کو پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں ملنا۔ اعمال کا ترازو میں تلنا۔ پل صراط سے گزرنا۔ مومنوں کا اپنے مرتبہ کے موافق کسی کا بجلی کی طرح، کسی کا دوڑتے گھوڑے کی طرح، کسی کا اڑتے پرندے کی طرح، کسی کا معمولی چال سے پل صراط عبور کر جانا اور منافقین وکفار کا کٹ کٹ کر دوزخ میں گرنا۔ حوض کوثر کے لذیذ وسرد پانی کے پینے سے مومنوں کی سب کلفتوں کا دور ہو جانا اور جنت میں داخل ہونا وغیرہ۔ ان سب کے لئے

Marfat.com

ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ یہاں بطور نمونہ ذیل میں دو تین پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حجاز کی آگ

صحیحین [۱۴۶] میں بروایت سعید بن المسیب مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک آگ حجاز کی زمین سے نکلے گی جو بصریٰ [۱۴۷] میں اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی۔

مذکورہ بالا پیشین گوئی کے مطابق وہ آگ سرزمین حجاز میں ظاہر ہوئی۔ اس کے ظہور سے پہلے کئی زلزلے آئے جو اس کا پیش خیمہ تھے۔ چنانچہ ماہ جمادی الاولیٰ ۶۵۴ھ کی اخیر تاریخ کو مدینہ منورہ میں کئی دفعہ زلزلہ آیا مگر چونکہ خفیف تھا اس لئے بعض لوگوں کو محسوس نہ ہوا۔ سہ شنبہ کے روز سخت زلزلہ آیا۔ جسے عام و خاص سب نے محسوس کیا۔ شب چہار شنبہ ۳ جمادی الاخریٰ کو رات کے اخیر تہائی حصہ میں مدینہ میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ لوگ ڈر گئے اور اس کی ہیبت سے دل کانپ گئے۔ زلزلے کا یہ سلسلہ جمعہ کے دن تک رہا۔ اس کی آواز بجلی سے بڑھ کر تھی، زمین کانپتی تھی اور دیواریں ہل رہی تھیں۔ یہاں تک کہ صرف دن کے وقت اٹھارہ دفعہ حرکت ہوئی۔ جمعہ کو چاشت کے وقت زلزلہ بند ہو گیا۔ دوپہر کے وقت مدینہ منورہ سے تقریباً ایک منزل جانب شرق یہ آگ نمودار ہوئی۔ اسکے ظاہر ہونے کی جگہ سے آسمان کی طرف بکثرت دھواں اٹھا جس نے افق کو گھیر لیا۔ جب تاریکی چھا گئی اور رات آگئی تو آگ کے شعلے تیز ہو گئے۔ یہ آگ ایک ایسے بڑے شہر کی مانند معلوم ہوتی تھی جسکے گرد ایک فصیل ہو اور اس فصیل پر کنگرے اور برج اور مینار ہوں۔ غرض اس آگ کو دیکھ کر اہلِ مدینہ ڈر گئے [۱۴۸]۔ چنانچہ قاضی سنان حسینی کا بیان ہے کہ "میں امیر مدینہ عزالدین منیف بن شیمہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عذاب نے ہم کو گھیر لیا ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کر۔ یہ سن کر اس نے اپنے تمام غلام آزاد کر دیئے اور لوگوں کے اموال ان کو واپس کر دیئے۔ پھر وہ اپنے قلعہ سے نکل کر حرم شریف میں آیا۔ اس نے اور تمام اہل مدینہ حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں نے جمعہ اور ہفتہ کی رات حرم شریف میں گزاری اور باغات میں کوئی ایسا نہ رہا جو حرم شریف میں نہ آیا ہو۔ لوگ رات کو گریہ وزاری اور تضرع کرتے تھے اور حجرۂ شریف کے گرد ننگے سر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر دعا مانگ رہے تھے اور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ طلب کر رہے تھے۔"

قطب قسطلانی جو اس وقت مکہ میں مقیم تھے، ان کا بیان ہے کہ یہ آگ بڑھتی ہوئی حرّہ اور وادی ... اور وادی ... سے جس کی ایک طرف وادی حمزہ رضی اللہ عنہ ہے گزر کر حرم

Marfat.com

نبی ﷺ کے مقابل ٹھہر گئی۔ اس آگ کے شعلے ایسے تیز تھے کہ شجر و حجر جو اسکے راستے میں آتا اسے پارہ پارہ کر دیتی اور پگھلا دیتی۔ غرض اس رحمۃ للعلمین ﷺ کی تربت شریف کی برکت سے یہ آگ حرم شریف سے خارج ہی رہی اور وہاں سے پیچھے ہٹ کر اپنا رخ جانب شمال کر لیا۔ اور ۵۲ دن تک روشن رہی۔

یہ آگ مکہ، ینبع اور تیماء سے دکھائی دیتی تھی اور شہر بصرٰے کے لوگوں کو اس کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آ گئیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ مؤرخین کا قول ہے کہ یہ آگ چار فرسنگ لمبی اور چار میل چوڑی اور ڈیڑھ قامت عمیق وادی میں چلتی تھی۔ اس کی حرارت سے پتھر رانگ کی مانند پگھل جاتا تھا۔ اس طرح وادی کے اخیر میں حرہ کے منتہا کے نزدیک پگھلے ہوئے پتھر جمع ہوتے گئے اور آخر کار وادی شظات کے وسط میں کوہ وغیرہ کی طرف ایک سد بن گئی۔ اس سد کے آثار ہنوز باقی ہیں۔ اور اہلِ مدینہ اسے جبس کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اس آگ کا ظہور ایسا مشہور ہے کہ مؤرخین کے نزدیک حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔ کذا فی الوفاء للسمهودی۔

امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) جو اس زمانے میں موجود تھے۔ اس آگ کی نسبت شرح صحیح مسلم (مطبوعہ انصاری۔ جلد ثانی۔ کتاب الفتن ص ۳۹۳) میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

وقد خرجت فی زماننا نار المدینة سنة اربع وخمسین وستمائة کانت نارًا عظیمة جدا خرجت من جنب المدینة الشرقی وراء الحرّة تواتر العلم بها عند جمیع اهل الشام وسائر البلدان واخبرنی من حضرها من اهل المدینة ۔	اور تحقیق ہمارے زمانے میں ۶۵۴ء میں مدینہ میں ایک آگ نکلی اور نہایت بڑی آگ تھی جو مدینہ کے شرقی جانب سے حرہ کے پیچھے نکلی۔ شام اور باقی شہروں کے تمام باشندوں کو بطریق تواتر اس کا علم ہوا۔ اور مجھے اہلِ مدینہ میں سے ایک شخص نے خبر دی جس نے اس آگ کو دیکھا۔

علامہ تاج الدین سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبرٰی (جزء خامس ۱۱۲) میں لکھتے ہیں کہ جب ماہ جمادی الاخری ۶۵۴ھ کی پانچویں تاریخ ہوئی تو مدینۃ النبی میں اس آگ کا ظہور ہوا اور اس سے پہلے کی دو راتوں میں ایک بڑی آواز ظاہر ہوئی پھر ایک بڑا زلزلہ آیا۔ پھر قریظہ کے قریب حرہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ اہلِ مدینہ اپنے گھروں سے اسے دیکھتے تھے۔ اس آگ کی روئیں پانی کی طرح جاری ہوئیں اور پہاڑ آگ بن کر رواں ہوئے۔ یہ آگ حاجیوں کے راستہ عراق کی

Marfat.com

طرف روانہ ہوئی پھر ٹھہر گئی اور زمین کو کھانے لگی۔ رات کے اخیر حصہ سے چاشت کے وقت تک اس میں سے ایک بڑی آواز آتی تھی۔لوگوں نے نبی ﷺ سے مدد طلب کی اور گناہ ترک کر دیئے۔ یہ آگ ایک مہینہ سے زیادہ روشن رہی۔ یہ وہی آگ ہے جس کی خبر جناب مصطفٰے صلوٰت اللہ علیہ نے دی تھی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔''ایک شخص سے جو رات کے وقت بصریٰ میں تھا روایت ہے کہ اس کو اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آ گئیں۔

تا تاریوں کا فتنہ اور حادثہء بغداد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کے لوگ ایک پست زمین میں جس کا نام بصرہ ہوگا ایک دریا کے نزدیک اتریں گے جس کو دجلہ کہتے ہیں۔اس دریا پر ایک پل ہوگا۔ بصرہ کے باشندے بکثرت ہوں گے اور وہ شہر مسلمانوں کے بڑے شہروں میں سے ہوگا۔ جب آخر زمانہ آئے گا تو قنطورا کے بیٹے آئیں گے جن کے چہرے فراخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی یہاں تک کہ وہ اس دریا کے کنارے پر اتریں گے۔ اس وقت بصرہ کے باشندے تین گروہ ہو جائیں گے۔ ایک گروہ بیلوں کی دموں [۱۴۹] اور بیابان میں پناہ لے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنی جانوں کے لئے طالب امان ہوگا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنی اولاد کو پس پشت ڈال دے گا اور ان سے لڑے گا۔ وہی حقیقی شہید ہوں گے۔ اس حدیث کو ابو [۱۵۰] داؤد نے روایت کیا ہے۔ [۱۵۱]

اس حدیث میں قنطوراء سے مراد تا تاری لوگ یعنی ترک ہیں کیونکہ قنطوراء حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک لونڈی کا نام ہے جس کی نسل سے یہ لوگ ہیں۔ ان کے چہروں کے کشادہ اور آنکھوں کے چھوٹا ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ حدیث میں بصرہ کا لفظ ہے مگر اس سے مراد شہر بغداد ہے۔ کیونکہ دریائے دجلہ اور پل بغداد میں ہیں نہ کہ بصرہ میں۔ و نیز ترک لڑائی کے لئے اس کیفیت سے جو حدیث میں مذکور ہے بصرہ میں نہیں آئے بلکہ بغداد میں آئے ہیں جیسا کہ مشہور و معروف ہے۔ حدیث میں بصرہ کا ذکر اس لئے ہے کہ بغداد کی نسبت بصرہ قدیم شہر ہے جس کے مضافات میں سے وہ گاؤں اور مواضع تھے جن میں شہر بغداد بنا۔ علاوہ ازیں بغداد کے نزدیک ایک گاؤں کا نام [۱۵۲] بھی بصرہ ہے۔

یہ پیشین گوئی ماہ محرم ۶۵۶ھ میں پوری ہوئی جب کہ چنگیز خان تا تاری کے پوتے ہلاکو نے

Marfat.com

شہر بغداد پر لشکر کشی کی۔ اس کی مختصر کیفیت [۱۵۳] یہ ہے کہ اس وقت بغداد میں خاندان عباسیہ کا آخری خلیفہ معتصم باللہ مسند خلافت پر متمکن تھا۔ اس کا وزیر مؤیدالدین محمد بن علی العلقمی فاضل وادیب مگر رافضی تھا اور اس کے دل میں اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف سے کینہ وبغض تھا۔ وزیر مذکور شہزادہ ابوبکر اور امیر کبیر رکن الدین دویدار کا بھی دشمن تھا۔ کیونکہ یہ دونوں اہلِ سنت تھے اور انہوں نے یہ سن کر کہ کرخ [۱۵۴] کے رافضیوں نے اہلِ سنت سے تعرض کیا ہے کرخ کو لوٹ لیا تھا اور روافض کو سخت سزائیں دی تھیں۔ ابنِ علقمی چونکہ بظاہر ان کے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا اس لئے اس نے پوشیدہ طور پر بذریعہ کتابت تاتاریوں کو عراق پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ ہلاکو کے دربار میں حکیم نصیرالدین طوسی رافضی تھا جس نے ابنِ علقمی کی ترغیب کو اور سہارا دیا اور آخر کار ہلاکو کو بغداد پر چڑھائی کے لئے آمادہ کر دیا۔ چنانچہ ہلاکو بڑی تیاری کے ساتھ بغداد پر چڑھ آیا۔ لشکر بغداد بسرکردگی رکن الدین دویدار مقابلہ کے لئے بڑھا اور بغداد کے دو منزل کے فاصلہ پر ہلاکو کے مقدمۂ لشکر سے جس کا سردار تاپجو تھا مٹھ بھیڑ ہوئی۔ بغدادیوں کو شکست ہوئی، کچھ تہ تیغ ہوئے، کچھ پانی میں ڈوب گئے اور باقی بھاگ گئے۔ تاپجو آگے بڑھا اور دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر اترا۔ ہلاکو نے مشرق سے حملہ کیا اور بغداد کو گھیر لیا۔ اس وقت ابنِ علقمی نے خلیفہ کو صلح کا مشورہ دیا اور کہا کہ میں صلح کی شرائط ٹھہرانے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ گیا اور واپس آکر خلیفہ معتصم سے کہنے لگا۔ اے امیر المومنین! ہلاکو کی دلی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے امیر ابوبکر سے کر دے اور آپ کو منصب خلافت پر قائم رکھے۔ مگر وہ صرف آپ سے اتنا چاہتا ہے کہ آپ اس کی اطاعت تسلیم کر لیں۔ پھر وہ اپنا لشکر لے کر واپس چلا جائے گا۔ لہٰذا آپ اس پر عمل کریں کیونکہ اس طرح مسلمان خونریزی سے بچ جائیں گے۔ یہ سن کر خلیفہ مع ارکان واعیان سلطنت طالب امن وامان ہو کر نکلا۔ وہاں پہنچا تو وہ ایک خیمہ میں اتارا گیا۔ پھر وزیر مذکور شہر میں آیا اور علماء وفقہاء سے کہا کہ آپ شہزادہ کے عقد میں شامل ہوں۔ چنانچہ وہ بغداد سے نکلے اور قتل کئے گئے۔ اسی طرح عقد کے بہانہ سے ایک کے بعد دوسرا گروہ بلایا گیا اور قتل کیا گیا۔ پھر خلیفہ کے حاشیہ نشین طلب ہوئے اور قتل کئے گئے۔ پھر خلیفہ کی سب اولاد قتل ہوئی۔

خلیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ کافر ہلاکو نے اسے رات کے وقت بلایا اور کئی باتیں دریافت کیں۔ پھر اس کے قتل کا حکم دیا۔ ہلاکو ظالم سے کہا گیا کہ اگر خلیفہ کا خون گرایا جائیگا تو دنیا تاریک ہو جائیگی اور تیرا ملک تباہ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کی اولاد میں سے ہے اور دنیا

Marfat.com

میں خلیفۃ اللہ ہے۔ اس پر وہ سنگدل حکیم نصیر الدین طوسی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ وہ مار ڈالا جائے مگر اسکا خون نہ گرایا جائے۔ چنانچہ بتاریخ ۲۸ محرم ۶۵۶ھ اس بیچارے کو ایک بوری میں بند کر کے ہتھوڑوں سے مار ڈالا گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ اسے لاتوں سے مار ڈالا گیا۔ اور اس کے امیروں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا گیا۔ پھر شہر بغداد میں خونریزی شروع ہوئی۔ اکثر باشندے شہید ہوئے۔ تیس دن سے کچھ اوپر قتل جاری رہا۔ کہا گیا ہے کہ مقتولین کی کل تعداد اٹھارہ لاکھ تھی۔

اس کے بعد امان دی گئی جو لوگ چھپے ہوئے تھے ان میں سے اکثر تو زمین کے نیچے ہی طرح طرح کی مصیبتوں سے مر گئے۔ جو زندہ نکل آئے انہوں نے بڑی دقتیں اٹھائیں۔ پھر گھروں کو کھود کر بے شمار دفینے نکالے گئے۔ پھر نصاریٰ بلائے گئے تاکہ علانیہ شراب خوری کریں اور سور کا گوشت کھائیں اور مسلمان بھی ان کے ساتھ شریک ہوں۔ ستمگار ہلاکو سوار ہو کر قصر خلافت تک آیا اور حرم کی بے آبروئی کی۔ وہ محل ایک عیسائی کو دیا گیا۔ مسجدوں میں شراب بہادی گئی اور مسلمانوں کو علانیہ اذان دینے سے منع کیا گیا۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

یہ سب کچھ صرف بغداد میں ہوا۔ بغداد کے علاوہ اور جگہ بھی تاتاریوں نے بہت کچھ کیا۔ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ تاتاریوں کے فتنہ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی فتنہ وقوع میں نہیں آیا ہے۔ خلیفہ معتصم باللہ کے ساتھ خاندان عباسیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ عرب کی سلطنت روئے زمین سے اٹھ گئی جو قرب قیامت کے آثار میں سے ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ (متوفی ۶۹۱ھ) نے جو حادثہ بغداد کے وقت زندہ تھے معتصم باللہ کا ایک نہایت دردناک مرثیہ لکھا ہے۔ جس میں سے چند اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

۱- آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں بر زوال ملک معتصم امیر المؤمنین	آسمان پر واجب ہے کہ امیر المؤمنین معتصم کی سلطنت کی تباہی پر زمین پر خون برسائے۔
۲- اے محمد گر قیامت را برآری سر ز خاک سر برآ روایں قیامت درمیانِ خلق بیں	اے محمد (ﷺ) اگر آپ قیامت کو تربت شریف سے نکلیں گے تو ابھی نکل کر خلقت میں یہ قیامت دیکھ لیجئے۔
۳- نازنینانِ حرم را خونِ خلق نازنیں ز آستاں بگذشت ما را خونِ دل از آستیں	محل کے ناز پروردوں کا خون ڈیوڑھی سے بہ گیا۔ اور ہمارے دل کا خون آستین سے ٹپک نکلا۔

Marfat.com

۴- زینہار از دورِ گیتی و انقلاب روزگار
درخیالِ کس نہ گشتی کانچناں گردد چنیں

زمانے کی گردش اور دنیا کے انقلاب سے پناہ مانگنی چاہیے۔ یہ بات کسی کے خیال میں نہ آتی تھی کہ یوں سے یوں ہو جائے گا۔

۵- دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکتِ بیت الحرام
قیصرانِ روم سر بر خاک و خاقاں برزمیں

اے مخاطب تو نے بیت الحرام کی سی شان وشوکت دیکھی ہے۔ جہاں روم کے قیصر خاک پر سر رگڑتے تھے اور چین کے خاقان زمین پر بیٹھتے تھے۔

۶- خونِ فرزندان عم مصطفیٰ شد ریختہ
ہم برآں خاکے کہ سلطاناں نہادندے جبیں

ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ کہ حضرت مصطفیٰ کے بنی عم کا خون اس خاک پر بہایا گیا ہے۔ جہاں بڑے بڑے بادشاہ ماتھا رگڑتے تھے۔

۶- دجلہ خوں ناب است زیں لیس گر نہد سر در نشیب
خاکِ نخلستان بطحا را کند با خوں عجیں

دجلہ کا پانی خون ہو گیا ہے۔ اگر بستی کی طرف بہے گا تو نخلستانِ بطحا کی خاک کو خون سے رنگین کر دے گا۔

کعبہ شریف کی حجابت

ہم پہلے فتح مکہ میں اس کے متعلق حضرت عثمان بن طلحہ کی روایت نقل کر آئے ہیں جس میں تین پیشین گوئیاں ہیں۔ ایک یہ کہ ہجرت سے پہلے حضور اقدس ﷺ نے عثمان بن طلحہ سے فرمادیا تھا کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ سو اسی کے مطابق فتح مکہ کے روز وقوع میں آیا۔ دوسری یہ کہ آپ نے قریش کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ اس دن بجائے ہلاک و ذلیل ہونے کے زندگی و عزت پائیں گے۔ اسی کے مطابق فتح مکہ کے دن واقع ہوا۔ قریش نے اسلام میں داخل ہو کر دارین میں حیات طیبہ حاصل کی اور عزت پائی۔ واقع میں وہ اس سے پہلے ذلت کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ ان بتوں کے آگے سر جھکاتے تھے جنہیں خود انہیں کے ہاتھوں نے تراشا تھا۔ فتح کے دن وہ اس ذلت کے نکل گئے اور ان کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا شرف حاصل ہوا۔ تیسری یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان بن طلحہ کو کنجی دیتے وقت فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ ظالم کے سوا کوئی اسے تم سے نہ چھینے گا چنانچہ آج تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں کہ خانہ کعبہ کی کنجی حضرت عثمان بن طلحہ کے خاندان میں رہی۔ اب ابنِ سعود نجدی نے جو سلوک اس خاندان سے کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدی مذکور حسب ارشاد رسول اللہ ﷺ ظالم ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل سے اس فتنہ نجدیہ کا جلدی خاتمہ کردے۔ آمین ثم آمین۔

محاسنِ ظاہری و باطنی

حضور اقدس ﷺ کے اوصاف جمیلہ و اخلاق جلیلہ منجملہ دلائل و ثبوت ہیں۔ چنانچہ آپ کی طلاقت آپ کا حسنِ منظر اور آپ کا اعتدال صورت ایسا تھا کہ اپنوں کا تو کیا ذکر بیگانے بھی جب روئے مبارک کو دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے۔ ھٰذا الوجہ لیس بوجہ کذاب (یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے) ان شمائل کے ساتھ آپ کے حسن اخلاق و آداب پر غور کریں۔ آپ اُمی تھے، آپ کی ولادت ایسے شہر میں ہوئی جہاں کوئی ذریعۂ تعلیم نہ تھا۔ نہ آپ نے کبھی وطن کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جا کر علم حاصل کیا بلکہ امیوں ہی میں یتیمی کی حالت میں نشوونما پائی۔ علوم و معارف سے قطعِ نظر یہ مکارمِ اخلاق اور محاسنِ آداب آپ نے بجز وحیِ الٰہی کہاں سے سیکھے۔

الغرض جو شخص بنظرِ انصاف آپ کی صورت، آپ کی سیرت، آپ کے افعال اور آپ کے احوال کا مطالعہ کرتا ہے اسے آپ کی نبوت کی صحت میں ذرا بھی شک نہیں رہتا۔ کیونکہ جو اوصاف آپ میں مجتمع تھے۔ وہ آپ سے پہلے یا آپ کے زمانہ میں کبھی کسی میں جمع نہیں ہوئے اور نہ قیامت تک ہوں گے۔

نصاریٰ کا اعتراض

معجزوں کا اکثر ذکر قرآن میں پایا جاتا ہے مگر کوئی آیت ایسی نظر نہیں آتی جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت محمد صاحب نے معجزے دکھائے ہیں۔ بلکہ بہت سے آیتیں ایسی ہیں جن میں معجزے نہ دکھانے کا سبب درج ہے اور بعض ایسی بھی ہیں جن میں وہ صاف ظاہر کرتے ہیں معجزے دکھانے کو نہیں بھیجا گیا۔ سورۂ عنکبوت میں یوں مرقوم ہے:۔

وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (عنکبوت۔ ع ۵)	کہتے ہیں کہ اگر اس کے خدا کی طرف سے کوئی نشانی اس پر نازل نہ ہوگی تو ہم ایمان نہ لائیں گے۔ پس (اے محمد) آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں خدا کے پاس ہیں میں تو ایک نصیحت کرنے والا ہوں۔

پھر سورۂ بنی اسرائیل میں لکھا ہے:۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ	کوئی چیز ہمیں مانع نہیں ہوئی کہ تجھے معجزوں کے

Marfat.com

كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ ساتھ بھیجیں۔ مگر یہ کہ اگلے پیغمبروں کو جو ہم نے معجزے دیکر بھیجا تھا تو انہیں لوگوں نے جھٹلایا۔

اس مضمون کو طویل کرنا ضروری نہیں۔ اس لئے قرآن کا ہر بے تعصب پڑھنے والا اس قول کی تصدیق کریگا کہ اکثر محمدی (مسلمان) مصنف معجزوں کا ذکر کر کے محمد صاحب سے منسوب کرتے ہیں۔ مگر یہ بات خود محمد صاحب کی باتوں کے خلاف ہے۔ کہ بالکل قابلِ اعتبار نہیں۔

(خطوط بنام جوانانِ ہند۔ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لودھیانہ۔ امریکن مشن پریس ۱۸۹۰ء صفحہ ۲۴۳۔۲۴۴)

جواب

عیسائی لوگ مسلمانوں پر اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں مگر انہیں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نسبت جو کچھ اناجیل اربعہ میں آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ متی باب ۱۲۔ آیہ ۳۸۔۳۹ میں ہے کہ بعض فقیہوں اور فریسیوں نے مسیح سے ایک نشان طلب کیا۔ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

''اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائے گا۔ کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہے ویسا ہی ابنِ آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔''

اسی طرح متی باب ۱۶۔ آیہ ۱۔۴ میں ہے کہ فریسیوں اور صدوقیوں نے آزمائش کے لئے حضرت مسیح سے آسمانی نشان طلب کیا مگر یہاں بھی آپ نے وہی جواب دیا کہ یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان انہیں نہ دکھایا جائے گا۔ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ جواب بھی قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ سوال تو آسمانی نشان کا تھا اور جواب میں زمینی نشان کا وعدہ ہوا۔ سوال از آسماں جواب از ریسماں۔ باوجود اس کے اسی انجیل میں مسیح علیہ السلام سے بہت سے معجزے منسوب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ پانچ روٹیوں سے چار ہزار آدمیوں کا پیٹ بھرا (باب ۱۴۔ آیہ ۱۵۔۲۱) اور دریا پر اپنے پاؤں سے چلے (باب ۱۴۔ آیہ ۲۵) پھر سات روٹیوں سے چار ہزار کو کھلایا (باب ۱۵۔ آیہ ۳۸) پھر دو اندھوں کو بینا کیا (باب ۲۰۔ آیہ ۳۰۔۳۴) پھر انجیر کے درخت کو سکھا دیا (باب ۲۱ آیہ ۱۹) وغیرہ۔ اسی طرح جب سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے ان کے اختیار کی بابت پوچھا (باب ۲۱۔ آیہ ۲۳۔۲۴) تب بھی آپ نے کچھ صاف جواب نہ دیا۔

۲۔ مرقس باب ۸۔ آیہ ۱۱۔۱۳ میں ہے کہ فریسیوں نے مسیح کے امتحان کے لئے آسمان سے

Marfat.com

کوئی نشان چاہا۔ اس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کر کہا:۔

''اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا۔''

یہاں یونس نبی کے نشان کا کوئی ذکر نہیں۔ بایں ہمہ اس انجیل میں بھی اندھے کو چنگا کرنا، چار ہزار کو سات روٹیوں سے سیر کرنا، کوڑھی کو چنگا کرنا وغیرہ معجزات حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

۳۔ لوقا باب ۱۱۔ آیہ ۱۴۔ ۱۶ و ۳۰ میں ہے کہ مسیح نے ایک دیو کو نکالا۔

مگر دیکھنے والوں نے اس معجزے کو تسلیم نہ کیا بلکہ آزمائش کے لئے ایک آسمانی نشان مانگا۔ آپ نے یونس نبی کے نشان کا وعدہ فرمایا۔ اس انجیل میں اور بھی بہت سے معجزات آپ سے منسوب کئے گئے ہیں۔ مسیح نے ہیرودیس کو کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ حالانکہ ہیرودیس آپ کے معجزات دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ آپ سے اس نے بہتیری باتیں پوچھیں پر آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔

۴۔ یوحنا باب ۶۔ آیہ ۳۰ میں ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح سے کہا ''پس تو کونسا نشان دکھاتا ہے تاکہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لائیں۔'' یہاں بھی حضرت عیسیٰ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ بلکہ یونس نبی کے نشان کا بھی وعدہ نہ فرمایا بایں ہمہ اس انجیل میں بھی بہت سے معجزے حضرت مسیح سے منسوب ہیں۔

اب ہم اس اعتراض کے تحقیقی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس قدر معجزات دکھائے کہ کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں دکھائے۔ اور وہ ایسے متواتر و مشہور طریقوں سے ثابت ہیں کہ دنیا کے کسی اور مذہب میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ (جیسا کہ اس کتاب کے ناظرین پر روشن ہے) مگر کفار قریش کے مکابرہ کا یہ عالم تھا کہ وہ معجزات گویا ان کے نزدیک معجزے ہی نہ تھے۔ اس لئے سرکشی و عناد کے سبب انہوں نے اور نشانیاں طلب کیں جو عطا نہ کی گئیں۔ جن دو آیتوں سے معترض نے استدلال کیا ہے۔ ان میں ایسی نشانیوں کے نہ ملنے کی وجہ مذکور ہے جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا	ہم کو نہیں روکا نشانیاں بھیجنے سے کسی شے نے مگر یہ کہ جھٹلایا ان کو اگلوں نے اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی سوجھانے کو پھر اس کا حق نہ مانا۔ اور

Marfat.com

نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا ○ ہم نہیں بھیجتے نشانیاں مگر ڈرانے کو۔

(بنی اسرائیل۔ ع ٦)

اس آیت کا خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ قریش جو باوجود معجزات کثیرہ دیکھنے کے اور نشانیاں (مثلاً کوہ صفا کا سونا ہو جانا۔ مکہ کے پہاڑوں کا دور کیا جانا تاکہ زمین قابل زراعت ہو جائے اور نہروں کا جاری ہونا تاکہ باغات لگ جائیں) طلب کرتے ہیں۔ ان نشانیوں کے دینے سے ہمیں اس امر نے روکا ہے کہ اس قسم کی نشانیاں ہم نے پہلی امتوں کو طلب کرنے پر عطا کیں مگر وہ ایمان نہ لائے اور ہلاک ہوئے۔ چنانچہ قوم ثمود نے جن ہلاکت کے آثار بوجہ قرب دیار یہ قریش آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام سے نشانی طلب کی اور ہم نے ان کی دعا سے پتھر سے اونٹنی نکالی۔ مگر اس قوم نے اس سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ اس کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ اس لئے وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ ہماری عادت یوں ہی جاری ہے کہ ہم کسی قوم کے سوال پر ایسی آیات کو صرف عذاب استیصال سے ڈرانے کے لئے بطور پیش خیمہ بھیجا کرتے ہیں اگر وہ قوم ان آیات پر ایمان نہ لائے تو ہم ضرور ان پر عذاب استیصال نازل کر دیتے ہیں اسی طرح اگر کفار قریش کے سوال پر وہ نشانیاں ہمارے حبیب کی دعا سے عطا کی جائیں تو یہ بھی انہیں کی ﷺ طرح تکذیب کریں گے اور عذاب استیصال کے مستوجب ہوں گے۔ مگر ہم نے بمقتضائے حکمت ﷺ اس امت کو عذاب استیصال سے محفوظ رکھا ہے۔ لہٰذا ہم نے وہ نشانیاں ان کو عطا نہیں کیں۔

وَقَالُوۡا لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰيٰتُ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ○ اَوَلَمۡ يَكۡفِهِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ يُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَرَحۡمَةً وَّذِكۡرٰى لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ○	اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر کچھ نشانیاں اس کے رب سے۔ تو کہہ نشانیاں تو ہیں اختیار میں اللہ کی۔ اور میں تو سنا دینے والا ہوں کھول کر۔ کیا ان کو بس نہیں کہ ہم نے تجھ پر اتاری کتاب کہ ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بیشک اس میں بڑی رحمت ہے اور سمجھانا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں۔

(عنکبوت۔ ع ۵)

ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار قریش باوجود ملاحظہ آیات سرکشی وعناد کے سبب سے ہمارے حبیب پاک کی نسبت کہتے ہیں کہ ان پر ایسی نشانیاں کیوں نہیں اتریں جیسا کہ ناقۂ صالح اور عصائے موسیٰ اور مائدہ عیسیٰ ہیں۔ اے ہمارے حبیب ان سے کہہ دیجئے کہ

Marfat.com

ایسی نشانیاں اللہ کی قدرت وحکم میں ہیں۔وہ انکو حسب مقتضائے حکمت نازل کرتا ہے۔میرا کام تو یہ ہے کہ ان آیات کے ساتھ جو مجھے ملی ہیں کفار کو ڈراؤں۔نہ یہ کہ وہ نشانیاں لاؤں جو وہ عناد وتعنت سے طلب کرتے ہیں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کفار کی تردید میں جو ایسی نشانیاں طلب کرتے ہیں یوں فرماتا ہے۔کیا ان کو ایک نشانی کافی نہیں جو تمام نشانیوں سے مستغنی کر دینے والی ہے یعنی قرآن کریم جو ہم نے تجھ پر اتارا ہے۔وہ ایک زندہ معجزہ ہے، ہر مکان وزمان میں ان پر پڑھا جاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے انکے ساتھ رہے گا۔اس میں بڑی رحمت اور تذکرہ ہے ایمان والوں کے لئے نہ ان کے لئے جو عناد رکھتے ہیں۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آیات بالا سے معجزات کی نفی نہیں پائی جاتی بلکہ ان میں باوجود کثرت معجزات ان خاص نشانیوں کے نہ ملنے کی وجہ بیان ہوئی ہے جو کفار نے محض عناد سے طلب کیں۔لہٰذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ قرآن میں کوئی آیت نظر نہیں آتی جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت نے معجزے دکھائے، صرف عناد پر مبنی ہے۔وہ اپنے منہ سے بڑا بول بولتے ہیں (یہوداہ۔۱۶)

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۔ (کہف۔ع ۱)	کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے ان کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں۔

حواشی

۱؎ عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من الانبیاء من نبی الا قد اعطی من الایات ما مثله امن علیه البشر و انما کان الذی اوتیت وحیا اوحی الله الی فارجو ان اکون اکثرهم تابعا یوم القیامة ۔ متفق علیه	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں میں سے کوئی نبی نہیں۔مگر یہ کہ معجزات میں سے اسے ایسا معجزہ عطا ہوا کہ جس کی صفت یہ ہے کہ اسے دیکھ کر لوگ ایمان لائے اور سوائے اس کے نہیں کہ مجھے جو معجزہ عطا ہوا وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی ہے۔اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میں امت کے لحاظ سے ان سے زیادہ ہوں گا۔یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا)

۲؎ (دیکھو مقدمہ تاریخ ابن خلدون)

۳؎ لفظ ع ر ب اعراب سے ہے۔جس کے معنی ہیں پیدا گفتن سخن را و فصاحت سخن گفتن۔

Marfat.com

۴ يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۔ (یونس ۔ ع ۶)

اے لوگو! تم کو آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور شفاء واسطے سینوں کے روگ کے اور ہدایت اور رحمت ایمان لانے والوں کے لیے۔

۵ کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ ترجمہ لبید بن ربیعہ۔

۶ ان مثالوں کے لیے دیکھو شفاء شریف اور مواہب لدنیہ۔

۷ مطلب یہ ہے کہ جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت مایوس ہو گئے تو الگ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے اور سوچنے لگے کہ باپ کے پاس جا کر کیا جھوٹ بنا کر کہیں گے۔ اور اس حادثہ کا کیا ذکر کریں گے۔ پس یہ تھوڑے سے کلمے اس طویل قصے کو شامل ہیں۔

۸ دیکھو حجتہ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین اللنبھانی مطبوعہ بروت ص ۳۰۹

۹ دیکھو اتقان اللسیوطی ۔ جزء ثانی صفحہ ۶۸۔

۱۰ لقد سمعت قول الكهنة فما هو بقولهم ولقد وضعت قوله علىٰ اقر ء الشعراء فما يلتم علىٰ لسان احد بعدى انه شعر والله انه لصادق وانهم لكاذبون ۔

۱۱ فوز الکبیر فی اصول التفسیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱۔۲۳۔

۱۲ شرارت سے مراد ان کا ظلم کرنا، راہ خدا سے روکنا، سود لینا، حالانکہ ان کو ان کی ممانعت تھی، تورات کتاب الاحبار باب ۵۔ آیت میں اور لوگوں کا مال ناحق کھانا ہے۔ جیسا کہ سورۂ نساء رکوع ۲۲ میں آیا ہے۔

۱۳ یعنی ہزار برس کا کام ایک دن میں کر سکتا ہے۔ موضح القرآن۔

۱۴ تفسیر کامل قرآن بزبان انگریزی مؤلفہ ویری صاحب۔ جلد اول، صفحہ ۴۴۔۴۶۔

۱۵ انڈین اینٹیکوئری جلد ۳۲ بابت جون ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۵۹۔

۱۶ دیباچہ ترجمہ قرآن بزبان انگریزی ص ۴۸۔

۱۷ اخرج احمد و البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن مردویه و ابونعيم عن ابن عباس من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لو ان اليهود تمنوا الموت لماتوا ولرأوا مقاعدهم من النار (درمنثور للسیوطی ۔ جلد اوّل ص ۸۹)

۱۸ لایحج بعد العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان (عینی شرح بخاری جز رابع ص ۲۳۳)

۱۹ درمنثور بحوالہ ابن اسحاق وابن جریر و بیہقی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

۲۰ دیکھو مشکوٰۃ ۔ کتاب الزکوٰۃ فصل ثالث۔

۲۱ اتقان اللسیوطی ۔ جزء اول ص ۱۶۔

۲۲ شیخ جمال الدین عبدالرحیم اسنوی شافعی شہر اسنا واقع ملک مصر میں ذی الحجہ ۷۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ۷۲۱ھ میں قاہرہ آئے اور وہاں مختلف استادوں سے ادب، نحو، اصول فقہ اور حدیث میں تعلیم پائی۔ اپنے وقت میں فقہ شافعی میں یگانہ تھے۔ صاحب تدریس و تصنیف تھے۔ فقہ و اصول و نحو میں بہت سی کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ آپ کا

Marfat.com

وصال جمادی الاوّلی ۷۷۲ھ میں ہوا۔ آپ کے جنازے پر انوار ولایت نمایاں تھے (تفصیل کے لیے دیکھو بغیۃ الدماۃ اور حسن المحاضرہ ہر دو مصنفہ جلال الدین سیوطی) رسالہ نصیحۃ اولی الالباب فی منع استخدام النصاریٰ آپ کی ہی تصنیف ہے۔ جیسا کہ مصنف کے بیان سے ظاہر ہے۔ کشف الظنون میں ہے کہ علامہ سیوطی نے اس رسالہ کا اختصار کیا ہے۔ اور اس کا نام جہد القریحہ فی تجرید النصیحہ ہے۔ علامہ جمال الدین اسنوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے اسی قسم کے ایک رسالہ حسن المحاضرہ میں لکھا ہے جس کا نام **الریاسۃ الناصر فی الرد علی من یعظم اہل الذمۃ ویستخدمہم علی المسلمین** ہے۔ مگر کشف الظنون میں الریاستہ الناصریہ کو علامہ جمال الدین کے بھائی علامہ عماد الدین محمد بن حسن اسنوی (متوفی ۷۹۴ھ) کی تصنیف ظاہر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۳ **وجعلت من امتک اقواما قلوبہم اداجیلہم**

(خصائص کبریٰ للسیوطی مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن جزء اول ص ۱۷۵)

۲۴ خصائص کبریٰ للسیوطی۔ جزء ثانی ص ۱۸۵۔

۲۵ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (مائدہ ع ۷) — اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر۔ اور اس کی خبرداری پر تھے۔

اس آیت میں کتاب سے مراد توراۃ ہے۔

۲۶ دلائل حافظ ابی نعیم۔ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد۔ ص ۹۱۔۹۲۔

۲۷ دیکھو مشکوٰۃ باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب۔ فصل اول۔

۲۸ دیکھو تفسیر کبیر جزء ثامن۔

۲۹ تفسیر روح المعانی۔ جزء اول ص ۲۸۔

۳۰ فوز الکبیر فی اصول التفسیر ص ۳۹۹۳۔

۳۱ کتاب آپس میں ملتی یعنی خوبی میں کوئی آیت کم نہیں۔ دوہرائی ہوئی۔ یعنی ایک مدعا کئی کئی طرح تقریر کیا ہوا۔ (موضح القرآن)

۳۲ دیکھو سیرت ابن ہشام۔ ذکر اسلام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

۳۳ نحام کے معنی ہیں کھانسنے والا۔ حضرت نعیم بن عبداللہ کا لقب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بہشت میں داخل ہوا تو میں نے نعیم کے کھانسنے کی آواز سنی۔ (اصابہ)

۳۴ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ۔ دفتر اوّل مکتوب سہ صد و دوم ۳۰۲

۳۵ صحیح بخاری باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۶ صحیح بخاری و صحیح مسلم دیکھو۔

۳۷ دلائل النبوت للحافظ ابی نعیم جزء اول ص ۷۸۔۷۹ یہ قصہ استیعاب لابن عبدالبر میں بھی مذکور ہے۔

۳۸ دیکھو مواہب لدنیہ للقسطلانی۔

۳۹ صنوبر۔ خرما بن تنہا گانہ۔ مرد فرد بے بر بے برادر و فرزند۔

Marfat.com

۴۰ تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ اپنے معنی میں مستعمل ہو۔ تاکہ اس کے ساتھ ایک اور معنی کی طرف اشارہ کیا جائے۔

۴۱ اتقان جزء ثانی ص ۵۵۔

۴۲ اتقان جزء ثانی ص ۹۶۔

۴۳ صنعت طباق یہ ہے کہ کلام میں ایسے دو معنے ذکر کریں۔ جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔

۴۴ اشارہ یہ ہے کہ کلام قلیل لایا جائے۔ جس کے معنے بہت ہوں۔

۴۵ صنعت ارداف یہ ہے کہ متکلم ایک معنی مراد رکھے۔ اور اسے لفظ موضوع لۂ سے یا دلالت واشارہ سے تعبیر نہ کرے۔ بلکہ اس کے مرادف لفظ سے ادا کرے۔

۴۶ تمثیل وہ ہے کہ جس کی وجہ متعدد امور سے منتزع ہو۔

۴۷ تعلیل کا فائدہ تقریر اور ابلغیت ہے۔ کیونکہ نفوس احکام معللہ کو دوسروں کی نسبت زیادہ قبول کرتے ہیں۔

۴۸ احتراس یہ ہے کہ کسی کلام میں جو خلاف مقصود کا موہم ہو۔ وہ امر ذکر کریں۔ جو اس وہم کو دور کردے۔

۴۹ حسن النسق یہ ہے کہ متکلم پے در پے معطوف جملے لائے۔ جو باہم اس طرح پیوستہ ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی جملہ علیحدہ کر دیا جائے تو وہ بذات خود ایک مستقل جملہ ہو جس کے معنی سمجھنے کے لیے اسی کے الفاظ کافی ہوں۔

۵۰ مقصود کو معمول سے کم الفاظ میں ادا کرنا ایجاز کہلاتا ہے۔

۵۱ تسہیم یہ ہے کہ فاصلہ کا ماقبل فاصلہ پر دلالت کرے۔

۵۲ تہذیب یہ ہے کہ کلام ایسا مہذب ہو کہ اعتراض کو اس میں گنجائش نہ ہو۔

۵۳ تمکین یہ ہے کہ فاصلہ اپنے محل میں متمکن اور اپنی جگہ قرار پذیر ہو۔ اور اس کے معنی کو کلام کے معنی سے ایسا تعلق تام ہو کہ اگر وہ گر جائے تو کلام کے معنی میں خلل آ جائے۔

۵۴ انسجام یہ ہے کہ کلام پیچیدگی سے خالی ہونے کے سبب آب رواں کی مانند جاری اور ترکیب کی سہولت اور الفاظ کی شیرینی کے سبب نرم و آسان ہو۔

۵۵ اعتراض یہ ہے کہ ایک یا زیادہ جملوں کا کوئی محلِ اعراب نہ ہو۔ ایک یا دو کلاموں کے درمیان رفع ابہام کے سوا کسی اور نکتہ کے لیے لائیں۔

۵۶ کہتے ہیں کہ یہ فارس کے بادشاہ اردشیر کے قول کا ترجمہ ہے۔ الاعجاز والایجاز للثعالبی ص ۱۶۔

۵۷ اتقان۔ جزء ثانی صفحہ ۵۵۔

۵۸ ترجمہ: پھر رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر جو بھیجا۔

۵۹ اگر زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو تحفہ احمدیہ در ثبوت معراج محمدیہ مصنفہ شیخنا العلامہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب انبھٹی چشتی صابری مع حواشی خاکسار، دفتر انجمن نعمانیہ لاہور سے طلب فرما کر مطالعہ کریں۔

۶۰ بعض قصہ خواں بیان کرتے ہیں کہ چاند جناب رسالت مآب کی جیب میں داخل ہوا اور آستیں سے نکل گیا مگر یہ بے اصل ہے۔

۶۱ مسند ابو داؤد طیالسی۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن۔ جزء اول ص ۳۸۔

Marfat.com

۶۲ ابو کبشہ حضور اقدس ﷺ کا ایک جد مادری تھا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اور وہ ان کے خلاف شعری عبور کی پرستش کرتا تھا۔ اس لیے جب حضور نے بتوں کی پرستش میں قریش کی مخالفت کی۔ اور خدائے وحدہ، لاشریک کی عبادت کی تعلیم دی تو وہ آپ کو اس کی مخالفت کے سبب ابو کبشہ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔

۶۳ عرب میں خیبر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔

۶۴ اللّٰھم انہ کان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس (شفاء ومواہب وخصائص کبریٰ) اس حدیث کو امام طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے۔ اور ابنِ منذر وابن شاہین وطبرانی نے اسے ایسے اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جن میں سے بعض صحیح کی شرط پر ہیں۔ اور ابنِ مردویہ نے اسناد حسن کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

۶۵ شفاء شریف۔ اس حدیث کو طبرانی نے معجم اوسط میں بسند حسن حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے (مواہب لدنیہ) اور بیہقی نے اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ للسیوطی)

۶۶ دیکھو مواہب لدنیہ۔

۶۷ ترجمہ میں تیری اطاعت کے لیے اور تیرے دین کی تائید کے لیے حاضر و تیار ہوں۔

۶۸ خصائص کبریٰ جزء ثانی ص ۶۷۔

۶۹ ایک قسم کا کھانا ہے جو روٹی کے ٹکڑوں کو گوشت کے شوربے میں تر کرنے سے تیار ہوتا ہے۔

۷۰ مواہب لدنیہ۔ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابو نعیم نے نقل کیا ہے۔

۷۱ بخاری کتاب الجہاد۔ باب السرعة والرکض فی الفزع۔

۷۲ صحیح مسلم وشفاء شریف۔

۷۳ اصابہ بحوالہ طبرانی وابن مندہ وابن السکن۔ ترجمہ ام اوس بہزیہ۔

۷۴ شفاء شریف ومسند امام احمد۔

۷۵ سیرت ابن ہشام۔

۷۶ استیعاب واصابہ۔

۷۷ شفاء شریف وابن سعد۔

۷۸ اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ مواہب لدنیہ۔

۷۹ اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ خصائص کبریٰ۔ جزء ثانی ص ۶۹۔ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت شمر بن عطیہ اتباع تابعین میں سے ہیں۔ دیکھو زرقانی علی المواہب۔

۸۰ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ وبغوی وبیہقی وطبرانی وابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ (مواہب لدنیہ)

۸۱ مواہب لدنیہ۔ کتاب فی المعجزات۔

۸۲ اس حدیث اور احادیث آئندہ کے لیے دیکھو خصائص کبریٰ للسیوطی۔ جزء ثانی ص ۷۰۔

۸۳ یہ حدیث شریف صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے (مشکوٰۃ باب فی المعجزات)

Marfat.com

۸۴ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔(مشکوٰۃ باب فی المعجزات)
۸۵ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں لشکر کی تعداد ایک لاکھ کو پہنچ گئی تھی۔کذا فی اشعۃ اللمعات۔
۸۶ صحیح بخاری باب قبول الہدیۃ من المشرکین۔
۸۷ صحیح بخاری۔باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ۔
۸۸ مواہب لدنیہ بحوالہ صحیح مسلم۔
۸۹ صحیح بخاری۔باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔
۹۰ دس بار شتر و شصت صاع۔
۹۱ صحیح بخاری۔باب قضاء الوصیۃ ودیون المیت۔
۹۲ صحیح بخاری۔باب قضاء الوصیۃ ودیون المیت۔
۹۳ ان مثالوں کے لیے بخاری و مسلم و ترمذی اور دلائل ابی نعیم و دلائل بیہقی اور طبرانی دیکھو۔
۹۴ مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔باب فی المعجزات۔
۹۵ صحیح بخاری۔تفسیر سورۂ دخان۔
۹۶ یعنی مدینہ کے اطراف میں بادل تھا اور مینہ برستا تھا مگر مدینہ پر نہ بادل تھا نہ مینہ برستا تھا۔
۹۷ قنات کا ایک وادی کا نام ہے جو طائف کی طرف سے آتی ہے۔اور کوہ احد میں شہداء کی قبروں تک پہنچتی ہے۔
۹۸ مستدرک حاکم۔کتاب الطہارت۔
۹۹ زرقانی علی المواہب بروایت ابن ابی شیبہ و ابی نعیم وغیرہما۔جزء رابع ص ۴۳۔
۱۰۰ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ عاقب اور سید کچھ مدت بعد جلد مدینہ آئے اور حضور کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔
۱۰۱ صحیح بخاری۔باب علامات النبوت فی الاسلام۔
۱۰۲ اس حدیث کو امام احمد و نسائی نے روایت کیا ہے(مواہب لدنیہ)اور حافظ ابونعیم نے بھی دلائل میں نقل کیا ہے۔
۱۰۳ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے(تیسیر الوصول۔مواہب لدنیہ)
۱۰۴ دلائل حافظ ابونعیم ص ۱۳۵ امام احمد و بزاز نے بھی اسے روایت کیا ہے۔(نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض۔جزء ثالث۔ص ۸۰)
۱۰۵ اس قصہ کو شرح السنہ میں اور ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور ابن الجوزی نے کتاب الوفاء میں نقل کیا ہے۔(مشکوٰۃ باب فی المعجزات۔فصل ثالث۔)
۱۰۶ مشکوٰۃ باب فی المعجزات۔بحوالہ شرح السنہ۔خصائص کبریٰ جزء ثانی ص ۶۲ میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد و حافظ نعیم نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔
۱۰۷ بقول واقدی اس کا نام اہبان بن اوس اسلمی تھا جو حرۃ الوبرہ میں رہا کرتا تھا۔اہبان مذکور صحابی ہیں۔جنہوں نے حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں انتقال فرمایا۔

Marfat.com

۱۰۸ حرۃ الوبرہ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے۔ دیکھو وفاء الوفاء للعلامۃ السمہودی۔

۱۰۹ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب اشراط الساعۃ۔

۱۱۰ اس حدیث کو حافظ ابونعیم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ خصائص کبریٰ۔ جزء ثانی ص ۶۳۔

۱۱۱ شیر کی کنیت ہے۔

۱۱۲ اس حدیث کو ابن سعد و ابویعلیٰ و بزاز و ابن منذر و حاکم و بیہقی و ابونعیم نے نقل کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور بغوی و ابن عساکر نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ خصائص کبریٰ جزء ثانی ص ۶۵۔

۱۱۳ اس حدیث کو بزاز و ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ (مواہب لدنیہ)

۱۱۴ مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات۔

۱۱۵ اس حدیث کو امام احمد نے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور دارمی و ترمذی و حاکم و بیہقی و ابونعیم و ابویعلیٰ و ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ (خصائص کبریٰ۔ جزء ثانی ص ۳۶)

۱۱۶ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات۔ فصل اول)

۱۱۷ ترمذی شریف مطبوعہ مطبع احمدی جلد ثانی ص ۲۲۳۔

۱۱۸ اس حدیث کو بزاز و طبرانی و ابونعیم و بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ۔ مواہب لدنیہ)

۱۱۹ ابن عساکر کی روایت میں حدیث انس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد یوں آیا ہے۔ **ثم صيرهن في ايدينا رجلاً رجلاً فما سبحت حصاة منهن** (خصائص کبریٰ۔ جزء ثانی ص ۵۷) پھر حضور نے ان سنگریزوں کو ہم میں سے ایک ایک کے ہاتھ میں رکھا۔ مگر ان میں سے کسی سنگریزے نے تسبیح نہ پڑھی۔

۱۲۰ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوذر کو باوجودیکہ وہ مجلس میں اوروں کی نسبت آپ سے زیادہ قریب تھے سنگریزے نہ دیئے بلکہ ان کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ کو دیئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوذر خلفاء میں سے نہ تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بظاہر اس موقع پر حاضر نہ تھے۔

۱۲۱ دیکھو شفائے قاضی عیاض۔

۱۲۲ صحیح بخاری۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

۱۲۳ اس حدیث کو بیہقی نے دلائل میں بالطوالت روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے بالاختصار نقل کیا ہے۔ (مواہب لدنیہ) حافظ ابونعیم نے بھی دلائل میں اسے روایت کیا ہے۔

۱۲۴ ان کے نام مبارک یہ ہیں۔ فضل، عبداللہ، عبیداللہ، قاسم، معبد، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم۔ یہ سب ام الفضل کے بطن سے تھے۔

۱۲۵ اس حدیث کو امام بخاری و امام احمد و ترمذی و ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔ (مواہب لدنیہ)

۱۲۶ یہ حدیث نسائی و ترمذی و دارقطنی میں ہے۔ (مواہب لدنیہ)

۱۲۷ یعنی جو تجھ پر ہیں ان میں سے ہر ایک نہیں ہے مگر نبی یا صدیق یا شہید۔ مطلب یہ کہ ان میں سے ہر ایک اوصاف ثلاثہ سے خارج نہیں۔

Marfat.com

۱۲۸ عشرہ مبشرہ جو دس صحابی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ان کے نام مبارک یہ ہیں:-حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحہ وزبیر وسعد ابن ابی وقاص وعبدالرحمن بن عوف وابوعبیدہ بن جراح وسعید بن زید رضی اللہ عنہم۔

۱۲۹ دیکھو مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ۔

۱۳۰ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔(مشکوٰۃ۔باب فی المعجزات)

۱۳۱ صحیح مسلم۔غزوۂ حنین۔

۱۳۲ مکتوبات احمدیہ جلد اول۔مکتوب ۹۹۔

۱۳۳ انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء مطبوعہ مطبع محمدی واقع لاہور۔

۱۳۴ مشکوٰۃ۔کتاب الفتن۔فصل اول۔

۱۳۵ صحیح مسلم۔جلد ثانی۔کتاب الفتن۔

۱۳۶ صحیح مسلم۔کتاب الفتن۔

۱۳۷ عبارت است از حصول تمام علوم جزئی وکلی واحاطہ آں۔اشعۃ اللمعات۔

۱۳۸ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ۔باب المساجد۔

۱۳۹ مشکوٰۃ۔کتاب الایمان۔باب الایمان بالقدر۔فصل ثانی۔

۱۴۰ مواہب لدنیہ۔مقصد ثامن۔فصل ثالث۔

۱۴۱ مواہب لدنیہ۔مقصد ثامن۔فصل ثالث۔

۱۴۲ خصائص کبریٰ للسیوطی۔جزء ثانی ص ۱۹۷۔

۱۴۳ مواہب لدنیہ۔کتاب فی المعجزات والخصائص۔الفصل الثانی فیما خصہ اللہ تعالیٰ بہ من المعجزات ایک روایت میں میری امت کی بجائے دنیا کا لفظ ہے دیکھو زرقانی۔

۱۴۴ نقد بفتح نون وقاف۔ایک قسم کی بدشکل بکری ہوتی ہے جس کے ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔یہ ذلت میں ضرب المثل ہے۔چنانچہ کہا جاتا ہے اذل من النقد یعنی نقد سے زیادہ ذلیل۔اس کی جمع نقاد ہے۔

۱۴۵ صحیح بخاری وصحیح مسلم۔کتاب الفتن۔امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ میں اور وفات ۲۵۶ھ میں امام مسلم کی ولادت ۲۰۴ھ میں اور وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی۔

۱۴۶ ملک شام کے ایک شہر کا نام۔

۱۴۷ مفصل حالات کے لیے دیکھو وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ للعلامۃ السمہودی المتوفی ۹۹۱ھ جزء اول صفحہ ۹۹ تا ۱۰۶۔

۱۴۸ یعنی اہل وعیال اور مال واسباب کو بیلوں پر لاد کر جنگل کو چلے جائیں گے۔

۱۴۹ ابوداؤد کی ولادت ۲۰۲ھ میں اور وفات ۲۷۵ھ میں ہوئی۔

۱۵۰ مشکوٰۃ۔کتاب الفتن۔باب الملاحم فصل ثانی۔

۱۵۱ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ۔کتاب الفتن۔باب الملاحم۔

Marfat.com

۱۵۲ مفصل حالات کے لیے دیکھو طبقات الشافعیہ الکبریٰ اللتاج السبکی المتوفی ۷۷۱ھ جزء خامس ص ۱۱۰ تا ۱۱۶۔

۱۵۳ کرخ بفتح اول وثانی وخائے معجمہ دہے است قریب بغداد و قیل محلہ از بغداد۔ غیاث اللغات۔

۱۵۴ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ (الانبیا ۱۴) نہیں مانا ان سے پہلے کسی بستی نے جس کو ہلاک کیا ہم نے اب یہ کیا مانیں گے۔

۱۵۵ حکمت یہ کہ ان میں سے بعض ایمان لائیں گے اور بعض کی نسل سے مومن پیدا ہوں گے۔ فافہم۔

Marfat.com

آٹھواں باب

آنحضرت کے فضائل وخصائص کا بیان

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وکمالات کا احاطہ طاقت بشری سے خارج ہے۔ علمائے ظاہر و باطن سب یہاں عاجز ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صالح بن مبارک بخاری خلیفہ مجاز حضرت خواجہ خواجگاں سید بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ انیس الطالبین ص ۹ میں لکھتے ہیں:-

اجماعِ اہلِ تصوف است کہ صدیقیت نزدیک ترین مقامے و مرتبہ ایست بہ نبوت وسخن سلطان العارفین ابویزید بسطامی است قدس سرہٗ کہ آخر نہایت صدیقان اول احوال انبیاء است واز کلمات قدسیہ وایشانست کہ نہایت مقام عامۂ موماناں بدایت مقامِ اولیاست و نہایت مقام اولیاء بدایت مقام شہیدان است و نہایت مقامِ شہیداں بدایت مقام صدیقان است و نہایت مقام صدیقاں بدایت مقام انبیاء است و نہایت مقام انبیاء بدایت مقامِ رسل است و نہایت مقامِ رسل بدایت مقام اولوالعزم است و نہایت مقام اولوالعزم بدایت مقام مصطفٰے است و مقام مصطفٰی رانہایت پیدا نیست جز حق جل وعلا کسے نہایت مقام وے راند انند و درروز ازل مقام ارواح و بروز میثاق ہم بریں مراتب بود کہ ذکر کردہ شد و در روز قیامت ہم بریں مراتب باشد۔

صوفیۂ کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نبوت کے سب سے نزدیک مقام و مرتبہ صدیقیت ہے۔ اور سلطان العارفین ابویزید بسطامی قدس سرہٗ کا قول ہے کہ صدیقوں کے مقام کی نہایت نبیوں کے مقام کی ابتداء ہے اور ان کے کلمات قدسیہ میں سے ہے کہ عامہ مومنین کے مقام کی غایت اولیاء کے مقام کی ابتداء ہے اور اولیاء کے مقام کی غایت شہیدوں کے مقام کی غایت صدیقوں کے مقام کی ابتداء ہے اور صدیقوں کے مقام کی غایت نبیوں کے مقام کی ابتداء ہے اور نبیوں کے مقام کی غایت رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے اور رسول کے مقام کی غایت اولوالعزم کے مقام کی ابتداء ہے اور اولوالعزم کے مقام کی غایت حضرت مصطفٰی کے مقام کی ابتداء ہے ﷺ اور حضرت مصطفٰی کے مقام کی کوئی انتہا نہیں اور حق جل وعلا کے سوا اور کوئی آپ کے مقام کی انتہا

Marfat.com

نہیں جانتا روز ازل میں میثاق کے دن روحوں کا
مقام ان ہی مراتب پر تھا جو مذکور ہوئے اور
قیامت کے دن بھی ان ہی مراتب پر ہوگا۔

شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ (متوفی روز عاشورہ ۴۲۵ھ یوں فرماتے ہیں:۔

''سہ چیز را غایت ندانستم۔ غایت درجات مصطفےٰ ﷺ ندانستم۔ وغایت کیدِ نفس ندانستم۔ وغایت معرفت ندانستم۔'' (نفحات الانس)

مجھے ان تین چیزوں کی غایت وحد معلوم نہ ہوئی۔ حضرت مصطفیٰ ﷺ کے درجات۔ مکر نفس۔ معرفت۔

امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۹۴ھ) اپنے قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:۔

دَعْ مَا ادعَتْہُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّھِم
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْہِ وَاحْتَکِم
فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ حَدٌّ
فَیُعْرِبَ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

چھوڑ کر دعویٰ وہ جس کے ہیں نصاریٰ مدعی جا ہو جو مانو اسے زیبا ہے اللہ کی قسم جو شرف چاہو کرو منسوب اس کی ذات سے کوئی عظمت کیوں نہ ہو، ہے منزلت سے اس کی کم حد نہیں رکھتی فضیلت کچھ رسول اللہ ﷺ کی لب کشائی کیا کریں اہلِ عرب اہل عجم۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدراج النبوت میں یوں فرماتے ہیں۔

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بروتمام

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرُ لَا
یُمْکِنُ الثَّنَآءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے صاحب جمال اے سید البشر آپ کے روشن چہرہ سے چاند روشن ہے۔ آپ کی ثنا کما حقہ، ممکن نہیں۔
قصہ مختصر یہ کہ خدا کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں

جو معجزات وکمالات وفضائل دیگر انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین میں جدا جدا موجود تھے ان سب کے نظائر یا ان سے بھی بڑھ کر حضور انور بابی ہو وامی کی ذات شریف میں مجتمع تھے۔

Marfat.com

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دار ند تو تنہا داری

بغرض توضیح صرف چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

انبیائے سابقین	سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ
۱- حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا۔ آپ کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔	سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ ﷺ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسماء کے علاوہ مسمیات کا بھی علم دیا۔ جیسا کہ حدیث طبرانی ومسند فردوس کے حوالہ سے پہلے آچکا ہے۔ آپ پر اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں اور مومنین بھی سلام و درود بھیجتے ہیں۔ یہ شرف اتم و اکمل ہے۔ کیونکہ سجدہ تو ایک دفعہ ہو کر منقطع ہو گیا اور درود و سلام ہمیشہ کے لیے جاری ہے اور اعم بھی۔ کیونکہ سجدہ تو صرف فرشتوں سے ظہور میں آیا اور درود میں اللہ اور فرشتے اور مومنین شامل ہیں۔ علاوہ ازیں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس لیے سجدے کا حکم دیا تھا کہ نور محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔
۲- حضرت ادریس علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا۔	آپ کو اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں آسمانوں کے اوپر مقام قاب قوسین تک اٹھایا۔
۳- حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دی۔	آپ کے وجود کی برکت سے آپ کی امت عذاب استیصال سے محفوظ رہی۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ ۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی نوح کو بھی آپ ہی کے نور کی برکت سے غرق ہونے سے بچایا۔ کیونکہ اس وقت نور محمدی حضرت سام کی پیشانی میں تھا۔
۴- ہود علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپکی مدد کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی۔	آپ نے فرمایا کہ باد صبا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد مغربی ہوا سے ہلاک کی گئی۔
۵- حضرت صالح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے پتھر میں سے اونٹنی نکالی۔ آپ فصاحت میں یگانہ روزگار تھے۔	اونٹ نے آپ کی اطاعت کی اور آپ سے کلام کیا۔ فصاحت میں کوئی آپ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

Marfat.com

۶- حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔

آپ ہی کے نور ہی کی برکت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ آپ کی ولادت شریف پر فارس کی آگ جو ہزار برس سے نہ بجھی تھی۔ گل ہوگئی۔ شب معراج میں کرۂ نار سے آپ کا گزر ہوا اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ آپ کی امت میں بھی ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ آگ میں ڈالے گئے اور سلامت رہے۔ چنانچہ ابو مسلم ؓ خولانی وذویب بن کلیب۔

آپ کو مقام خلت عطا ہوا۔ اسی واسطے آپ کو خلیل اللہ کہتے ہیں۔

آپ کو نہ صرف درجہ خلت عطا ہوا بلکہ اس سے بڑھ کر درجہ محبت عطا ہوا اسی واسطے آپ کو حبیب اللہ کہتے ہیں۔

آپ نے اپنی قوم کے بت خانے کے بت توڑے۔

آپ نے خانہ کعبہ کے گرد اور اوپر جو تین سو ساٹھ بت نصب تھے محض ایک لکڑی کے اشارے سے یکے بعد دیگرے گرا دیئے۔

آپ نے خانہ کعبہ بنایا۔

آپ نے بھی خانہ کعبہ بنایا۔ اور حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ تا کہ آپ کی امت کے لوگ طواف وہاں سے شروع کیا کریں۔

۷- حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو والد بزرگوار ذبح کرنے لگے تو آپ نے صبر کیا۔

اس کی نظیر آنحضرت ﷺ کا شق صدر ہے جو وقوع میں آیا۔ حالانکہ ذبح اسمٰعیل وقوع میں نہ آیا۔ بلکہ ان کی جگہ دنبہ ذبح کیا گیا۔

۸- حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو جب برادران یوسف نے خبر دی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو آپ نے بھیڑیئے کو بلا کر پوچھا۔ بھیڑیا بولا کہ میں نے یوسف کو نہیں کھایا۔ (خصائص کبریٰ۔ جز ثانی ص ۱۸۲)

آپ سے بھی بھیڑیئے نے کلام کیا۔ جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔

آپ فراق یوسف میں مبتلا ہوئے اور صبر کیا۔ یہاں تک کہ غم کے مارے آپ کی آنکھیں سفید ہوگئیں۔ اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے۔

آپ اپنے صاحبزادے ابراہیم کی دائمی مفارقت میں مبتلا ہوئے۔ مگر آپ نے صبر کیا حالانکہ اس وقت اور کوئی صاحبزادہ آپ کا نہ تھا۔

۹- حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسن وجمال عطا فرمایا۔

آپ کو ایسا حسن عطا ہوا کہ کسی کو نہیں ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو نصف حسن ملا تھا مگر آپ کو تمام ملا۔

آپ خوابوں کی تعبیر بیان کرتے تھے۔

آپ سے تعبیر رویا کی کثیر مثالیں احادیث میں مذکور ہیں۔

Marfat.com

مگر قرآن مجید میں صرف تین خوابوں کی تعبیر آپ سے وارد ہے۔	
آپ اپنے والدین اور وطن کے فراق میں مبتلا ہوئے۔	آپ نے اہل اور رشتہ داروں اور دوستوں اور وطن کو چھوڑ کر ہجرت کی۔
۱۰۔ حضرت ایوب علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ صابر تھے۔	صبر میں آپ کے احوال حد حصر سے خارج ہیں۔
۱۱۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو ید بیضا عطا ہوا۔	آپ کی پشت مبارک پر مہر نبوت تھی۔ علاوہ ازیں آپ سراپا نور تھے۔ اگر آپ نے نقاب بشریت نہ اوڑھا ہوتا تو کوئی آپ کے جمال کی تاب نہ لاتا۔
آپ نے عصا مار کر پتھر سے پانی جاری کر دیا۔	آپ نے اپنی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری کر دیا۔ یہ اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ پتھر سے پانی کا نکلنا متعارف ہے مگر خون و گوشت میں سے متعارف نہیں۔
آپ کو عصا عطا ہوا جو اژدہا بن جاتا تھا۔	ستون حنانہ جو کھجور کا ایک خشک تنا تھا آپ کے فراق میں رویا اور اس سے اس بچہ کی سی آواز نکلی جو ماں کے فراق میں رو رہا ہو۔
آپ نے کوہ طور پر اپنے رب سے کلام کیا۔	آپ نے عرش پر مقام قاب قوسین میں اپنے رب سے کلام کیا۔ اور دیدار الٰہی سے بھی بہرہ ور ہوئے اور حالت تمکین میں رہے۔ موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات تو عین ذات می نگری در تبسمے
آپ نے عصا سے بحیرۂ قلزم کو دو پارہ کر دیا۔	آپ نے انگشت شہادت سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ معجزہ کلیم تو زمین پر تھا اور یہ آسمان پر۔ وہاں عصا کا سہارا تھا اور یہاں صرف انگلی کا اشارہ۔
۱۲۔ حضرت یوشع علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کیلئے آفتاب ٹھہرایا گیا۔	آپ کے لیے بھی آفتاب غروب ہونے سے روکا گیا۔
آپ نے حضرت موسیٰ کے بعد جبارین سے جہاد کیا۔	آپ نے بدر کے دن جبارین سے جہاد کیا اور ان پر فتح پائی۔ آپ وفات شریف تک جہاد کرتے رہے اور جہاد قیامت تک آپ کی امت میں جاری رہے گا۔
۱۳۔ حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کے ساتھ پہاڑ تسبیح	آپ کے دست مبارک میں سنگریزوں نے تسبیح پڑھی بلکہ آپ نے دوسروں کے ہاتھ میں بھی کنکروں سے تسبیح پڑھوا دی۔ اس

Marfat.com

پڑھتے تھے۔

سے بڑھ کر یہ ہے کہ آپ کے طعام میں تسبیح کی آواز آیا کرتی تھی کیونکہ پہاڑ تو خشوع وخضوع سے متصف ہیں مگر طعام سے تسبیح معہود نہیں۔

پرندے آپ کے مسخر کر دیئے گئے۔

پرندوں کے علاوہ حیوانات (اونٹ، بھیڑیئے شیر وغیرہ) آپ کے مسخر و مطیع کر دیئے گئے۔

آپ کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔

آپ کیلئے شب معراج میں صخرۂ بیت المقدس خمیر کی مانند ہو گیا تھا۔ پس آپ نے اس سے اپنا براق باندھا (دلائل حافظ ابونعیم اصفہانی)

آپ نہایت خوش آواز تھے۔

آپ بھی نہایت خوش آواز تھے۔ چنانچہ ترمذی نے حدیث انس میں نقل کیا ہے۔ **وکان نبیکم احسنھم وجھًا واحسنھم صوتًا**

۱۴- حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو ملک عظیم عطا ہوا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ نبوت کے ساتھ ملک لیں یا عبودیت۔ آپ نے عبودیت کو پسند فرمایا۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے خزائن الارض کی کنجیاں آپ کو عطا فرمائیں۔ اور آپ کو اختیار دیا کہ جس کو چاہیں عطا کریں۔

آپ کے تخت کو جہاں چاہتے ہوا اڑا لے جاتی۔ صبح سے زوال تک ایک مہینہ کی مسافت اور زوال سے شام تک ایک مہینے کی مسافت طے کرتے تھے۔

آپ کو شب معراج میں براق عطا ہوا جو ہوا بلکہ بجلی سے بھی تیز رفتار تھا۔

جن بقہر وغلبہ آپ کے مطیع تھے۔

جن بطوع ورغبت آپ پر ایمان لائے۔

آپ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے۔

آپ اونٹ بھیڑیئے وغیرہ حیوانات کا کلام سمجھتے تھے، آپ سے پتھر نے کلام کیا جسے آپ نے سمجھ لیا۔

۱۵- حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔

آپ نے مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو اچھا کیا۔ جب خیبر فتح ہوا تو وہاں کی ایک یہودی عورت نے آپ کو زہر آلود بکری کا گوشت بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ نے بکری کا بازو لیا اور اس میں سے کچھ کھایا۔ وہ بازو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔ یہ مردے کو زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ ہونا ہے۔ حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے الگ تھا مردہ ہی تھا۔

Marfat.com

آپ نے مٹی سے پرندہ بنالیا۔ | غزوۂ بدر میں حضرت عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آپ نے ان کو ایک خشک لکڑی دے دی۔ جب انہوں نے اپنے ہاتھ میں لیکر ہلائی تو وہ سفید مضبوط لمبی تلوار بن گئی۔
آپ نے گہوارہ میں لوگوں سے کلام کیا۔ | آپ نے ولادت شریف کے بعد کلام کیا۔
آپ بڑے زاہد تھے۔ | آپ کا زہد سب سے زیادہ تھا۔

خصائص سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

فضائل ومعجزات مذکورہ بالا تو وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان مشترک ہیں۔ ان کے علاوہ اور فضائل ومعجزات وغیرہ ہیں جو آنحضرت ﷺ سے مخصوص ہیں۔ ان کو آپ کے خصائص کہتے ہیں۔ یہ خصائص بھی بکثرت اور حد وحصر سے خارج ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سال بڑی محنت سے احادیث وآثار وکتب تفسیر وشروح حدیث وفقہ واصول وتصوف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص کا تتبع کیا۔ اور خصائص کبریٰ اور انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب تصنیف فرمائیں جن میں ہزار سے زائد خصائص مذکور ہیں۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔ قطب شعرانی نے کشف الغمہ میں اپنے استاد علامہ سیوطی کے خط سے یہی خصائص نقل کیے ہیں۔

یہ خصائص چار قسم کے ہیں۔ اول: وہ واجبات جو آنحضرت ﷺ سے مختص ہیں۔ مثلاً نماز تہجد۔ دوم: وہ احکام جو آنحضرت ﷺ ہی پر حرام ہیں، دوسروں پر نہیں۔ مثلاً تحریم زکوٰۃ۔ سوم: وہ مباحات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مختص ہیں۔ مثلاً نماز بعد عصر۔ چہارم: وہ فضائل وکرامات جو حضور انور بابی ہوامی سے مخصوص ہیں۔ اس مختصر میں صرف قسم چہارم میں سے بعض خصائص ذکر کیے جاتے ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سب نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور سب سے اخیر میں مبعوث فرمایا۔
۲- عالم ارواح ہی میں آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور اسی عالم میں دیگر انبیاء کرام علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں نے آپ کی روح انور سے استفاضہ کیا۔
۳- عالم ارواح میں دیگر انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ اگر وہ حضور انور کے زمانے کو پائیں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔
۴- یوم الست میں سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلیٰ کہا تھا۔
۵- حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام مخلوقات حضور انور ہی کے لئے پیدا کئے گئے۔

Marfat.com

۶- حضور کا اسم مبارک عرش کے پایہ پر اور ہر ایک آسمان پر اور بہشت کے درختوں اور محلات پر اور حوروں کے سینوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا گیا ہے۔

۷- کتب الہامیہ سابقہ تورات و انجیل وغیرہ میں آپ کی بشارت درج ہے۔

۸- حضور انور بنی آدم کے بہترین قرون قرناً بعد قرن سے اور بہترین قبائل و خاندان سے ہیں۔ یعنی برگزیدگاں اور بہترین بہتراں اور مہترین مہتراں ہیں۔

۹- حضور آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضور کے والد ماجد تک اور حضرت حواء سے لیکر حضور کی والدہ ماجدہ تک حضور کا نسب شریف سفاح (زنا) سے پاک وصاف رہا ہے۔

۱۰- حضور انور کی ولادت شریف کے وقت بت اوندھے گر پڑے۔ اور جنوں نے اشعار پڑھے۔

۱۱- حضور ختنہ کئے ہوئے، ناف بریدہ اور آلودگی سے پاک وصاف پیدا ہوئے۔

۱۲- پیدائش کے وقت آپ حالت سجدہ میں تھے اور ہر دو انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔

۱۳- آپ کے ساتھ پیدائش کے وقت ایسا نور نکلا کہ اس میں آپ کی والدہ ماجدہ نے ملک شام کے محل دیکھ لئے۔

۱۴- فرشتے حضور کے گہوارے کو ہلایا کرتے تھے۔ آپ نے گہوارے میں کلام کیا۔ چنانچہ آپ چاند سے باتیں کیا کرتے۔ جس وقت آپ اس کی طرف انگشت مبارک سے اشارہ فرماتے وہ آپ کی طرف جھک آتا۔

۱۵- بعثت سے پہلے گرمی کے وقت اکثر بادل آپ پر سایہ کرتا تھا اور درخت کا سایہ آپ کی طرف آجاتا تھا۔

۱۶- حضور کا سینہ مبارک چار دفعہ شق کیا گیا۔ یعنی حالت رضاعت میں، دس برس کی عمر شریف میں، غار حرا میں ابتدائے وحی کے وقت شب معراج میں جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

۱۷- اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر عضو کا ذکر کیا ہے جس سے حق جل وعلا کی کمال محبت وعنایت پائی جاتی ہے۔

قلب مبارک — مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (نجم۔ع۱)

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ (شعراء۔ع۱۱)

زبان مبارک — وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (نجم شروع)

Marfat.com

	فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ (دخان۔ع ۳)
چشم مبارک	مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (نجم۔ع ۱)
چہرہ مبارک	قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ (بقرہ۔ع ۱۷)
ہاتھ مبارک اور گردن مبارک	وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (بنی اسرائیل۔ع ۳)
سینہ مبارک اور	اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ . وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ .
پشت مبارک	الَّذِىْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ . (انشراح شروع)

۱۸- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک (محمد) اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (محمود) سے مشتق ہے۔

۱۹- حضور کے اسمائے مبارکہ میں سے تقریباً ستر نام وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

۲۰- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسم مبارک احمد ہے۔آپ سے پہلے جب سے دنیا پیدا ہوئی کسی کا یہ نام نہ تھا تا کہ اس بات میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے کہ کتب سابقہ الہامیہ میں جو احمد کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں۔

۲۱- آپ کو آپ کا پروردگار بہشت کے طعام وشراب سے کھلاتا پلاتا تھا۔

۲۲- حضور اپنے پیچھے سے ایسا دیکھتے جیسا کہ سامنے سے دیکھتے۔رات کو اندھیرے میں ایسا دیکھتے جیسا کہ دن کے وقت اور روشنی میں دیکھتے۔

۲۳-حضور کے دہن مبارک کا لعاب آب شور کو میٹھا بنا دیتا اور شیر خوار بچوں کے لئے دودھ کا کام دیتا۔

۲۴-جب آپ کسی پتھر پر چلتے تو اس پر آپ کے پائے مبارک کا نشان ہو جاتا۔چنانچہ مقام ابراہیم میں ہے اور سنگ مکہ میں آپ کی کہنیوں کا نشان مشہور ہے۔

۲۵- حضور کی بغل شریف پاک وصاف اور خوشبودار تھی۔اس میں کسی قسم کی بوئے ناخوش نہ تھی۔

۲۶- آپ کی آواز مبارک اتنی دور تک پہنچتی کہ کسی دوسرے کی نہ پہنچتی۔چنانچہ جب آپ خطبہ دیا کرتے تھے تو نوجوان لڑکیاں اپنے گھر میں سن لیا کرتی تھیں۔

۲۷- آپ کی قوتِ سامعہ سب سے بڑھ کر تھی یہاں تک کہ اکثر اژدحام ملائک کے سبب سے آسمان میں جو آواز پیدا ہوتی ہے آپ وہ بھی سن لیتے تھے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام ابھی سدرۃ المنتہیٰ میں ہوتے کہ آپ ان کے بازوؤں کی آواز سن لیتے تھے اور جب وہ وہاں سے آپ کی طرف وحی کیلئے اترنے لگتے تو آپ ان کی خوشبو سونگھ لیتے۔ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کی آواز بھی آپ سن لیا کرتے تھے۔

Marfat.com

۲۸- خواب میں آپ کی چشم مبارک سو جاتی مگر دل مبارک بیدار رہتا۔ بعض کہتے ہیں کہ دیگر انبیائے کرام بھی اس فضیلت میں مشترک ہیں۔

۲۹- آپ نے کبھی جمائی اور انگڑائی نہیں لی اور نہ کبھی آپ کو احتلام ہوا دیگر انبیائے کرام بھی اس فضیلت میں مشترک ہیں۔

۳۰- حضور انور کا پسینہ مبارک کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

۳۱- حضور میانہ قد مائل بہ درازی تھے۔ مگر جب دوسروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند نظر آتے تاکہ باطن کی طرح ظاہری صورت میں کبھی کوئی آپ سے بڑا معلوم نہ ہو۔

۳۲- حضور اقدس ﷺ کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ نور ہی نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

۳۳- آپ کے بدن شریف پر مکھی نہ بیٹھتی اور کپڑوں میں جوں نہ پڑتی۔

۳۴- جب آپ چلتے تو فرشتے (بغرض حفاظت) آپ کے پیچھے ہوتے۔ اسی واسطے آپ نے اپنے اصحاب کرام سے فرمایا کہ تم میرے آگے چلو اور میری پیٹھ فرشتوں کے واسطے چھوڑ دو۔

۳۵- حضور انور کا خون اور تمام فضلات پاک تھے بلکہ آپ کے بول کا پینا شفاء تھا۔

۳۶- حضور کے براز کو زمین نگل جایا کرتی تھی اور وہاں سے کستوری کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

۳۷- آپ جس گنجے کے سر پر اپنا دستِ مبارک رکھتے۔ آپ کے دستِ مبارک کی جگہ کے بال سیاہ ہی رہا کرتے کبھی سفید نہ ہوتے۔

۳۹- آپ رات کے وقت دولت خانے میں تبسم فرماتے تو گھر روشن ہو جاتا۔

۴۰- حضور اقدس ﷺ کے بدن مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ جس راستے سے آپ گزرتے۔ اس میں بوئے خوش رہتی جس سے پتہ چلتا کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں۔

۴۱- جس چوپائے پر آپ سوار ہوتے وہ بول و براز نہ کرتا جب تک کہ آپ سوار رہتے۔

۴۲- آپ کی بعثت پر کاہنوں کی خبریں منقطع ہو گئیں اور شہاب ثاقب کے ساتھ آسمانوں کی حفاظت کر دی گئی اور شیاطین تمام آسمانوں سے روک دیئے گئے۔

۴۳- حضور کا قرین وموکل (جن) اسلام لے آیا۔

۴۴- شب معراج میں حضور کے لئے براق مع زین ولگام آیا۔

۴۵- حضور انور شب معراج میں جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے۔

Marfat.com

بلکہ جائے کہ جا نبود آنجا   محرمے جز خدا نبود آنجا

اور آپ نے اپنے پروردگار جل شانہ کو آنکھوں سے دیکھا اور اس کے ساتھ کلام کیا۔ اسی رات آپ بیت المقدس میں نماز میں دیگر انبیائے کرام اور فرشتوں کے امام بنے۔

۴۶- بعض غزوات میں فرشتے آپ کے ساتھ ہو کر دشمنوں سے لڑے۔

۴۷- ہم پہ واجب ہے کہ حضور پر درود و سلام بھیجیں۔ پہلی امتوں پر واجب نہ تھا کہ اپنے پیغمبروں پر درود بھیجیں۔

۴۸- قرآن کریم اور دیگر کتب الہامیہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوائے حضور اقدس ﷺ کے اور کسی پیغمبر پر درود وارد نہیں۔

۴۹- حضور کو اللہ تعالیٰ نے وہ کتاب عطا فرمائی جو تحریف سے محفوظ اور بلحاظ لفظ و معنیٰ معجز ہے۔ حالانکہ آپ اُمی تھے، لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اور نہ عالموں کی صحبت میں رہے تھے۔

۵۰- حضور انور کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ چنانچہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ (میں تو بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے) ان خزانوں میں سے جو کچھ کسی کو ملتا ہے وہ آپ کے دستِ مبارک سے ملتا ہے۔ کیونکہ آپ حضرت باری تعالیٰ کے خلیفہ مطلق و نائب کل ہیں۔ جو کچھ چاہتے ہیں باذن الٰہی عطا فرماتے ہیں۔

۵۱- اللہ تعالیٰ نے حضور کو جوامع کلم عطا فرمائے ہیں۔ یعنی آپ کے کلام شریف میں فصاحت و بلاغت اور غوامض معانی اور بدائع حکم اور محاسنِ عبارات بلفظ موجز لطیف سب پائے جاتے ہیں۔

۵۲- اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر شے کا علم دیا یہاں تک کہ روح اور ان امور خمسہ کا علم بھی عنایت فرمایا جو سورۂ لقمان کے اخیر میں مذکور ہیں۔

۵۳- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے جہان (انس و جن و ملائک) کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۵۴- حضور انور سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۵۵- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رعب کا یہ حال تھا کہ دشمن خواہ ایک ماہ کی مسافت پر ہوتا آپ اس پر رعب سے فتح پاتے اور وہ مغلوب ہو جاتا۔ یہ تخصیص بہ نسبت دیگر انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہے۔ سلاطین و جبابرہ کا معاملہ خارج از مبحث ہے۔

۵۶- آپ کے لئے (اور آپ کی امت کے لئے) غنائم حلال کر دی گئیں۔ آپ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں۔

Marfat.com

۵۷-آپ کے لئے (اور آپ کی امت کے لئے) تمام روئے زمین سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنا دی گئی۔ جہاں نماز کا وقت آجائے اور پانی نہ ملے تیمم کر کے وہیں نماز پڑھ لی جائے۔ دوسری امتوں کے لئے پانی کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ طہارت نہ تھی اور نماز بھی معین جگہ کنیسہ وغیرہ کے سوا اور جگہ جائز نہ تھی۔

۵۸-چاند کا ٹکڑے ہونا۔ شجر وحجر کا سلام کرنا اور رسالت کی شہادت دینا حنانہ کا رونا، اور انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی جاری ہونا۔ یہ سب معجزات آپ کو عطا ہوئے۔

۵۹- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہ آئے گا۔

۶۰- حضور کی شریعت تمام انبیاء سابقین کی شریعتوں کی ناسخ ہے اور قیامت تک رہے گی۔

۶۱- حضور کو اللہ تعالیٰ نے کنایہ سے خطاب فرمایا۔ بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہیں ان کے نام سے خطاب کیا ہے۔ دیکھو آیات ذیل:-

۱- وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (پ۱-ع۴)

۲- وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (پ۱۶-طٰہٰ-ع۷)

۳- قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ (پ۱۲-ہود-ع۴)

۴- وَنَادٰى نُوْحُ ۣ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ-
(پ۱۲-ہود-ع۴)

۵- یٰٓاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (پ۱۲-ہود-ع۷)

۶- وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ- (پ۱-بقرہ-ع۱۵)

۷- قَالَ یٰمُوْسٰٓى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ- (پ۹-اعراف-ع۱۷)

۸- فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ-
(پ۲۰-قصص-ع۲)

۹- اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ
(پ۷-مائدہ-ع۱۵)

Marfat.com

۱۰-قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ- (پ۷-مائدہ ع۱۵)

۱۱-يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پ۲۳-ص-ع۲)

۱۲-وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗ اَوَّابٌ (پ۲۳-ص-ع۳)

۱۳- يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا-
(پ۱۶-مریم-ع۱)

۱۴- كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا
(پ۳- آل عمران- ع۴)

۱۵- يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (پ۱۶-مریم-ع۱)

۱۶- وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ
(پ۱۷-انبیاء- ع۶)

مگر ہمارے آقائے نامدار بابی ہو وامی کو اللہ تعالیٰ یوں خطاب فرماتا ہے-

۱- يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ۱۰-انفال- ع۸)

۲- يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (پ۶-مائدہ- ع۱۰)

۳- يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (پ۲۹-مزمل شروع)

۴- يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (پ۲۹-مدثر شروع)

جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک کی تصریح فرمائی ہے وہاں ساتھ ہی رسالت یا کوئی اور وصف بیان فرمایا ہے- دیکھو آیات ذیل-

۱- وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (پ۴-آل عمران- ع۱۵)

۲- مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (پ۲۶-فتح- ع۴)

۳- مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا ۝- (پ۲۲-احزاب- ع۵)

۴- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ (پ۲۶-محمد- ع۱)

Marfat.com

۵- جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل وحبیب کا یکجا ذکر کیا ہے وہاں اپنے خلیل کا نام لیا ہے اور اپنے حبیب کو نبوت کے ساتھ یاد فرمایا ہے- چنانچہ یوں ارشاد ہوا ہے:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (پ۳-آل عمران-ع ۷)

۶۲- حضور کو نام مبارک کے ساتھ خطاب کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا- حالانکہ دوسری امتیں اپنے اپنے نبیوں کو نام کیساتھ خطاب کیا کرتی تھیں- دیکھو آیات ذیل:-

۱- قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ط (پ۹-اعراف-ع ۱۶)

۲- اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ط (پ۷-مائدہ-ع ۱۵)

۳- قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ (پ۱۲-ہود-ع ۶)

۴- قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ○ (پ۱۲-ہود-ع ۶)

مگر ہمارے آقائے نامدار بابی ہو وامی کی نسبت یوں ارشاد باری ہوتا ہے:-

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط	مت مقرر کرو پکارنا پیغمبر کا درمیان اپنے جیسا پکارنا بعضے تمہارے کا ہے بعضوں کا-

۶۳- حضور کا نام مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں طاعت ومعصیت، فرائض واحکام، وعدہ ووعید اور انعام واکرام کا ذکر کرتے وقت اپنے پاک نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے- دیکھو آیات ذیل:-

۱- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج
(پ۵-نساء ع ۸)

۲- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ○
(پ۹-انفال-ع ۳)

۳- وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ م يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ

Marfat.com

سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ (پ۱۰-توبہ-ع۹)

۴- اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ (پ۱۸-نور-ع۹)

۵- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ

(پ۹-انفال-ع۳)

۶- وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ (پ۴-نساء-ع۲)

۷- اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝ (پ۲۲-احزاب-ع۷)

۸- بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ (پ۱-توبہ شروع)

۹- وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ (پ۱۰-توبہ-ع۱)

۱۰ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

(پ۱۰-توبہ-ع۴)

۱۱- اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ ۝ (پ۱۰-توبہ-ع۸)

۱۲- اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ

(پ۶-مائدہ-ع۵)

۱۳- قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (پ۱۰-توبہ-ع۴)

۱۴- قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ (پ۹-انفال شروع)

Marfat.com

۱۵–وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ۹-انفال-ع۲)

۱۶–فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط (پ۵-نساء-ع۸)

۱۷–وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ– (پ۱۰-توبہ-ع۱۰)

۱۸–وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ (پ۱۰شروع)

۱۹–وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ج (پ۱۰-توبہ-ع۱۰)

۲۰–وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (پ۱۰-توبہ-ع۱۲)

۲۱–وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ط

(پ۲۲-احزاب-ع۵)

۶۴-اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر بلند کیا ہے۔چنانچہ اذان اور خطبے اور تشہد میں اللہ عزوجل کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر بھی ہے۔

۶۵-حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آپ کی امت پیش کی گئی اور جو کچھ آپ کی امت میں قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب آپ پر پیش کیا گیا بلکہ باقی امتیں بھی آپ پر پیش کی گئیں جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام بتایا گیا۔

۶۶-آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور محبت وخلت اور کلام ورویت کے جامع ہیں۔

۶۷-جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے نبیوں کو ان کے مانگنے کے بعد عطا فرمایا وہ آپ کو بن مانگے عنایت فرمایا۔دیکھو امثلہ ذیل:۔

(الف)۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا۔

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ (شعراء-ع۵) اور رسوانہ کر مجھ کو جس دن جی کر اٹھیں۔

حضور سرور انبیاء ﷺ اور آپ کی امت کے بارے میں خدا تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (تحریم-ع۲) جس دن اللہ رسوانہ کریگا نبی کو اور ان کو جو ایمان لائے ہیں اس کے ساتھ۔

Marfat.com

یہاں سوال سے پہلے بشارت ہے۔

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں:۔

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم۔ع۶) — مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے بچا۔

حضور سرور انبیاء ﷺ کے حق میں بن مانگے خدا فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۔ (احزاب۔ع۴) — اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو۔ اور ستھرا کرے تم کو ستھرا کرنا۔

یہ ابلغ ہے اس سے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے حق میں ہوا۔ کیونکہ دعائے خلیل تو فقط عبادت اصنام کی نفی کے لئے تھی اور یہ ہر گناہ و نقص کو عام ہے۔ وہ تو اپنے بیٹوں کے حق میں خاص تھی اور یہ عام ہے ہر ایک کو کہ شامل ہے اس کو بیت حضور نبی ﷺ کی یعنی آپ کے ازواجِ مطہرات اور اولاد وغیرہ۔

(ج) حضرت خلیل اللہ علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں:۔

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ (شعراء۔ع۵) — مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے کر۔

حضور سرور انبیاء ﷺ کے حق میں بن مانگے خدا فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (کوثر) — ہم نے تجھ کو کوثر عطا کیا۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (ضحیٰ) — اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہو جائے گا۔

(د) حضرت خلیل اللہ علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں:۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۔ (شعراء۔ع۵) — یعنی آئندہ امتوں میں قیامت تک میرا ذکر جمیل قائم رکھ۔

حضور سرور انبیاء ﷺ کو خدا تعالیٰ نے بن مانگے اس سے بڑھ کر عطا فرمایا۔ چنانچہ سورۂ الم نشرح میں وارد ہے:۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ — اور ہم نے تیرا نام بلند کیا۔

Marfat.com

لہٰذا حضور از عرش تا فرش مشہور ہیں اور نماز و خطبہ و اذان میں اللہ کے نام مبارک کے ساتھ آپ کا نام مبارک مذکور ہے اور عرش پر، قصور بہشت پر، حوروں کے سینوں پر، درختان بہشت کے پتوں پر اور فرشتوں کی چشم و ابرو پر آپ کا اسم شریف لکھا ہوا ہے۔ اور آپ سے پہلے جس قدر انبیاء گزرے ہیں، وہ سب آپ کے ثناخواں رہے ہیں اور قیامت کو ثناخواں ہوں گے۔

(ہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں:-

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (طٰہٰ ۔ ع ۲) — اے میرے پروردگار میرا سینہ میرے واسطے روشن کر دے۔

حضور سرور انبیاء ﷺ کے لئے بن مانگے یوں ارشاد ہوتا ہے:-

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (انشراح شروع) — کیا ہم نے تیرے واسطے تیرا سینہ روشن نہیں کیا۔

(و) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے کتاب کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا پھر دس راتیں اور زیادہ کی گئیں۔ بعد ازاں کتاب تورات عطا ہوئی۔ مگر حضور سرور انبیاء ﷺ پر بغیر کسی وعدۂ سابق کے نزول قرآن شروع ہوا۔ چنانچہ باری تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ یُّلْقٰی اِلَیْکَ الْکِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ ۔ (قصص ۔ ع ۹) — اور تو توقع نہ رکھتا تو کہ اتاری جائے تجھ پر کتاب مگر فضل ہو کر تیرے رب کی طرف سے۔

۶۸- اللہ تعالیٰ نے حضور کی رسالت پر قسم کھائی ہے چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہے:-

یٰسٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ — "یٰس۔ قسم ہے قرآن حکیم کی۔ تحقیق تو البتہ پیغمبروں سے ہے۔"

۶۹- اللہ تعالیٰ نے حضور کی زندگی اور آپ کے شہر کی اور آپ کے زمانے کی قسم کھائی ہے۔

ا- لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۔ (حجر ۔ ع ۵) — یعنی تیری زندگی کی قسم! وہ (قوم لوط) البتہ اپنی مستی میں سرگرداں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کسی اور پیغمبر کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔

ب- لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۔ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۔ (سورۂ بلد) — میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی حالانکہ تو اترنے والا ہے اس شہر میں۔

Marfat.com

اس آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے شہر یعنی مکہ معظمہ کی قسم کھائی ہے جسے پہلے ہی سے شرف ذاتی حاصل تھا مگر حضور انور کے نزول سے اور شرف حاصل ہو گیا۔ مدارج النبوۃ میں یوں لکھا ہے۔ ''درمواہب لدنیہ میگوید کی روایت کردہ شدہ است از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ گفت مر آنحضرت ﷺ بابی انت وامی یا رسول اللہ! بتحقیق رسیدہ است فضیلت تو نزد خدا بمرتبہ کہ سوگند خورد خدا تعالیٰ بحیات تو، نہ بحیات سائر انبیاء علیہم السلام ورسیدہ است فضیلت تو نزد خدا تعالیٰ بحدیکہ سوگند خورد بخاک پائے تو وگفت لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ یعنی سوگند خوردن بہ بلد کہ عبارت است از زمین کہ بے سپر میکند آنرا پائے آنحضرت ﷺ سوگند بخاک پائے حضرت رسالت است ونظر بحقیقت معنی صاف وپاک است کہ غبارے براں نمے نشیند۔''

وَالْعَصْرِ ۔اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔ قسم ہے زمانہ کی! بتحقیق انسان ٹوٹے میں ہے۔

(سورۂ عصر)

۷۰- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وحی کی تمام قسموں کے ساتھ کلام کیا گیا۔

۷۱- حضور کا رؤیا وحی ہے یہی حال تمام پیغمبروں کا ہے۔ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

۷۲- حضور سرورِ کائنات ﷺ پر حضرت اسرافیل علیہ السلام نازل ہوئے جو آپ سے پہلے کسی اور نبی پر نازل نہیں ہوئے۔

۷۳- حضور بہترین اولاد آدم ہیں۔

۷۴- آپ کے پچھلے اگلے گناہ (بالفرض والتقدیر) معاف کئے گئے ہیں۔ یعنی اگر آپ سے کسی گناہ (ترک اولیٰ جسے بلحاظ آپ کے منصب جلیل کے گناہ سے تعبیر کیا جائے) کا صدور تصور کیا جائے تو اس کی معافی کی بشارت خدا نے دے دی ہے۔ حالانکہ ایسا تصور میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ آپ سے کبھی کوئی گناہ (خواہ ترک اولیٰ ہی ہو) صادر نہیں ہوا۔ کسی دوسرے پیغمبر کو خدا تعالیٰ نے حیات دنیوی میں ایسی مغفرت کی بشارت نہیں دی۔

۷۵- حضور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم الخلق ہیں۔ اس لئے دیگر انبیاء مرسلین اور ملائک سے افضل ہیں۔

۷۶- اجتہاد میں حضور سے خطاء (برتقدیر تسلیم وقوع) جائز نہیں۔

۷۷- قبر میں میت سے حضور کی نسبت سوال ہوتا ہے۔

۷۸- حضور کے بعد آپ کی ازواجِ مطہراتؓ سے نکاح حرام کیا گیا۔

۷۹- حضور کی ازواجِ مطہرات کے اشخاص واجسام کا اظہار خواہ چادروں میں پوشیدہ ہوں (باستثنائے

Marfat.com

ضرورت) جائز نہ تھا۔ اسی طرح ان پر شہادت وغیرہ کے لئے منہ ہاتھ کا ننگا کرنا حرام تھا۔

۸۰- حضور کی صاحبزادیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آپ کے صاحبزادے کہلاتے ہیں۔

۸۱- حضور کی صاحبزادیوں پر تزوّج حرام تھا۔ یعنی اگر آپ کی کوئی صاحبزادی کسی مرد کے نکاح میں ہوتو اس مرد پر حرام تھا کہ کسی دوسری عورت سے بھی نکاح کرے۔

۸۲- جس محراب کی طرف حضور نے نماز پڑھی۔ اس میں کسی کو اجتہاد و تحری سے دائیں بائیں ہونا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کرے اور اصرار کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسی طرح تھی تو وہ کافر ہو گیا۔ اور اگر یہ تاویل کرے کہ یہ محراب جواب ہے، وہ نہیں جو حضور کے زمانہ میں تھی۔ بلکہ اس میں تغیر آ گیا ہے تو وہ کافر نہیں ہوتا۔

۸۳- جس نے حضور کو خواب میں دیکھا اس نے بیشک آپ ہی کو دیکھا۔ کیونکہ شیطان آپ کی صورت شریف کی طرح نہیں بن سکتا۔ اس بات پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ جس صورت سے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اس نے آپ ہی کو دیکھا۔ تفاوت آئینے کے حال میں ہے۔ جس کا آئینہ خیال زیادہ صاف اور اسلام کے نور سے زیادہ منور ہے اس کا دیکھنا درست تر اور کامل تر ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ شیطان کسی نبی کی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔

۸۴- حضور کا اسم شریف یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا نام رکھنا مبارک اور دنیا اور آخرت میں نافع ہے۔ مگر ابوالقاسم کنیت رکھنے میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے اسم و کنیت کے درمیان جمع کرنے سے منع کیا ہے۔ اور افراد یعنی اسم و کنیت میں سے ایک کا رکھنا جائز بتایا ہے۔ تفصیل مطولات میں دیکھنی چاہئے۔

۸۵- کسی کے لئے جائز نہیں کہ اپنی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ نقش کرائے جیسا کہ حضور کی انگوٹھی پر تھا۔

۸۶- حضور کی حدیث شریف کے پڑھنے کے لئے غسل و وضو کرنا اور خوشبو ملنا مستحب ہے۔ اور یہ بھی مستحب ہے کہ حدیث شریف کے پڑھنے میں آواز دھیمی کی جائے۔ جیسا کہ حضور کی حیات شریف میں جس وقت آپ کلام کرتے حکم الٰہی تھا کہ آپ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ آپ کے وصال شریف کے بعد آپ کا کلام مروی و ماثور عزت و رفعت میں مثل اس کلام کے ہے جو آپ کی زبان مبارک سے سنا جاتا تھا۔ لہٰذا کلام ماثور کی قرأت کے وقت بھی وہی ادب ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اور یہ بھی مستحب ہے کہ حدیث شریف اونچی جگہ پر پڑھی جائے۔ اور

Marfat.com

پڑھتے وقت کسی کی تعظیم کے لئے خواہ کیسا ہی ذی شان ہو کھڑا نہ ہووے۔ کیونکہ یہ خلاف ادب ہے۔

۸۷- حضور کی حدیث شریف کے قاریوں کے چہرے تازہ وشاد ماں رہیں گے۔

۸۸- جس شخص نے بحالت ایمان ایک لحہ یا ایک نظر حضور اقدس ﷺ کو دیکھ لیا اسے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔ طویل صحبت شرط نہیں۔ ہاں تابعی ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ صحابی کی صحبت میں دیر تک رہا ہو۔

۸۹- حضور کے تمام صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ لہٰذا شہادت وروایت میں ان میں سے کسی کی عدالت سے بحث نہ کی جائے جیسا کہ دیگر راویوں میں کی جاتی ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام کی تعدیل ظواہر کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

۹۰- نمازی تشہد میں حضور سے یوں خطاب کرتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ (آپ پر سلام اے نبی) اور آپ کے سوا کسی اور مخلوق کو اس طرح خطاب نہیں کرتا۔ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو انہیں الفاظ سے خطاب کیا تھا۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ نمازی کو چاہئے کہ تشہد میں شب معراج کے واقعہ کی حکایت واخبار کا ارادہ نہ کرے بلکہ انشاء کا قصد کرے کہ گویا وہ اپنی طرف سے اپنے نبی پر سلام بھیجتا ہے۔ اگر حکایت واخبار کی نیت ہوگی تو وہ سلام نمازی کا نہ ہوگا۔ اور تشہد جو واجب ہے ادا نہ ہوگا۔ لہٰذا نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ نمازی کو چاہئے کہ اپنے قلب میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے جسم کریم کو حاضر کر کے کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعتہ اللمعات میں لکھتے ہیں۔ "ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابدان است در جمیع احوال واوقات خصوصاً در حالت عبادت وآخر آں کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر است۔ وبعضے از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات۔ پس آنحضرت در ذات مصلیان موجود وحاضر است۔ پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائض گردد۔"

۹۱- جس مومن کو حضور پکاریں۔ اس پر آپ کو جواب دینا واجب ہے۔ خواہ وہ نماز میں ہو۔ حضور ابوسعید بن معلیٰ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پکارا۔

Marfat.com

میں نہ آیا۔ نماز سے فارغ ہو کر حاضر خدمت ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۔ (انفال۔ ع ۳)	قبول کرو خدا اور رسول کا پکارنا۔ جب وہ پکارے تمہیں اس چیز کے لیے جو تم کو زندہ کرے۔

(صحیح بخاری۔ تفسیر سورۂ انفال)

اگر کوئی مومن آپ کو جواب نہ دے تو بالاتفاق گنہگار ہے۔ اس کی نماز کے بارے میں اختلاف ہے کہ باطل ہو جاتی ہے یا نہیں۔

۹۲- حضور پر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں جیسا کہ آپ کے غیر پر ہے۔ حدیث صحیحین میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ''جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا۔ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔'' ایسے شخص کی روایت خواہ وہ توبہ کرے ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ بعضوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر عمداً جھوٹ باندھنا کفر ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ سخت گناہ عظیم و کبیرہ ہے۔

۹۳- حضور انور کی ازواجِ مطہرات کے حجروں کے باہر سے آپ کو پکارنا حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (حجرات۔ ع ۱)	البتہ وہ لوگ جو پکارتے ہیں تجھ کو حجروں کے باہر سے ان میں اکثر عقل نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا تو یہ البتہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۹۴- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلند آواز سے کلام کرنا حرام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

۹۵- آنحضرت ﷺ معصوم ہیں۔ گناہ صغیرہ اور کبیرہ سے عمداً اور سہواً قبل از نبوت اور بعد نبوت۔ یہی مذہب مختار ہے۔

۹۶- حضور پر جنون اور لمبی بے ہوشی طاری نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ منجملہ نقائص ہیں۔ علامہ سبکی نے کہا کہ پیغمبروں پر نابینائی وارد نہیں ہوتی، کیونکہ یہ نقص ہے۔ کوئی پیغمبر نابینا نہیں ہوا۔ حضور شعیب علیہ السلام کی نسبت جو کہا گیا کہ وہ نابینا تھے۔ سو وہ ثابت نہیں (برتقدیر ثبوت وہ نابینائی مضر

Marfat.com

نہیں کیونکہ وہ تحقیق نبوت کے بعد طاری ہوئی) رہے حضرت یعقوب علیہ السلام سو ان کی آنکھوں پر پردہ آ گیا تھا۔ اور وہ پردہ دور ہو گیا۔ مشہور یہ ہے کہ کوئی پیغمبر اصم (بہرا) نہ تھا۔

۹۷۔ حضور کی برأت و تنزیہ خود اللہ تعالیٰ نے فرما دی، بخلاف دیگر انبیائے کرام کے کہ اپنے مکذبین کی تردید وہ خود کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قوم نوح علیہ السلام نے جب ان سے کہا:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ — تحقیق ہم تجھے صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

اس کی نفی خود حضرت نوح علیہ السلام نے کی، جب ان سے کہا:۔

یٰــقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (پ۸۔اعراف۔ع۸) — اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں ولیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

قوم ہود نے ان سے کہا:۔

اِنَّــا لَنَــرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۔ — تحقیق ہم تجھ کو بیوقوفی میں دیکھتے ہیں اور تجھے جھوٹوں سے گمان کرتے ہیں۔

اس پر ہود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (پ۸۔اعراف۔ع۹) — اے میری قوم مجھ میں بیوقوفی نہیں۔ ولیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:۔

اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۔ — تحقیق میں تجھے اے موسیٰ جادو کیا ہوا گمان کرتا ہوں۔

اس پر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (پ۱۵۔بنی اسرائیل۔ع۱۲) — اور تحقیق میں تجھے اے فرعون ہلاک کیا گیا گمان کرتا ہوں۔

قوم شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا:۔

اِنَّــا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَــرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَــآ اَنْــتَ عَلَیْنَــا بِعَزِیْزٍ ۔(ہود۔ع۸) — تحقیق البتہ ہم تجھ کو اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں۔ اگر تیری برادری نہ ہوتی تو البتہ ہم تجھ کو سنگسار کر دیتے اور تو ہم پر قدرت والا نہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام اس کا جواب یوں دیتے ہیں:۔

Marfat.com

يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ط وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ط اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۔ (ہود۔ع ۸)	اے میری قوم! کیا میری برادری تم پر اللہ سے زیادہ عزیز ہے اور تم نے اس کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈالا ہوا ہے۔ تحقیق میرا پروردگار گھیرنے والا ہے اس چیز کو کہ تم کرتے ہو۔

کفار نے ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو طعن و تنقیص کی، حق سبحانہٗ نے بذات خود اس کی تردید فرمادی۔ جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان محبوبیت عیاں ہے۔ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

کفار کا اعتراض وطعن	باری تعالیٰ عز اسمہ، کا جواب
۱ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۔ (حجر۔ع ۱) اے وہ شخص کہ اتارا گیا اس پر قرآن۔ تو البتہ دیوانہ ہے۔	مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۔ (قلم۔ع ۱) نہیں تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ۔

(۲)

اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۔ (صافات۔ع ۲) کیا ہم چھوڑ دینے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے واسطے۔	بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ (صافات۔ع ۲) بلکہ وہ لایا ہے حق اور سچا کیا ہے پیغمبروں کو
وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (یٰس۔ع ۵)	اور ہم نے اس کو شعر نہیں سکھایا۔ اور اس کے لائق نہیں۔

(۳)

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۔ (بنی اسرائیل۔ع ۵)	اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۔ (بنی اسرائیل۔ع ۵) دیکھ کیونکر بیان کیں انہوں نے تیرے واسطے

Marfat.com

نہیں پیروی کرتے تم مگر ایک مرد مسحور (جادو مارا) کی۔	مثالیں۔ پس وہ گمراہ ہو گئے۔ پس نہیں پا سکتے کوئی راہ (طعن کی)

(۴)

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ (انفال۔ ع ٤) اگر ہم چاہیں تو کہہ لیں ایسا۔ یہ کچھ نہیں مگر قصے کہانیاں پہلوں کی۔	قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○ (بنی اسرائیل۔ ع ١٠) کہہ دے اگر جمع ہوویں آدمی اور جن اس پر کہ لائیں ایسا قرآن۔ تو نہ لائیں گے ایسا خواہ مدد کریں ایک کی ایک۔

(۵)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (یونس۔ ع ۴) یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو باندھ لیا ہے۔	قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (یونس۔ ع ۴)
	کہہ دے تم لے آؤ ایک سورت ایسی۔ اور پکارو جس کو پکار سکو اللہ کے سوا۔ اگر ہو تم سچے۔

(۶)

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۔ (فرقان۔ ع ۳) آپ پر قرآن ایک دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا۔	كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۔ (فرقان۔ ع ۳) اس طرح اتارا ہم نے تاکہ ثابت رکھیں ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو۔ اور آہستہ آہستہ پڑھا ہم نے اس کو آہستہ پڑھنا (یعنی ہر بات کے وقت پر اس کا جواب آتا رہے تو پیغمبر کا دل ثابت رہے۔ موضح)

(۷)

لَسْتَ مُرْسَلًا ۔ (رعد۔ اخیر آیت)	قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ

Marfat.com

تو رسول نہیں ۔	عِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ (رعد اخیر آیت) کہہ دے کافی ہے اللہ گواہی دینے والا درمیان میرے اور درمیان تمہارے اور وہ شخص کہ اس کے پاس ہے علم کتاب کا۔ یٰسٓ ۔ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ ۔ اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۔ یٰس۔ قسم ہے قرآن محکم کی۔ تحقیق تو البتہ رسولوں میں سے ہے۔

(۸)

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا ۔ (بنی اسرائیل۔ ع ۱۱) کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟	قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّيۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوۡلًا ۔ (بنی اسرائیل۔ ع ۱۱) کہہ دے اگر ہوتے زمین میں فرشتے چلا کرتے آرام سے۔ تو البتہ ہم اتارتے ان پر آسمان سے فرشتے کو پیغمبر بنا کر۔ مطلب یہ کہ تجانس موجب توانس اور تخالف موجب تباین ہے۔ اس لیے فرشتوں کے لیے فرشتہ مبعوث ہونا چاہیے۔ اور اہلِ ارض کے لیے بشر رسول چاہیے۔

(۹)

مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ (فرقان۔ ع ۱) کیا ہوا ہے اس پیغمبر کو کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں۔	وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ ۔ (فرقان۔ ع ۲) اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے پیغمبر مگر تحقیق وہ البتہ کھاتے تھے کھانا اور چلتے تھے بازاروں میں۔

Marfat.com

(۱۰)

لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ۔ (زخرف۔ع۳)

کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ایک بڑے مرد پر ان دو بستیوں سے۔

اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ط وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۔ (زخرف ۔ ع۳)

کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے پروردگار کی رحمت کو۔ ہم نے بانٹی ہے ان کے درمیان ان کی روزی حیات دنیا میں۔ اور ہم نے بلند کیا ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں تاکہ پکڑیں بعضے ان کے بعضوں کو محکوم۔ اور تیرے پروردگار کی رحمت بہتر ہے اس چیز سے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔

(۱۱)

هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۔ (سبا ۔ ع۱)

کیا ہم راہ بتادیں تم کو اس شخص کی طرف جو خبر دیتا ہے تم کو کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے نہایت ریزہ ریزہ ہونا۔ تحقیق البتہ نئی پیدائش میں ہو گے۔

اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ۔ (سبا۔ع۱)

کیا باندھ لیا ہے اس نے اللہ پر جھوٹ یا اس کو جنون ہے۔ بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

(۱۲)

ایک روز آنحضرت ﷺ مسجد حرام سے نکل رہے تھے کہ باب بنی سہم میں عاص بن وائل سہمی آپ سے ملا اور کلام کیا۔ جب وہ مسجد میں

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ (کوثر)

تحقیق تیرا دشمن وہی ہے بے نسل۔

چنانچہ عاص مذکور کا نام نابود ہو گیا۔ مگر حضور انور

Marfat.com

داخل ہوا تو اشقیائے قریش نے پوچھا کہ تم کس سے باتیں کرر ہے تھے۔ عاص بولا کہ اسی ابتر (بے نسل) سے حضور کا صاحبزادہ جو حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن مبارک سے تھا انتقال کر چکا تھا۔ اس لیے عاص نے حضور کو یہ طعن دیا کہ زندگی تک ان کا نام ہے پیچھے کون نام لے گا۔ (مدارج النبوۃ)

باقی ہووامی کا نام قیامت تک روشن ہے۔ اور آپ کی ذریت قیامت تک رہے گی۔

(۱۳)

حضرت کو کئی دن وحی نہ آئی۔ دل مکدر رہا۔ تہجد کو نہ اٹھے۔ کافروں نے کہا اس کو چھوڑ دیا اس کے رب نے (موضح القرآن)

وَالضُّحٰی ۔ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۔ (الضحیٰ)

قسم ہے دن چڑھے کی اور رات کی جب ڈھانپ لیوے نہیں چھوڑ دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ ناخوش رکھا۔

موضح القرآن میں ہے کہ پہلے فرمائی دھوپ روشن کی اور رات اندھیری کی۔ یعنی ظاہر میں بھی اللہ تعالیٰ کی دو قدرتیں ہیں۔ باطن میں بھی کبھی چاندنا ہے کبھی اندھیرا۔ دونوں اللہ کے ہیں۔ اللہ سے دور کبھی نہیں بندہ۔

(۱۴)

هُوَ اُذُنٌ ۔ (توبہ ۔ ع ۸)

وہ ہر کسی کی بات سن کر لگ جانے والا ہے۔

قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (توبہ۔ ع ۸)

کہہ دے وہ اچھا سننے والا ہے تمہارے واسطے ایمان لاتا ہے اللہ پر اور باور کرنے والا ہے مومنوں کی بات اور رحمت ہے واسطے ان

Marfat.com

	(منافقوں) کے جنہوں نے اظہار ایمان کیا تم میں سے۔

(۱۵)

منافقوں نے آنحضرت ﷺ کی حرم محترم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تھا جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔	خود اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برات آسمان سے نازل فرمائی۔ (دیکھو سورۂ نور۔ ع ۲)

۹۸- جو شخص حضور کو سب وشتم کرے یا کسی وجہ سے صراحۃً یا کنایۃً آپ کی تنقیص شان کرے۔ اس کا قتل کرنا بالاتفاق واجب ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے۔ کہ یہ قتل کرنا بطریق حد ہے کہ بالفعل مار ڈالنا چاہئے۔ اور توبہ نہ کرانی چاہئے۔ یا بطریق ردت ہے کہ اس سے توبہ طلب کی جائے۔ اگر توبہ کرے تو بخش دینا چاہئے۔ اس مسئلے میں مختار قول اول ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اہانت کرنے والا مسلمان ہو۔ اگر کافر ہو۔ اور اسلام لائے تو درگزر کرنا چاہئے۔

۹۹- اگر حضور بنفس نفیس جہاد کے لئے نکلیں تو ہر مسلمان پر واجب تھا کہ آپ کے ساتھ نکلے۔ اور اگر کوئی ظالم آپ کے قتل کا قصد کرے تو جو مسلمان حاضر ہوا اس پر واجب تھا کہ آپ کی حفاظت میں اپنی جان سے دریغ نہ کرے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ط (توبہ۔ ع ۱۵)	نہ چاہئے مدینے والوں کو اور جو ان کے گرد اعراب ہیں کہ رہ جائیں رسول اللہ کے ساتھ سے اور نہ یہ کہ اپنی جان کو چاہیں زیادہ ان کی جان سے۔

۱۰۰- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس شخص کیلئے جس حکم کی تخصیص چاہتے کر دیتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت خزیمہ انصاری کے لئے یہ تخصیص فرمائی کہ ان کی شہادت حکم دو شہادت کا رکھتی ہے۔ اسی طرح آپ نے حضرت ام عطیہ انصاریہ کو نیاحت کی رخصت دی۔ اور حضرت اسماء بنت عمیس کو رخصت دی کہ وہ اپنے خاوند حضرت جعفر بن طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت پر صرف تین دن سوگواری کرے۔ بعد ازاں جو چاہے کرے۔ اور حضرت ابو بردہ بن نیار کو اجازت دے دی کہ تمہارے واسطے قربانی میں ایک سال سے کم کا بزغالہ کافی ہے۔ اور آپ نے ایک فقیر سے ایک عورت کا نکاح کر دیا۔ اور اس کی مہر یہ مقرر فرمایا کہ فقیر کو جتنا قرآن یاد تھا وہ اس عورت کو

Marfat.com

پڑھا دے۔

۱۰۱- حضور کو تپ اس شدت سے چڑھتا تھا جیسا کہ دو آدمیوں کو چڑھتا ہے۔ تاکہ ثواب دو چند ملے۔

۱۰۲- مرض موت میں حضور انور کی عیادت کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام تین دن حاضر خدمت ہوتے رہے۔

۱۰۳- جب ملک الموت حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو اذن طلب کیا۔ آپ سے پہلے اس نے کسی نبی سے اذن طلب نہیں کیا۔

۱۰۴- حضور کے جنازۂ شریف کی نماز مسلمانوں نے گروہ ہا گروہ الگ الگ بغیر امامت کے پڑھی۔ آپ کے غلام شقران نے جسد مبارک کے نیچے لحد میں قطیفہ بچھا دی جو آپ اوڑھا کرتے تھے۔ نماز بے جماعت اور قطیفہ کا بچھانا آپ کے خصائص سے ہے۔

۱۰۵- آپ کے جسم مقدس کو مٹی نہیں کھاتی۔ تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے۔ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

۱۰۶- حضور نے بطور میراث کچھ نہیں چھوڑا۔ جو کچھ آپ نے چھوڑا وہ صدقہ وقف تھا۔ اور اس کا مصرف وہی تھا جو آپ کی حیات شریف میں تھا۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

۱۰۷- حضور اپنے مرقد شریف میں حیات حقیقیہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے۔ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

۱۰۸- حضور کا مرقد منور کعبہ مکرمہ اور عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

۱۰۹- آپ کے مرقد منور پر ایک فرشتہ مؤکل ہے۔ جو آپ کی امت کے درود آپ کو پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ امام احمد و نسائی کی روایت میں ہے۔ جس وقت کوئی آپ پر درود بھیجتا ہے وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یا محمد ﷺ! اس وقت فلاں بن فلاں آپ پر درود بھیجتا ہے۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ کے فرشتے ہیں جو زمین میں گشت کرتے ہیں۔ وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

۱۱۰- حضور اقدس ﷺ پر ہر روز صبح و شام آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ نیک اعمال پر آپ اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں اور برے اعمال کے لئے بخشش طلب فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی کہ کوئی روز ایسا نہیں، مگر یہ کہ صبح و شام اُمت کے اعمال نبی ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس آپ ان کی پیشانیوں سے اور ان کے اعمال سے پہچانتے ہیں۔

Marfat.com

۱۱۱- آنحضرت ﷺ سب سے پہلے قبر مبارک سے نکلیں گے۔ آپ کا حشر اس حالت میں ہوگا کہ آپ برق پر سوار ہوں گے۔ اور ستر ہزار فرشتے ہمرکاب ہوں گے۔ حضرت کعب احبار کی روایت میں ہے کہ "ہر روز صبح کو ستر ہزار فرشتے آسمان سے اتر کر حضور انور کی قبر مبارک کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے بازو ہلاتے ہیں۔ (اور آپ پر درود بھیجتے ہیں) اسی طرح شام کے وقت وہ آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اور ستر ہزار اور حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ قبر شریف سے نکلیں گے تو ستر ہزار فرشتے آپ کے ساتھ ہوں گے۔ موقف میں آپ کو بہشت کے حلوں کی نہایت نفیس خلعت عطا ہوگی۔

۱۱۲- آپ کے منبر منیف اور قبر مبارک کے مابین بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۱۱۳- حضور کو قیامت کے دن مقام محمود عطا ہوگا۔ جس سے مراد بقول مشہور مقام شفاعت ہے۔

۱۱۴- قیامت کے دن اہل موقف طول وقوف کے سبب سے گھبرا جائیں گے اور بغرض شفاعت دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس یکے بعد دیگرے جائیں گے۔ اور آخر کار حضور خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ کو اہل موقف میں فصل قضاء کے لئے شفاعت عظمیٰ عطا ہوگی۔ اور ایک جماعت کے حق میں بغیر حساب جنت میں داخل کئے جانے کے لئے اور دوسری جماعت کے رفع درجات کے لئے شفاعت کی اجازت ہو جائے گی۔ اس طرح ستر ہزار بہشت میں بے حساب داخل ہوں گے اور ستر ہزار کے ساتھ اور بہت سے بے حساب بہشت میں جائیں گے۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنی امت کے لئے اور کئی قسم کی شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی۔

۱۱۵- قیامت کے دن حضور سے تبلیغ پر شاہد طلب نہ کیا جائے گا۔ حالانکہ باقی انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے طلب کیا جائے گا۔ اور آپ تمام انبیائے کرام کے لئے تبلیغ کی شہادت دیں گے۔

۱۱۶- حضور انور کو حوض کوثر عطا ہوگا۔

۱۱۷- حضور کا منبر منیف آپ کے حوض پر ہوگا۔

۱۱۸- قیامت کے دن حضور کی امت پہلے سب پیغمبروں کی امتوں سے زیادہ ہوگی۔ کل اہل بہشت کی دو تہائی آپ ہی کی امت ہوگی۔

۱۱۹- قیامت کے دن ہر ایک نسب و سبب منقطع ہوگا (یعنی سود مند نہ ہوگا) مگر حضور کی نسب و سبب

Marfat.com

منقطع نہ ہوگا۔اسی واسطے حضرت عمر فاروق نے ام کلثوم بنت فاطمہ زہراء سے نکاح کیا تھا۔

۱۲۰- قیامت کے دن لوائے حمد حضور کے دستِ مبارک میں ہوگا۔اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے سوا اور تمام انبیاء علیہم السلام اس جھنڈے تلے ہوں گے۔

۱۲۱- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (امت سمیت) سب سے پہلے پل صراط سے گزریں گے۔

۱۲۲-حضور سب سے پہلے بہشت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔خازنِ جنت پوچھے گا کہ کون ہیں۔ آپ فرمائیں گے کے میں محمد ہوں۔وہ عرض کریگا کہ میں اٹھ کر کھولتا ہوں۔میں آپ سے پہلے کسی کے لئے نہیں اٹھا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لئے اٹھوں گا۔پھر آپ سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔

۱۲۳-آپ کو وسیلہ عطا ہوگا۔جو جنت میں اعلیٰ درجہ ہے۔

۱۲۴-جنت میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کنیت ان کی تمام اولاد میں سے سوائے حضور کے کسی اور کے نام پر نہ ہوگی۔چنانچہ ان کو ابو محمد کہا جائے گا۔

۱۲۵-جنت میں سوائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب (قرآن کریم) کے کوئی اور کتاب نہ پڑھی جائے گی۔اور نہ سوائے حضور کی زبان کے کسی اور زبان میں کوئی تکلم کرے گا۔

حواشی

۱- یعنی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دینے کا جس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہیں۔

۲- دیکھو زرقانی علی المواہب۔جزء ثالث ص ۵۴۔

۳- خصائص کبریٰ بحوالہ صحیحین۔جزء اول ص ۲۳۰۔

۴- جب غزوۂ تبوک کے بعد رمضان ۹ ھ میں حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند شعر کہے ہیں۔ان میں سے ایک شعر یہ ہے

وردت نارا لخلیل مکتتما — آپ حضرت خلیل اللہ کی آگ میں پوشیدہ داخل ہوئے

فی صلبہ انت کیف یحترق — آپ ان کی پشت میں تھے وہ کیسے جل سکتے ہیں

طبرانی وغیرہ نے اس قصہ کو روایت کیا ہے۔دیکھو مواہب و زرقانی۔غزوۂ تبوک۔

۵- خصائص کبریٰ- جزء ثانی ص ۹۷۔

۶- زرقانی علی المواہب جزء خامس ص ۱۹۳۔

۷- کشف الغمہ للشعرانی بحوالہ خصائص الکبریٰ للسیوطی۔جزء ثانی ص ۳۶۔

Marfat.com

نواں باب

آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور اولاد کرام کا بیان

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کی فضیلت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۂ احزاب میں باری تعالیٰ عزاسمہ ارشاد فرماتا ہے۔

۱- یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ○

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگانی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ فائدہ دوں اور خوش اسلوبی سے تمہیں رخصت کردوں۔

۲- وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ○

اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور سرائے آخرت کو چاہتی ہو تو تم میں سے نیکوکاروں کیلئے خدا نے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

۳- یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو صریح بےحیائی کا کام کرے گی۔ اس کو دوہری سزا دی جائے گی۔ اور یہ خدا پر آسان ہے۔

۴- وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا ○

اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے فرمانبرداری اور نیک عمل کریگی ہم اس کو دوہرا ثواب دینگے اور اس کیلئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

۵- یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگاری رکھو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو جس سے وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے لالچ کرے اور تم نیک بات کہا کرو۔

Marfat.com

۶- وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ۝

اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔ اور قدیم جاہلیت کے سے بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ اور خدا اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اے اہل بیت نبی! خدا تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کردے اور تم کو خوب پاک کردے۔

۷- وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ۝

اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور دانائی کی باتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو یاد کرو۔ بیشک اللہ لطف کرنے والا اخبردار ہے۔

آیات مذکورہ بالا سے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں:-

(آیہ ۱ و ۲) ہجرت کے نویں سال آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلاء کیا۔ جب ۲۹ دن گزرنے پر مہینہ پورا ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیۂ تخییر لائے اس وقت ازواجِ مطہرات نو تھیں۔ یعنی حضرت عائشہ وحفصہ وام حبیبہ بنت ابی سفیان وسودہ بنت زمعہ وام سلمہ بنت ابی امیہ وصفیہ بنت حیی بن اخطب ومیمونہ بنت حارث ہلالیہ وزینب بنت جحش اسدیہ وجویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہن۔ ان سب نے زینتِ دنیا پر اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ نہ دنیا چاہتی تھیں اور نہ ان کے دلوں میں دنیا کے زینت کی کچھ ہوس تھی۔ کیونکہ اگر ہوتی تو آنحضرت ﷺ ان سے مفارقت کر کے کچھ دے دلا کر انہیں رخصت فرما دیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ پس معلوام ہوا کہ ازواجِ مطہرات رضائے خدا اور سول کی طلبگار تھیں۔ اور حسن آخرت کی متمنی تھیں اس عمل نیک پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انہیں نو پر مقصور کر دیا اور فرمایا:

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ ؕ

اس کے بعد تیرے واسطے اور عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ تو ان کی بجائے اوروں کو بیویاں بنالے اگرچہ ان کا حسن تجھ کو اچھا لگے۔ مگر وہ جن کا مالک ہوگیا تیرا دایاں ہاتھ۔

یعنی چونکہ انہوں نے آپ کو اختیار کیا ہے اس لئے آپ بھی ان پر دوسری عورتوں کو اختیار نہ کریں۔

(آیہ ۳ و ۴) اسی نیک عمل پر جزائے مذکورہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو یہ شرف

Marfat.com

بخشا کہ خودان سے خطاب کیا۔اوران کواپنے حبیب پاک ﷺ کی طرف نسبت دیکر فرمایا۔اے نبی کی بیویو!تم میں سے اگر کوئی ناشائستہ حرکت کرے گی تو دیگر عورتوں کی نسبت اسے دگنا عذاب ہوگا۔ اور اگر نیک عمل کریگی تو اسے دوسری عورتوں سے دگنا ثواب ملے گا۔موضح القرآن میں ہے۔ یہ بڑے درجے کالازمہ ہے۔نیکی کا ثواب دونا اور برائی کا عذاب دونا پیغمبر کو بھی فرمایا۔

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ (بنی اسرائیل۔ع ۸) اس وقت البتہ ہم تجھے چکھاتے دگنا عذاب زندگی کا اور دگنا عذاب موت کا۔(انتہی)

اس سے ازواجِ مطہرات کا مقربات درگاہِ الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔اسی وجہ سے حر کی حد رقیق کی حد سے دگنی ہے۔اور انبیائے کرام علیہم السلام کو ان امور پر عتاب ہوتا ہے جن پر دوسرے لوگوں کو نہیں ہوتا۔ یہاں سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ازواجِ مطہرات باقی تمام عورتوں سے بہتر تھیں۔ کیونکہ ان کا عذاب وثواب باقی تمام عورتوں کے عذاب وثواب سے دگنا ہے۔ یہاں ازواجِ مطہرات کے لئے یہ بھی بشارت ہے کہ ان سے کوئی کھلی ناشائستہ حرکت سرزد نہ ہوگی۔ کیونکہ آیہ (۳۰) سورۂ احزاب ازقبیل لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ہے بایں ہمہ جو لوگ ازواجِ مطہرات کے حق میں دریدہ دہنی کرتے ہیں وہ اپنی عاقبت خراب کررہے ہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کی ازواج کو ناشائستہ حرکات سے محفوظ رکھا ہے۔اوراجر مضاعف کے علاوہ انکے لئے آخرت میں رزق کریم تیار کررکھا ہے۔اس سے ان کا بہشتی ہونا ظاہر ہے۔

(آیہ ۵)۔اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے لئے تضعیف ثواب وعذاب کی وجہ بیان فرمادی کہ تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔تم میں وہ وصف ہے جو اوروں میں نہیں۔یعنی تم تحریم نکاح اور احترام وتعظیم کے لحاظ سے مومنوں کی مائیں ہو(وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ) اور زوجاتِ سید المرسلین ہو۔پھر فرمایا۔کہ اگر تم حکم الٰہی اور رضائے رسول کی مخالفت سے ڈرتی ہو تو پس پردہ سے مردوں کے ساتھ نرمی سے کلام نہ کرو۔کیونکہ ایسا کرنا اگرچہ فاجر سے فاجر مومن میں کسی شہوت وطمع کا باعث نہیں ہوسکتا،مگر منافق میں ہوسکتا ہے۔اورتم ایسی نیک بات کیا کرو جو تہمت واطماع سے پاک ہو۔یعنی سنجیدگی وخشونت سے کلام کیا کرو اور ناز وکرشمہ سے بات نہ کیا کرو۔

(آیہ ۶)اورتم اپنے گھروں میں رہا کرو۔کیونکہ تمہارا تبرز یعنی باہر نکلنا کرشمہ آمیز کلام سے بھی زیادہ طمع دلانے والا ہے۔اورتم جاہلیت اولیٰ کی عورتوں کی طرح چلنے میں تبختر نہ کرو۔کیونکہ تبختر تو تبرز سے بھی اشد ہے۔اورتم نماز وزکوٰۃ ادا کیا کرو۔اورتمام اوامر ونواہی میں خدا اور رسول کی اطاعت کیا

Marfat.com

کرو۔ کیونکہ اے اہل بیت نبی! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی دور کردے اور پاک وصاف بنائے جیسا کہ پاک صاف بنانے کا حق ہے۔

(آیہ ۷) اور تمہارے گھروں میں جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں تم ان کو یاد کرلیا کرو تا کہ خود عمل کرو اور دوسروں کو بھی بتاؤ۔

آیہ (۶) میں جسے آیہ تطہیر کہتے ہیں اس بات کا ثبوت ہے کہ ازواجِ مطہرات رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ اسی واسطے ازواج کے ساتھ مطہرات استعمال کیا جاتا ہے۔ آیہ (۱) سے آیہ (۷) تک ان ہی سے خطاب اور ان ہی کا ذکر ہے۔ اور ان ہی کے لئے اوامر ونواہی بیان ہوئے ہیں۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ آیات سابقہ ولاحقہ کے احکام تو ازواج کے لئے ہیں۔ درمیان میں صرف آیہ (۶) میں ان سے خطاب نہیں بلکہ فقط حضرات علی وفاطمہ وحسین رضی اللہ عنہم مخاطب ہیں۔ ان کا یہ قول محض ہٹ دھرمی ہے۔ ان چاروں کا آیات میں ذکر تک نہیں۔ باعتبار مواد آیات سابقہ ولاحقہ کسی اجنبی کے ساتھ فصل موجب فساد بلاغت ہے۔ زوجہ کا مرد کے اہل بیت میں ہونا نصِ قرآن سے ثابت ہے دیکھو آیات ذیل:-

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

(ہود - ع ۷)

فرشتے (ابراہیم سے) بولے ڈرومت۔ ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ان کی بیوی (سارہ) کھڑی تھی۔ وہ ہنس پڑی۔ ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔ وہ کہنے لگی۔ ہائے میری خرابی! کیا میرے اولاد ہوگی۔ حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے۔ بیشک یہ عجیب بات ہے۔ فرشتے بولے۔ کیا تو خدا کے امر سے تعجب کرتی ہے۔ اے اہل بیت نبی! تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ وہ بیشک تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے۔

ان آیتوں میں فرشتوں نے حضرت سارہ کو بیٹا اور پوتا پیدا ہونے کی بشارت دی ہے۔ حضرت سارہ اس پر تعجب کرتی ہیں۔ فرشتے حضرت سارہ کو لفظ اہل بیت سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جائے تعجب نہیں۔ تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ مزید بحث کے لئے

Marfat.com

تحفہ شیعہ مؤلفہ خاکسار دیکھو۔

ازواجِ مطہرات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ گیارہ پر سب کا اتفاق ہے۔ جن میں سے چھ (حضرت خدیجہ، عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، ام سلمہ، سودہ رضی اللہ عنہن) قبیلہ قریش سے اور چار (حضرت زینب بنت جحش، میمونہ، زینب بنت خزیمہ، جویریہ رضی اللہ عنہن) عربیات غیر قریش خلفائے قریش سے ہیں۔ اور ایک (حضرت صفیہ) غیر عربیہ بنی اسرائیل سے ہے۔ ذیل میں بہ ترتیب تزوج ان سب کا حال بطریق اختصار لکھا جاتا ہے۔[ع]

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

ان کا سلسلۂ نسب قصی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے جاملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے طاہرہ کے لقب کے مشہور تھیں۔ ان کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی۔ جن سے دو لڑکے ہند و ہالہ نام پیدا ہوئے۔ یہ دونوں صحابی ہیں۔ حضرت ہند کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف منقول ہے۔

ابو ہالہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوئی جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نام بھی ہند تھا۔ یہ اسلام لائیں اور اپنے چچیرے بھائی صیفی بن امیہ بن عائذ مخزومی سے شادی کی۔ ان سے ایک لڑکا محمد بن صیفی پیدا ہوا۔ جس کی اولاد کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تعلق کے سبب سے بنو طاہرہ کہتے ہیں۔

عتیق کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے اسی نیک نہاد بیوی کے بطن مبارک سے تھی۔ تفصیل آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں نکاح کے بعد پچیس برس تک زندہ رہیں۔ ان کی زندگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسری شادی نہیں کی۔ انہوں نے اپنے مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد دی۔ ایک روز حراء میں حضور اقدس کے لئے کھانا لارہی تھیں۔ حضرت جبرائیل نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خدیجہ جب آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچا دیں اور بہشت میں ایک موتیوں کے محل کی بشارت دیں۔

ازواجِ مطہرات میں حضرت خدیجہ وعائشہ رضی اللہ عنہن باقی سب سے افضل تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے ہجرت سے تین سال پہلے ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اور کوہ حجون میں دفن ہوئیں۔ آنحضرت

Marfat.com

ﷺ نے ان کو قبر میں اتارا۔ ان پر نماز نہ پڑھی گئی۔ کیونکہ اس وقت تک نماز جنازہ فرض نہ ہوئی تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ

ان کا سلسلۂ نسب کعب بن لوی بن غالب میں آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔ قدیم الاسلام تھیں۔ پہلے اپنے والد کے چچیرے بھائی سکران بن عمرو بن عبد شمس کے نکاح میں تھیں۔ حضرت سکران بھی قدیم الاسلام تھے۔ دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ جب مکہ میں واپس آئے تو حضرت سکران نے وفات پائی اور ایک لڑکا یادگار چھوڑا۔ جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جنگ جلولاء (آخر ۱۶ھ) میں شہادت پائی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ کے انتقال سے آنحضرت ﷺ کو نہایت پریشانی ہوئی۔ کیونکہ گھر بار بال بچوں کا انتظام ان ہی سے متعلق تھا۔ یہ دیکھ کر خولہ حکیم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ نکاح کر لیجئے۔ فرمایا کس سے؟ خولہ نے حضرت عائشہ وسودہ رضی اللہ عنہن کا نام لیا۔ آپ نے دونوں سے خواستگاری کی اجازت دیدی۔ خولہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا کہ خدا نے تم پر کیسی خیر و برکت نازل فرمائی ہے! سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ خولہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آپ کے پاس بغرض خواستگاری بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے۔ مگر میرے باپ سے بھی دریافت کرلو۔ چنانچہ وہ ان کے والد کے پاس گئیں۔ اور جاہلیت کے طریق پر سلام کیا۔ یعنی انعم صباحا کہا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ خولہ نے اپنا نام بتایا۔ پھر نکاح کا پیغام سنایا۔ انہوں نے کہا کہ محمد شریف کفو ہیں۔ مگر سودہ رضی اللہ عنہا سے بھی دریافت کرلو۔ خولہ نے کہا کہ وہ راضی ہیں۔ یہ سن کر زمعہ نے کہا کہ نکاح کے لئے آجائیں۔ اس طرح باپ نے نبوت کے دسویں سال سودہ کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کردیا۔ سودہ کا بھائی عبداللہ بن زمعہ آیا۔ یہ معلوم کر کے کہ بہن کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہو چکا ہے اس نے اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ عبداللہ مذکور جب اسلام لائے تو ان کو اپنے اس فعل پر افسوس ہوا کرتا تھا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا طبیعت کی فیاض تھیں۔ ایک روز حضرت عمر فاروق نے ایک درہموں کی تھیلی آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لانے والوں نے جواب دیا کہ یہ درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ درہم کھجوروں کی طرح تھیلی میں بھیجے جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر اسی وقت تمام درہم تقسیم کردیئے۔

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں، آپ امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ چنانچہ امام احمد نے بروایت ابوہریرہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا۔

Marfat.com

کہ یہ حج اسلام ہے جو گردن سے ساقط ہو گیا۔ اس کے بعد تم بوریا کو غنیمت سمجھنا (یعنی گھر سے نہ نکلنا) آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے بعد تمام ازواجِ مطہرات سوائے سودہ رضی اللہ عنہا اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حج کو جایا کرتی تھیں۔ اور وہ دونوں فرماتی تھیں کہ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی وصیت سننے کے بعد ہم چوپایہ پر سوار نہ ہوں گی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کتب متداولہ میں پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے ایک صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ نے ان سے روایت کی ہے۔ انہوں نے خلافت فاروقی کے آخری زمانہ میں انتقال فرمایا۔ بعضے سال وفات ۵۴ھ یا ۵۵ھ بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا

ان کی نسب مرہ بن کعب میں آنحضرت ﷺ کے خاندان سے ملتا ہے۔ بعثت کے چار برس بعد پیدا ہوئیں۔ اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے تعلق سے ام عبداللہ کنیت رکھتی تھیں۔

چھ برس کی تھیں کہ آنحضرت ﷺ کے عقد نکاح میں آئیں۔ پہلے جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب تھیں۔ خولہ بنت حکیم آنحضرت ﷺ کے ایماء سے ام رومان (والدہ عائشہ صدیقہ) کے پاس گئیں اور نکاح کا پیغام سنایا۔ ام رومان نے رضامندی ظاہر کی۔ حضرت ابوبکر گھر آئے تو ان سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ عائشہ تو رسول اللہ ﷺ کے بھائی کی بیٹی ہے، کیا یہ جائز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے کہلا بھیجا کہ تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں یہ نکاح جائز ہے۔ حضرت ابوبکر نے ام رومان سے کہا کہ ''مطعم بن عدی اپنے پوتے کے لئے خواستگاری کر چکا ہے۔ واللہ! ابوبکر نے کبھی وعدہ کے خلاف نہیں کیا۔'' اس لئے وہ مطعم کے پاس گئے اور اس سے تذکرہ کیا۔ مطعم نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیوی نے حضرت صدیق اکبر سے کہا کہ اگر ہم نے اس لڑکے کا نکاح تمہارے ہاں کر دیا تو شاید تم اس کو صابی بنا لو گے اور اپنے دین میں داخل کر لو گے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر وہاں سے اٹھ آئے اور خولہ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ نکاح کے لئے تشریف لے آئیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے۔ اور حضرت ابوبکر نے (ماہ شوال ۱۰ نبوت میں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ اور ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں مدینہ منورہ میں نو سال کی عمر میں آپ کی رسم عروسی ادا کی گئی۔

آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی

Marfat.com

تھی۔ انہوں نے چھیاسٹھ برس کی عمر میں ۵۷ ہجری میں انتقال فرمایا اور حسب وصیت رات کے وقت جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے جو مروان بن الحکم کی طرف سے اس وقت حاکم مدینہ تھے نماز جنازہ پڑھائی۔

آنحضرت ﷺ کو ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔ ان کو دوسری ازواج پر اور کئی باتوں میں فضیلت تھی۔ چنانچہ ان کے سوا کسی اور زوجہ کے والدین مہاجر نہ تھے۔ ان کی براءت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمائی۔ حضرت جبرائیل ان کی صورت ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرت ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا کہ ان سے شادی کر لیجئے۔ ان کے سوا کسی اور زوجہ نے حضرت جبرائیل کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ اور یہ ایک برتن میں غسل فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا کرتے اور یہ سامنے لیٹی ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی اور آپ اور یہ ایک لحاف میں ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف ان ہی کی گود میں اور ان ہی کی نوبت میں ہوا۔ اور آنحضرت ﷺ ان ہی کے حجرے میں دفن ہوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عالمہ فصیحہ تھیں۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ ذکر کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں پایا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کوئی ایسا مشکل مسئلہ پیش نہیں آیا کہ جس کا حل انہوں نے حضرت عائشہ کے پاس نہ پایا ہو۔ محمود بن لبید کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں۔ مگر حضرت عائشہ وام سلمہ ان میں ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ حضرت عمر و عثمان کے عہد میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ انتقال فرما گئیں۔ یرحمھا اللہ۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے اکابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت عثمان حضور کے بعد حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کسی کو بھیج کر حدیثیں پوچھا کرتے تھے۔ آپ کثیرۃ الحدیث تھیں۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ جن میں سے ۱۷۴ پر شیخین کا اتفاق ہے۔ اور ۵۴ میں امام بخاری اور ۶۸ میں امام مسلم منفرد ہیں۔

آپ وقائع واشعار عرب سے خوب واقف تھیں۔ حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو قرآن وفرائض وحلال وحرام وفقہ وشعر وطب وحدیث غریب ونسب کا عالم نہیں پایا۔

آپ زاہدہ اور سخی تھیں۔ ام الدرداء روایت کرتی ہیں کہ ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روزہ دار تھیں۔ ان کے پاس ایک لاکھ درہم آئے۔ انہوں نے وہ سب تقسیم کر دیئے۔ میں نے کہا، کیا آپ

Marfat.com

یوں نہ کرسکتی تھیں کہ ایک درہم بچالیتیں۔ جس سے گوشت خرید کر روزہ افطار کرتیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تو مجھے یاد دلادیتی تو میں ایسا ہی کرلیتی۔

حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا

بعثت سے پانچ برس پہلے جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کررہے پیدا ہوئیں۔ پہلے حنیس بن حذیفہ سہمی کے نکاح میں تھیں۔ ان ہی کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔ حضرت حنیس نے غزوۂ بدر میں کئی زخم کھائے۔ غزوہ کے بعد ان ہی زخموں کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔

حضرت حنیس کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے نکاح کی فکر ہوئی۔ فتح بدر کے دن حضرت رقیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت عمر فاروق نے حضرت عثمان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں حفصہ کا نکاح تم سے کردیتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔ پھر چند روز کے بعد کہہ دیا کہ میرا ارادہ ان ایام میں نکاح کرنے کا نہیں ہے۔ بعد ازاں حضرت فاروق نے حضرت ابوبکر صدیق سے ذکر کیا۔ مگر وہ چپ رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت عمر کو رنج ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواستگاری کی اور شعبان ۳ھ میں نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاروق اعظم سے کہا کہ میری بے التفاتی کی وجہ صرف یہ تھی جو مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کا ذکر کیا تھا، میں حضور کا راز افشاء کرنا نہ چاہتا تھا۔ اگر حضور حفصہ سے نکاح نہ کرتے تو میں قبول کرلیتا۔

حضرت حفصہ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے صرف پانچ بخاری میں ہیں۔ انہوں نے شعبان ۴۵ھ میں حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا۔ مروان بن الحکم نے جو مدینہ کا گورنر تھا نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بنو حزم کے گھر سے مغیرہ کے گھر تک جنازہ کو کندھا دیا۔ اور مغیرہ کے گھر سے قبر تک حضرت ابوہریرہ نے یہ شرف حاصل کیا۔

حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ

ہند نام۔ ام سلمہ کنیت تھی۔ باپ کا نام حذیفہ اور بقول بعض سہیل تھا۔ ماں کا نام عاتکہ بنت عامر کنانیہ تھا۔ پہلے اپنے چچازاد بھائی ابوسلمہ (عبداللہ) بن عبدالاسد بن مغیرہ کے نکاح میں تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ ام سلمہ و ابوسلمہ دونوں قدیم الاسلام تھے دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ چنانچہ بطن کے بیٹے سلمہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے۔ پھر مکہ میں آئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ام سلمہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کرکے مدینہ میں آئی۔ مدینہ ہی میں ان کے ہاں

Marfat.com

عمر اور درہ و زینب پیدا ہوئیں۔

حضرت ابوسلمہ بدر و احد میں شریک ہوئے۔ احد میں زخمی ہو گئے۔ ایک ماہ کے بعد زخم چنگا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک سریہ میں بھیج دیا۔ ایک ماہ کے بعد واپس آئے تو زخم پھر پھوٹ آیا۔ اور ۸ جمادی الاخریٰ ۴ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت ام سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد حضرت ابوبکر و عمر نے خواستگاری کی تو ام سلمہ نے انکار کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ تو مرحبا کہہ کر یہ عذر پیش کئے:۔

۱- میں سخت غیور عورت ہوں۔

۲- صاحب عیال ہوں۔

۳- میرے اولیاء میں سے کوئی یہاں نہیں کہ میرا نکاح کر دے۔ ایک روایت میں ہے کہ میری عمر زیادہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان عذروں کا تسلی بخش جواب دیا اور نکاح ہو گیا۔

جب حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا جا چکا تو آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اب اٹھو، قربانیاں دو اور سر منڈواؤ۔ چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بے نیل و مرام واپسی سے رنج و ملال تھا۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں تامل کیا۔ حضور خفا ہو کر حضرت ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لے آئے۔ اور امتثالِ امر میں توقف کی شکایت کی۔ ام سلمہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ان کو معذور رکھیں۔ ان پر ایک امر عظیم گزرا ہے۔ ان کا خیال تو فتح مکہ کا تھا۔ ان کو یقین تھا کہ وہ مکہ میں عمرہ بجا لائیں گے۔ باوجود فقدان مطلوب آپ نے قریش سے صلح کر لی۔ اور ان کی نہ سنی۔ اگر خاطر اشرف اس پر ہے کہ وہ نحر و حلق کریں تو آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ اور خود نحر و حلق فرمائیں۔ یہ دیکھ کر ان کو بجز اتباع چارہ نہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا اور حضرت ام سلمہ کی تدبیر سے وہ مشکل حل ہو گئی۔ اور یہ ان کی دانشمندی اور صواب رائے کی واضح دلیل ہے۔

حضرت ام سلمہ سے کتب متداولہ میں ۳۷۸ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے تیرہ پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ اور تین کے ساتھ امام بخاری اور تیرہ کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ باقی دیگر کتب میں ہیں۔

ازواجِ مطہرات میں سب کے بعد حضرت ام سلمہ نے ۸۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے۔ واقدی کا قول ہے کہ شوال ۵۹ھ میں انتقال فرمایا اور حضرت

Marfat.com

ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ امام بخاری تاریخ کبیر میں ۵۹ھ لکھتے ہیں۔ بقول ابن حبان امام حسین کی شہادت کی خبر آنے کے بعد آخر ۶۱ھ میں وفات پائی۔ ابراہیم حربی ۶۲ھ بتاتے ہیں۔ مگر صحیح مسلم میں ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے اس لشکر کی بابت پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا۔ یہ سوال اس وقت کیا گیا جب یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو لشکر اسلام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا۔ جو ۶۳ھ میں تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہ واقعہ حرہ تک زندہ تھیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

اصلی نام رملہ اور کنیت ام حبیبہ تھی۔ آپ حضرت ابوسفیان کی دختر بلند اختر اور حضرت معاویہ کی بہن تھیں۔ پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ دونوں نے اسلام لا کر حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ وہیں ان کی لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی۔ عبداللہ عیسائی ہو کر حبشہ ہی میں مر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ کی حالت و غربت کو مدنظر رکھتے ہوئے نجاشی کی معرفت نکاح کا پیغام دیا جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ چنانچہ نجاشی نے ۷ھ میں ان کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کر دیا جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے۔ جب نکاح کے تمام رسوم ادا ہو گئے تو نجاشی نے ان کو شرجیل بن حسنہ کے ساتھ حضور کی خدمت اقدس میں روانہ کر دیا۔

حضرت ام حبیبہ کی روایت سے کتب متداولہ میں ۶۵ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے دو پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ اور ایک کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ باقی دیگر کتب میں ہیں۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۴۴ھ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔

حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا

ان کی پہلی شادی حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ سے ہوئی تھی۔ حضرت زید قبیلہ قضاعہ میں سے تھے۔ لڑکپن میں گرفتار ہو کر مکہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ہاتھ بطور غلام فروخت ہوئے۔ حضرت خدیجہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ حضور نے نبوت سے پہلے ان کو آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا۔ اس لیے لوگ ان کو زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ حضرت زید سابقین الی الاسلام میں سے تھے۔ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ تھی۔ آپ اہم امور میں ان سے کام لیتے۔ اور لشکر کی قیادت تک ان کے سپرد کر دیتے۔ اسی وجہ سے حضور نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی زینب بنت جحش سے کر دینا چاہا۔ مگر زینب اور ان کا بھائی راضی نہ ہوئے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

Marfat.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ

(احزاب ع ۵)

کسی مسلمان مرد یا عورت کو لائق نہیں جس وقت خدا اور اس کا رسول کوئی کام مقرر کردے کہ ان کو اپنے کام میں اختیار ہو۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔ وہ صریح گمراہ ہوگیا۔

پس حضرت زینب نکاح پر راضی ہوگئیں اور نکاح ہوگیا۔

حضرت زید اگرچہ عربی الاصل تھے مگر قریشی نہ تھے۔ قریش کی لڑکیوں خصوصاً اولاد عبدالمطلب کے لیے اشراف قریش میں کفو تلاش کیے جایا کرتے تھے۔ اس لیے کچھ عرصہ کے طبعی طور پر حضرت زید حضرت زینب کی حرکاتِ عادیہ کو کبر و تعاظم پر محمول کرنے لگے۔ اور حضرت زینب بھی ان سے متکدر رہنے لگیں۔ چنانچہ حضرت زید نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا کہ اس طرح کی باتوں پر طلاق نہیں دیا کرتے۔ اسی امر کی طرف آیۂ ذیل میں ارشارہ ہے:۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ

(احزاب۔ ع ۵)

اور جس وقت تو کہہ رہا تھا اس شخص سے۔ جس پر اللہ نے اور تو نے انعام لیا ہے، کہ اپنی بیوی کو اپنے لیے تھام رکھ اور خدا سے ڈر۔ اور تو اپنے جی میں چھپاتا تھا اس چیز کو جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا۔ اور اللہ زیادہ لائق ہے اس کا کہ تو اس سے ڈرے۔

بایں ہمہ اگر زید ان کو طلاق دیتے تو ایسی سیدہ شریفہ کے لیے رسول اللہ ﷺ جیسا کفو اور کون ہوسکتا تھا؟ اس لیے حضور انور کی خاطر اشرف میں آتا تھا کہ بصورت طلاق زینب کی تطییب خاطر اور اس کے حقوق کی رعایت کے لیے ان سے نکاح کرلینا ضروری ہوگا۔ مگر آپ اسے ظاہر نہ کرسکتے تھے۔ کیونکہ جاہلیت میں متبنیٰ کو بمنزلہ ولد حقیقی سمجھتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ متبنیٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

آخر کار حضرت زید نے طلاق دے دی۔ عدت گزرنے پر رسول اللہ ﷺ نے زید ہی کو نکاح کا پیغام دینے کے لیے زینب کے پاس بھیجا۔ حضرت زینب نے جواب دیا کہ میں استخارہ کرلوں پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

Marfat.com

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○ (احزاب۔ ع۵)

پس جب زید نے اس سے حاجت پوری کر لی۔ ہم نے اسکو تجھ سے بیاہ دیا تا کہ مومنوں پر ان کے لے پالکوں کی بیویوں میں تنگی نہ ہو جب وہ ان سے حاجت پوری کرلیں اور امر الٰہی ہو کر رہتا ہے۔

اس طرح حضرت زینب کا نکاح (۳ھ یا ۵ھ میں) ۳۵ برس کی عمر میں ہو گیا۔ حضرت زینب فخر کیا کرتی تھیں۔ کہ دیگر ازواجِ مطہرات کا نکاح تو ان کے باپ یا بھائی یا اہل نے کر دیا۔ مگر میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کر دیا۔ اس نکاح میں یہ حکمت بھی تھی کہ پسر خواندہ کی مطلقہ کا حکم معلوم ہو گیا۔

جب یہ نکاح ہو گیا تو مخالفوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح حرام کر دیا۔ مگر خود اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب۔ ع۵)

محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن خدا کے پیغمبر اور خاتم النبین ہیں۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ط ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (احزاب۔ ع۱)

اور تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے۔

پس حضرت زید جو زید بن محمد کہلاتے تھے اس کے بعد زید بن حارثہ کہلانے لگے۔

حضرت زینب آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن ہونے کے علاوہ جمال میں بھی ممتاز تھیں۔ اس لیے ازواجِ مطہرات میں سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ ہمسری کا دم بھرتی تھیں۔ چنانچہ خود حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔

كَانَتْ تُسَامِيْنِيْ۔ — وہ میرا مقابلہ کرتی تھیں

آپ نہایت راست گو اور پارسا تھیں۔ جب حضرت عائشہ پر بہتان لگایا گیا تو آنحضرت ﷺ نے آپ سے حضرت عائشہ کی نسبت پوچھا۔ آپ نے صاف کہہ دیا۔

وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا — واللہ! مجھ کو عائشہ کی بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں۔

اسی راستی سے متاثرہ ہو کر حضرت عائشہ نے فرمایا۔ کہ میں نے کوئی عورت زینب سے دین میں بہتر، خدا سے زیادہ ڈرنے والی، زیادہ سچ بولنے والی اور زیادہ صلہ رحم اور خیرات کرنے والی نہیں دیکھی۔

Marfat.com

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کچھ مال مہاجرین میں تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت زینب اس معاملہ میں کچھ بول اٹھیں۔ حضرت عمر فاروق کو ناگوار گزرا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ عمر! ان کو جانے دو یہ اوّاہ یعنی خاشع متضرع ہیں۔

حضرت زینب زاہدہ اور طبیعت کی فیاض تھیں۔ اپنے ہاتھ سے معاش پیدا کرتیں اور خدا کی راہ میں لٹا دیتیں۔ حضرت عمر فاروق نے ان کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ جو انہوں نے صرف ایک سال لیا۔ اور اپنے حاجت مند رشتہ داروں میں تقسیم کر کے دعا مانگی کہ خدایا! یہ عطیہ مجھے اگلے سال نہ ملے۔ حضرت فاروق کو یہ خبر لگی تو انہوں نے حضرت زینب کے لیے ایک ہزار اور بھیجا۔ مگر حضرت زینب نے اسے بھی تقسیم کر دیا۔ آپ کی دعا قبول ہو گئی۔ اور آئندہ سال وفات پائی۔

ایک روز آنحضرت ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا:-

اَسْرَعُكُنَّ لِحَاقًا بِیْ اَطْوَلُكُنَّ یَدًا تم میں سے مجھ سے جلدی ملنے والی وہ ہے جس کا ہاتھ تم سب سے لمبا ہے۔

ازواجِ مطہرات اس ارشاد کو حقیقت پر محمول کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد جب ہم کسی ایک کے حجرے میں جمع ہوئیں۔ تو ہم دیوار پر اپنے ہاتھ کو ناپا کرتی تھیں۔ ہمارا یہی خیال رہا یہاں تک کہ حضرت زینب نے جو کوتاہ قد تھیں ہم سب سے پہلے انتقال فرمایا۔ اس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ ارشاد مذکور میں ہاتھ کا لمبا ہونا فیاضی کی طرف اشارہ تھا۔

جب حضرت زینب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے۔ حضرت عمر فاروق بھی ایک کفن بھیجیں گے۔ دونوں میں سے ایک کو خیرات کر دینا۔ چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ حضرت زینب نے مدینہ منورہ میں ۲۰ھ میں پچاس یا ترپن برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمر فاروق نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت فاروق کی یہ آرزو تھی کہ خود حضرت زینب کو قبر میں اتاریں۔ اس لیے ازواجِ مطہرات سے دریافت کیا کہ ان کو قبر میں کون اتارے جواب آیا کہ جو حیات میں ان کے گھر میں داخل ہوا کرتا تھا۔

حضرت زینب سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے دو پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا

آپ مساکین کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لیے ام المساکین کی کنیت سے مشہور

Marfat.com

تھیں۔ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عبداللہ نے جنگ احد (۳ھ) میں وفات پائی۔ اسی سال آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ اور صرف دو تین مہینے حضور کی خدمت میں رہنے پائی تھیں کہ تیس سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد یہی ایک بی بی تھیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی حیات شریف میں انتقال فرمایا۔

حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا

ان کی بہن ام الفضل لبابہ کبریٰ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں۔ حضرت میمونہ پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی کے نکاح میں تھیں۔ مسعود نے طلاق دے دی۔ تو ابورُہم بن عبدالعزیٰ نے ان سے شادی کرلی۔ ابورہم کے انتقال کے بعد حضرت عباس نے ان کا نکاح مقام سرف میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کردیا۔ سرف ہی میں ۵۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت ابن عباس نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اتارا۔ جب جنازہ اٹھانے لگے تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں۔ ان کے جنازے کو زیادہ حرکت نہ دو۔ آہستہ لے چلو۔ ان کی روایت سے ۷۶ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے سات پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

حضرت جویریہ خزاعیہ مصطلقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت جویریہ کا والد حارث بن ابی ضرار تھا جو قبیلہ بنی مصطلق کا سردار تھا۔ یہ پہلے مسافع بن صفوان مصطلقی کے نکاح میں تھیں جو غزوۂ مریسیع (۵ھ) میں قتل ہوا۔ اس غزوہ میں بہت سے لونڈی غلام مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ چنانچہ حضرت جویریہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری کے حصہ میں آئیں۔ مگر انہوں نے حضرت ثابت سے نو اوقیہ سونے پر کتابت کرلی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر یوں عرض کی۔

''یارسول اللہ! میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں۔ میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں۔ میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی ہوں۔ میں نے ان سے نو اوقیہ سونے پر کتابت کرلی ہے۔ یہ رقم میرے مقدور سے زائد ہے۔ مگر میں نے آپ کی فیاضی کی امید پر منظور کرلی ہے۔ اور اب اسی کا سوال کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم اس سے بہتر چیز نہیں چاہتی ہو؟ انہوں نے پوچھا وہ چیز کیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تمہارا زر کتابت ادا کردیتا ہوں اور تم سے نکاح کرلیتا ہوں۔ حضرت جویریہ نے عرض کیا کہ مجھے منظور ہے۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے حضرت ثابت کو بلایا۔ وہ بھی راضی ہو گئے چنانچہ حضور انور نے نو اوقیہ سونا ادا کر دیا اور حضرت جویریہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

جب لوگوں کو اس نکاح کی خبر لگی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے رشتۂ مصاہرت کی رعایت سے بنی مصطلق کے باقی تمام لونڈی غلاموں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا ارشاد ہے کہ ''ہم نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے بڑھ کر باعث برکت ہو۔ کیونکہ ان کے سبب سے بنی مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہو گئے۔''

جب حضرت جویریہ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں تو ان کی عمر بیس سال کی تھی۔ ان کا نام برہ تھا۔ حضور انور نے بدل کر جویریہ رکھا۔ ربیع الاول ۵۰ھ میں انتقال فرما گئیں اور مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ان کی روایت سے سات حدیثیں منقول ہیں جن میں سے دو بخاری میں اور دو مسلم میں اور باقی دیگر کتب میں ہیں۔

حضرت صفیہ اسرائیلیہ رضی اللہ عنہا

باپ کا نام حیی بن اخطب تھا۔ جو بنو نضیر کا سردار تھا۔ ماں کا نام ضرہ تھا جو بنو قریظہ کے سردار سموال کی بیٹی تھی۔ حضرت صفیہ کی پہلی شادی سلام بن مشکم قریظی سے ہوئی۔ طلاق کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ جب غزوۂ خیبر (۷ھ) میں آنحضرت ﷺ نے بنو ابی الحقیق کا قلعہ قموص فتح کیا۔ کنانہ قتل ہوا۔ حضرت صفیہ کا باپ اور بھائی کام آئے۔ خود بھی گرفتار ہوئیں۔ جب خیبر کے تمام قیدی جمع کئے گئے تو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ حضور انور نے فرمایا کہ جاؤ ایک لونڈی لے لو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا۔ ایک صحابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! آپ نے صفیہ جو رئیسہ قریظہ و نضیر تھی دحیہ کو عطا فرما دی۔ وہ تو آپ ہی کے لائق ہے۔'' اس پر حضور ﷺ نے دحیہ رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرما دی اور خود صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب خیبر سے روانہ ہو کر صہباء میں پہنچے تو رسم عروسی ادا کی گئی اور لوگوں سے ماحضر جمع کر کے دعوت ولیمہ دی گئی۔

حضرت صفیہ نے تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں ۵۰ھ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ان کی روایت سے دس حدیثیں منقول ہیں جن میں صرف ایک متفق علیہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی اولادِ کرام

پہلے ذکر آ چکا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے

Marfat.com

بطن مبارک سے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے تھی۔ صاحبزادیاں بالاتفاق چار تھیں۔ چاروں نے زمانہ اسلام پایا۔ اور شرف ہجرت حاصل کیا۔ مگر صاحبزادوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ قاسم و ابراہیم پر اتفاق ہے بقول زبیر بن بکار (متوفی ۲۵۶ھ) صاحبزادے تین تھے۔ قاسم عبدالرحمٰن (جن کو طیب وطاہر بھی کہتے تھے) ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اکثر اہل نسب کی یہی رائے ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کی اولاد کرام میں حضرت قاسم بعثت سے پہلے پیدا ہوئے اور قبل بعثت ہی سب سے پہلے انتقال فرما گئے۔ ابن سعد نے بروایت محمد بن جبیر بن مطعم نقل کیا ہے کہ دو سال زندہ رہے۔ بقول مجاہد سات دن اور بقول مفضل بن غسان غلابی تیرہ مہینے زندہ رہے۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ سن تمیز کو پہنچ گئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ان ہی کے نام پر ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ بعثت سے دس سال پہلے جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک تیس سال کی تھی پیدا ہوئیں۔ ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بقیط بن ربیع سے ہوئی۔ ابوالعاص حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بہن ہالہ کے بطن سے تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے کہنے سے ان کا نکاح بعثت سے پہلے حضرت زینب سے کر دیا تھا۔ جب حضور انور کو منصب رسالت عطا ہوا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی صاحبزادیاں آپ پر ایمان لائیں۔ مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہا۔ اسی طرح حضور اقدس ﷺ نے بعثت سے پہلے اپنی صاحبزادی رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے اور ام کلثوم کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے کر دیا تھا۔

جب آنحضرت ﷺ نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو قریش نے آپس میں کہا کہ محمد (ﷺ) کی بیٹیاں چھوڑ دو۔ اور ان کو اس طرح تکلیف پہنچاؤ۔ چنانچہ وہ ابوالعاص سے کہنے لگے کہ تو زینب کو طلاق دے دے۔ ہم تیرا نکاح قریش کی جس لڑکی سے تو چاہے کرا دیتے ہیں۔ ابوالعاص نے انکار کیا۔ مگر ابولہب کے بیٹوں نے حضرت رقیہ وام کلثوم کو ہم بستری سے پیشتر طلاق دے دی۔

اگرچہ اسلام نے حضرت زینب وابوالعاص میں تفریق کر دی تھی۔ مگر مسلمانوں کے ضعف کے سبب سے عمل درآمد نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ ہجرت وقوع میں آئی۔ جب قریش جنگ بدر کے لیے آئے تو ابوالعاص بھی ان کے ساتھ آئے اور گرفتار ہو گئے۔ حضرت زینب نے ان کے بھائی عمرو کے

Marfat.com

ہاتھ مکہ سے، ان کا فدیہ بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے حضرت زینب کو پہنا کر پہلے پہل ابوالعاص کے ہاں بھیجا تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر نہایت رقت طاری ہوئی۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا زمانہ یاد آ گیا۔ حضور کے ارشاد سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فدیہ واپس کر دیا اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ مکہ جا کر حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیں گے۔

جب ابوالعاص مکہ روانہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ حضرت زینب کو بطن یاجج سے مدینہ لے آئیں۔ ابو عاص نے مکہ میں پہنچ کر ایفائے وعدہ کیا۔ اور حضرت زینب سے کہہ دیا کہ تم اپنے والد کے ہاں چلی جاؤ۔ حضرت زینب نے چپکے چپکے سفر کی تیاری کر لی۔ ابوالعاص کے بھائی کنانہ نے ان کو اونٹ پر سوار کر لیا۔ اور تیر و کمان لیکر دن کے وقت روانہ ہوا۔ قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا اور ذوطویٰ میں جا گھیرا۔ ہبار بن اسود جو بعد میں ایمان لایا آگے بڑھا۔ اس نے حضرت زینب کو نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں۔ حمل ساقط ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کنانہ نے ترکش میں سے تیر نکال کر زمین پر رکھ لیے اور کہنے لگا۔ ''جو شخص میرے نزدیک آئے گا وہ تیر سے بچ کر نہ جائے گا۔'' یہ سن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ ابوسفیان نے کہا۔ ''ٹھہرو، ہماری بات سن لو۔'' اس پر کنانہ رک گیا۔ ابوسفیان بولا۔ ''ہمیں محمد کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں وہ تمہیں معلوم ہیں۔ اب اگر تم دن دہاڑے ان کی لڑکی کو لے جاؤ گے تو لوگ اسے ہماری کمزوری پر محمول کریں گے۔ ہمیں زینب کو روکنے کی ضرورت نہیں۔ جب شور ہنگامہ کم ہو جائے گا تو رات کو اسے چوری چھپے لے جانا۔'' کنانہ نے اس رائے کو تسلیم کیا اور چند روز کے بعد ایک رات حضرت زینب کو اونٹ پر سوار کر کے لے آیا۔ اور زید اور انصاری کے حوالہ کر دی۔ وہ دونوں ان کو مدینہ لے آئے۔

جمادی الاولیٰ ۶ ھ میں ابوالعاص ایک قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کو گئے۔ ان کے پاس قریش کا بہت سا مال تھا۔ مقام عیص کے نواح میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سریہ ملا۔ جو حضور نے بسر کردگی حضرت زید بن حارثہ بھیجا تھا۔ اس سریہ نے ابوالعاص کا تمام مال لے لیا۔ ابوالعاص ہمراہیوں سمیت گرفتار ہو گئے۔ حضرت زینب نے ابوالعاص کو پناہ دی۔ صبح کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہوئے تو حضرت زینب نے پکار کر کہا کہ میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ شخص پناہ دے سکتا ہے۔ اس لیے ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سفارش پر ابوالعاص کو تمام مال واپس کر دیا گیا۔ ابوالعاص نے مکہ میں پہنچ کر وہ مال قریش کے حوالہ کر دیا۔ پھر کہا، اے گروہ قریش! کیا تم میں سے کسی کا مال میرے ذمہ باقی ہے؟ سب بولے کہ نہیں۔ خدا تجھے جزائے خیر دے۔ بعد ازاں ابوالعاص نے کلمہ شہادت پڑھ کر کہا۔ ''اللہ کی قسم! حضرت کے پاس اسلام لانے سے مجھے یہی امر مانع ہوا کہ تم گمان کرتے کہ میں نے صرف تمہارے مال ہضم کر جانے کے لیے ایک حیلہ کیا ہے، اس کے بعد ابوالعاص نے محرم ۷ھ میں مدینہ میں آ کر اظہار اسلام کیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب کو نکاح اول یا نکاح جدید کے ساتھ ان کے حوالہ کر دیا۔

حضرت زینب نے ۸ھ میں انتقال فرمایا۔ ام ایمن سودہ بنت زمعہ اور ام سلمہ نے غسل دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ اور ابوالعاص نے قبر میں اتارا۔

حضرت زینب کی اولاد، ایک لڑکا علی نام اور ایک لڑکی امامہ تھی۔ حضرت علی نے اپنی والدہ ماجدہ کی زندگی میں چھوٹی عمر میں قریب بلوغ کے وفات پائی۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ بعض اہل نسب نے ذکر کیا ہے کہ وہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

آنحضرت ﷺ کو امامہ سے بڑی محبت تھی۔ نماز میں بھی ان کو اپنے کندھے پر رکھ لیتے۔ جب رکوع کرتے تو اتار دیتے۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پھر سوار کر لیتے۔ ایک دفعہ نجاشی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک حلہ بھیجا۔ جس میں ایک سونے کی انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے وہ انگوٹھی امامہ کو عطا فرمائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز کسی نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ جس میں ایک زرین ہار تھا۔ ازواج مطہرات سب ایک مکان میں جمع تھیں۔ امامہ مکان کے ایک گوشہ میں مٹی سے کھیل رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے ہم سب سے پوچھا کہ یہ ہار کیسا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اس سے خوبصورت و عجیب ہار ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسے اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواجِ مطہرات سمجھیں کہ عائشہ کو ملے گا۔ مگر حضور ﷺ نے امامہ کو بلایا اور اپنے دست مبارک سے وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔

حضرت ابوالعاص حضرت زبیر بن العوام سے امامہ کے نکاح کر دینے کی وصیت کر گئے تھے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے مرتے وقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وصیت کی کہ میرے بعد امامہ سے نکاح کر لینا۔ اس لیے حضرت زہرا کے بعد حضرت زبیر نے امامہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔

Marfat.com

حضرت علی نے حضرت مغیرہ بن نوفل سے وصیت کی کہ میرے بعد تم امامہ سے نکاح کر لینا۔ چنانچہ حضرت مغیرہ نے حضرت علی کی شہادت کے بعد امامہ سے نکاح کر لیا اور ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام یحییٰ تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ امامہ کی کوئی اولاد نہیں۔ حضرت امامہ نے حضرت مغیرہ کے ہاں وفات پائی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ اور ام کلثوم دونوں کی شادی ابولہب کے بیٹوں سے ہوئی تھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو ابولہب لعین نے اپنے بیٹوں سے کہا۔ ''اگر تم محمد کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میری نشست و برخاست حرام ہے۔'' عتبہ اور عتیبہ دونوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آنحضرت ﷺ نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی سے کر دیا۔

نکاح کے بعد حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہاں وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ نے اپنی ماں کے بعد ۴ھ میں چھ برس کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت عثمان حبشہ سے مکہ میں آئے۔ اور مکہ سے دونوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ایام بدر میں حضرت رقیہ بیمار تھیں۔ اس لیے حضرت عثمان ان کی تیمارداری کے لیے غزوۂ بدر میں شامل نہ ہوئے جس روز حضرت زید بن حارثہ فتح کی بشارت لیکر مدینہ میں آئے، اسی روز حضرت رقیہ نے بیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت ﷺ غزوۂ بدر کے سبب جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا

کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں۔ پہلے عتیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ جب عتیبہ نے ان کو اپنے باپ کے کہنے سے طلاق دی۔ رسول اللہ ﷺ سے گستاخی سے پیش آیا۔ حضور کی قمیض پھاڑ دی۔ تو حضور کی زبان مبارک سے نکلا۔ ''یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر مسلط کر دے۔'' کچھ مدت کے بعد ابولہب اور عتیبہ بغرض تجارت ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک راہب کے صومعہ کے پاس اترے۔ راہب نے کہا کہ یہاں درندے بہت ہیں۔ ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تمہیں میری عمر اور میرا حق معلوم ہے؟ وہ بولے کہ ہاں۔ ابولہب نے کہا کہ محمد نے میرے بیٹے پر بددعا کی ہے تم اپنی متاع صومعہ پر جمع کر دو۔ اور عتیبہ کے لیے اس

Marfat.com

کے اوپر بستر کر دو۔ اور خود اس کے گرا گرد سو جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رات کو ایک شیر آیا۔ اس نے سب کو سونگھا۔ پھر متاع پر کود کر عتیبہ کو پھاڑ ڈالا۔ اہل قافلہ نے ہر چند شیر کو تلاش کیا، مگر نہ ملا۔

حضرت رقیہ کے بعد ربیع الاول ۳ھ میں ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی سے ہوا۔ اور شعبان ۹ھ میں انتقال ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا

فاطمہ نام، زہراء اور بتول لقب ہے۔ جمال وکمال کے سبب سے زہراء کہلاتی تھیں اور ماسوا سے انقطاع کی وجہ سے بتول تھیں۔ بعثت کے پہلے سال یا بعثت سے ایک سال پہلے یا پانچ سال پہلے بنا بر اختلاف روایات پیدا ہوئیں۔

ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ سے کر دیا۔ آپ نے حضرت علی سے پوچھا کہ ادائے مہر کے واسطے تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ ایک گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا کہ گھوڑا جہاد کے لیے ضروری ہے۔ زرہ کو فروخت کر ڈالو۔ چنانچہ وہ زرہ حضرت عثمان غنی نے ۴۹۰ درہم کو خریدی۔ حضرت علی نے قیمت لا کر حضور کے آگے ڈال دی۔ حضور نے اس میں سے کچھ حضرت بلال کو دیا کہ خوشبو خرید لائیں اور باقی جہیز وغیرہ کے لیے ام سلیم کے حوالہ کیا۔ اس طرح عقد ہو گیا۔ جہیز میں یہ چیزیں تھیں[۲]۔ ایک لحاف، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں درخت خرما کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشک، دو گھڑے۔ اسی سال ماہ ذی الحجہ میں رسم عروسی ادا کی گئی۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ادائے رسم کے لیے مکان کرایہ پر لیا۔ پھر حضرت حارثہ بن نعمان نے دیدیا[۳]۔

آنحضرت ﷺ کو اپنے اہل میں فاطمہ سب سے پیاری تھیں۔ جب سفر پر جایا کرتے تو اخیر میں فاطمہ سے مل کر جاتے۔ جب واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ سے ملتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''فاطمہ میرا پارۂ گوشت ہے۔ جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔'' فاطمہ ہی کی نسبت حضور کا ارشاد ہے۔ خیر نساء ھذہ الامۃ ۔ سیدۃ نسآء العالمین سیدۃ نساء اھل الجنۃ ۔ سیدۃ نساء المؤمنین ۔ افضل نساء الجنۃ ۔ صاجزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ زہراء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلۂ نسل جاری ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔

حضرت فاطمہ کو گھر کا تمام کام کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز خبر لگی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لونڈی غلام آئے ہیں۔ اس لیے وہ ایک خادمہ کی درخواست کرنے کے لیے حضور اقدس ﷺ کے دولت

Marfat.com

خانہ میں آئیں۔ آخرکار بارگاہ رسالت سے جو جواب ملا۔ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

خانگی معاملات میں بعض دفعہ حضرت علی و فاطمہ میں رنجش ہو جایا کرتی تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں میں مصالحت کروا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہراء کے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت علی کو وہاں نہ پایا۔ آپ نے حضرت زہراء سے (محاورۂ عرب کے موافق) پوچھا کہ میرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں میں کچھ ان بن ہوگئی ہے۔ وہ ناراض ہو کر نکل گئے اور میرے ہاں قیلولہ نہیں فرمایا۔ حضور نے ایک شخص سے فرمایا کہ دیکھو تو کہاں ہیں؟ اس نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ حضور مسجد میں تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پہلو کے بل لیٹے ہوئے ہیں۔ چادر پہلے سے گری ہوئی ہے۔ اور خاک آلود ہو رہے ہیں۔ حضور خاک جھاڑنے لگے اور فرمایا اے ابوتراب! اٹھ بیٹھ۔ اس حدیث کے راوی حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کو اس نام سے پیارا کوئی نام نہ تھا۔ (صحیحین)

فتح مکہ کے بعد حضرت علی نے ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔ حضرت زہراء نے سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگیں۔ ''آپ کی قوم کہتی ہے کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کے لیے ناراض نہیں ہوتے۔ یہ دیکھئے کہ علی ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنے لگے ہیں۔'' یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''امابعد میں نے ابوالعاص سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔ اس نے مجھ سے بات کہی اور سچ کر دکھائی۔ مجھ سے وعدہ کیا اور پورا کر دیا۔ فاطمہ میرا گوشت پارہ ہے۔ میں پسند نہیں کرتا کہ اسے تکلیف پہنچے۔ اللہ کی قسم! رسول خدا کی لڑکی اور دشمن خدا کی لڑکی ایک شخص کے ہاں جمع نہ ہوں گی۔'' یہ سن کر حضرت علی نے خواستگاری چھوڑ دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت فاطمہ کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں۔ اور وصال شریف کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ میں انتقال فرما گئیں۔ حضرت عباس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ حضرات علی و عباس و فضل نے قبر میں اتارا۔

حضرت زہراء کی اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ امام حسن و امام حسین جو اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ محسن و رقیہ جو بچپن میں انتقال کر گئے۔ ام کلثوم جن کی شادی حضرت عمر فاروق سے ہوئی۔ زینب کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا۔ ان میں سے سوائے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما

Marfat.com

کے کسی سے نسل نہیں رہی۔

حضرت عبداللہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی اولاد میں یہ سب سے چھوٹے ہیں۔ بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن میں انتقال فرما گئے۔ طیب وطاہران ہی کے لقب ہیں۔

حضرت ابراہیم

آنحضرت ﷺ کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ ذی الحجہ ۸ھ میں مقام عالیہ میں جہاں ان کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رہا کرتی تھیں پیدا ہوئے۔ اسی سبب سے عالیہ کو مشربۂ ابراہیم بھی کہنے لگے تھے۔ ابورافع کی بیوی سلمیٰ نے جو آنحضرت ﷺ یا آپ کی پھوپھی صفیہ کی لونڈی تھیں دایہ گری کی خدمت انجام دی۔ جب ابورافع نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی ولادت کی بشارت دی تو حضور نے ابورافع کو ایک غلام عطا فرمایا۔ ساتویں دن عقیقہ دیا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نام پر ابراہیم نام رکھا۔

دودھ پلانے کے لیے آنحضرت ﷺ نے ابراہیم کو ام سیف کے حوالہ کیا۔ ام سیف کا شوہر ابوسیف لوہار تھا۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ابراہیم کو دیکھنے کے لیے عوالی مدینہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ہم آپ کے ساتھ ہوا کرتے۔ حضور ابراہیم کو گود میں لے کر چوما کرتے۔ گھر دھوئیں سے پر ہوا کرتا۔ بعض دفعہ میں پیشتر پہنچ کر ابوسیف کو اطلاع کر دیتا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ دھواں نہ کرو۔ یہ سن کر ابوسیف اپنا کام بند کر دیتے۔

حضرت ابراہیم نے ام سیف ہی کے ہاں انتقال فرمایا۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی کہ ابراہیم حالت نزع میں ہے۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن عوف آپ کے پاس تھے۔ حضور ان کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ نزع کی حالت ہے۔ گود میں اٹھا لیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبدالرحمٰن نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ایسا کرتے ہیں! فرمایا، ابن عوف! یہ رحمت وشفقت (میت پر) ہے۔ پھر فرمایا، ''ابراہیم! ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل غمگین ہے۔ ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔''

چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ بقیع میں آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے متصل دفن ہوئے فضل واسامہ نے قبر میں اتارا۔ رسول اللہ ﷺ قبر کے کنارے کھڑے تھے۔ آپ کے ارشاد سے ایک انصاری پانی کی مشک لایا اور قبر پر چھڑک

Marfat.com

دیا۔ اور شناخت کے لیے ایک نشان قائم کیا گیا۔ جیسا کہ حضرت عثمان کی قبر پر کیا گیا تھا۔ حضرت ابراہیم کی عمر حسب روایت صحاح ۱۷ یا ۱۸ ماہ تھی۔

عرب جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مر جاتا یا کوئی حادثہ عظیم وقوع میں آتا ہے تو سورج یا چاند میں گہن لگ جاتا ہے۔ اتفاق سے حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج میں گہن لگ گیا تھا۔ اس لیے لوگ کہنے لگے کہ یہ ابراہیم کی موت کے سبب سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سورج چاند خدا تعالیٰ کے دو نشان ہیں۔ کسی کی موت سے ان میں گہن نہیں لگتا۔

اعتراض

یہود و نصاریٰ اور ان کے کاسہ لیس آنحضرت ﷺ کی کثرت ازدواج پر طعن کرتے ہیں۔ اور آپ کی شان میں دریدہ دہنی کرتے ہیں۔

جواب

اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں دیا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ط (رعد-ع۶)

اور البتہ بیشک ہم نے تجھ سے پہلے پیغمبر بھیجے۔ اور ان کو عورتیں اور اولاد دی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ سے خطاب فرماتا ہے کہ آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ہم نے ان کو عورتیں دیں جیسا کہ تجھ کو دیں۔ اس کی تفصیل بائبل میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کے ہاں تین بیویاں تھیں (پیدائش باب ۱۱- آیہ ۲۹- باب ۱۶- آیہ ۳- باب ۲۵- آیہ اول) حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں (پیدائش باب ۲۹- باب ۳۰، آیہ ۴ و ۹) ان چار میں سے راحیل کی نسبت لکھا ہے:-

"راحیل خوبصورت اور خوشنما تھی۔ یعقوب (نکاح سے پہلے) راحیل پر عاشق تھا" (پیدائش باب ۲۹- آیہ ۱۷-۱۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں (خروج باب ۲- آیہ ۲۱- اعداد باب ۱۲- آیہ اول) حضرت جدعون نبی کی بہت سی بیویاں تھیں۔ جن سے ستر لڑکے پیدا ہوئے (اقضاۃ باب ۸- آیہ ۳۰) حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاں بہت سی بیبیاں تھیں (اول سموئیل باب ۱۸- آیہ ۲۷- باب ۲۵- آیہ ۴۲-۴۳-۴۴- دوئم سموئیل باب ۳- آیہ ۲ تا ۵- باب ۵- آیہ ۱۳) حضرت داؤد علیہ السلام نے حالت پیری میں ابی ساج سونمی سے نکاح کیا تاکہ وہ گرم رہیں (اول سلاطین باب اول) حضرت سلیمان

Marfat.com

علیہ السلام کے ہاں بہت عورتیں تھیں۔ چنانچہ اول سلاطین (باب ۱۱- آیہ ۳-۴) میں یوں ہے:-

''اس کی سات سو جوروان بیگمات تھیں اور تین سو حرمیں۔ اور اس کی جوروؤں نے اس کے دل کو پھیرا۔ کیونکہ ایسا ہوا کہ جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جوروؤں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کیا۔''

پس ثابت ہوا کہ ایک سے زائد زوجہ کا ہونا نبوت کے منافی نہیں۔

بائبل میں جو پیغمبروں کی نسبت دریدہ دہنی کی گئی ہے ہم اسے غلط سمجھتے ہیں اور پیغمبروں کو معصوم جانتے ہیں۔ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا النِّسَآءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (نسائی، باب حب النساء)

دنیا سے میرے لیے عورتیں اور خوشبو محبوب بنائی گئی اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی۔

اس حدیث کے معنی میں دو قول بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ حبِ ازواج زیادہ موجب ابتلاء و تکلیف اور بمقتضائے بشریت آنحضرت ﷺ کے ادائے رسالت سے غافل ہونے کا اندیشہ ہے مگر اس کے باوجود حضور اس سے کبھی بھی غافل نہ رہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حب نساء میں حضور کے لیے مشقت زیادہ اور اجر اعظم ہے۔ دوسرے یہ کہ حبِّ نساء اس واسطے ہوا کہ حضور کے خلوات اپنی ازواج کے ساتھ ہوں۔ اور مشرکین جو آپ کو ساحر و شاعر ہونے کی تہمت لگاتے تھے وہ جاتی رہے۔ بس عورتوں کا محبوب بنایا جانا آپ کے حق میں لطف ربانی ہے۔ غرض بہر صورت یہ حب آپ کے لیے باعث فضیلت ہے۔

اس حدیث کے اخیر میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ محبت آنحضرت ﷺ کے لیے اپنے پروردگار کے ساتھ کمال مناجات سے مانع نہیں۔ بلکہ حضور باوجود اس محبت کے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے متوجہ ہیں کہ اس کی مناجات میں آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رہتی ہیں۔ اور ماسوا میں آپ کے لیے ٹھنڈک نہیں۔ پس حضور کی محبت حقیقت میں صرف اپنے خالق تبارک و تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ حب نساء جب حقوق عبودیت کے ادا میں مخل نہ ہو، بلکہ انقطاع الی اللہ کے لیے ہو تو وہ از قبیل کمال ہے۔ ورنہ از قبیل نقصان ہے۔

شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جو چار سے زیادہ ازواج کی اجازت دی

Marfat.com

گئی۔ اس میں بھید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بواطن شریعت وظواہر شریعت اور وہ امور جن کے ذکر سے حیا آتی ہے اور وہ جن کے ذکر سے شرم نہیں آتی یہ سب بطریق نقل امت تک پہنچ جائیں۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ شرمیلے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے چار سے زائد عورتیں جائز کردیں جو شرع میں سے نقل کریں حضرت کے افعال آنکھوں دیکھے اور اقوال کانوں سنے جن کو حضور مردوں کے سامنے بیان کرنے سے حیاء کرتے تھے۔ تاکہ اس طرح نقل شریعت کامل ہو جائے۔ حضور کی ازواج کی تعداد کثیر ہوگئی تاکہ اس طرح کے اقوال وافعال کے نقل کرنے والے زیادہ ہو جائیں۔ ازواجِ مطہرات ہی سے غسل وحیض وعدت وغیرہ کے مسائل معلوم ہوئے۔ یہ کثرت ازواج حضور کی طرف سے معاذ اللہ شہوت کی غرض سے نہ تھی۔ اور نہ آپ وطی کو العیاذ باللہ لذت بشریہ کے لیے پسند فرماتے تھے۔ عورتیں آپ کے لیے صرف اس واسطے محبوب بنائی گئیں کہ وہ آپ سے ایسے مسائل نقل کریں جن کے زبان پر لانے سے حضور شرم وحیاء کرتے تھے۔ پس آپ بدیں وجہ ازواج سے محبت رکھتے تھے کہ اس میں شریعت کے ایسے مسائل کے نقل کرنے پر اعانت تھی۔ ازواجِ مطہرات نے وہ مسائل نقل کئے جو کسی اور نے نہیں کئے۔ چنانچہ انہوں نے حضور کے منام اور حالت خلوت میں جو نبوت کی آیات بینات دیکھیں اور عبادت میں آپ کا جو اجتہاد دیکھا اور وہ امور دیکھے کہ ہر ایک عاقل شہادت دیتا ہے کہ وہ صرف پیغمبر میں ہوتے ہیں اور ازواجِ مطہرات کے سوا کوئی اور ان کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ سب ازواجِ مطہرات سے مروی ہیں۔ اس طرح حضور کی کثرت ازواج سے نفع عظیم حاصل ہوا[6]۔

حواشی

[1] موضح القرآن میں ہے کہ یہ جو فرمایا کہ جو نیکی پر ہیں ان کو بڑا ثواب ہے۔ حضرت کی ازواج سب نیک ہی رہیں والطیبت للطیبین مگر حق تعالیٰ صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیتا تاکہ نڈر نہ ہو جائے۔ خاتمہ کا ڈر لگا رہے۔ مدارک وبیضاوی میں ہے کہ منکن میں من بیانیہ ہے۔ کیونکہ ازواجِ مطہرات سب محسنات تھیں۔

[2] یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ یعنی اگر بر سبیل فرض وتقدیر تو شرک کرے گا اگرچہ یہ محال ہے تیرا عمل باطل ہو جائے گا۔ (زمر۔ ع ۷)

[3] یہ حالات عموماً زرقانی علی المواہب سے ماخوذ ہیں۔ زرقانی نے بحوالہ دیگر کتب ان کو یکجا جمع کردیا ہے۔

[4] طبقات ابن سعد۔ جزء ثامن۔ ترجمۂ زہراء۔

[5] وفاء الوفاء للسمہودی

[6] زہر الربیع للسیوطی وحاشیہ سندی بر نسائی۔

Marfat.com

دسواں باب

امت پر آنحضرت ﷺ کے حقوق کا بیان

۱-ایمان واتباع

آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا فرض ہے۔ آپ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اس کی تصدیق فرض ہے۔ ایمان بالرسول کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ۔ (فتح ۔ ع ۲)

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا۔ پس تحقیق ہم نے کافروں کے لیے آگ تیار کی ہے۔

اس آیت میں بتادیا گیا ہے کہ جو شخص ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا جامع نہ ہو وہ کافر ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت واجب ہے۔ آپ کے اوامر کا امتثال اور آپ کے نواہی سے اجتناب لازم ہے۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ (سورہ حشر۔ع ۱)

اور جو کچھ رسول تم کو دے تم اسے لے لو۔ اور جس سے تم کو منع فرمائے اس سے تم باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی سیرت و سنت کا اقتداء و اتباع واجب ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۭ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (آل عمران ۔ ع ۴)

کہہ دیجیے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم کو دوست رکھے گا اور تم کو تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۔ (احزاب۔ع ۳)

بیشک تمہارے واسطے رسول اللہ میں اچھی پیروی تھی اس شخص کے لیے جو ثواب خدا اور روز آخر کی توقع رکھتا تھا اور جس نے اللہ کو بہت یاد کیا۔

Marfat.com

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ (احزاب ۔ ع ۱)
نبی مومنوں کے لیے ان کی جانوں سے سزاوار تر ہیں۔ اور ازواج پیغمبران کی مائیں ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ دین و دنیا کے ہر امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ اگر حضور کسی امر کی طرف بلائیں اور ان کے نفوس کسی دوسرے امر کی طرف بلائیں تو حضور کی فرمانبرداری لازم ہے۔ کیونکہ حضور جس امر کی طرف بلاتے ہیں اس میں ان کی نجات ہے۔ اور ان کے نفوس جس امر کی طرف بلاتے ہیں اس میں ان کی تباہی ہے۔ اس لیے واجب ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ وہ اپنی جانیں حضور پر فدا کر دیں۔ اور جس چیز کی طرف آپ بلائیں اس کا اتباع کریں۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں:-

''جو شخص یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میری جان کے مالک ہیں اور یہ نہ سمجھا کہ تمام حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت (حکم و تصرف) نافذ ہے اس نے کسی حال میں آپ کی سنت کی حلاوت نہیں چکھی۔ کیونکہ آپ اولیٰ بالمومنین ہیں۔''

ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور سرور انام صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیسے بے چون و چرا کیا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں کتنے کپڑے تھے۔ حضور کی وفات شریف کس دن ہوئی۔ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی آرزو تھی کہ کفن و یوم وفات میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت نصیب ہو۔ حیات میں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تھا ہی۔ وہ ممات میں بھی آپ ہی کا اتباع چاہتے تھے۔ اللہ اللہ یہ شوق اتباع! کیوں نہ ہو۔ صدیق اکبر تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

۲۔ حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ جس امر پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے۔ میں اسے کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر میں آپ کے حال سے کسی امر کو چھوڑ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ میں سنت سے منحرف ہو جاؤں گا۔

Marfat.com

۳- زید کے باپ اسلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب کو دیکھا کہ حجر اسود کو بوسہ دیا۔اور (اس کی طرف نگاہ کر کے) فرمایا۔اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔(بخاری۔کتاب المناسک)

۴- حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔آپ نے اس کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا۔"کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کی انگاری اپنے ہاتھ میں ڈالے؟" رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ تو اپنی انگوٹھی اٹھا لے اور (بیچ کر) اس سے فائدہ اٹھا۔اس نے جواب دیا۔نہیں، اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہ لوں گا۔حالانکہ رسول خدا ﷺ نے اسے پھینک دیا ہے۔
(مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم، باب الخاتم)

۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا گزر ایک جماعت پر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔انہوں نے آپ کو بلایا۔آپ نے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ نبی ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔(مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری۔باب فضل الفقراء)

۶- رسول اللہ ﷺ کے لیے آٹے کی بھوسی کبھی صاف نہ کی جاتی تھی۔(بخاری کتاب الاطعمہ)
ابن سعد نے بروایت ابو اسحاق روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بن چھانے آٹے کی روٹی کھاتے دیکھا ہے اس لیے میرے واسطے آٹا نہ چھانا جایا کرے۔(طبقات ابن سعد۔جزء اول۔قسم ثانی۔ص ۱۰۹)

۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ اپنی اونٹنی ایک مکان کے گرد پھرا رہے ہیں۔اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نہیں جانتا مگر اتنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔اس لیے میں نے بھی کیا (امام احمد و بزار) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر صحابہ امور عادیہ میں بھی حضور رسالت مآب ﷺ کا اقتدار کیا کرتے تھے۔

۸- مسجد نبوی سے ملحق حضرت عباس بن عبدالمطلب کا مکان تھا۔جس کا پرنالہ بارش میں آنے جانے والے نمازیوں پر گرا کرتا تھا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے اکھاڑ دیا۔حضرت عباس آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔اللہ کی قسم اس پرنالے کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے میری گردن پر سوار ہو کر لگایا تھا۔یہ سن کر حضرت عمر فاروق نے جواب دیا کہ آپ

Marfat.com

میری گردن پر سوار ہو کر اس کو پھر اسی جگہ لگا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا[۱]۔

۲۔ محبت و عشق

رسول اللہ ﷺ کی محبت واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(توبہ۔ ع ۳)

کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا قبیلہ و کنبہ اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو۔ اور گھر جو تم پسند رکھتے ہو۔ تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ ہر مسلمان پر اللہ اور رسول کی محبت واجب ہے۔ کیونکہ اس میں بتا دیا گیا ہے کہ تم کو اللہ اور رسول کی محبت کا دعویٰ ہے اس لیے کہ تم ایمان لائے ہو۔ پس اگر تم غیر کی محبت کو اللہ اور رسول کی محبت پر ترجیح دیتے ہو تو تم اپنے دعوے میں صادق نہیں ہو۔ اگر تم اس طرح محبت غیر سے اپنے دعوے کی تکذیب کرتے رہو گے تو خدا کے قہر سے ڈرو۔ آیت کے اخیر حصے سے ظاہر ہے کہ جس کو اللہ و رسول کی محبت نہیں وہ فاسق ہے۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں کی نسبت زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری۔ کتاب الایمان)

ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیسی محبت تھی۔

۱۔ ایک روز حضرت عمر فاروق نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ بیشک آپ سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں میں ہے۔ میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ آنحضرت

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا۔ ''تم میں سے کوئی ہرگز مومن (کامل) نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' یہ سن کر حضرت عمر نے جواب میں عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ بیشک آپ میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔ الآن یا عمر یعنی اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا۔ (صحیح بخاری)

۲- حضرت عمرو بن العاص کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کیں۔ دوسری حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ کی ہیبت کے سبب سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔'' (صحیح مسلم)

۳- جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق کے والد ابوقحافہ ایمان لائے تو رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے۔ اس پر حضرت صدیق نے عرض کیا:-

''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے۔ اس (ابوقحافہ) کے اسلام کی نسبت (آپ کے چچا) ابوطالب کا اسلام (اگر وہ اسلام لاتے) میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈا کرنے والا ہوتا۔ اس واسطے کہ ابوطالب کا اسلام آپ کی آنکھ کو (بہت سے امور کی نسبت) زیادہ ٹھنڈا کرنے والا تھا۔''

۴- حضرت ثمامہ بن آثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے ایمان لا کر کہنے لگے:-

''اے محمد! خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔'' (صحیح بخاری۔ باب وفد بنی حنیفہ)

۵- حضرت ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ چبا گئی تھیں، ایمان لا کر کہنے لگیں:-

Marfat.com

''یارسول اللہ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے۔ لیکن آج سے میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں رہے۔'' (صحیح بخاری۔ باب ذکر ہند بنت عتبہ)

۶- حضرت صفوان بن امیہ کا بیان ہے کہ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے مال عطا فرمایا۔ حالانکہ آپ میری نظر میں مبغوض ترین خلق تھے۔ آپ مجھے عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ میری نظر میں محبوب ترین خلق ہوگئے۔ (جامع ترمذی۔ باب ماجاء فی اعطاء المؤلفۃ قلوبہم)

۷- فتح مکہ میں حضرت عباس، ابوسفیان بن حرب کو جواب تک ایمان نہ لائے تھے اپنے پیچھے خچر پر سوار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو اس دشمن خدا کی گردن اڑا دوں۔ حضرت عباس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔ حضرت عمر فاروق نے اصرار کیا تو حضرت عباس نے کہا۔ اے ابن خطاب اگر ابوسفیان قبیلہ بنوعدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے۔ اس پر حضرت عمر فاروق نے کہا۔ اے عباس جس دن آپ اسلام لائے، آپ کا اسلام میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے (اگر وہ اسلام لاتا) زیادہ محبوب تھا۔ کیونکہ آپ کا اسلام رسول اللہ ﷺ کے نزدیک زیادہ محبوب تھا۔[۵]

۸- جنگ احد میں ایک عفیفہ کے باپ، بھائی اور شوہر شہید ہوگئے۔ اسے یہ خبر گئی تو کچھ پروا نہ کی۔ اور پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ جب اسے بتا دیا گیا کہ حضور بحمد اللہ بخیر ہیں۔ تو بولی کہ مجھے دکھا دو۔ حضور کو دیکھ کر کہنے لگی۔

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ (سیرت ابن ہشام) تیرے ہوتے ہر ایک مصیبت ہیچ ہے۔

بڑھ کر اس نے رخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا | تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا | اے شہ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

۹- حضرت عبدالرحمن بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر کا پاؤں سن ہوگیا۔ ان سے یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ آپ کے نزدیک جو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے اسے یاد کیجئے۔ یہ سن کر آپ نے کہا۔ یا محمد ' (اور آپ کا پاؤں اچھا ہوگیا)

Marfat.com

۱۰- حضرت بلال بن رباح کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے کہا۔ واحزنا (ہائے غم) یہ سن کر حضرت بلال نے کہا:-

واطرباہ غدًا القی الاحبۃ محمدًا وحزبہ ۴ — وائے خوشی! میں کل دوستوں یعنی محمد اور آپ کے اصحاب سے ملوں گا۔

۱۱- جب ۷ھ میں قبیلہ اشعریین میں سے حضرت ابوموسیٰ وغیرہ مدینہ شریف کو آئے تو زیارت سے مشرف ہونے سے پہلے پکار پکار کر یوں کہنے لگے:-

غدًا نلقی الاحبّۃ محمدًا وحزبہ ۔ — ہم کل دوستوں یعنی محمد اور آپ کے دوستوں سے ملیں گے۔ ۵

۱۲- جنگ احد کے بعد قبیلہ عضل وقارہ کے چند اشخاص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کہنے لگے کہ آپ اپنے چند اصحاب کو ہمارے ساتھ روانہ کردیں۔ تا کہ وہ ہم کو اسلام کی تعلیم دیا کریں۔ آپ نے مرثد بن ابی مرثد۔ خالد بن بکیر۔ عاصم بن ثابت۔ خبیب بن عدی۔ زید بن مثنہ اور عبداللہ بن طارق کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جب وہ آب رجیع پر پہنچے تو انہوں نے بے وفائی کی۔ اور قبیلہ ہذیل کو بلالیا اور ہذیل کے ساتھ مسلح ہو کر ان اصحاب کو گھیر لیا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے۔ ہم تمہارے عوض میں اہل مکہ سے کچھ لینا چاہتے ہیں۔ حضرت مرثد و خالد و عاصم نے اپنے تئیں دشمنوں کے حوالے نہ کیا اور مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ باقی تینوں کے ہاتھ انہوں نے جکڑ لیے۔ جب ظہران میں پہنچے تو عبداللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ نکال لیا۔ اور تلوار ہاتھ میں لی۔ دشمن پیچھے ہٹ گئے اور دور سے پتھر پھینکتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ شہید ہو گئے۔ باقی دو کو انہوں نے قریش کے ہاتھ بیچ دیا۔ چنانچہ حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے خریدا۔ تا کہ ان کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کر دے۔ صفوان نے حضرت زید کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ تنعیم میں بھیج دیا۔ حضرت زید کو قتل کرنے کے لیے حد حرم سے باہر لے گئے تو ابوسفیان نے (جو اب تک اسلام نہ لائے تھے) ان سے یوں کہا:-

''اے زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس بجائے تمہارے محمد ہوں جن کو ہم قتل کر دیں اور تم آرام سے اپنے اہل میں بیٹھو؟''

حضرت زید نے جواب دیا:-

Marfat.com

''اللہ کی قسم! میں پسند نہیں کرتا کہ محمد ﷺ اس وقت جس مکان میں تشریف رکھتے ہیں ان کو ایک کانٹا لگنے کی تکلیف بھی ہو اور میں آرام سے اپنے اہل میں بیٹھا رہوں۔''

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا:۔

''میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسا کہ محمد کے اصحاب محمد سے رکھتے ہیں۔''

اس کے غلام نسطاس نے حضرت زید کو شہید کر دیا۔ رضی اللہ عنہ

(سیرت ابن ہشام بروایت ابن اسحاق)

علامات حبِ صادق

آنحضرت ﷺ کے محبِ صادق میں علامات ذیل پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص حب احمد ﷺ کا دعویٰ کرے اور اس میں یہ علامات نہ پائی جائیں تو وہ حب میں صادق و کامل نہیں۔

۱- آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال و آثار کا اقتداء۔ آپ کی سنت پر عمل۔ آپ کے اوامر کا امتثال۔ اور آپ کی نواہی سے اجتناب اور آپ کے آداب سے آراستہ ہونا۔

۲- آنحضرت ﷺ کا ذکر کثرت سے کرنا۔ مثلاً درود شریف کثرت سے پڑھنا۔ حدیث شریف پڑھنا۔ مولود شریف کا پڑھنا یا مجالس میلاد شریف میں شامل ہونا۔

۳- آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے کا نہایت اشتیاق پیدا ہونا۔ جیسا کہ حضرت بلال و ابوموسیٰ وغیرہ کو تھا۔

۴- آنحضرت ﷺ کی تعظیم و توقیر کرنا (تفصیل آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

۵- آنحضرت ﷺ جن سے محبت رکھتے تھے اہل بیت عظام و صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (مہاجرین و انصار) ان سے محبت رکھنا۔ اور جو شخص ان بزرگواروں سے عداوت رکھے، اس سے عداوت رکھنا۔ اور جو ان کو سب و شتم کرے، اس کو برا جاننا۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ مباحات میں بھی جو اشیاء حضور کو محبوب و پسندیدہ تھیں وہی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی محبوب تھیں۔ جیسا کہ واقعات ذیل سے ظاہر ہے:۔

حضرت عبید بن جریج سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عمر سے کہا میں نے دیکھا کہ تم بیل

Marfat.com

کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہو۔ حضرت فاروق نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ایسا جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں۔ اور اسی میں وضو کیا کرتے تھے۔ اس لیے میں دوست رکھتا ہوں کہ ایسا جوتا پہنوں۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کے لیے بلایا جو اس نے تیار کیا تھا۔ میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گیا۔ جو کی روٹی اور شوربا حضور کے آگے لایا گیا۔ جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے اطراف سے کدو کی قاشیں تلاش کرتے تھے اس لیے میں اس دن کے بعد سے کدو ہمیشہ پسند کرتا رہا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ کتاب الاطعمہ) امام ابو یوسف رحمتہ اللہ کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا۔ کہ حضور سرور عالم ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے۔ ایک شخص نے کہا۔ انا ما احبہ (میں اس کو پسند نہیں کرتا) یہ سن کر امام موصوف نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا:-

جدّد الایمان و الاّ لا قتلنّك — تجدید ایمان کرو ورنہ میں تجھے ضرور قتل کردوں گا۔

(مرقاۃ جزء ثانی ص ۷۷)

ایک روز حضرات حسن بن علی اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب حضرت سلمٰی (خادمہ رسول اللہ ﷺ) کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے واسطے وہ کھانا تیار کرو جسے رسول اللہ ﷺ پسند فرمایا کرتے اور خوش ہو کر کھایا کرتے تھے۔ اس نے (امام حسن سے) کہا۔ بیٹا! آج تم اسے پسند نہ کرو گے۔ حضرت امام نے کہا کہ تم ہمارے واسطے وہی تیار کردو۔ پس حضرت سلمٰی نے کچھ جو کا آٹا ایک ہنڈیا میں چڑھا دیا۔ اوپر سے روغن زیتون اور کالی مرچیں اور زیرہ ڈال دیا۔ پک گیا تو ان کے آگے رکھ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس کھانے کو پسند فرمایا کرتے تھے اور خوش ہو کر کھایا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

۶- جو لوگ آنحضرت ﷺ سے بغض و دشمنی رکھیں ان کو اپنا دشمن سمجھنا اور مخالف سنت و مبتدع سے دور رہنا۔ مخالف شریعت سے نفرت کرنا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ	تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوستی کریں ایسوں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ

Marfat.com

اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (مجادلہ۔ ع ۳) | لوگ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے گھرانے کے ہوں۔

اس آیت پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا پورا پورا عمل تھا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعانت میں اپنی آبرو اور جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ کفار و مشرکین کے ہاتھوں سے اذیتیں برداشت کیں۔ خدا و رسول کے لیے اپنا وطن چھوڑا۔ خویش و اقارب سے رشتۂ الفت توڑا۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کیا اور خدا اور رسول کی خوشنودی کے لیے اعداء اسلام کو خواہ اقارب ہی ہوں قتل کیا یا کرنا چاہا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے یوم بدر میں اپنے والد کو قتل کر دیا[۹]۔ عبداللہ ابن ابی جو راُس المنافقین تھا۔ اس کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اجازت ہو تو میں ابن ابی کو قتل کر دوں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی[۱۰]۔ حضرت عمر فاروق نے جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی کو قتل کر دیا[۱۱]۔ بدر کے دن حضرت ابوبکر صدیق کے لڑکے عبدالرحمٰن نے جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے مبارز طلب کیا۔ تو خود حضرت صدیق اکبر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی[۱۲]۔ جنگ احد میں حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا[۱۳]۔ حضرت علی و حمزہ و عتبہ بن حارث نے جنگ بدر میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کو جو ان کے گھرانے کے تھے قتل کر ڈالا۔ جنگ بدر کے خاتمہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرت فاروق نے عرض کیا کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم ان کو قتل کر دیں۔ مثلاً عقیل کو حضرت علی کے حوالے کر دیں۔ اور میرے فلاں رشتہ دار کو میرے سپرد کر دیں۔ مگر حضور رحمۃ للعلمین نے حضرت صدیق اکبر کی رائے پر عمل کیا[۱۴]۔

۷- قرآن کریم سے محبت رکھنا۔ جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلق بنایا ہوا تھا۔ قرآن کریم سے محبت رکھنے کی نشانی یہ ہے کہ ہمیشہ اس کی تلاوت کرے۔ اور اس کے معانی سمجھے اور اس کے احکام پر عمل کرے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں:-

''خدا کی محبت کی نشانی قرآن سے محبت رکھنا ہے۔ اور قرآن سے محبت رکھنے کی علامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت آپ کی سنت سے محبت رکھنا ہے۔ اور سنت سے محبت رکھنے کی نشانی آخرت سے محبت رکھنا ہے۔ اور آخرت سے

Marfat.com

محبت رکھنے کی نشانی دنیا سے بغض رکھنا ہے۔ اور بغض دنیا کی علامت یہ ہے کہ اس سے بجز کفاف وقوت لایموت ذخیرہ نہ کرے۔ جیسا کہ مسافر اپنے ساتھ اسی قدر توشہ لے جاتا ہے کہ جس سے منزل مقصود پر پہنچ جائے۔''

۸۔ رسول اللہ ﷺ کی امت پر شفقت رکھنا اور ان کی خیر خواہی کرنا۔ جیسا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے۔

۹۔ دنیا میں رغبت نہ کرنا اور فقر کو غنا پر ترجیح دینا۔ حضرت عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! خدا کی قسم میں بے شک آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ اس نے تین مرتبہ یہی عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر و فاقے کے لیے برگستوان تیار کر لے۔ کیونکہ فقر و فاقہ میرے محب کی طرف اس سے بھی جلدی پہنچتا ہے جتنی کہ پانی کی رو اپنے منتہٰی کی طرف پہنچتی ہے [۱۵]۔

اس حدیث میں برگستوان کنایہ صبر سے ہے۔ جس طرح لڑائی میں برگستوان گھوڑے کو اذیت سے بچاتی ہے۔ اسی طرح صبر عاشق رسول خدا ﷺ کو فقر و فاقے کی اذیت سے بچاتا ہے۔ کیونکہ صبر کے بغیر نفوس فقر کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتے اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کی نسبت جو ایسی قوم سے محبت رکھتا ہے جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ المرء مع من احب۔ یعنی انسان قیامت کے دن ان لوگوں کے زمرہ میں اٹھے گا جن سے وہ محبت رکھتا تھا [۱۶]۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ قیامت کب ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس! تو نے اس دن کے لیے کیا تیار کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ تیار نہیں کیا۔ ہاں خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اس کے ساتھ ہوگا۔ کہ جس سے محبت رکھتا ہے [۱۷]۔ اس حدیث کے تحت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''چوں خدارا دوست مے داری۔ در جوار رحمت و عزت وے خواہی بود۔ و چوں رسول خدارا

Marfat.com

دوست داری نیز از مقام قربت وعنایت وے بہرہ ور باشی۔ اگر چہ مقام او بلند تر وعزیز تر است کہ کسے بآنجا نرسد۔ اما نور محبت وتبعیت وے بر محبان وتابعان وے خواہد تاخت وبمعیت قربت وے مشرف خواہد ساخت۔"

حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں[۱۸] کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ بیشک میرے نزدیک میری جان اور میری اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں۔ مگر جس وقت آپ یاد آ جاتے ہیں تو جب تک آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ نہ لوں۔ صبر نہیں آتا۔ جب میں اپنی موت اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو میں یقین کرتا ہوں کہ جنت میں داخل ہو کر آپ انبیائے کرام کے ساتھ بلند مرتبہ میں اٹھائے جائیں گے۔ اور میں جب جنت میں داخل ہوں گا تو (ادنیٰ درجہ میں ہونے کے سبب سے) مجھے ڈر ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں گا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (نساء۔ ع ۹)

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے۔ پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوں کے ساتھ اور یہ اچھے رفیق ہیں۔

۳۔ تعظیم وتوقیر

ذیل میں وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا ذکر ہے:-

ا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۚ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (فتح۔ ع ۱)

ہم نے تجھے احوال بتانے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔ اور خدا کو صبح وشام پاکی کے ساتھ یاد کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے واجب ہونے کی تعلیم دی ہے۔

ب۔ ۱۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے

Marfat.com

بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔	نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ تحقیق اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔
۲–يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔	اے ایمان والو! تم اپنی آواز نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور اس سے بات اونچی نہ کہو۔ جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کہتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جاویں اور تمہیں خبر نہ ہو۔
۳–اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔	تحقیق جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیز گاری کے لیے جانچا ہے۔ ان کے لیے معافی اور بڑا ثواب ہے۔
۴–اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔	تحقیق وہ لوگ جو تجھے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔
۵–وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (حجرات شروع)	اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا تو ان کے واسطے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۂ حجرات کی ان پانچ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آداب تعلیم فرمائے ہیں۔

آیہ نمبر ۱ میں بتایا گیا ہے کہ تم کسی قول یا فعل یا حکم میں آنحضرت ﷺ سے پیش دستی نہ کرو۔ مثلاً جب حضور کی مجلس میں کوئی سوال کرے تو تم حضور سے پہلے اس کا جواب نہ دو۔ جب کھانا حاضر ہو تو حضور سے پہلے کھانا شروع نہ کرو۔ جب حضور کسی جگہ کو تشریف لے جائیں تو تم بغیر کسی مصلحت کے حضور کے آگے نہ چلو۔ امام سہل بن عبداللہ تستری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ ادب سکھایا۔ کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے تم بات نہ کرو۔ جب آپ فرمائیں تو تم آپ کے ارشاد کو کان لگا کر سنو اور چپ رہو۔ آپ کے حق کی فروگذاشت اور آپ کے احترام و توقیر کے ضائع کرنے میں تم خدا سے ڈرو۔ خدا تمہارے قول کو سنتا اور تمہارے عمل کو جانتا ہے۔

آیہ نمبر ۲ کا شان نزول یہ ہے کہ ۹ھ میں بنی تمیم کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہم پر کسی کو امیر مقرر فرمادیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ آپ قعقاع بن معبد کو امیر بنادیں۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا کہ اقرع بن حابس کو امیر بنادیں۔ حضرت صدیق نے حضرت فاروق سے کہا کہ آپ میری مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت فاروق نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس طرح دونوں جھگڑ پڑے اور ان کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت فاروق اس قدر دھیمی آواز سے کلام کیا کرتے کہ آنحضرت ﷺ کو دوبارہ دریافت کرنے کی حاجت [۱۹] پڑتی۔ اور حضرت صدیق نے بقول حضرت ابن عباس قسم کھالی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کلام نہ کیا کروں گا۔ مگر اس طرح جیسا کہ کوئی اپنے ہمراز سے پوشیدہ باتیں کرتا ہے [۲۰]۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس (جو بلند آواز اور خطیب انصار تھے) گھر میں بیٹھ گئے۔ کہنے لگے کہ میں دوزخیوں میں سے ہوں۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معافہ سے پوچھا کہ ثابت کا کیا حال ہے۔ کیا وہ بیمار ہے؟ حضرت سعد نے عرض کیا کہ وہ میرا ہمسایہ ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ بیمار ہے۔ اس کے بعد سعد نے حضرت ثابت سے رسول اللہ ﷺ کا قول ذکر کردیا۔ حضرت ثابت نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں۔ اس لیے میں دوزخیوں میں سے ہوں۔ حضرت سعد نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کردیا تو آپ نے فرمایا۔ نہیں، بلکہ وہ بہشتیوں میں سے ہے [۲۱]۔ اس آیت کی رو سے آنحضرت ﷺ کی مجلس شریف میں بلند آواز سے بولنا اتنا بھاری گناہ تھا کہ اس سے اعمال اکارت و برباد ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات شیخین و امثالہما رضی اللہ عنہم کا طریق ادب پسند آیا۔ ان کی مدح میں آیہ (۳) نازل فرمائی۔ اور ان کو متقی ہونے کی سند عطا فرمائی اور قیامت کے دن ان کو مغفرت و اجر عظیم کی بشارت دی۔

ایک دفعہ بعض لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو حجروں کے باہر سے یا محمد یا محمد کہہ کر پکارا۔ اس پر آیہ نمبر ۴ نازل ہوئی۔ جس میں بتادیا گیا ہے کہ اس طرح پکارنا سوء ادب ہے۔ ایسی جرأت وہ لوگ کرتے ہیں جن کو عقل نہیں۔ حسن ادب اور تعظیم حضور انور ﷺ تو اس میں تھی کہ وہ لوگ حضور کے در دولت پر بیٹھ جاتے اور انتظار کرتے۔ یہاں تک کہ حضور خود باہر تشریف لاتے۔ اس طرح کا حسن

Marfat.com

ادب ان کے لیے موجب ثواب تھا جیسا کہ آیہ نمبر ۵ میں ہے۔

ج- لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط (نور۔ع۹)

تم اپنے درمیان رسول کا پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو نام لیکر (یا محمد یا محمد) نہ پکارا کرو جیسا کہ ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو۔ بلکہ حضور کو ادب سے یوں پکارا کرو یا رسول اللہ۔ یا نبی اللہ۔ یا خیر خلق اللہ۔ اس کا مزید بیان پہلے آچکا ہے۔

د- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔(بقرہ۔ع۱۳)

اے ایمان والو! تم راعنا نہ کہو اور انظرنا کہو اور بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

جس وقت رسول اللہ ﷺ کچھ ارشاد فرماتے تو مسلمان عرض کیا کرتے۔ راعنا (ہماری طرف متوجہ ہوجئے، یعنی ذرا ٹھہریئے کہ ہم سمجھ لیں) عبرانی زبان میں اس لفظ کے معنی شریر کے ہیں۔ یہود اس لفظ کو بطریق استہزاء استعمال کرتے تھے۔ اور تعریض واشارہ اسی معنی کی طرف کیا کرتے تھے۔ چونکہ راعنا کا التباس عبرانی لفظ سے ہوتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تعلیم دی کہ تم بجائے راعنا کے انظرنا (ہماری طرف متوجہ ہوجئے) استعمال کیا کرو جس کے معنی وہی ہیں جو راعنا کے ہیں اور اس میں کسی قسم کی تلبیس کا احتمال نہیں۔ اور تم بغور سنا کرو تا کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ یہود جو اس طرح تعریض واستہزاء کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اس آیت شریف سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں ایسے الفاظ محتملہ استعمال نہ کرنے چاہئیں کہ جن میں تعریض ہو اور تنقیص شان کا وہم ہو۔

آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور ادب کے طریقے

ذیل میں چند ایسی مثالیں درج کی جاتی ہیں جن سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس کس طرح اپنے آقائے نامدار ﷺ کی تعظیم وتوقیر بجالاتے، اور آپ کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔

۱- ماہ ذی قعدہ ۶ھ میں جب آنحضرت ﷺ حدیبیہ میں تھے تو بدیل بن ورقاء خزاعی کے بعد عروہ بن مسعود جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرنے کے لیے حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ وہ واپس جا کر قریش سے یوں کہنے لگے:-

Marfat.com

يـا قـوم واللهِ لقد وفدت على الملوك ووفـدت عـلـىٰ قيصـر وكسـرىٰ والـنـجـاشـى والله ان رايت ملكاقط يـعـظـمـه اصـحـابه مايعظم اصحاب مـحـمـد محمدًا والله ان تنخم نخامة الا وقعت فى كف رجل منهم فدلك بها وجههٗ وجلدهٗ واذا امرهم ابتدروا امرهٗ واذا تـوضأ كادوا يقتلون علىٰ وضـوئه واذا تكلم خفضوا اصواتهم عـنـده ومـايـحـمـدون عليـه النظر تـعـظـيـمًـا لـه وانه قد عرض عليكم خطة رشدٍ فاقبلوها ۔

اے میری قوم! اللہ کی قسم میں البتہ بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں اور قیصر وکسریٰ و نجاشی کے ہاں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ محمد (ﷺ) کے اصحاب محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم اس (محمد) نے جب کبھی کھنکار پھینکا ہے تو وہ اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرا ہے۔ جسے انہوں نے اپنے منہ اور جسم پر مل لیا ہے۔ جب وہ اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل کے لیے دوڑتے ہیں۔ اور جب وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کے لیے باہم جھگڑنے کی نوبت پہنچنے لگتی ہے اور جب وہ کلام کرتے ہیں تو اصحاب ان کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کر دیتے ہیں اور از روئے تعظیم ان کی طرف تیز نگاہ نہیں کرتے۔ انہوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے۔ اسے قبول کر لو[۲۲]۔

۲- حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے ایک جاہل اعرابی سے کہا۔ کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کرو کہ قرآن میں جو سورۂ احزاب میں آیا ہے:-

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ "(احزاب-ع ۳)

بعضے مسلمانوں میں سے وہ مرد ہیں کہ سچ کیا انہوں نے وہ عہد جو اللہ سے باندھا تھا۔ پس بعض ان میں سے وہ ہے جو پورا کر چکا کام اپنا۔

اس آیت میں قَضٰى نَحْبَهٗ کون ہے۔ اصحاب کرام آنحضرت ﷺ سے سوال کرنے کی جرأت نہ کیا کرتے تھے۔ وہ آپ کی توقیر کیا کرتے تھے۔ اور آپ سے ہیبت کھاتے تھے۔ اس اعرابی نے آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ دوبارہ پوچھا تو بھی آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر میں مسجد کے دروازے سے سبز کپڑوں میں نمودار ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے

Marfat.com

دیکھا تو فرمایا کہ وہ سائل کہاں ہے۔ اعرابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے (میری طرف اشارہ کر کے) فرمایا۔ یہ ان میں سے ہے جس نے اپنا عہد پورا کیا[۲۳]۔

۳۔ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب مہاجرین و انصار میں تشریف لاتے اور وہ بیٹھے ہوتے۔ ان کے درمیان حضرت ابوبکر و عمر بھی ہوتے۔ ان میں سے سوائے حضرت ابوبکر و عمر کے کوئی حضور کی طرف نظر نہ اٹھاتا۔ وہ دونوں حضور کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور حضور ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے۔ وہ دونوں حضور کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور حضور ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے[۲۴]۔

۴۔ حضرت علی مرتضیٰ حاضرین مجلس کے ساتھ حضور کی سیرت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "جس وقت آپ کلام شروع کرتے تو آپ کے ہم نشین اس طرح سر جھکا لیتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ جس وقت آپ خاموش ہو جاتے تو وہ کلام کرتے۔ اور کلام میں آپ کے سامنے تنازع نہ کرتے۔ اور جو آپ کے سامنے کلام کرتا اسے خاموش ہو کر سنتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کلام سے فارغ ہو[۲۵] جاتا۔"

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور کی مجلس میں سب سے پہلے خود حضور ارشاد فرماتے تھے۔ حاضرین مجلس سب سکون کی حالت میں باادب بیٹھے سنا کرتے تھے۔ آپ کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرتے۔ مگر وہ کلام میں تنازع نہ فرماتے تھے۔ مجلس میں ایک وقت میں دو شخص کلام نہ کرتے۔ اور نہ کوئی دوسرے کے کلام کو قطع کرتا تھا۔ بلکہ متکلم کے کلام کو سنتے رہتے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جاتا۔

۵۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (بپاسِ ادب) رسول اللہ ﷺ کے دروازوں کو ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے[۲۶]۔

۶۔ رسول اللہ ﷺ ذی قعدہ ۶ ھ میں عمرہ کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ جب حدیبیہ میں پہنچے تو قریش ڈر گئے۔ اس لیے آپ نے حضرت عثمان غنی کو مکہ میں بھیجا اور ان سے فرمایا کہ تم قریش کو اطلاع دے دو کہ ہم عمرہ کے لیے آئے ہیں۔ لڑائی کے لیے نہیں آئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ان کو دعوت اسلام دو۔ اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو جو مکہ میں ہیں فتح کی بشارت دو۔ راستے میں حضرت ابان بن سعید اموی جواب تک ایمان نہ لائے تھے حضرت عثمان سے ملے۔ انہوں نے حضرت عثمان کو جوار دی۔ اور اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کر کے مکہ میں لے آئے۔ حضرت عثمان

Marfat.com

نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ حدیبیہ میں مسلمان کہنے لگے کہ عثمان خوش نصیب ہے۔ جس نے بیت اللہ کا طواف کرلیا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے، کہ میرا گمان ہے کہ عثمان ہمارے بغیر طواف کعبہ نہ کریں گے۔ اسی اثناء میں یہ غلط خبر اڑی کہ حضرت عثمان مکہ میں قتل کردیئے گئے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے بیعت رضوان لی۔ حضرت عثمان چونکہ مکہ میں تھے۔ اس لیے حضور انور نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر ان کو بیعت کے شرف میں داخل کیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ حضرت عثمان کا ہاتھ قرار پایا۔ بیعت رضوان کے بعد جب حضرت عثمان واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے ان سے کہا کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرلیا۔ اس پر حضرت عثمان نے جواب دیا کہ تم نے میری نسبت گمان بد کیا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں وہاں ایک سال ٹھہرا رہتا اور حضور ﷺ حدیبیہ میں ہوتے تو میں آپ کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھ سے کہا تھا کہ طواف کرلو۔ مگر میں نے انکار کردیا تھا[ع]۔

حضرت عثمان غنی کا یہ ادب قابل غور ہے کہ کفار مکہ آپ سے کہہ رہے ہیں کہ تم بیت اللہ کا طواف کرلو۔ مگر آپ جواب دیتے ہیں کہ مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کہ اپنے آقائے نامدار ﷺ کے بغیر اکیلا طواف کروں۔ ادھر جب مسلمانوں نے کہا کہ خوشا حال عثمان کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ یہ سن کر فرماتے ہیں کہ عثمان بغیر ہمارے ایسا نہیں کرسکتا۔ آقا ہو تو ایسا۔ خادم ہو تو ایسا۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ ہمزیہ میں کیا خوب فرمایا ہے:-

وابی یطوف بالبیت اذلم	اور حضرت عثمان نے بیت اللہ کے طواف سے
یدن منہ الی النبی فناء	انکار کردیا۔ اس لیے کہ بیت اللہ کی کوئی طرف
فجزتہ عنھا بیعۃ رضوانَ	رسول اللہ کے قریب نہ تھی پس ان کو رسول اللہ
ید من نبیہ بیضاء ادب	کے ید بیضا نے بیعت رضوان میں اس نیک عمل
عندہ فضاعف الاعمال	کا بدلہ دیا۔ یہ (تنہا طواف نہ کرنا) عثمان میں
بالترك حبذا الادباء	ایک بڑا ادب تھا جس کے سبب ان کو طواف سے
	دگنا ثواب ملا۔ اصحاب محمد کیا خوب ادیب تھے۔

اس میں شک نہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب باادب تھے۔ مگر حضرت عثمان میں یہ

Marfat.com

خوبی خصوصیت سے تھی۔ کیونکہ ان میں وصفِ حیاء جو منشاء ادب ہے سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ پر نہ رکھا۔

۷۔ حضرت عمرو بن عاص کی موت کا وقت آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ پہلی حالت یہ تھی کہ میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو دوزخی تھا۔ دوسری حالت اسلام کی تھی کہ کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ اور میں آپ کی ہیبت کے سبب سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس واسطے اگر مجھ سے حضور کا حلیہ شریف دریافت کیا جائے تو میں بیان نہیں کرسکتا۔ اگر میں اس حال میں مرجاؤں تو امید ہے کہ اہل جنت میں سے ہوں گا۔ تیسری حالت حکمرانی کی تھی کہ جس میں میں اپنا حال نہیں [۲۸] جانتا۔

۸۔ حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ناقہ کا کجاوہ کسا کرتا تھا۔ موسم سرما میں ایک رات مجھے غسل کی حاجت ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے سفر کا ارادہ کیا۔ میں نے حالت جنابت میں کجاوہ کسنا پسند نہ کیا۔ اور میں ڈرا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کروں تو مر جاؤں گا یا بیمار ہو جاؤں گا۔ اس لیے میں نے انصار میں سے ایک شخص سے کجاوہ کسوایا۔ پھر میں نے پانی گرم کر کے غسل کیا۔ اور رسول اللہ اور آپ کے احباب سے جاملا۔ آپ نے فرمایا۔ اے اسلع آج کجاوہ اپنی جگہ سے کیوں ہل گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے نہیں کسا۔ ایک انصاری نے کسا ہے۔ آپ نے سبب دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا مجھے غسل کی حاجت ہوئی تھی اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے مجھے اپنی جان کا خوف تھا، اس لیے میں نے اس سے کسوایا تھا۔ اور پھر پانی گرم کر کے میں نے غسل کیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے آیہ تیمم یعنی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی الخ (نساء-ع ۷) نازل فرمائی۔ [۲۹]

۹۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہ سے ملے۔ ان کو غسل کی حاجت تھی۔ ان کا بیان ہے کہ میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے غسل کی حاجت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مومن پلید نہیں ہوتا [۳۰]۔

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حذیفہ بن الیمان سے ملے۔ آپ

Marfat.com

حضرت حذیفہ سے مصافحہ کرنے لگے۔ حضرت حذیفہ پیچھے ہٹ گئے اور یہ عذر کیا کہ مجھ کو غسل کی حاجت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ یوں دور ہو جاتے ہیں جیسا کہ درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ جب وہ دونوں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سو ۱۰۰ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ جن میں ننانوے اس کے لیے ہیں جو ان دونوں میں سے زیادہ بشاش و کشادہ رو اور نکوکار اور اپنے بھائی کی حاجت روائی میں احسن ہو[۲۲]۔

۱۱- حضرت عثمان بن عفان نے حضرت قباث بن اشیم سے پوچھا کہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ ﷺ؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں البتہ میں پیدائش میں حضور سے پہلے ہوں[۲۳]۔

۱۲- حضرت سعید بن یربوع قرشی مخزومی کا نام صرم تھا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ ہم میں سے کون بڑا ہے۔ میں یا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے بڑے ہیں اور نیک ہیں۔ میں عمر میں آپ سے زیادہ ہوں۔ یہ سن کر آپ نے ان کا نام بدل دیا۔ اور فرمایا کہ تم سعید ہو[۲۴]۔

۱۳- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حدیث و کلام میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا۔ جب وہ حضور کی خدمت میں آتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ اور مرحبا کہہ کر ان کو چومتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ اور جب حضور ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کا دست مبارک پکڑ کر مرحبا کہتیں اور چومتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں۔ جب مرض موت میں وہ حضور کی خدمت اقدس میں آئیں تو حضور نے مرحبا کہہ کر ان کو چوما[۲۴]۔

۱۴- دو یہودی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے نو ظاہر نشانیاں دریافت کیں۔ آپ نے بیان فرما دیں۔'' تو انہوں نے آپ کے دونوں ہاتھ مبارک اور دونوں پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ پیغمبر ہیں[۲۵]''

۱۵- صفوان بن عسال روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں کی ایک قوم نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو بوسہ دیا[۲۶]۔

۱۶- حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ ہم کسی غزوہ میں تھے۔ لوگ پسپا ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ ہم نبی ﷺ سے کیسے ملیں گے۔ حالانکہ ہم شکست کھا کر آئے ہیں۔ اور خدا کا غضب لے پھرے

Marfat.com

ہیں۔ پس ہم نبی ﷺ کی خدمت میں نماز فجر سے پہلے حاضر ہوئے۔ حضور نماز سے فارغ ہو کر نکلے اور فرمایا۔ کہ یہ لوگ کون ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم فراری ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

لا بل انتم العکارون نہیں، بلکہ تم عکاری (ہٹ کر حملہ کرنے والے) ہو۔

یہ سن کر ہم نے حضور کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا گروہ ہوں۔ میں مسلمانوں کا گروہ ہوں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ مگر ہٹنے والا لڑائی کے لیے یا پناہ ڈھونڈنے والا ایک گروہ کی طرف[۳۷]۔ (انفال۔ع۲)

۱۷۔ ام ابان بنت وازع بن زارع اپنے دادا زارع سے جو وفد عبدالقیس میں تھے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا کہ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو ہم اپنے کجاووں سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک اور پائے مبارک کو چومنے لگے۔ منذر الشیخ (رئیس وفد) کچھ دیر کے بعد لباس تبدیل کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ تم میں دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ حلم و وقار منذر نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ خصلتیں مجھ میں کسبی ہیں یا جبلی۔ حضور نے فرمایا جبلی ہیں۔ یہ سن کر منذر نے کہا۔ سب ستائش خدا کو ہے جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا کیا ہے جن کو اللہ اور اللہ کا رسول دوست رکھتے ہیں[۳۸]۔ روایت بیہقی میں ہے کہ منذر نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور کے دست مبارک کو پکڑ کر بوسہ[۳۹] دیا۔

۱۸۔ حضرت بریدہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ یارسول اللہ! میں اسلام لایا ہوں۔ مجھے کوئی ایسی چیز دکھایئے جس سے میرا یقین زیادہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ آپ اس درخت کو اپنے پاس بلالیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو جا کر اسے بلا لا۔ وہ اس کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے بلاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ ایک طرف کو جھکا اور اس کی جڑیں اکھڑیں۔ پھر دوسری طرف کو جھکا اور جڑیں اکھڑیں۔ اسی طرح وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یہ دیکھ کر اعرابی نے کہا۔ مجھے کافی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس درخت سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر چلا جا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور اپنی جڑوں

Marfat.com

پر قائم ہو گیا۔ اعرابی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سر مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو بوسہ دوں۔ حضور نے اجازت دے دی۔ (اور اس نے سر مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو چوما) پھر اس نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص دوسرے کو سجدہ نہ کرے۔ اگر میں ایسے سجدے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ کیونکہ شوہر کا اس پر بڑا حق [۱] ہے۔

۱۹- حضرت ابو بزہ مکی مخزومی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا عبداللہ بن سائب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اٹھ کر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا (اصابہ۔ ترجمہ ابو بزہ مکی)

۲۰- حضرت مسور بن مخرمہ ذکر کرتے ہیں کہ میرے والد مخرمہ نے مجھ سے کہا۔ بیٹا! مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قبائیں آئی ہیں۔ جنہیں وہ تقسیم فرما رہے ہیں۔ مجھے ان کے پاس لے چل۔ چنانچہ ہم وہاں حاضر ہوئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے دولت خانہ میں تھے۔ والد نے مجھ سے کہا۔ بیٹا! نبی ﷺ کو میرے واسطے بلا دو۔ مجھ پر یہ امر ناگوار گزرا۔ میں نے کہا، کیا میں تمہارے واسطے نبی ﷺ کو آواز دوں؟ میرے والد نے کہا۔ بیٹا! وہ جبار نہیں ہیں۔ تب میں نے آپ کو آواز دی۔ آپ نکلے، اور آپ کے پاس ایک دیبا کی قبا تھی۔ جس کے تکمے سونے کے تھے۔ آپ نے فرمایا اے مخرمہ! یہ ہم نے تمہارے واسطے چھپا رکھی ہے۔ اور مخرمہ کو عطا فرما دی [۲]۔

۲۱- حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ غریب خانہ پر تشریف لائے۔ اور دروازے میں فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میرے باپ نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔ میں نے کہا۔ کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا اسی طرح رہنے دیجئے تا کہ حضور ہم پر زیادہ سلام بھیجیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسری بار اسی طرح سلام کہا۔ حضرت سعد نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔ حضور تیسری بار سلام کہہ کر واپس ہو گئے۔ حضرت سعد آپ کے پیچھے نکلے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں آپ کا سلام سنتا رہا اور دھیمی آواز سے جواب دیتا رہا، تا کہ آپ ہم پر زیادہ سلام بھیجیں۔ یہ سن کر حضور حضرت سعد کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ آپ نے حضرت سعد کی درخواست پر غسل فرمایا۔ حضرت سعد نے

Marfat.com

زعفران سے رنگی ہوئی چادر پیش کی جو آپ نے اوڑھ لی۔ اور پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی۔ اللھم اجعل صلواتک و رحمتک علیٰ ال سعد بن عبادۃ ۔ بعدازاں آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ جب آپ واپس ہونے لگے تو میرے والد نے سواری کے لیے ایک دراز گوش پیش کیا۔ جس پر لحاف پڑا ہوا تھا اور مجھ سے کہا کہ ساتھ ہولو۔ میں حضور کے ساتھ ہولیا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ میں نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ ورنہ واپس ہو جاؤ۔ اس لیے میں واپس چلا آیا۔ (ابوداؤد۔ کتاب اللوب)

۲۲- حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کے والد بزرگوار بہت سا قرض چھوڑ گئے تھے۔ جب کھجوروں کے توڑنے کا وقت آیا تو حضرت جابر نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یوں عرض کیا:-

''آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد جنگ احد کے دن شہید ہو گئے اور اپنے اوپر بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کی زیارت کر لیں۔''

حضرت جابر نے یوں نہ کہا کہ آپ قرض خواہوں کے پاس چلیے۔ بلکہ بپاس ادب عرض کیا کہ قرض خواہ آپ کی زیارت کر لیں۔ (بخاری باب قضا الوصی دیون المیت بغیر محضر من الورثۃ)

۲۳- ایک روز قبیلہ اسلم کے چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تیراندازی میں باہم مقابلہ کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر وہاں ہوا۔ جب حضرت محجن بن اورع ایک اسلمی سے مقابلہ کر رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اے بنی اسمٰعیل! تم تیراندازی کرو کیونکہ تمہارا باپ تیرانداز تھا۔ تم تیر پھینکتے جاؤ۔ میں ابن اورع کے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر حضرت نضلہ بن عبید اسلمی نے اپنے ہاتھ سے کمان پھینک دی۔ اور عرض کیا:-

''جب حضور ابن ورع کے ساتھ ہیں تو میں اس کے ساتھ تیر نہیں پھینکتا کیونکہ جس کے ساتھ آپ ہیں وہ مغلوب نہیں ہو سکتا۔''

یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ تم تیراندازی کرو۔ میں تم سب کے ساتھ ہوں ۔

۲۴- جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے حضرت ابوایوب انصاری کے مکان میں قیام فرمایا۔ آپ مکان کے نیچے کے حصے میں ٹھہرے۔ اور ابوایوب مع عیال اوپر کے حصے میں رہتے۔ ایک رات ابوایوب بیدار ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے اوپر چلتے پھرتے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اس جگہ سے

Marfat.com

ہٹ کر ایک جانب میں رات بسر کی۔ پھر صبح کو آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ نیچے کے حصے میں میرے واسطے آسانی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس چھت پر نہیں چڑھتا جس کے نیچے آپ ہوں۔ پس آنحضرت ﷺ اوپر کے حصے میں تشریف لے گئے اور ابوایوب نیچے کے حصے میں چلے آئے۔ ابوایوب حضور کے لیے کھانا بھیجا کرتے۔ جو بچ کر آتا، خادم سے دریافت کرتے کہ طعام میں حضور اقدس کی انگلیاں کس جگہ تھیں۔ پھر اسی جگہ سے کھاتے۔ ایک روز کھانا تیار کیا گیا جس میں لہسن تھا۔ جب کھانا واپس آیا تو حضرت ابوایوب نے حسب معمول خادم سے حضور انور کی انگلیوں کی جگہ دریافت کی۔ جواب ملا کہ حضور نے کھایا ہی نہیں۔ یہ سن کر ابوایوب ڈر گئے اور اوپر جا کر عرض کیا کہ کیا یہ (لہسن) حرام ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ میں بھی اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جسے آپ ناپسند کرتے ہیں (حضور کی کراہت کی وجہ یہ کہ) آپ کے پاس فرشتے اور وحی آیا کرتی تھی[۲۴]۔

۲۵- حضرت قیلہ بنت مخرمہ عنبریہ نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں دیکھا۔ آپ اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب میں نے آپ کو نہایت خشوع سے اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو (ہیبت وجلال کے سبب سے) میں خوف سے کانپنے لگی۔

(شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی جلسۃ رسول اللہ ﷺ)

۲۶- حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ پوچھنا چاہتا تو اسے (آپ کی ہیبت کی وجہ سے) دو سال (یا سالوں) تاخیر میں ڈال دیتا[۲۵]۔

۲۷- حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک طعام ہوتے تو ہم طعام میں ہاتھ نہ ڈالتے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پہلے شروع فرماتے اور اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے۔ (صحیح مسلم۔ باب آداب الطعام والشرب واحکامہا)

آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتوقیر جس طرح آپ کی حیات دنیوی میں واجب تھی اسی طرح وفات شریف کے بعد بھی واجب ہے۔ سلف وخلف کا یہی طریقہ رہا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں بغرض توضیح درج کی جاتی ہیں:

۱- حضرت اسحٰق تجیبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ذیقعدہ ۳۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خشوع وانکسار ظاہر کیا کرتے۔ ان

Marfat.com

کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ اور وہ حضور کے فراق اور اشتیاق زیارت میں رو یا کرتے۔ یہی حال بہت سے تابعین کا تھا۔ (شفاء شریف)

۲۔ حضرت سائب بن یزید کا بیان ہے کہ میں مسجد نبوی میں لیٹا ہوا تھا ایک شخص نے مجھ پر کنکری ماری۔ میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ان دو شخصوں کو بلا لاؤ۔ میں بلا لایا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم کون ہو یا کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں درے لگاتا۔ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو؟ (صحیح بخاری۔ باب رفع الصوت فی المسجد)

۳۔ حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ عشاء کے وقت حضرت عمر فاروق مسجد نبوی میں تھے۔ ناگاہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز کان میں آئی۔ آپ نے اسے بلا کر پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں قبیلہ ثقیف سے ہوں۔ پھر دریافت کیا تم اس شہر کے رہنے والے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ بلکہ طائف کا رہنے والا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے اسے دھمکایا اور فرمایا، اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ اس مسجد میں آوازیں بلند نہیں کی جاتیں۔

(وفاء الوفاء۔ جزو ثانی ص ۳۴۵)

۴۔ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں امام مالک سے مناظرہ کیا۔ اور اثنائے مناظرہ میں آواز بلند کی۔ حضرت امام نے فرمایا اے امیر المؤمنین اس مجید میں اپنی آواز کو بلند مت کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو یوں ادب سکھایا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الآیہ۔ اور ایک قوم جو آداب بجا لائی ان کی یوں تعریف کی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ الآیہ۔ اور ایک قوم کی یوں مذمت کی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ الآیہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات شریف کے بعد بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حالت حیات میں تھا۔ یہ سن کر ابو جعفر دھیما پڑ گیا۔ کہنے لگا اے عبد اللہ (امام مالک) کیا میں قبلہ رو ہو کر دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منہ کروں! امام مالک نے جواب دیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنا منہ کیوں پھیرتے ہو حالانکہ وہ قیامت کے دن تمہارے وسیلہ اور تمہارے باپ آدمؑ کے وسیلہ ہیں۔ بلکہ تم حضور ہی کی طرف منہ کرو اور آپ ہی کے

Marfat.com

وسیلہ سے دعا مانگو۔ اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (نساء۔ ع ۹)	اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں آپ کے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور پیغمبر ان کے لیے بخشش مانگتا تو وہ اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔ (شفا شریف)

۵- شیخ الاسلام ؒ نورالدین علی ابن احمد سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں منکرات سے ایک امر جس میں متصدیان صیغۂ تعمیر تساہل کرتے ہیں یہ ہے کہ مسجد نبوی میں آرہ کش اور بڑھئی اور سنگتراش کام کرنے کے لیے لائے جاتے ہیں۔ اشیاء کے توڑنے پھوڑنے اور چیرنے وغیرہ سے سخت شوروشغب برپا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ سب کام مسجد سے باہر تیار ہوسکتا ہے۔ اسی طرح عمارت کا مصالحہ خچروں اور گدھوں پر مسجد میں لایا جاتا ہے۔ حالانکہ اسے آدمی مسجد کے دروازے میں سے اندر لاسکتے ہیں۔ ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اگر مسجد نبوی کے گرد کسی مکان میں میخ کے ٹھونکنے کی آواز سنتیں تو کہلا بھیجتیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہ دو۔ اور یہ بھی بیان ہوچکا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے گھر کے دونوں کواڑ مناصع ؕ میں تیار کرائے۔ کہ مبادا تیاری میں لکڑی کی آواز سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچے۔ انتہی۔ (وفاء الوفاء جزء اول۔ ص۴۷۹)

۶- امام مالک فرماتے ہیں کہ میں ایوب سختیانی، محمد بن منکدر تیمی، امام جعفر صادق، عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق۔ عامر بن عبداللہ بن زبیر، صفوان بن سلیم اور امام محمد بن مسلم زہری سے ملا کرتا تھا۔ میں نے ان کا یہ حال دیکھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر آتا تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا وہ شوق زیارت میں رویا کرتے بلکہ بعضے تو بیخود ہو جایا کرتے۔ (شفا شریف)

۷- امام مالک نے اپنی تمام عمر مدینہ منورہ میں بسر کی۔ بپاسِ ادب کبھی مدینہ شریف کے حرم کی حد میں بول و براز نہیں کیا۔ (شفا شریف)

۸- امام شافعی کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے دروازے پر کئی ایسے خراسانی گھوڑے اور مصری خچر دیکھے کہ جن سے بہتر میں نے نہیں دیکھے۔ میں نے امام مالک سے کہا کہ یہ کیسے اچھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب میری طرف سے آپ کے لیے ہدیہ ہیں۔ میں نے کہا اپنی سواری کے

Marfat.com

لیے ان میں سے کچھ رکھ لیں۔ انہوں نے کہا مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو جس میں رسول اللہ ﷺ ہیں اپنے گھوڑے کے سموں سے پامال کروں۔ (وفاء الوفاء۔ جز ثانی ص ۴۵۰)

۹۔ ایک شخص نے کہا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے۔ امام مالک نے فتویٰ دیا کہ اسے تیس درے مارے جائیں اور قید کیا جائے اور فرمایا کہ ایسا شخص تو اس لائق ہے کہ اس کی گردن ماری جائے۔ وہ زمین جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں اس کی نسبت وہ گمان کرتا ہے کہ وہ خراب ہے۔ (شفاء شریف)

۱۰۔ حضرت احمد بن فضلویہ بڑے غازی اور تیرانداز تھے۔ انہوں نے جب سنا کہ آنحضرت ﷺ نے کمان کو اپنے دست مبارک میں لیا ہے تو اس روز سے بپاس ادب کبھی کمان کو بے وضو نہیں چھوا۔ (شفاء شریف)

۱۱۔ حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کا ایک عصا تھا۔ حضرت جہجاہ غفاری نے یوم دار سے پہلے ان کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور اپنے گھٹنے پر رکھ کر اسے توڑنا چاہا (یا توڑ دیا) اس جرأت پر حاضرین چلا اٹھے۔ ان کے گھٹنے میں مرض اکلہ پیدا ہو گیا۔ انہوں نے بدیں خیال کہ مبادا مرض بدن میں سرایت کر جائے گھٹنے کو کاٹ دیا۔ مگر ایک سال تمام نہ ہونے پایا کہ وفات پائی۔

۱۲۔ حضرت ابوالفضل جوہری اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا قصد کیا۔ جب اس کے مکانات کے قریب پہنچے تو سواری سے اتر پڑے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے پیدل چلے۔

وَلَمَّا رَاَیْنَا رَسْمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ لَنَا فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرُّسُوْمِ وَلَا لُبًّا نَزَلْنَا عَنِ الْاَکْوَارِ نَمْشِیْ کَرَامَةً لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نُلِمَّ بِهٖ رَکْبًا

(شفاء شریف)

جب ہم نے اس ذات شریف کے آثار دیکھے جس نے آثار شریفہ کی پہچان کے لیے ہمارے واسطے نہ دل چھوڑا نہ عقل خالص۔ ہم پالانوں سے اتر پڑے اور اس ذات شریف کی تعظیم کے لیے پیدل چلنے لگے۔ جس کی زیارت سواری کی حالت میں بعید از ادب ہے۔

بعض مشائخ کرام پیدل حج کو گئے۔ ان سے سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ غلام مفرور اپنے مولا کے دروازے پر سوار ہو کر نہیں آتا۔ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو سر کے بل آتے۔ (شفاء شریف)

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر میں سے یہ امر بھی ہے کہ آپ کی آل اطہار و ذریت طیبہ اور ازواج مطہرات کی تعظیم و تکریم اور ان کے حقوق کی رعایت کی جائے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ

Marfat.com

کے اصحاب کرام کی تعظیم وتوقیر کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتکریم ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلافات ومشاجرات وقوع میں آئے۔ ان کی تاویل نیک کرنی چاہئے۔ وہ مجتہد تھے۔ جو کچھ انہوں نے کیا از روئے اجتہاد وخلوص کیا۔ وہ کسی طرح مورد طعن نہیں ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ تفصیل کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

ترسم آں قوم کہ بردُردکشاں مے خندند
در سرِ کار خرابات کنند ایماں را

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے ان کی تعظیم وتکریم کرنا۔ حرمین شریفین میں آپ کے مشاہد ومساکن کی تعظیم کرنا۔ آپ کے منازل اور وہ چیزیں جن کو آپ کے دست مبارک یا کسی اور عضو نے چھوایا آپ کے نام سے پکاری جاتی ہوں ان سب کا اکرام کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی تعظیم وتکریم میں داخل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کا ادب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ایک امر یہ ہے کہ آپ کی حدیث شریف کی تعظیم کی جائے۔ حدیث شریف کے پڑھنے یا سننے کے لیے غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ جب حدیث شریف پڑھی جائے تو اپنی آواز کو بلند نہ کرنا چاہئے بلکہ دھیمی کر دینی چاہئے۔ جیسا کہ حیات شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تکلم کے وقت ہوا کرتا تھا۔ اور مستحب ہے کہ حدیث شریف اونچی جگہ پڑھی جائے۔ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے وقت کسی کی تعظیم کے لیے اٹھنا مکروہ ہے۔

جب لوگ امام مالک کے پاس طلب علم کے لیے آتے تو خادمہ دولت خانہ سے نکل کر ان سے دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف کے لیے آئے ہو یا مسائل فقہیہ کے لیے۔ اگر وہ کہتے کہ مسائل کے لیے آئے ہیں تو امام موصوف فوراً نکل آتے۔ اور اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث کے لیے آئے ہیں تو حضرت امام غسل کر کے خوشبو لگاتے، پھر تبدیل لباس کر کے نکلتے۔ آپ کے لیے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ روایت حدیث کرتے۔ اثنائے روایت میں مجلس میں عود جلایا جاتا۔ یہ تخت صرف روایت حدیث کے لیے رکھا ہوا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ میں امام مالک کے ساتھ عقیق کی طرف جارہا

Marfat.com

تھا۔ راستے میں میں نے ان سے ایک حدیث کی بابت پوچھا۔ انہوں نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا کہ مجھے تم سے توقع نہ تھی کہ راستہ چلتے ہوئے مجھ سے حدیث شریف کی بابت سوال کرو گے۔

قاضی جریر بن عبدالحمید نے امام مالک سے حالت قیام میں ایک حدیث کی بابت پوچھا۔ امام موصوف نے ان کے لیے قید کا حکم دیا۔ جب حضرت امام سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ قاضی تادیب کا زیادہ سزاوار ہے۔

ہشام بن عمار نے امام مالک سے جو کھڑے تھے ایک حدیث پوچھی آپ نے اس کے بیس کوڑے مارے۔ پھر ترس کھا کر بیس حدیثیں روایت کیں یہ دیکھ کر ہشام نے کہا۔ کاش وہ اور کوڑے مارتے اور زیادہ حدیثیں روایت کرتے۔

حضرت ابن سیرین تابعی بعض وقت ہنس پڑتے۔ مگر جب ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا ذکر آتا تو ان پر خشوع طاری ہو جاتا۔

حضرت قتادہ کی نسبت مروی ہے کہ جب وہ حدیث سنتے تو ان کو گریہ واضطراب لاحق ہو جاتا۔

حافظ عبدالرحمٰن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ) جب حدیث پڑھتے تو حاضرین مجلس کو چپ رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ بفحوائے لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ حدیث شریف کی قرأت کے وقت سکوت واجب ہے۔ جیسا کہ حیات شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول مبارک کے سننے کے وقت واجب تھا۔

امام مالک کا قول ہے کہ ایک شخص حضرت ابن مسیّب کے پاس آیا۔ آپ اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے آپ سے ایک حدیث دریافت کی۔ آپ اٹھ بیٹھے اور حدیث بیان کی۔ اس نے کہا میں چاہتا تھا کہ آپ اٹھنے کی تکلیف نہ فرماتے۔ آپ نے فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ لیٹے ہوئے حدیث شریف بیان کروں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ہم سے حدیثیں بیان کر رہے تھے۔ اثنائے قرأت میں آپ کو ایک بچھو نے سولہ مرتبہ ڈنک مارا۔ آپ کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ مگر آپ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو قطع نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہوئے اور سامعین چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ میں نے آج آپ سے ایک عجیب بات دیکھی ہے۔ فرمایا ہاں، میں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی عظمت واحترام کے لیے

Marfat.com

صبر کیا۔ (ماخوذ از مواہب وشفاء شریف)

آنحضرت ﷺ کے آثار شریفہ کی تعظیم

۱- حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا اہل انس سے ملے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبیدہ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک کے بال منڈواتے تو حضرت ابوطلحہ سب سے پہلے آپ کے موئے مبارک لیتے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الوضوباب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان)

۲- حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ کے سر مبارک کو مونڈ رہا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ سب یہ چاہتے تھے کہ حضور کا جو بال مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

(صحیح مسلم۔ باب قربہ ﷺ من الناس وتبرکہم بہ)

۳- حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ (مزدلفہ سے) منیٰ میں آئے۔ اور جمرہ عقبہ میں کنکریاں پھینک کر اپنے مکان پر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حجام کو بلایا اور سر مبارک کے دہنی طرف کے بال منڈوائے۔ اور ابوطلحہ انصاری کو بلا کر عطا فرمائے۔ بعد ازاں حضور نے بائیں طرف کے بال منڈوا کر ابوطلحہ انصاری کو بلا کر عنایت کیے اور ان سے فرمایا کہ یہ تمام بال لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ کتاب المناسک۔ باب الحلق)

مرا از زلفِ تو موئے بسند است
فضولی مے کنم بوئے بسند است

۴- حضرت ام المومنین ام سلمہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ سرخ رنگ کے بال تھے۔ جو ایک ڈبیہ بشکل جلجل میں رکھے ہوئے تھے۔ لوگ ان بالوں سے نظر بد اور دیگر بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے۔ کبھی تو ان کو پانی کے پیالہ میں رکھتے۔ پھر پانی کو پی لیتے اور کبھی جلجل کو پانی کے مٹکے میں رکھ دیتے۔ پھر اس پانی میں بیٹھ جاتے۔ یہ ماحصل حدیث بخاری ہے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب مایذکر فی الشیب)

Marfat.com

۵- امام بخاری نے تاریخ میں بروایت ابوسلمہ نقل کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن زید نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے والد عبداللہ بن زید رائی (الاذان) منحر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور نے ضحایا تقسیم فرمائے۔ اور اس کو اپنے بالوں میں سے دیا۔ (اصابہ)

طبقات[۸] ابن سعد میں اس روایت میں اتنا اور ہے کہ محمد مذکور فرماتے ہیں کہ وہ بال مہندی اور وسمہ سے رنگا ہوا ہمارے پاس موجود ہے۔

۶- حضرت ابومحذورہ (مؤذنِ اہلِ مکہ) کے سر کے سامنے کے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا۔ جب وہ زمین پر بیٹھتے اور اس کو کھول دیتے تو بال زمین سے لگ جاتے۔ کسی نے ان سے کہا کہ ان بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں ان کو منڈوا نہیں سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ان کو لگا ہوا ہے۔ (شفاء شریف)

۷- حضرت خالد بن ولید قرشی مخزومی کی ٹوپی جنگِ یرموک میں گم ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ تلاش کرو۔ تلاش کرتے کرتے آخر کار مل گئی۔ لوگوں نے ان سے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا۔ جب آپ نے سر مبارک منڈوایا تو لوگ آپ کے موئے مبارک لینے کے لیے دوڑے۔ میں نے بھی آپ کی پیشانی مبارک کے بال لے کر اس ٹوپی میں رکھ لیے۔ جس لڑائی میں یہ ٹوپی میرے پاس رہی مجھے فتح نصیب ہوتی رہی۔

(اصابہ۔ ترجمہ خالد بن ولید)

شفاء شریف میں اس طرح ہے کہ حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال تھے۔ وہ ٹوپی کسی غزوہ میں گر گئی۔ حضرت خالد نے اس کے لیے مڑ کر سخت حملہ کیا۔ جس میں بہت سے مسلمان کام آئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لیے نہیں کیا بلکہ موئے مبارک کے لیے کیا تھا۔ جو اس ٹوپی میں تھے کہ مبادا ان کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگ جائیں۔

۸- آنحضرت ﷺ (والدۂ انس رضی اللہ عنہا) کے ہاں چمڑے کے فرش پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ اٹھتے تو وہ آپ کے پسینہ مبارک کو ایک شیشی میں جمع کر لیتیں اور شانہ کرتے وقت جو بال گرتے ان کو اور پسینہ مبارک کو سُک[۹] میں ملا دیتیں۔ حضرت ثمامہ کا قول ہے کہ جب حضرت انس بن مالک کی وفات کا وقت آیا تو مجھے وصیت کی۔ کہ اس سُک میں سے کچھ میرے حنوط میں ڈال دیا

Marfat.com

جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الاستیذان۔ باب من زار قوما فقال عندہم)

۹- آنحضرت ﷺ ام سلیم کے گھر میں آ کر ان کے بستر پر قیلولہ فرمایا کرتے اور وہ گھر میں نہ ہوا کرتیں۔ ایک روز حسب معمول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے بستر پر سوئے ہوئے تھے۔ جب ان کو خبر ہوئی تو آ کر دیکھا کہ حضور کا پسینہ بستر پر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے ڈبے میں سے ایک شیشی نکالی اور پسینہ مبارک کو اس میں نچوڑنے لگیں۔ حضور کی آنکھ کھلی تو پوچھا کہ ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ ام سلیم نے عرض کیا کہ ہم اپنے بچوں کے لیے آپ کے پسینے کی برکت کے امیدوار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔

(صحیح مسلم۔ باب طیب عرقہ ﷺ والتبرک بہ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور اقدس ﷺ کے پسینہ مبارک کو بچوں کے چہرے اور بدن پر مل دیا کرتے تھے۔ جس سے وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے۔

۱۰- حضرت ثابت بنانی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالک نے مجھ سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں سے ایک بال ہے۔ جب میں مر جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے حسب وصیت ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور وہ اسی حالت میں دفن کیے گئے۔ (اصابہ۔ ترجمہ انس بن مالک)

۱۱- جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں۔ چنانہ ایسا ہی کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد جزء خامس ص ۳۰۰)

۱۲- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ کے خدام اپنے برتن (جن میں پانی ہوتا) لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ آپ ہر ایک برتن میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔ بعض وقت سردی ہوتی تو بھی اسی طرح کرتے۔

(صحیح مسلم باب قربہ ﷺ من الناس وتبرکہم بہ وتواضعہ لہم)

۱۳- جب رسول اللہ ﷺ وضو فرماتے تو وضو کے پانی کے لیے حاضرین میں لڑائی تک نوبت پہنچنے لگتی۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس)

۱۴- حضرت ابوجحیفہ (وہب بن عبداللہ سوائی) کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوا۔آپ چرمی سرخ قبہ میں تھے۔میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا پانی لیا اور لوگ اس پانی کو لینے کے لیے دوڑ رہے تھے۔جس کو اس میں سے کچھ ملتا وہ اسے اپنے ہاتھوں پر ملتا۔اور جس کو کچھ نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھ کی تری لیکر مل لیتا۔

(صحیح بخاری۔کتاب اللباس۔باب القبہ الحمراء من ادم)

۱۵- حضرت طلق بن علی یمامی کا بیان ہے کہ ہم اپنے وطن سے رسول اللہ ﷺ کی طرف نکلے۔حاضر خدمت ہو کر ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور عرض کیا کہ ہمارے وطن میں ہمارا ایک گرجا ہے پھر ہم نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے وضو کا بچا ہوا پانی عنایت فرمائیں۔آپ نے پانی طلب فرمایا اور وضو کر کے بقیہ آب کی ایک کلی ہمارے واسطے چھاگل میں ڈال دی۔اور روانگی کی اجازت دیکر فرمایا کہ جب تم اپنے وطن میں پہنچ جاؤ تو اپنے گرجا کو توڑ ڈالو اور اس کی جگہ پر اس پانی کو چھڑک دو اور گرجا کی جگہ پر مسجد بنالو۔ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر مدینہ منورہ سے دور ہے۔گرمی سخت ہے۔یہ پانی خشک ہو جائے گا۔آپ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ڈال لینا، برکت زیادہ ہو جائے گی۔

(مشکوۃ بحوالہ نسائی۔باب المساجد و مواضع الصلوۃ)

۱۶- ایک روز حضرت خداش بن ابی خداش مکی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک پیالے میں کھانا کھاتے دیکھا۔انہوں نے آپ سے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیا۔حضرت عمر فاروق جب حضرت خداش کے ہاں تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے۔اسے آب زمزم سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔(اصابہ۔ترجمہ خداش)

۱۷- حضرت اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ ہم نے بعض ازواجِ مطہرات کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں بطور عروس بھیجا۔جب ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ایک بڑا پیالہ دودھ کا نکالا اور اس میں سے پی کر اپنی بیوی کو دیا۔وہ بولیں کہ مجھے اشتہا نہیں۔حضور نے فرمایا کہ تو بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کر۔پھر مجھے عنایت فرمایا۔میں اس پیالہ کو اپنے ہونٹوں پر پھرانے لگی حالانکہ میں پیتی نہ تھی۔محض بدیں غرض پھراتی تھی کہ میرے ہونٹ اس جگہ سے لگ جائیں۔جہاں رسول اللہ ﷺ کے ہونٹ مبارک لگے تھے۔بعد ازاں ہم رسول اللہ ﷺ کی بیوی کو چھوڑ آئے۔(معجم صغیر طبرانی۔اسم عبدالحمید)

Marfat.com

۱۸- حضرت عاصم احول روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیالہ دیکھا جو عریض وعمدہ اور چوب نضار (درخت گز یا شمشاد) کا بنا ہوا تھا۔ وہ ٹوٹ گیا تھا۔ حضرت انس نے اسے چاندی کے تار سے جوڑا ہوا تھا۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ ﷺ کو بارہا پانی پلایا ہے۔ بقول ابن سیرین اس میں لوہے کا ایک حلقہ تھا۔ حضرت انس نے چاہا کہ بجائے لوہے کے سونے یا چاندی کا حلقہ بنائیں۔ مگر ابوطلحہ نے کہا کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے بنایا ہوا سے تبدیل نہ کرنا چاہیے۔ یہ سن کر ویسا ہی رہنے دیا۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الاشربہ۔ باب الشرب من قدح النبی ﷺ وآنیتہ)

یہ پیالہ حضرت نضر بن انس کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم کو خریدا گیا۔ امام بخاری سے روایت ہے کہ میں نے اس پیالہ کو بصرہ میں دیکھا اور اس میں پانی پیا ہے۔ (شرح شمائل للبیجوری۔ بحوالہ شرح مناوی)

۱۹- ایک روز آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سقیفہ بنی ساعدہ میں رونق افروز تھے۔ حضور نے حضرت سہل بن سعد سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ۔ چنانچہ حضرت سہل نے ایک پیالہ میں حضور کو اور آپ کے اصحاب کو پانی پلایا۔ حضرت ابوحازم کا بیان ہے کہ حضرت سہل نے وہی پیالہ ہمارے واسطے نکالا اور ہم نے پانی پیا۔ اس پیالہ کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سہل سے مانگ کر لے لیا۔ (صحیح مسلم۔ باب اباحۃ النبیذ الذی لم یشتد ولم یصر مسکراً)

۲۰- رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انیس کو عرفہ میں خالد بن سفیان بن نبیح ہذلی کے قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت عبداللہ نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر لے کر ایک غار میں داخل ہوئے۔ اس غار پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ دشمن جو تعاقب میں آئے انہوں نے وہاں کچھ نہ پایا اور نا امید واپس ہو گئے۔ حضرت عبداللہ غار سے نکل کر اٹھارہ دن کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور خالد کے سر کو سامنے رکھ کر قصہ بیان کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک میں عصا تھا۔ آپ نے حضرت عبداللہ کو عطا فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا:-

تختصر بھذہ فی الجنۃ بہشت میں اس پر ٹیک لگانا۔

وہ عصا حضرت عبداللہ کے پاس رہا۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا[۱]۔

۲۱- امام ابن مامون کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا۔

Marfat.com

ہم اس میں بغرض شفاء بیماروں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

۲۲- رسول اللہ ﷺ کا اونی جبہ کسروانی تھا۔ جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی سنجاف تھی۔ یہ جبہ پہلے حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھا۔ ان کے بعد حضرت اسماء بنت ابی بکر نے لے لیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس جبہ کو رسول اللہ ﷺ پہنا کرتے تھے۔ ہم اسے دھو کر بغرض شفاء بیماروں کو پلاتے ہیں[۵۲]۔

۲۳- حضرت محمد بن جابر کے دادا سیار بن طلق یمامی وفد بنی حنیفہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے اپنی قمیص کا ایک ٹکڑا عنایت فرمائیے۔ میں اس کے ساتھ اپنا دل بہلایا کروں گا۔ حضور نے ان کی درخواست منظور فرما کر اپنی قمیص کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔ محمد بن جابر کا بیان ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ ٹکڑا ہمارے پاس تھا۔ ہم اسے دھو کہ بغضر شفاء بیماروں کو پلایا کرتے تھے۔ (اصابہ۔ ترجمہ سیار بن طلق)

۲۴- جب حضرت ولید بن ولید بن مغیرہ قرشی مخزومی مکہ میں قید سے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ میں مرا جاتا ہوں۔ آپ مجھے اپنے کسی زائد کپڑے میں جو آپ کے جسد اطہر پر رہا ہو کفنانا چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنی قمیص میں کفنایا۔

(اصابہ۔ ترجمہ ولید بن ولید بن مغیرہ)

۲۵- حضرت عبداللہ بن حازم کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا۔ جسے وہ جمعہ اور عیدین میں پہنا کرتے تھے۔ لڑائی میں جب فتح پاتے تو بطور تبرک اس عمامہ کو پہنتے اور فرماتے کہ یہ عمامہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہنایا تھا۔ (اصابہ)

۲۶- ایوب بن نجار بروایت ابوعبداللہ نقل کرتے ہیں کہ ان کے دادا کے پاس رسول اللہ ﷺ کا لحاف تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے ان کے دادا کو کہلا بھیجا۔ چنانچہ وہ اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس سے اپنے چہرے کو ملنے لگے۔ (تاریخ صغیر للبخاری ص ۱۱۱)

۲۷- رسول اللہ ﷺ بعض وقت شفاء بنت عبداللہ قرشیہ عدویہ کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کے گھر میں قیلولہ فرماتے۔ حضرت شفاء نے حضور انور ﷺ کے لیے ایک بچھونا اور ایک

Marfat.com

بنوائی تھی جس میں آپ سو جایا کرتے۔ وہ بچھونا اور چادر حضرت شفاء کے خاندان میں رہی یہاں تک کہ مروان بن الحکم نے لے لی۔ (استیعاب واصابہ)

۲۸- جب حضرت کعب بن زہیر نے ایمان لا کر اپنا قصیدہ بانت سعاد پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی چادر اڑھائی۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں بروایت سعید بن میسب نقل کیا ہے کہ یہ وہی چادر ہے جسے خلفاء عیدین میں پہنتے ہیں۔ (انتہی)

ابوبکر بن انباری (متوفی ۱۰ ذی الحجہ ۳۲۸ھ) کی روایت میں ہے کہ جب حضرت کعب اس شعر پر پہنچے:-

ان الرسول لنور یستضاء به

مهند من سیوف الله مسلول

تو آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف چادر مبارک پھینک دی۔ حضرت معاویہ نے اس چادر کے لیے دس ہزار درہم خرچ کیے۔ مگر حضرت کعب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی چادر کے لیے میں کسی کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دیتا۔ حضرت کعب کی وفات کے بعد حضرت معاویہ نے ان کے ورثہ سے وہ چادر بیس ہزار درہم کو لے لی۔ ابن انباری کا قول ہے کہ وہی چادر آج تک سلاطین کے پاس ہے۔ (شرح قصیدہ بانت سعاد لابن ہشام المتوفی ۷۶۱ھ)

۲۹- حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی، اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے۔ میں آپ کے پہننے کے لیے لائی ہوں۔ آپ کو ضرورت تھی اس لیے آپ نے قبول فرمالی۔ پھر آپ اسے بطور تہبند باندھ کر ہماری طرف نکلے۔ صحابہ میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا۔ کیا اچھی چادر ہے۔ یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے۔ پھر واپس آئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس سائل صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے کہا کہ تم نے اچھا نہ کیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چادر کا سوال کیا۔ حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اس صحابی نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ میرے مرنے پر یہ چادر میرا کفن بنے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی۔

(صحیح بخاری۔ کتاب اللباس باب البرود والحبرة والشملة)

۳۰- حضرت ابوبردہ بیاں کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے ہمیں ایک کملی جو پیوندوں کی

Marfat.com

کثرت سے نمدہ کی مثل تھی اور ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں وصال فرمایا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب الاکسیۃ والخمائص)

۳۱- آنحضرت ﷺ کی خاتم شریف جس میں تین سطریں یوں تھیں اللہ رسول محمد حضرت ابوبکر کے پاس تھی۔ پھر حضرت عمر فاروق کے پاس رہی۔ بعد ازاں حضرت عثمان غنی کو ملی۔ جب ان کی خلافت کو چھ برس ہو گئے تو ایک روز وہ چاہ اریس پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہاتھ میں سے کوئیں میں گر پڑی۔ تین دن تلاش کرتے رہے۔ کوئیں کا تمام پانی نکالا گیا۔ مگر نہ ملی۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاتم گم ہوگئی تھی تو ان کی بادشاہت جاتی رہی تھی۔ یہی راز حضور ختم المرسلین ﷺ کی خاتم گم ہونے میں تھا۔ چنانچہ اس کے بعد اس فتنہ کا آغاز ہوا۔ جس کا انجام حضرت عثمان غنی کی شہادت پر ہوا۔ (وفاء الوفاء جزء ثانی ص ۱۲۱)

۳۲- آنحضرت ﷺ کی تلوار ذوالفقار حضرت امام زین العابدین کے پاس تھی۔ جب وہ حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد یزید کے ہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت مسور بن مخرمہ نے حضرت امام سے وہی تلوار مانگی تھی اور عرض کیا تھا کہ ''آپ سے لے لیں گے۔ جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی مجھ سے نہ لے سکے گا۔''

(صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ماذکر من درع النبی ﷺ وعصاہ وسیفہ الخ)

امام اصمعی (متوفی ۲۱۳ھ) ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے ہاں گیا۔ انہوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی تلوار ذوالفقار دکھائی۔ جس سے بہتر میں نے کوئی تلوار نہیں دیکھی۔ (زرقانی۔ جزء ثالث ص ۳۷۸)

۳۳- حضرت عیسیٰ بن طہمان کا بیان ہے کہ حضرت انس بن مالک نے ہمیں دو پرانے نعلین نکال کر دکھائے جن میں سے ہر ایک میں بندش کے دو دو تسمے تھے۔ اس کے بعد حضرت ثابت بنانی نے بروایت انس مجھ سے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین شریفین ہیں۔

(صحیح بخاری۔ باب ماذکر من درع النبی ﷺ الخ)

۳۴- جنگ بدر میں حضرت زبیر نے جو برچھی عبیدہ بن سعید بن عاص کی آنکھ میں ماری تھی۔ وہ یادگار رہی بدیں طور کہ حضرت زبیرؓ سے حضور اقدس ﷺ نے مستعار لی۔ پھر آپ کے چاروں خلفاء کے پاس بطور تبرک منتقل ہوتی رہی۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس رہی۔

Marfat.com

یہاں تک کہ حجاج نے ان کو ۷۳ھ میں شہید کر دیا۔ (صحیح بخاری باب شہود الملائکہ بدر)

۳۵-جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔ وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ اس تلوار کو عرجون کہتے تھے۔ یہ بطور تبرک ان کے خاندان میں رہی۔ یہاں تک کہ بغاتر کی کے ہاتھ جو معتصم باللہ ابراہیم بن ہارون رشید کے امیروں میں سے تھا بغداد میں دو سو دینار میں فروخت ہوئی۔

(زرقانی علی المواہب۔ جزء ثانی۔ ص ۴۳)

۳۶-حضرت عتبان بن مالک انصاری خزرجی کا بیان ہے کہ میری بصارت جاتی رہی۔ میں نے ایک شخص کو بھیج کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ قدم رنجہ فرمائیں اور میرے مکان میں نماز پڑھیں۔ تاکہ میں آپ کی جائے نماز کو مسجد مقرر کر لوں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ مع اصحاب تشریف لائے اور آپ نے میرے مکان میں نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الایمان)

۳۷-ایک روز رسول اللہ ﷺ ابو مریم جہنی کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اور وہیں میدان میں نماز پڑھ کر واپس ہو گئے۔ قبیلہ جہینہ کے چند اشخاص نے ابو مریم سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کریں کہ حضور بنفس نفیس ہمارے واسطے ایک مسجد کی حد بندی کر دیں۔ چنانچہ ابو مریم راستے ہی میں حضور سے جا ملے اور عرض کیا کہ آپ میری قوم کے لیے ایک مسجد کی حد بندی کر دیں۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے واپس ہو کر بنو جہینہ میں ایک مسجد کی حد بندی کر دی۔ (اصابہ۔ ترجمہ ابو مریم جہنی)

۳۸- آنحضرت ﷺ کے منبر شریف کے تین درجے تھے۔ حضور سب سے اوپر کے درجہ پر بیٹھتے اور درمیانی درجہ پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ حضور اقدس ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اپنے عہد خلافت میں بپاس ادب درمیانی درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں سب سے نیچے کے درجہ پر رکھتے۔ حضرت عمر فاروق اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں زمین پر رکھتے۔ حضرت عثمان غنی اپنی خلافت کے پہلے چھ سال حضرت عمر فاروق کی طرح کرتے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے جلوس کی جگہ پر چڑھے۔ (وفاء الوفاء جز اول ص ۲۸۰)

Marfat.com

کشف الغمہ للشعرانی (جزء اول ص ۱۲۱) میں ہے کہ جب حضرت عثمان کا عہد آیا تو انہوں نے منبر شریف کے درجات زیادہ کر دیئے۔ وہ اوپر کے تینوں درجوں کو چھوڑ کر زیادت کے پہلے درجہ پر کھڑے ہوا کرتے تھے۔

۳۹-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر منیف میں جو جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا۔ پھر اس ہاتھ کو اپنے منہ پر پھیر لیا۔ (شفاء شریف وطبقات ابن سعد)

۴۰- یحییٰ بن سعید جو امام مالک کے استاد تھے جب عراق کو جاتے تو منبر شریف کے پاس آ کر اسے مس کرتے اور دعا مانگتے۔ (وفاء الوفاء جزء ثانی ص ۴۴۲)

۴۱- مسجد نبوی میں پہلی آتشزدگی یکم رمضان ۶۵۴ھ میں ہوئی۔ اس میں ممبر نبوی کا بقایا بھی جل گیا۔ چنانچہ ابوالیمن بن عساکر جو آتش زدگی کے وقت زندہ تھے تحفۃ الزائر میں یوں لکھتے ہیں:
''منبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بقایا جل گیا۔ اس منبر کے زمانہ کو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے کے وقت اپنا دست مقدس رکھا کرتے تھے۔ زائرین مس کیا کرتے تھے اور دو خطبوں کے درمیان اور پیشتر حضور انور منبر کی جس جگہ پر بیٹھا کرتے تھے اس جگہ کو اور منبر پر رونق افروز ہونے کے وقت جس جگہ پر حضور کے ہر دو قدم ہوا کرتے تھے اس جگہ کو بھی زائرین مس کیا کرتے تھے۔ اب آتش زدگی سے وہ اس برکت عامہ ونفع عائد سے محروم ہو گئے۔ (وفاء الوفاء۔ جزء اول ص ۳۹۸)

۴۲-حضرت اسعد بن زرارہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی تھی جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر سویا کرتے تھے۔ جب وفات شریف ہوئی تو حضور کو اسی پر رکھا گیا۔ حضور کے بعد حضرت صدیق اکبر کو بھی وفات پانے پر اسی پر رکھا گیا۔ بعدازاں عمر فاروق کو بھی اسی پر رکھا گیا۔ پھر لوگ بطور تبرک اپنے مردوں کو اسی پر رکھا کرتے تھے۔ یہ چارپائی بنوامیہ کے عہد میں میراث عائشہ صدیقہ میں فروخت ہوئی۔ عبداللہ بن اسحاق نے اس کے تختوں کو چار ہزار درہم میں خرید لیا۔

(زرقانی علی المواہب بحوالہ ابن عماد جزء ثالث ص ۳۸۲)

۴۳-روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھیں۔ وہ ایک کمرے میں محفوظ تھیں۔ ابن عبدالعزیز ہر روز ایک باران کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اشراف میں سے اگر کوئی ان سے ملنے آیا تو اس کو بھی ان کی زیارت کرایا کرتے

Marfat.com

تھے۔ کہتے ہیں کہ اس کمرے میں ایک چارپائی۔ چمڑے کا تکیہ جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک جوڑہ موزہ۔ قطیفہ (لحاف) چکی اور ایک ترکش تھی جس میں چند تیر تھے۔ لحاف میں آنحضرت ﷺ کے سر مبارک کے میل کا اثر تھا۔ ایک شخص کو سخت بیماری لاحق تھی جسے شفاء نہ ہوتی تھی۔ ابن عبدالعزیز کی اجازت سے اس میل میں سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا۔ وہ چنگا ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ۔ جزء ثانی۔ ص ۶۰۸)

۴۴- دلائل ابی نعیم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لیے سخت پتھر ایسے نرم ہو گئے کہ غار بن گئے۔ چنانچہ احد کے دن حضور نے اپنا سر مبارک پہاڑ کی طرف مائل کیا۔ تاکہ مشرکین سے اپنا جسم مبارک چھپائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے پتھر کو ایسا نرم کیا کہ آپ نے اپنا سر مبارک اس میں داخل کر دیا۔ وہ پتھر اب تک باقی ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اسی طرح مکہ مشرفہ کے ایک درہ میں حضور نے نماز میں ایک سخت پتھر سے قرار پکڑا۔ وہ ایسا نرم ہو گیا کہ آپ کے ہر دو بازوئے مبارک نے اس میں اثر کیا۔ وہ پتھر مشہور ہے۔ جو لوگ حج کرنے کو جاتے ہیں اس کی زیارت کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے شب معراج میں صخرۂ بیت المقدس خمیر کی مانند ہو گیا۔ آپ نے اس سے اپنا براق باندھا۔ لوگ آج تک اسے اپنے ہاتھ سے چھوتے ہیں۔

(دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ ص ۳۱۵)

۴۵- عبدالرحمٰن بن زید عراقی کا بیان ہے کہ زبدہ میں حضرت سلمہ بن اکوع کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھایا جو ایسا ضخیم تھا کہ گویا اونٹ کا سم تھا اور فرمایا کہ میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی ہے۔ پس ہم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا۔ (طبقات ابن سعد۔ جزء رابع۔ قسم ثانی ص ۳۹)

۴۶- اسماعیل بن یعقوب تیمی روایت کرتے ہیں کہ ابن منکدر (متوفی ۲۰۵ھ) مسجد نبوی کے صحن میں ایک خاص جگہ پر لوٹتے اور لیٹتے ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس جگہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ میرا گمان ہے کہ ابن منکدر نے کہا کہ خواب میں دیکھا ہے۔ (وفاء الوفاء- جزء ثانی- ص ۴۴۵)

امثلہ مذکورہ بالا کے مطالعہ کے بعد کسی مسلمان کو آنحضرت ﷺ کے آثار شریفہ سے تبرک کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اولیاء و علماء جو آنحضرت ﷺ کی برکات کے وارث ہیں۔ ان کے آثار شریفہ میں

Marfat.com

بھی برکت ہوتی ہے۔اس سے انکار کرنا حرمان و بدنصیبی کی علامت ہے۔ زیادہ تفصیل کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

۴۷۔شیخ الاسلام حافظ ابوالفتح تقی الدین بن دقیق العید (متوفی ۱۱صفر ۷۰۲ھ) رسول اللہ ﷺ کی مدح میں یوں فرماتے ہیں:-

یاسائرًا نحو الحجاز مشمّرًا اجهد
فديتك فی المسير وفی السریٰ
واذاسهرت الليل فی طلب العلا
فحذرا ثم حذرًا من خدع الكریٰ
فالقصد حيث النور

اے حجاز کی طرف تیزی سے چلنے والے! میں تجھ پر فدا! تو رات دن چلنے میں کوشش کرنا، اور جب تو بزرگیوں کی طلب میں رات کو جاگے تو اونگھ کے فریب سے بچنا پھر بچنا۔تو اس جگہ کا قصد کرنا جہاں نور خوب چمک رہا ہے۔

يشرق ساطعًا والطرف حيث تری
الثریٰ متعطرا قف بالمنازل
والمناهل من لدن وادی قباء الیٰ
حمی امر القریٰ

اور جہاں خاک خوشبو دار نظر آتی ہے تو ان منازل اور چشموں پر ٹھہر جانا جو وادیٔ قباء کے قریب سے ام القریٰ (مکہ معظمہ) کے سبزہ زار تک ہیں۔

وتوّخ اٰثار النبی فضع بها
متشرقًا خدّيك فی عفر الثریٰ

اور نبی ﷺ کے آثار کا قصد کرنا اور ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے وہاں اپنے ہر دو رخسار کو روئے خاک پر رکھ دینا۔

واذا رأيت مهابط الوحی الّتی
نشرت علی الأفاق نورا انورا فاعلم
بـانّك مـا رأيت شبيهها مذ كنت فی
ماضی الزمان ولا تریٰ

اور جب تو وحی کے اترنے کی جگہوں کو دیکھے جنہوں نے تمام دنیا پر نور انور پھیلا دیا ہے۔تو جان لینا کہ تو نے اپنی گزشتہ عمر میں ان کی مثل نہیں دیکھا اور نہ آئندہ دیکھے گا۔

(فوات الوفیات۔ترجمہ ابن دقیق العید)

۴۔درود شریف وزیارتِ قبر شریف

مومنوں پر واجب ہے کہ رسولِ اللہ ﷺ پر درود بھیجا کریں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ۔ (احزاب۔ ۵۶)

تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت میں تاکید کے لیے جملہ اسمیہ لایا گیا ہے۔ جس کے شروع میں بغرض تاکید مزید حرف تاکید مذکور ہے۔ اس جملہ کی خبر فعل مضارع ہے جو افادۂ استمرار تجددی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اور میرے تمام فرشتے (جن کی گنتی مجھے ہی معلوم ہے) پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی اس وظیفہ میں میری اور میرے فرشتوں کی اقتداء کرو۔

واضح رہے کہ خدا کے درود بھیجنے سے مراد رحمت کا نازل کرنا اور فرشتوں اور مومنوں کے درود سے مراد ان کا بارگاہ ربّ العزت میں تضرع و دعا کرنا ہے کہ وہ اپنے حبیب پاک ﷺ پر رحمت و برکت نازل فرمائے۔

مومنوں کی طرف سے درود بھیجنے میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے اور بھیجنے والوں کا بھی فائدہ ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ مسلمانو! رسول اللہ ﷺ کی اس شان محبوبیت اور عظمت جاہ کو دیکھئے کہ امت کا ایک بندہ حقیر، ذلیل، حبیب خدا ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اس کا بدلہ خود ربّ جلیل جل شانہ دیتا ہے۔ اور ایک کے مقابلہ میں دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے طفیل سے یہ شرف صرف اسی امت کو عطا ہوا ہے۔ کیونکہ اس امت کے سوا کسی اور امت کو اپنے پیغمبر پر درود و سلام بھیجنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

درود شریف کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ درود شریف اجابت دعا کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا توسل بالنبی ﷺ ہے۔ دلائل الخیرات شریف میں ہے کہ حضرت ابو سلمان عبدالرحمٰن بن عطیہ دارانی (متوفی ۲۱۵ھ) نے فرمایا کہ جب تم خدا تعالیٰ سے کچھ مانگو تو دعا سے پہلے اور پیچھے درود شریف پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دونوں طرف کے درود شریف کو تو اپنے کرم سے قبول کر ہی لیتا ہے۔ اور یہ اس کے کرم سے بعید ہے کہ درمیان کی چیز کو رد کردے۔ علامہ فاسی شرح دلائل الخیرات میں لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک امام دارانی کے قول مذکور کا تتمہ یوں ہے۔ ''اور ہر ایک عمل مقبول ہوتا ہے یا مردود سوائے درود شریف کے کہ وہ مقبول ہی ہوتا ہے، مردود نہیں ہوتا'' امام باجی

Marfat.com

نے بروایت ابن عباس نقل کیا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو اپنی دعا میں درود شریف شامل کرو۔ کیونکہ درود شریف مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ بعض کو قبول کرے اور بعض کو رد کرے۔ شیخ ابو طالب مکی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو پہلے درود شریف پڑھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ اس سے دو حاجتیں مانگی جائیں۔ جن میں سے ایک کو پورا کر دے اور دوسری کو رد کر دے۔ اس روایت کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے۔ امام عراقی نے کہا کہ میں نے اس روایت کو مرفوع نہیں پایا۔ وہ ابوالدرداء پر موقوف ہے۔ شفاء شریف میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ درود شریف کے درمیان کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ ابو محمد جبر نے اس روایت کو کتاب شرف المصطفیٰ سے منسوب کیا ہے۔ کذا فی مطالع المسرات۔

علامہ شامی نے سلف کے قول (کہ درود شریف کبھی رد نہیں ہوتا) کی تاویل وتصحیح یوں کی ہے کہ درود شریف (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ) دعا ہے اور دعا کبھی مقبول ہوتی ہے اور کبھی مردود۔ مگر درود شریف عموم دعاء سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر درود بھیجتا رہتا ہے۔ اس نے اپنے مومن بندوں پر احسان کیا ہے کہ ان کو بھی درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ ان کو زیادہ فضل وشرف حاصل ہو جائے۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کو تو اپنے پروردگار کا درود ہی کافی ہے۔ پس مومن کا اپنے رب سے طلب درود کرنا قطعاً مقبول ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خود خبر دے رہا ہے کہ میں اپنے رسول پر درود بھیجتا رہتا ہوں۔ باقی تمام دعائیں اور عبادتیں اس کے برعکس ہیں۔ لہٰذا درود شریف کے مقبول ہی ہونے کی سند نص قرآنی ہے۔ رہا اس پر ثواب کا ملنا، سو وہ چند عوارض کے مشروط ہے۔ اور وہ عوارض یہ ہیں۔ قلب غافل سے پڑھنا۔ ریا وسمعہ کے لیے پڑھنا۔ کسی حرام چیز پر استعمال کرنا وغیرہ۔ کذا فی رد المختار۔

آنحضرت ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت بالاجماع سنت اور فضیلت عظیمہ ہے۔ اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ جن میں سے چند وفاء الوفاء سے یہاں پیش کی جاتی ہیں:-

۱- من زار قبری وجبت له شفاعتی۔	جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔ (دار قطنی وبیہقی وغیرہ)
۲- من زار قبری حلت له شفاعتی۔	جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ اس کے واسطے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔ (بزار)

Marfat.com

٣- من جاء نی زائرًا لا تحمله حاجة الا زیارتی کان حقا علّی ان اکون له شفیعًا یوم القیٰمة

جو میری زیارت کو اس طرح آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی اور چیز اس کو نہ لائی تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔
(کبیر و اوسط طبرانی۔ امالی دارقطنی وغیرہ)

٤- من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی ۔

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی۔ وہ مثل اس کے ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (دارقطنی وطبرانی وغیرہ)

٥- من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ۔

جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ستم کیا۔ (کامل ابن عدی)

٦- من زارنی الی المدینة کنت له شهیدًا و شفیعًا ۔

جس نے مدینہ میں آ کر میری زیارت کی۔ میں اس کے لیے گواہ اور شفیع ہوں گا۔ (سنن دارقطنی)

٧- من زار قبری او من زارنی کنت له شفیعًا او شهیدا ومن مات فی احد الحرمین بعثه الله عزوجل فی الأمنین یوم القیٰمة ۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی (یا فرمایا) جس نے میری زیارت کی۔ میں اس کے لیے شفیع یا گواہ ہوں گا۔ اور جو شخص حرمین میں سے ایک میں مرگیا۔ اللہ عزوجل اس کو قیامت کے دن امن والوں میں اٹھائے گا۔ (ابوداؤد۔ طیالسی)

٨- من زارنی متعمدًا کان فی جواری یوم القیٰمة ۔

جس نے بالقصد میری زیارت کی۔ وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا۔ (ابوجعفر عقیلی)

٩- من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن مات باحد الحرمین بعث من الأمنین یوم القیٰمة ۔ . .

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی۔ اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اور جو حرمین شریفین میں سے ایک میں مرگیا وہ قیامت کے دن امن والوں کے زمرہ میں اٹھایا جائیگا۔ (دارقطنی وغیرہ)

Marfat.com

۱۰- من حج الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ حجتان مبرورتان ۔

جس نے مکہ میں حج کیا۔ پھر میری مسجد میں میری زیارت کی۔ اس کے لیے دو مقبول حج لکھے گئے۔ (مسند فردوس)

احادیث مذکورہ بالا کے علاوہ کتاب اللہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔ (نساء-ع۹)

اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تیرے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے۔ اور پیغمبر ان کے لیے بخشش مانگتا۔ تو وہ خدا کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر توبہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے مگر قبول توبہ کے لیے ایک تیسرے امر (گنہگاران امت کے لیے استغفار رسول) کی بھی ضرورت بیان ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا تمام مومنوں کے لیے طلب مغفرت فرمانا تو ثابت ہی ہے۔ کیونکہ حضور کو حکم الٰہی یوں ہے:-

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ؕ

اور تو اپنے گناہ کے لیے اور مومنوں اور مومنات کے لیے بخشش مانگ۔

ظاہر بالبداہت ہے کہ حضور نے اس حکم کی تعمیل کی۔ پس اگر باقی دو امر (گنہگاروں کا بغرض توسل حاضر خدمت ہونا اور طلب مغفرت کرنا) پائے جائیں تو وہ مجموعہ متحقق ہو جائے گا جو موجب قبول توبہ ورحمت الٰہی ہے۔

آیت زیر بحث میں استغفرلھم کا عطف جاء وك پر ہے۔ اس لیے اس کا مقتضا یہ نہیں کہ استغفار رسول استغفار عاصیان کے بعد ہو۔ علاوہ ازیں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ حضور ﷺ وفات شریف کے بعد گنہگاران امت کے لیے طلب مغفرت نہیں فرماتے۔ کیونکہ حضور (بلکہ تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) وفات شریف کے بعد زندہ ہیں اور عاصیان امت کے لیے طلب مغفرت فرماتے ہیں۔ چنانچہ بزار نے صحیح راویوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم تحدثون ۔ میری زندگی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تم

Marfat.com

واحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فمارایت من خیر حمدت اللہ علیہ ومارایت من شر استغفرت اللہ لکم .

مجھ سے (حلال وحرام) پوچھتے ہو۔ میں تمہیں (بذریعہ وحی) احکام سناتا ہوں۔ اور میری وفات بھی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ میں اچھے عملوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر کروں گا اور برے عملوں کو دیکھ کر تمہارے واسطے مغفرت کی دعا کیا کروں گا۔

پس آنحضرت ﷺ نے حیات شریف ہی میں عاصیان امت کو بشارت دیدی کہ میں وفات شریف کے بعد بھی ان کے لیے استغفار کیا کروں گا۔ اور حضور کے کمال رحمت سے معلوم ہے کہ جو شخص اپنے ربّ سے طلب مغفرت کرتا ہوا۔ حضور کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتا ہے آپ اس کے لیے استغفار فرماتے ہیں۔ اسی واسطے علماء کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ حضور کا یہ رتبہ آپ کی وفات شریف سے منقطع نہیں ہوا۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس آیت کا حکم آنحضرت ﷺ کی حالتِ حیات شریف کے ساتھ ہی مختص ہے وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ یہ اصولی قاعدہ ہے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ مورد خاص کا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عموم الفاظ قرآنی سے حجت پکڑتے رہے۔ باوجودیکہ وہ آیتیں خاص خاص موقعوں پر نازل ہوئیں (اتقان للسیوطی) اسی طرح آیت زیر بحث اگرچہ ایک خاص قوم کے حق میں حالتِ حیات رسول اللہ ﷺ میں نازل ہوئی۔ لیکن جہاں یہ وصف (عاصیانِ امت کا حضور سیّد الابرار کی بارگاہ میں گناہوں کی معافی کے لیے حاضر ہونا) پایا جائے گا عموم حالت کے موافق اس کا حکم بھی عام اور ہر دو حالت حیات و بعد الوفات کو شامل ہوگا۔ چنانچہ علمائے کرام نے عموم سے ہر دو حالتیں سمجھی ہیں۔ اور جو شخص قبر شریف پر حاضر ہو اس کے واسطے مستحب خیال کیا ہے کہ وہ اس آیت کو پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے۔ امام عتبی (امام شافعی کے استاد) کی حکایت اس باب میں مشہور ہے۔ اور مذاہب اربعہ کے علماء نے اسے اپنے مناسک میں نقل کیا ہے۔ اور اسے مستحسن سمجھ کر آداب زیارت میں شامل کیا ہے[۵۵]۔ ہم اس حکایت کو انشاء اللہ تعالیٰ بحث توسل میں لائیں گے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں آج تک اہل اسلام حضور اقدس ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت اور حضور سے توسل و استغاثہ کرتے رہے ہیں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت المقدس سے صلح کی تو کعب احبار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضرت فاروق اعظم ان سے خوش ہوئے اور فرمایا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ مدینہ منورہ چلو اور آنحضرت ﷺ

Marfat.com

کی قبر شریف کی زیارت سے فائدہ اٹھاؤ۔ حضرت کعب احبار نے جواب دیا کہ ہاں۔ (زرقانی علی المواہب)

حافظ ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان اپنی کتاب مصباح الظلام میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابو سعید سمعانی نے بروایت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن شریف کے تین دن بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا۔ اس نے اپنے آپ کو قبر شریف پر گرا دیا۔ اور قبر شریف کی کچھ مٹی اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نے جو کچھ فرمایا وہ ہم نے سن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل کیا جس میں ارشاد فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ الآیہ میں نے ظلم کیا۔ میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے حق میں طلب مغفرت فرمائیں۔ قبر شریف سے آواز آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔

مسند امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ میں بروایت امام منقول ہے کہ حضرت ایوب سختیانی تابعی آئے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے نزدیک پہنچے تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور منہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف کرلیا۔ اور روئے۔ توسل کی دیگر مثالیں عنقریب مذکور ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ذیل میں چند آداب زیارت بیان کئے جاتے ہیں۔ زائرین کو چاہئے کہ ان کو ملحوظ رکھیں۔

۱- زائرین کو مناسب ہے کہ زیارت روضہ شریف کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی بھی نیت کریں۔ اگر مجرد زیارت کی نیت کریں تو اولیٰ ہے۔ دوسری بار اگر موقع ملے تو ہر دو کی نیت کریں۔

۲- مدینہ منورہ کے راستہ میں درود و سلام کی کثرت رکھیں۔

۳- راستے میں مساجد اور آثار شریفہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں ان کی زیارت کریں اور ان میں نماز پڑھیں۔

۴- جب مدینہ منورہ کے مکانات نظر آنے لگیں تو بپاس ادب پیدل ہو جائیں اور درود و سلام بھیجیں اور شہر میں داخل ہونے سے پہلے داخل ہو کر غسل کریں اور تبدیل لباس کر کے خوشبو لگائیں۔

۵- پہلے مسجد نبوی میں داخل ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد پھر دوگانہ شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچا دیا۔

۶- دوگانہ شکر کے بعد روضہ شریف پر حاضر ہوں۔ زیارت کے وقت اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور منہ حضور کے چہرہ مبارک کی طرف کریں۔ اور جالی مبارک کے قریب کھڑے ہو کر نہایت ادب و خشوع سے سلام عرض کریں اور اگر کسی دوست وغیرہ نے حضرت نبوی میں سلام بھیجا ہو تو اس کی

Marfat.com

طرف سے سلام پہنچائیں۔

۷۔ حضور اقدس ﷺ کے سلام سے فارغ ہوکر ایک ہاتھ اپنی دائیں طرف کو ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں۔ پھر ایک ہاتھ اور دائیں طرف کو ہٹ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں۔

۸۔ بعد ازاں اپنی پہلی جگہ پر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑے ہوکر درود وسلام عرض کریں۔ پھر گناہوں سے توبہ کرکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے دعا مانگیں۔

۹۔ ایامِ قیام مدینہ منورہ میں نماز فرض ہو یا نفل مسجد نبوی میں پڑھا کریں۔

۱۰۔ مسجد قبا میں جاکر نماز پڑھیں اور آنحضرت ﷺ کے آثار شریفہ و دیگر مزارات کی زیارت کریں۔

حدیث لاتشد الرحال کی بحث

بعض لوگ انبیاء کرام اور اولیاء وشہداء عظام کے مشاہد و مقابر کی طرف سفر کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور حدیث لاتشد الرحال کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ وہابیہ کے مورث اعلیٰ ابن تیمیہ نے تو کھلے الفاظ میں فتویٰ دے دیا کہ حضور سیّد المرسلین ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا سفر معصیت ہے جس میں نماز قصر نہ کرنی چاہیے۔ بنابریں زائرین کے علاوہ فرشتے بھی جو ہر روز صبح وشام آسمان سے اتر کر روضۂ شریف پر حاضر ہوتے اور درود شریف پڑھتے ہیں اسی معصیت میں مبتلا ہیں۔ یہ حضور رسول اللہ ﷺ کی جناب کمال درجے کی گستاخی ہے۔

ابن تیمیہ کے اس فتوے سے شام ومصر میں بڑا فتنہ برپا ہوا۔ شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں استفتاء کیا۔ علامہ برہان بن الفرکاح فزاری نے قریباً چالیس سطر کا مضمون لکھ کر اسے کافر بتایا۔ علامہ شہاب بن جہل نے اس سے اتفاق کیا۔ مصر میں یہی فتویٰ مذاہب اربعہ کے چاروں قضاۃ پر پیش کیا گیا۔ بدر بن جماعہ شافعی نے لکھ دیا کہ مفتی یعنی ابن تیمیہ کو ایسے فتاویٰ باطلہ سے بز جرو توبیخ منع کیا جائے۔ اگر باز نہ آئے تو قید کیا جائے۔ محمد بن الجریری انصاری حنفی نے لکھا کہ اسی وقت بلا کسی شرط کے قید کیا جائے۔ محمد بن ابی بکر مالکی نے کہا کہ اسے اس قسم کی زجر و توبیخ کی جائے کہ ایسے مفاسد سے باز آجائے۔ احمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی ایسا ہی لکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابن تیمیہ شعبان ۷۲۶ھ میں دمشق میں قلعہ میں قید کیا گیا اور قید ہی میں ۲۰ ذیقعدۃ الحرام ۷۲۸ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوا[۵۶]۔

حدیث زیر بحث صحیح بخاری کے باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ میں بروایت ابوہریرہ

Marfat.com

وارد ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد المسجد الحرام و مسجد الرسول والمسجد الاقصٰی	کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مسجدوں یعنی مسجد حرام و مسجد رسول و مسجد اقصیٰ کی طرف۔

اور باب مسجد بیت المقدس میں بروایت ابوسعید خدری بدیں الفاظ مذکور ہے۔ **لاتشد الرحال الاالی ثلثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصٰی ومسجدی** ۔ اسی طرح امام مسلم نے حدیث ابوہریرہ کو باب فضل المساجد الثلاثۃ میں اور ابوسعید خدری کو باب سفر المرأۃ مع محرم الی الحج وغیرہ میں ذکر ہے۔ حدیث ابوسعید خدری مشکوٰۃ شریف میں باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ میں مذکور ہے۔

مختلف ابواب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث زیر بحث میں بہ نسبت دیگر مساجد کے مساجد ثلاثہ میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے۔ کیونکہ یہ تینوں مساجد ان فضائل سے مختص ہیں جو دوسری مسجدوں میں نہیں پائے جاتے۔ لہٰذا اس حدیث کو مشاہد ومقابر سے کوئی تعلق نہیں۔ اس مدعا کے اثبات کے لئے ہم وجوہ ذیل پیش کرتے ہیں:۔

وجہ اول۔ حدیث زیر بحث میں استثناء مفرغ ہے۔ پس اس کے لیے ایسے عام مستثنیٰ منہ کی تقدیر کی ضرورت ہے جو مستثنیٰ اور غیر کو شامل ہو اور مستثنیٰ سے مناسبت قریبہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ نوع فرد سے اور جنس نوع سے۔ اسی واسطے ماجاءنی الازید میں شی یا جسم یا حیوان کو مقدر نہیں کرتے بلکہ رجل یا احد کو مقدر کرتے ہیں۔ اور ماکسوته الاجبة میں کسوت کو اور **ماصلیت الا فی المسجد** میں فی مکان یا فی موضع کو مقدر کیا جاتا ہے (مطول وحواشی) پس صورت زیر بحث میں مستثنیٰ منہ ایسا ہونا چاہئے جو مساجد ثلاثہ اور دیگر مساجد کو شامل اور مساجد کے ساتھ نسبت قریبہ رکھتا ہو۔ اور وہ سوائے لفظ مسجد کے اور کوئی نہیں۔

وجہ دوئم۔ حدیث زیر بحث کی ترجمہ باب بخاری سے مطابقت اور اسی باب کی دوسری حدیث سے مناسبت ہے۔ یہ مناسبت ومطابقت صاف بتا رہی ہے کہ مستثنیٰ منہ مسجد ہے۔ کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمتہ نے یہ باب مسجد مکہ ومدینہ میں نماز کی فضیلت کے بارے میں باندھا ہے۔ اس باب کی پہلی حدیث (**لاتشد الرحال**) میں مقصود مساجد ثلاثہ میں نماز کی فضیلت بہ نسبت دیگر مساجد کے ہے تاکہ ترجمہ باب کے مطابق ہو۔ یہ نہ کہا جائے کہ پہلی حدیث میں لفظ صلوٰۃ نہیں ہے۔

Marfat.com

کیونکہ مساجد ثلاثہ کی طرف رحلت سے مراد ان میں نماز کا قصد ہے۔ اسی باب کی دوسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:- صلوٰۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوٰۃ فی ماسواہ الا المسجد الحرام (میری اس مسجد میں نماز بہتر ہے ہزار نمازوں سے دوسری مسجدوں میں سوائے مسجد حرام کے) ترجمہ باب کے مطابق ہے۔ اور پہلی حدیث کے معنی کو ظاہر کرتی ہے اور نص ہے اس امر پر کہ ادائے نماز پر تضاعف ثواب میں مساجد ثلاثہ کو دیگر تمام مساجد پر فضیلت ہے کیونکہ الا المسجد الحرام کا مستثنیٰ منہ مساجد کے جو بعض روایات میں صراحۃً مذکور ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔ عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوٰۃ فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام ۔ اور مسلم ہی میں حدیث میمونہ میں ہے۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صلوٰۃ فیہ افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ من المساجد الا مسجد الکعبۃ۔ پس ظاہر ہوا کہ حدیث لاتشد الرحال میں مستثنیٰ منہ مسجد ہے۔ لہٰذا مساجد ثلاثہ کے سوا دنیا کی کسی مسجد کی طرف بقصد نماز سفر کرنا ممنوع ہے۔ اور جو کسی اور ضرورت کے لیے ہو وہ ممنوع نہیں۔

وجہ سوئم- حدیث زیر بحث کے بعض طرق پر مراد و مقصود کی تصریح اور مستثنیٰ منہ کا ذکر موجود ہے۔ اور وہ مسند امام احمد میں یوں مذکور ہے۔ حدثنی ھاشم حدثنی عبدالحمید حدثنی شھر سمعت اباسعید الخدری وذکر عندہ صلوٰۃ فی الطور فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان تشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا (قسطلان وعمدۃ القاری) ترجمہ: (بحذف اسناد) شہر (بن حوشب) کا بیان ہے کہ میں نے سنا ابا سعید خدری کو اور ان کے پاس طور میں نماز کا ذکر آیا۔ پس کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے شتران سواری کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بقصد نماز نہ باندھے جانے چاہئیں۔ سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔ انتہیٰ پس حدیث زیر بحث کی تفسیر حدیث ہی سے ہوگئی اور یہ بہترین تفسیر ہے۔

وجہ چہارم- حدیث زیر بحث کی شرح میں جمہور محدثین وشراح اور اکابر فقہائے حنفیہ و شافعیہ کے اقوال ہیں جو ہمارے مدعا کے مؤید ہیں۔ نظر براختصار ہم ان کو یہاں نقل نہیں کرتے۔ جسے شوق ہو وہ فتح الباری۔ عمدۃ القاری۔ ارشاد الساری۔ نووی علی المسلم۔ احیاء العلوم للغزالی اور

Marfat.com

جذب القلوب للشیخ عبدالحق الدہلوی وغیرہ میں دیکھ لے۔

خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ حدیث لاتشد الرحال مسجد کے بارے میں ہے۔ اس کی رو سے مساجد ثلاثہ کی طرف بدیں غرض سفر کرنا کہ ان میں نماز ادا کرنے سے تضاعف ثواب حاصل ہو جائز ہے۔ دنیا کی کسی اور مسجد کی طرف اس غرض کے لیے سفر کرنا نہ چاہئے۔ کیونکہ وہ درجہ میں تساوی ہیں۔ کسی کو کسی پر باعتبار کثرت ثواب فضیلت نہیں۔ ہاں کسی اور مطلب کے لیے دوسری مساجد کی طرف بھی سفر کرنا جائز ہے۔ مثلاً کسی مسجد میں کوئی بزرگ رہتے ہیں ان کی زیارت یا ان سے استفاضہ کے لیے اس مسجد کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مسجد کے صنائع غریبہ کو دیکھنے کے لیے سفر کرنا بھی ممنوع نہیں ہے۔ مقابر و مشاہد انبیاء کرام و اولیائے عظام کی زیارت کے لیے سفر کرنا حدیث زیر بحث کی نہی کے تحت میں داخل نہیں۔ بلکہ جائز و مشروع و مستحب اور موجب خیر و برکت ہے۔ جب حوائج دنیا کے لیے سفر کرنا بالاتفاق جائز ہے تو حوائج آخرت بالخصوص ان میں سے جو اکد ہے۔ یعنی حضور سید الاولین والآخرین امام المرسلین خاتم النبیین سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے روضہ منورہ کی زیارت کے لیے سفر کرنا بطریق اولیٰ جائز و مستحسن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک سے اس وقت تک مسلمانوں کا اسی پر عمل رہا ہے۔ اس کا انکار حرمان و شقاوت کی علامت ہے۔

خاتمہ در بحث استغاثہ و توسل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا مستحسن ہے۔ اس کو مختلف الفاظ توسل و استغاثہ و تشفع و توجہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعض وقت توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہوتا ہے کہ آپ سے کوئی چیز طلب کی جائے بدیں معنی کہ آپ اس میں تسبب پر قادر ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں یا شفاعت فرمائیں۔ اس کا مطلب بھی حضور سے طلب دعا ہے۔

حضور علیہ السلام سے توسل و استغاثہ فعل انبیاء و مرسلین علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور سیرت سلف صالحین ہے۔ اور یہ توسل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے پہلے۔ ولادت شریف کے بعد۔ عالم برزخ میں اور عرصات قیامت میں ثابت ہے۔ جس کی توضیح ذیل میں کی جاتی ہے۔

۱- ولادت شریف سے پہلے توسل

جب حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے آخر کار یوں دعا کی۔

Marfat.com

يـا رب اسـألك بـحـق محمد لمـا غفرت لی — اے میرے پروردگار! میں تجھ سے بحق محمد سوال کرتا ہوں کہ میری خطا معاف کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تو نے محمد کو کس طرح پہچانا۔ حالانکہ میں نے ان کو پیدا نہیں کیا۔ حضرت آدم نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا۔ اور عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کو ذکر کیا ہے جو تیرے نزدیک محبوب ترین خلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم! تو نے سچ کہا۔ وہ میرے نزدیک احب الخلق ہیں۔ چونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے دعاء مانگی ہے۔ میں نے تم کو معاف کر دیا۔ اگر محمد نہ ہوتے۔ میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (حاکم وطبرانی)

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے لیے دعا میں حضور انور ہی کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہے:-

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (بقرہ۔ ع ۱۱) — اور وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے۔

حافظ ابو نعیم نے دلائل میں عطاء وضحاک کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود بنی قریظہ ونضیر کافروں پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اور دعا میں یوں کہا کرتے تھے:-

اللهم انا نستنصرك بحق النبی الا می ان تنصرنا علیهم — خدایا! ہم تجھ سے بحق نبی امی دعا مانگتے ہیں کہ تو ہم کو ان پر فتح دے۔

اور فتح پایا کرتے تھے۔ (تفسیر درمنثور للسیوطی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کی حیات شریف میں دیگر حاجات کی طرح آپ سے طلب دعا طلب شفاعت بروز قیامت یا طلب دعا مغفرت بھی کیا کرتے تھے۔ صرف چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ اگر زیادہ مطلوب ہوں تو شفاء السقام کا مطالعہ کیجئے:-

۱۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال سالت النبی صلی اللہ علیه وسلم ان یشفع لی یوم القیمة فقال — حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیجئے۔ فرمایا میں کر دوں

Marfat.com

انا فاعل فقلت یارسول الله فاین اطلبك قال اطلبنی اول ما تطلبنی علی الصراط قلت فان لم القك علی الصراط قال فاطلبنی عند المیزان قلت فان لم القك عند المیزان قال فاطلبنی عند الحوض فانی لا اخطی هذه الثلث المواطن

(مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی - باب الحوض والشفاعۃ)

گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں فرمایا پہلے مجھے صراط پر ڈھونڈنا۔ میں نے عرض کیا۔ اگر میں آپ کو وہاں نہ پاؤں فرمایا کہ پھر میزان کے پاس ڈھونڈنا۔ میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس آپ کو نہ پاؤں۔فرمایا تو پھر حوض کے پاس مجھے ڈھونڈنا۔ کیونکہ میں ان تین جگہوں کو نہ چھوڑوں گا۔

۲-حضرت سواد بن قارب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایمان لاتے ہوئے عرض کرتے ہیں:-

وکن لی شفیعًا یوم لا ذوشفاعة بمغن فتیلاً عن سواد بن قارب

(استیعاب لابن عبدالبر)

اور آپ میرے شفیع بنیں جس دن سواد بن قارب کو کوئی شفاعت کرنے والا ذرا بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔

۳-حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حسب عادت تجارت کے لیے یمن گئے ہوئے تھے۔آپ کی غیر حاضری میں نبی ﷺ مبعوث ہوئے۔عسکلان بن عواکن حیری نے سن کر اپنے ایمان کا اظہار اشعار میں کیا۔وہ اشعار حضرت عبدالرحمٰن کی وساطت سے خدمت اقدس میں ارسال کیے۔ان میں سے دو شعر یہ ہیں:

اشهد بالله ربّ موسیٰ انك ارسلت بالبطاح فكن شفيعی الی مليك يدعو البرايا الی الصلاح

میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں جو موسیٰ کا رب ہے، کہ آپ وادئ مکہ میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں پس آپ میرے شفیع بنیں اس بادشاہ کی طرف جو خلائق کو نیکی کی طرف بلاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ اشعار سن کر فرمایا:-

اما ان اخا حمیر من خواص المؤمنین و ربّ مؤمن بی ولم

آگاہ رہو۔ بے شک حمیری بھائی خواص مومنین سے ہیں۔اور بعض مجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔

Marfat.com

یرنی ومصدق بی ومال شھدنی اولٓئك اخوانی حقًا

حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا اور میری تصدیق کرنے والے حالانکہ وہ میرے پاس حاضر نہیں ہوئے۔ وہ حقیقت میں میرے بھائی ہیں۔ (اصابہ۔ترجمہ عسکلان۔نیز کنز العمال۔سادس۔ص ۴۲۱)

۴۔حضرت ماذن بن عضوبہ طائی خطامی عمان کی ایک بستی میں ایک بت کی خدمت کیا کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ کی بعثت کی خبر سن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔آپ نے بارگاہ رسالت میں اپنی بے اعتدالیوں کا ذکر کیا اور طالب دعا ہوئے۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کی دعا کی برکت سے وہ رذائل مبدل بفضائل ہوگئے۔اس بارے میں آپ نے یہ اشعار کہے ہیں:

الیك رسول الله حشنت مطیتی
تجرب للفیافی من عمان الی العرج
لتشفع لی یا خیر من وطی الحصا
فیغفرلی ذنبی وارجع بالفلح الی
معشر جانبت فی الله دینھم فلا رأیھم
رأیی ولا شرجھم شرجی

(اصابہ بحوالہ طبرانی وبیہقی وغیرہ نیز استیعاب ابن عبدالبر)

یارسول اللہ! میں نے اپنی اونٹنی آپ کی طرف دوڑائی جو عمان سے عرج تک بیابانوں کو طے کرتی تھی۔تاکہ آپ میری شفاعت فرمائیں اے بہترین ان میں کے جنہوں نے سنگریزوں کو پامال کیا۔پس میرا رب میرے گناہ بخش دے اور میں کامیاب ہوکر اس گروہ کی طرف جاؤں جن کے دین سے میں اللہ کے واسطے کنارہ کش ہوگیا۔پس ان کی رائے میری رائے نہیں اور نہ ان کا طریق میرا طریق ہے۔

۵۔حضرت عثمان بن حنیف صحابی کا بیان ہے کہ ایک نابینا پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے عافیت بخشے۔حضور نے فرمایا کہ اگر تو چاہے میں دعا کر دیتا ہوں۔اور اگر چاہے تو صبر کر۔صبر تیرے واسطے اچھا ہے اس نے عرض کیا کہ خدا سے دعا فرمائیے۔آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرکے یوں دعا کرنا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ

یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں۔اور تیرے نبی نبی الرحمۃ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔یا محمد! میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کیا ہے اپنی اس ضرورت میں تاکہ وہ پوری ہو۔ یا اللہ! تو میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔

Marfat.com

اس حدیث کو ترمذی ونسائی نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا۔ ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔ امام بیہقی وطبرانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ مگر امام بیہقی نے اتنا اور کہا ہے کہ اس نابینا نے ایسا ہی کیا اور بینا ہو گیا۔[۵۷]

۶-حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا۔ آپ کے وضو کے لیے پانی لا دیا کرتا تھا۔ اور دیگر خدمت (جامہ ومسواک وشانہ وغیرہ) بھی بجالایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا۔ سل (مانگ) میں نے عرض کیا۔

اسئلك مرافقتك فی الجنة	میں آپ سے بہشت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ مرتبہ بہت بڑا ہے۔ کچھ اور مانگ۔ حضرت ربیعہ نے عرض کیا کہ میرا مقصود تو یہی ہے جو عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ (اس مقصد کے حصول میں) تو میری مدد کر۔ بدیں طور کہ نماز بہت پڑھا کر اور سجدوں میں دعا کیا کر (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب السجود وفضلہ) مطلب یہ کہ میں کوشش کروں گا۔ تو بھی کچھ کیا کر۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں ہے۔ واز اطلاق سوال کہ فرمود سل (بخواہ) وتخصیص نہ کرو بمطلوبے خاص۔ معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست ﷺ۔ ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

۳-وفات شریف کے بعد توسل

وفات شریف کے بعد بھی آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم مصائب وحروب وحاجات میں آپ کو پکارا کرتے اور آپ سے استغاثہ کیا کرتے تھے۔ دیکھو امثلہ ذیل:-

۱- صاحب مواہب لدنیہ بحوالہ ابن منیر لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف ہوا تو اس صدمہ سے آپ کے اصحاب کرام کا عجب حال ہو رہا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور حضور اقدس ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر یوں عرض کرنے لگے:-

ولن ان موتك كان اختياراً لجد نالموتك بالنفوس ـ اذكرنا يا محمد عند ربك ولنكن من بالك ـ	اگر آپ کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا تو ہم آپ کی موت کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ یا محمد اپنے پروردگار کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ضرور ہمارا خیال رکھنا۔

۲- وفات شریف کے تین دن بعد اعرابی کا قبر شریف پر حاضر ہونا اور آپ سے توسل کرنا بروایت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پہلے آچکا ہے۔

Marfat.com

۳- مالک الدار راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق کے زمانے میں قحط پڑا ایک شخص (بلال بن حارث صحابی) نے رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر یوں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیں۔ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں اس شخص سے فرمایا کہ عمر کے پاس جا کر میرا اسلام کہو اور بشارت دو کہ بارش ہو گی۔ اور یہ بھی کہہ دو کہ نرمی اختیار کرے۔ اس شخص نے حاضر ہو کر خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر روئے۔ پھر کہا۔ اے ربّ میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اس چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں۔

(وفاء الوفاء بحوالہ بیہقی و ابن ابی شیبہ)

۴- ایک سال مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فریاد کی۔ حضرت ممدوحہ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر اس میں ایک روشندان آسمان کی طرف کھول دو۔ تاکہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ خوب بارش ہوئی اور گھاس اگی۔ اور اونٹ ایسے فربہ ہو گئے کہ چربی سے پھٹنے لگے۔ اس سال کو عام الفتق کہتے تھے[۵۸]۔

علامہ قاضی زین الدین مراغی فرماتے ہیں کہ قحط کے وقت روشندان کا کھولنا اسوقت تک اہل مدینہ کا طریقہ ہے۔ وہ قبہ خضراء مقدسہ کے اسفل میں بجانب قبلہ کھول دیتے ہیں اگرچہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل رہتی ہے[۵۹]۔ علامہ سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں۔ ''آج کل اہل مدینہ کا طریقہ یہ ہے کہ حجرۂ شریف کے گرد جو مقصورہ ہے اس کا وہ دروازہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ مبارک کے سامنے ہے کھول دیتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں[۶۰]۔

۵- ابن جریر طبری ۱۸ھ کے واقعات میں بالاسناد نقل کرتے ہیں کہ حضرت عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں امساک باراں ہوا۔ مواشی لاغر ہو گئے۔ اہل بادیہ میں سے قبیلہ مزینہ کے ایک اہل خانہ نے اپنے صاحب (حضرت بلال بن حارث صحابی) سے کہا کہ ہمیں غایت درجہ کی تکلیف ہے۔ تو ہمارے واسطے ایک بکری ذبح کر۔ اس نے کہا کہ بکریوں میں کچھ رہا نہیں۔ اہل خانہ اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کے واسطے ایک بکری ذبح کی۔ جب کھال اتاری تو سرخ ہڈیاں

Marfat.com

دکھائی دیں۔اس پر وہ پکار اٹھا۔یا محمداہ الخ (تاریخ الامم والملوک۔جز ء رابع۔ص ۲۲۴ کامل ابن اثیر)

۶۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے قنسرین سے حضرت کعب بن ضمرہ کو ایک ہزار سوار دے کر فتح حلب کے لیے روانہ کیا اور فرمادیا کہ میں تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ادھر یوقنا حاکم حلب کو اس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ عرب ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ تمہارے شہر کی فتح کے ارادہ سے آ رہے ہیں اور وہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہیں۔یوقنا نے لشکر کو تیار کر کے آدھا اپنے ساتھ لیا اور آدھا کمین گاہ میں مقرر کیا۔جب حضرت کعب کی نظر یوقنا کے لشکر پر پڑی تو اپنے لشکریوں سے کہا کہ میرے اندازہ میں دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔غرض مقابلہ ہوا۔یہاں تک کہ مسلمانوں کو فتح مبین کا یقین ہو گیا۔مگر اسی اثناء میں کمین گاہ سے یوقنا کا لشکر آ پڑا۔جس کے سبب سے لشکر اسلام کا ایک فرقہ بھاگنے لگا۔دوسرے فرقہ نے اہل کمین کا مقابلہ کیا۔تیسرا فرقہ حضرت کعب کے ساتھ تھا جو مسلمانوں کے لیے بڑے بے چین تھے۔اور ان کے بچانے کے لیے کوشش کر رہے تھے اور گرداوادیتے ہوئے یوں پکار رہے تھے۔

یا محمد یا محمد یا نصر اللہ	یا محمد! یا محمد!! اے نصرت الٰہی نزول فرما۔
انزل ۔یا معشر المسلمین اثبتوا انما ھی	اے مسلمانوں کے گروہ ثابت قدم رہو۔یہی
ساعۃ ویاتی النصر و انتم الاعلون	ایک گھڑی ہے مدد آنے والی ہے۔تمہارا ہی بول بالا ہے۔

(فتوح الشام۔مطبوعہ مصر۔جز ءاول ص ۱۵۱)

۷۔حضرت عمر فاروق نے حضرت عبداللہ بن قرط صحابی کے ہاتھ اپنا خط ابوعبیدہ بن الجراح کے نام یرموک بھیجا اور سلامتی کی دعا کی۔عبداللہ جب مسجد سے نکلے تو خیال آیا کہ مجھ سے خطا ہوئی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریف پر سلام عرض نہیں کیا۔اس لیے وہ روضہ شریف پر حاضر ہوئے۔وہاں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرات علی ابن ابی طالب و عباس حاضر تھے۔امام حسن حضرت علی کی گود میں اور امام حسین حضرت عباس کی گود میں تھے۔حضرت عبداللہ نے حضرت علی و حضرت عباس سے عرض کیا کہ کامیابی کے لیے دعا فرمائیں۔ہر دو نے روضہ شریف پر ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:۔

اللھم انا نتوسل بھذا النبی	یا اللہ! ہم اس نبی مصطفیٰ ورسول مجتبیٰ کے وسیلہ سے
المصطفیٰ والرسول المجتبیٰ الذی	دعا کرتے ہیں کہ جن کے وسیلہ سے حضرت آدم

Marfat.com

توسل به ادم فاجيبت دعوته وغفرت خطيئته سهل علي عبدالله طريقه واطوله البعيد وايد اصحاب نبيك بالنصر انك سميع الدعاء ۔

کی دعا قبول ہوگئی اوران کی خطاء معاف ہوگئی کہ تو عبداللہ پر اس کا راستہ آسان کردے اور بعید کو نزدیک کردے۔اوراپنے نبی کے اصحاب کی مدد فتح سے کردے۔بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی نے عبداللہ سے فرمایا کہ اب جایئے۔اللہ تعالیٰ حضرات عمروعباس وعلی وحسن وحسین وازواج رسول اللہ ﷺ کی دعاء کورد نہ کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں اس نبی کا وسیلہ پکڑا ہے جواکرم الخلق ہیں۔(فتوح الشام۔جزءاول ص ۱۰۵)

۸- ابن السنی (متوفی ۳۶۴ھ) کی کتاب میں ہیثم بن حنش سے روایت ہے کہ اس نے کہا۔ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ان کا پاؤں سوگیا۔تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ یاد کیجئے اس کو جو آپ کے نزدیک سب لوگوں سے پیارا ہے۔اس پر حضرت ابن عمر نے کہا۔یا محمد۔پس گویا آپ بند سے کھول دیئے گئے۔اور کتاب ابن السنی ہی میں مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص کا پاؤں سوگیا۔آپ نے اس سے کہا۔تو یاد کراس کو جو تجھے سب لوگوں سے پیارا ہے۔یہ سن کراس نے کہا۔یا محمد۔یہ کہتے ہی اس کے پاؤں کی خوابیدگی جاتی رہی۔(کتاب الاذکار للنووی ص ۱۳۵) حضرت ابن عمر کے پاؤں سو جانے کی روایت الادب المفرد للبخاری ص ۱۱۳ میں بھی ہے۔

۹- ایک شخص کسی حاجت کے لیے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا۔مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اوراس کی حاجت پر غور نہ فرماتے۔وہ ایک روز حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اوران سے شکایت کی۔حضرت ابن حنیف نے اس سے کہا کہ وضو کر کے مسجد میں جا۔اور دو رکعت پڑھ کر یوں دعا کر۔ اللهم اني اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد اني اتوجه بك الىٰ ربك ان تقضي حاجتي (یہاں اپنی حاجت کا نام لینا) اس نے ایسا ہی کیا۔پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوا۔دربان آیا اوراس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا۔حضرت عثمان غنی نے اسے اپنے برابر فرش پر بٹھایا۔اور دریافت حال کر کے اس کی حاجت پوری کردی۔پھر ارشاد فرمایا کہ اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا۔آئندہ جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس آ کر بتا دیا کرو۔وہ وہاں سے رخصت ہو کر ابن حنیف سے ملا اوران کا شکریہ ادا کیا کہ آپ

Marfat.com

نے ایسی اچھی دعا بتائی۔ ابن حنیف نے کہا کہ میں نے اپنی طرف سے نہیں بتائی۔ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک نابینا نے اپنی بینائی کے جاتے رہنے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم چاہو میں دعا کر دیتا ہوں۔ یا صبر کرو۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے بہت دشواری ہے۔ کوئی میرا عصا پکڑنے والا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دوگانہ ادا کر کے یہ دعا پڑھنا۔ اللھم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبیك محمد الخ۔ ابن حنیف کا بیان ہے کہ ہم ابھی بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ شخص آیا۔ گویا اس کو کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی۔ [۱]

اس قصے میں خود حضور رسول اللہ ﷺ نے نابینا کو طریق توسل تعلیم فرمایا ہے۔ یہی طریق ایک صحابی سکھا رہے ہیں۔ اور یہی عمل آج تک امت میں جاری ہے۔ اس روایت کو طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۰- ہیثم بن عدی نے ذکر کیا ہے کہ بنو عامر (قبیلہ نابغہ جعدی) بصرہ میں کھیتوں میں مواشی چرایا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو ان کے طلب کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے ابوموسیٰ کو دیکھتے ہی یوں آواز دی۔ یا آل عامر! یہ سن کر نابغہ جعدی بھی اپنی قوم کے ساتھ نکلا۔ ابوموسیٰ نے اس سے پوچھا کہ تم کس واسطے نکلے ہو؟ نابغہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنی قوم کی دعوت قبول کی ہے۔ اس پر ابوموسیٰ نے نابغہ کو تازیانے لگائے۔ نابغہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:-

فان تك لابن عفان امینا	اگر تو ابن عفان کا امین ہے
فلم یبعث بك البر الامینا	تو اس نے تجھے مہربان امین نہیں بھیجا
ویاقبر النبی و صاحبیه	اے قبر نبی کی اور آپ کے دو صاحب کی
الا یاغوثنا لوتسمعونا	دیکھنا اے ہمارے فریادرس! کاش آپ سنیں۔

(استیعاب لابن عبدالبر)

حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے تشدد کا استغاثہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے کیا ہے اور یاغوثنا کہہ کر پکارا ہے۔

۱۱- معجم کبیر و اوسط میں بروایت انس بن مالک منقول ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ اس کے سرہانے آ بیٹھے اور فرمایا۔ اے میری ماں کے

Marfat.com

فرزند میری ماں! اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اور اس کی تعریف کی اور اسے اپنی چادر میں کفنایا۔ پھر حضور نے حضرات اسامہ بن زید۔ ابوایوب انصاری عمر بن خطاب اور ایک سیاہ فام غلام کو بلایا۔ انہوں نے قبر کھودی۔ جب لحد تک پہنچے تو خود حضور نے لحد اپنے دست مبارک سے کھودی اور آپ اس میں لیٹ گئے۔ پھر یوں دعا کی۔

اللھم اغفر لامی فاطمة بنت اسد ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیك والانبیاء الذین من قبلی فانك ارحم الراحمین ۔(وفاء الوفاء جزء ثانی ص۸۹)

یا اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ کر دے بوسیلہ اپنے نبی کے اور ان نبیوں کے جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں۔ کیونکہ تو ارحم الراحمین ہے۔

جب آنحضرت ﷺ بچپن میں ابو طالب کی کفالت میں تھے تو ابو طالب کی زوجہ فاطمہ بنت اسد نے کھلانے پلانے میں آپ کا خاص خیال رکھا تھا۔ یہ اسی احسان کا بدلہ تھا کہ آپ نے فاطمہ کو اپنی چادر میں کفنایا تا کہ آتش دوزخ سے محفوظ رہے۔ اور آپ اس کی لحد میں لیٹ گئے تا کہ اسے راحت و آرام ملے۔ یہ روایت نظر ''بر بحق نبیک'' حیات شریف میں توسل کی دلیل ہے۔ اور نظر بر ''الانبیاء الذین من قبلی'' بعد وفات توسل کی دلیل ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد آج تک یہ توسل و استغاثہ جاری ہے۔ اور تا قیامت جاری رہے گا۔
حضرت امام الائمہ سیّدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ اپنا حال یوں عرض کر رہے ہیں۔

یا سیّد السادات جئتك قاصدًا ارجو رضاك واحتمی بحماك انت الذی لولاك ماخلق امرء کلا ولا خلق الوریٰ لولاك انا طامع بالجود منك ولم یکن لابی حنیفة فی الانام سواك

(قصیدہ نعمانیہ)

اے سیّد سادات! میں قصد کر کے آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کی خوشنودی کا امیدوار اور آپ کے سبزہ زار میں پناہ گزیں ہوں۔ آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کبھی کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی۔ میں آپ کے جود و کرم کا امیدوار ہوں۔ آپ کے سوا خلقت میں ابو حنیفہ کا کوئی سہارا نہیں۔ (انتہی)

حضرت ایوب سختیانی تابعی کے توسل کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ منصور عباسی کو جو طریق دعا بتایا اس میں بھی توسل بالنبی ﷺ ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

Marfat.com

اعرابی کا قصہ (جس کو ائمہ نے عتبی سے نقل کیا ہے) چاروں مذہب کے علماء نے مناسک میں ذکر کیا ہے۔ اور اسے آداب زیارت میں شمار کیا ہے۔ ابن عساکر نے اسے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے مثیر الغرام الساکن الی اشرف الاماکن میں بروایت محمد بن حرب ہلالی اس طرح لکھا ہے کہ عتبی [۲۳] نے کہا کہ میں مدینہ میں داخل ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کر کے حضور کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایک اعرابی نے آ کر زیارت کی اور یوں عرض کیا۔ ''یا خیر الرسل! اللہ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل کی۔ جس میں یوں ارشاد فرمایا:-

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ	ہیں آپ کے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے
لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا	اور پیغمبر ان کے لیے بخشش مانگتا۔ تو اللہ کو معاف
رَّحِيْمًا۝ (نساء۔ ع ۹)	کرنے والا مہربان پاتے۔

میں آپ کی خدمت میں آپ کے پروردگار سے گناہوں کی مغفرت کا طالب اور آپ کی شفاعت کا امیدوار بن کر حاضر ہوا ہوں۔'' پھر اس نے رو کر یہ اشعار پڑھے:-

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه	اے سب سے بہتر جس کی ہڈیاں میدان
خطاب من طیبهن القاع والاکم	میں مدفون ہیں، پس ان کی خوشبو سے پست اور
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه	اونچی زمینیں مہک گئیں۔ میری جان اس قبر پر فدا
فیه العفاف وفیه الجود والکرم	جس میں آپ ساکن ہیں۔ اس میں پاکیزگی
	ہے اور اس میں جود و کرم ہے۔

بعد ازاں اس اعرابی نے توبہ کی اور چلا گیا۔ میں سو گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ ''تم اس شخص سے ملو اور اسے بشارت دو کہ اللہ نے میری شفاعت سے اس کے گناہ معاف کر دیئے۔'' میری آنکھ کھلی تو میں اس کی تلاش میں نکلا۔ مگر وہ نہ ملا۔ [۲۴]

قصہ اعرابی میں جو آیت قرآن مذکور ہے۔ وہ باتفاق مفسرین مثبت توسل ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی آیت ذیل سے بھی توسل ثابت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا	اے ایمان والو! خدا سے ڈرو۔ اور اس کی طرف
اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ	وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم

Marfat.com

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (مائدہ۔ع ٦) فلاح پاؤ۔

اس آیت میں خدا کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم ہے۔ وسیلہ سے مراد خواہ خاص شخص ہو یا عمل صالح۔ بہرصورت توسل بہ سیّد الرسل ثابت ہے۔ کیونکہ اشخاص کی طرح اعمال صالحہ بھی مخلوق الٰہی ہیں جیسا کہ آیہ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے عمل کو) سے ظاہر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشرف الخلق واکرم الخلق وافضل الخلق ہونے میں کلام نہیں۔ پس آپ اشرف الوسائل واقرب الوسائل الی اللہ ہیں۔ لہٰذا آپ سے توسل بطریق اولیٰ جائز و مستحسن ہے۔

مختصر یہ کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے عظام رضی اللہ عنہم سے توسل واستغاثہ مستحسن ہے۔ اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔ ہم یہاں صرف علامہ ابن حاج مالکی (متوفی ۷۳۷ھ) کا قول نقل کرتے ہیں۔ جو متشددین میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب مدخل میں زیارت قبور کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

ثم يتوسل باهل تلك المقابر اعني بالصّٰلحين منهم في قضاء حوائجه ومغفرة ذنوبه ثم يدعو لنفسه ولوالديه ولمشائخه ولاقاربه ولاهل تلك المقابر ولاموات المسلمين ولا حيائهم وذريتهم الى يوم الدين ولمن غاب عنه من اخوانه ويجأر الى الله تعالىٰ بالدعاء عندهم ويكثر التوسل بهم الى الله تعالىٰ لانه سبحانه وتعالىٰ واجتباهم وشرفهم وكرمهم فكما نفع بهم في الدنيا ففي الأخرة اكثر ۔ فمن ارادحاجة فليذهب اليهم ويتوسل بهم فانهم الواسطة بين الله تعالىٰ وخلقه وقد تقرر في الشرع وعلم

پھر زائر اپنی قضائے حاجات اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے ان قبر والوں یعنی ان میں سے صالحین سے توسل کرے۔ پھر اپنی ذات کے لیے اور اپنے والدین و مشائخ و اقارب و اہل مقابر کے لیے اور مسلمان مردوں اور زندوں کے لیے اور قیامت تک ان کی اولاد کے لیے اور اپنے غائب بھائیوں کیلئے دعا کرے۔ اور ان اہل قبور کے پاس اللہ تعالیٰ سے عاجزی وزاری سے دعا کرے اور بار بار انکو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ بنائے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو برگزیدہ بنایا اور بزرگ بنایا اور گرامی بنایا۔ پس جس طرح اس نے دنیا میں ان کے ذریعہ سے فائدہ پہنچایا آخرت میں اس سے زیادہ نفع پہنچائے گا۔ جو شخص کوئی حاجت چاہے اسے چاہئے کہ ان کے پاس جائے اور ان سے توسل

Marfat.com

ماالله تعالٰی بهم من الاعتناء وذلك كثير مشهور وما زال الناس من العلماء والاكابر كابرا عن كابر مشرقا ومغربا يتبركون بزيارة قبورهم ويجدون بركة ذلك حسا ومعنى وقد ذكر شيخ الامام ابوعبدالله بن النعمان رحمه الله فى كتابه المسمى بسفينة النجاة لاهل الالتجاء فى كرامات الشيخ ابى النجاء فى اثناء كلامه علٰى ذٰلك ماهذا لفظه تحقق لذوى البصائر والاعتبار ان زيارة قبور الصالحين محبوبة لاجل التبرك مع الاعتبار فان بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت فى حياتهم . والدعاء عند قبور الصالحين والتشفع بهم معمول به عند علماء نا المحققين من ائمة الدين . انتهٰى

واما عظيم جناب الانبياء والرسل صلوت الله وسلامه عليهم اجمعين فياتى اليهم الزائر ويتعيّن عليه قصدهم من الاماكن البعيدة . فاذا جاء اليهم فليتصف بالذل والانكسار والمسكنة والفقر

کرے کیونکہ وہ اللہ تعالٰی اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ اور شرع میں ثابت و معلوم ہے کہ ان پر اللہ تعالٰی کی کتنی توجہ و مہربانی ہے اور وہ کثیر و مشہور ہے۔ اور مشرق و مغرب میں علماء و اکابر قدیم سے ان کی قبروں کی زیارت کو مبارک سمجھتے رہے ہیں اور ظاہر و باطن میں اس کی برکت محسوس کرتے رہے ہیں۔ امام ابوعبداللہ بن نعمان رحمتہ اللہ اپنی کتاب سفینۃ النجاۃ میں یوں لکھتے ہیں ''اصحاب بصائر و اعتبار کے نزدیک یہ امر ثابت ہے کہ صالحین کی قبروں کی زیارت بغرض تبرک و حصول عبرت پسندیدہ ہے۔ کیونکہ صالحین کی برکت ان کی موت کے بعد اسی طرح جاری ہے۔ جیسا کہ ان کی زندگی میں تھی۔ اور ائمہ دین میں سے ہمارے علمائے محققین کے نزدیک صالحین کی قبروں پر دعا کرنا اور ان سے طلب شفاعت کرنا معمول بہ ہے۔''

رہا انبیاء و مرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین کی بارگاہ عالی۔ سو زائران کے پاس جائے اور اسے چاہئے کہ دور دراز مقامات سے ان کا قصد کرے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو ذل و انکسار و مسکنت و فقر و فاقہ و حاجت و اضطرار و خشوع ظاہر کرے اور اپنے دل کو ان کی طرف متوجہ کرے۔ اور چشم دل سے (نہ کہ چشم بصر سے) ان کے مشاہدے میں مشغول ہو جائے۔ کیونکہ وہ بوسیدہ و متغیر نہیں ہوتے۔ پھر اللہ تعالٰی کی

Marfat.com

والفاقة و الحاجة والاضطرار والخضوع ويحضرقلبه وخاطره اليهم والٰى مشاهدتهم بعين قلبه لابعين بصره لانهم لايبلون ولا يتغيرون . ثم يثنى على الله تعالٰى بماهو اهله ثم يصلى عليهم ويترضى عن اصحابهم ثم يترحم على التابعين لهم باحسان الٰى يوم الدين ثو يتوسل الٰى الله تعالٰى بهم فى قضاء مأربه ومغفرة ذنوبه ويستغيث بهم ويطلب حوائجه منهم ويجزم بالاجابة ببركتهم ويقوى حسن ظنه فى ذٰلك فانهم باب الله المفتوح . وجرت سنة الله سبحانه و تعالٰى فى قضاء الحوائج على ايديهم وبسببهم . من عجز الوصول اليهم فليرسل بالسلام عليهم ويذكر مايحتاج اليه من حوائجه ومغفرة ذنوبه وستر عيوبه الٰى غير ذالك فانهم السادة الكرام والكرام لايردّون من سالهم ولا من توسل بهم ولا من قصدهم ولا من لجأاليهم . هٰذا الكلام فى زيارة الانبياء والمرسلين عليهم الصلوٰة والسلام عموما واما فى زيارة سيّد

مناسب ثناء کے بعد ان پر درود بھیجے۔ اور ان کے اصحاب کے لیے رضائے خدا طلب کرے۔ اور ان کے تابعین تا قیامت کے لیے رحمت طلب کرے۔ پھر قضائے حاجات اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے ان کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنائے۔ اور ان سے استغاثہ کرے اور اپنی حاجتیں ان سے مانگے۔ اور ان کی برکت سے اجابت کا یقین کرے اور اس بارے میں اپنے حسن ظن کو قوی کرے۔ کیونکہ وہ خدا کا کھلا دروازہ ہیں۔ اور خدا کی یہ سنت جاریہ ہے کہ وہ ان کے ہاتھوں پر اور انکے سبب سے قضائے حاجات فرماتا ہے۔ جو شخص ان کی خدمت میں پہنچنے سے عاجز ہو اسے چاہئے کہ دوسرے کے ہاتھ اپنا سلام پہنچائے اور اپنی حوائج و مغفرت ذنوب و ستر عیوب وغیرہ کا ذکر کرے۔ کیونکہ وہ سادات کرام ہیں۔ اور کرام رد نہیں کرتے اس کو جو ان سے سوال کرے۔ اور نہ اس کو جو ان سے توسل کرے اور نہ اس کو جو ان کا قصد کرے۔ اور نہ اس کو جو انکی پناہ لے۔ یہ کلام عام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے بارے میں ہے۔ رہا زیارت سیّد الاولین والآخرین صلوت اللہ علیہ وسلامہ۔ سو انکسار و ذل ومسکنت جن کا ذکر اوپر ہوا ان کا اظہار اس بارگاہ عالی میں کئی گنا زیادہ کرے۔ کیونکہ حضور شافع مشفع ہیں کہ جن کی شفاعت رد نہیں ہوتی۔ اور وہ

Marfat.com

الاوّليـن والاخرين صلوات الله عليه وسـلامـه . فـكل ما ذكر يزيد عليه اضـعـافه اعنى فى الانكسار والذل والمسكنة لانه شافع المشفع الذى لاتـرد شفاعته ولا يخيب من قصده ولا مـن نزل بساحته ولا من استعان او استـغـاثـه بـه اذاتـه عليه الصلوٰة والسلام قـطـب دائـرة الـكـمـال وعـروس المملكة قال الله تعالىٰ فى كتابه العزيز (لقد راٰى من ايت ربه الكبرىٰ) قـال عـلـماؤنا رحمة الله تـعـالـىٰ عـليهم راٰى صـورتـه عليـه الـصـلـوٰة والسـلام فاذاهو عروس المملكة . فمن توسل به او استغاث بـه اوطـلـب حوائجه منه فلايردولا يـخـيـب لـمـا شـهـدت بــه المعاينة والاٰثـار ويـحـتـاج الى الادب الكلى فـى زيـارته عليه الصلوٰة والسلام . وقـد قـال علماؤنا رحمة الله عليهم ان الـزائريشعرنفسـه بانه واقف بين يـديه عليه الصلوٰة والسلام كما هو فـى حياته اذلافرق بين موته وحياته اعـنـى فـى مشاهدتيه لِامته ومعرفته بـاحـوالهـم و نيـاتهـم وعـزائمهم وخـواطـرهـم وذلك عـنـده جلي

محروم نہیں رہتا جو آپ کا قصد کرے یا آپ کے آنگن میں اترے۔ یا آپ سے مدد مانگے۔ یا آپ سے استغاثہ کرے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قطب دائرہ کمال اور عروس مملکت ہیں۔ الصلوٰۃ والسلام قطب دائرہ کمال اور عروس مملکت ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

البتہ تحقیق دیکھا حضرت نے اپنے رب کی نشانیوں سے بڑی کو۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تاویل میں کہا کہ حضور ﷺ نے شب معراج میں اپنی ذات شریف کی صورت کو ملکوت میں دیکھا تو ناگاہ آپ عروس مملکت تھے پس جس نے حضور سے توسل یا استغاثہ کیا یا حضور سے اپنی حاجتیں مانگیں۔ اس کی دعا رد نہیں ہوتی اور وہ محروم نہیں رہتا جیسا کہ معائنہ و آثار اس پر شاہد ہیں۔ حضور ﷺ کی زیارت میں پورے ادب کی ضرورت ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ زائر سمجھے کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایسا کھڑا ہوں جیسا کہ حضور کی حیات شریف میں۔ کیونکہ اپنی امت کے مشاہدے اور ان کے احوال و نیات و عزائم و خواطر کی معرفت میں حضور کی موت و حیات یکساں ہے۔ اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے۔ اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ سے

Marfat.com

لاخـفـاء فيـه فـان قـال القـائل هذه الصفات مختصة بالمولٰى سبحانهٗ و تـعـالٰـى فـالجواب ان كل من انتقل الـى الأخـر ة مـن الـمـؤمـنيـن فهم يـعـلـمـون احوال الاحياء غالبًا وقد وقع ذلك في الكثرة بحيث المنتهٰى من حكايات وقعت منهم . ويحتمل ان يـكـون علمهم بذاك حين عرض اعـمال الاحياء عليهم ويحتمل غير ذلك وهٰـذه الاشيـاء مـغيبة عنا وقد اخبـر الصادق عليه الصلوٰة والسلام بـعـرض الاعـمـال عليهم فلابد من وقـوع ذالك و الـكـيـفية فيــه غـيـر مـعـلـومة والله اعلم بها . وكفٰى في هذا بيانًا قوله عليه الصلوٰة والسلام (الـمـؤمـن يـنظر بنور الله) انتهٰى . ونـور الله لايـحـجبـه شيء . هٰذا في حـق الاحيآء من المؤمنين فكيف من كـان مـنهـم فـي الدار الأخرة . و قد قـال الامـام ابـوعـبـدالله القرطبي في تـذكـرتــه مـا هـذالـفظـه . قال ابن المبارك اخبر نارجل من الانصار عن الـمنهال بن عمرو انه سمع سعيد بن الــمسيــب يـقـول لـيـس مـن يوم الاوتعرض علٰى النبي صلى الله عليه

مختص ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مومنوں میں سے جو عالم برزخ میں چلے جاتے ہیں وہ زندوں کے حالات اکثر جانتے ہیں۔ چنانچہ حکایتوں میں نہایت کثرت سے ایسے واقعات مذکور ہیں اور احتمال ہے کہ مردوں کو زندوں کے حالات کا علم اسوقت ہو جاتا ہو جب کہ ان پر زندوں کیا عمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کے سوااور بھی احتمال ہے۔ یہ چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں حالانکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے کہ زندوں کے اعمال مردوں پر پیش ہوتے ہیں۔ پس اس کے وقوع میں شک نہیں مگر ہمیں اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ خدا کو خوب معلوم ہے اس کے بیان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول کافی ہے۔ ''مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔'' اور خدا کے نور کے لیے کوئی چیز حاجب نہیں یہ تو زندہ مومنوں کے حق میں ہے۔ ان میں سے جو دار آخرت میں چلا جاتا ہے۔ اس کا کیا حال ہوگا۔ امام ابوعبداللہ قرطبی نے اپنی کتاب تذکرہ میں یوں فرمایا ہے۔ عبداللہ بن مبارک راوی ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نے ہمیں خبر دی کہ منہال بن عمرو نے سعید بن مسیّب کو سنا کہ فرماتے تھے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ امت کے اعمال صبح وشام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش نہ کئے جاتے ہوں۔ پس حضور ان کو ان کے چہروں سے اور ان کے اعمال سے پہچانتے ہیں۔ اسی واسطے آپ اپنی امت پر شہادت دیں گے۔

Marfat.com

وسلم اعمال امته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم واعمالهم فلذلك يشهد عليهم ـ قال الله تعالىٰ (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ' بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا) قال وقد تقدم ان الاعمال تعرض على الله تبارك وتعالىٰ يوم الخميس ويوم الاثنين وعلى الانبياء والاباء والامهات يوم الجمعة ولا تعارض فانه يحتمل ان يختص نبينا عليه الصلوٰة والسلام بعرض كل يوم ويوم الجمعة مع الانبياء ـ انتهٰى

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

(پس کیونکر ہوگا جس وقت ہم لائینگے ہر امت سے گواہی دینے والا اور لائیں گے ہم تجھ کو ان پر گواہ۔) اور پہلے آچکا ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ پر پنجشنبہ اور دوشنبہ کو اور پیغمبروں اور باپوں اور ماؤں پر جمعہ کے دن پیش ہوتے ہیں۔اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ اعمال کا ہر روز پیش ہونا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مختص ہو اور جمعہ کے دن پیش ہونا حضور سے اور دوسرے پیغمبروں سے مخصوص ہو۔

فالتوسل به عليه الصلوٰة والسلام هو محل حط احمال الاوزار واثقال الذنوب والخطايا لان بركة شفاعته عليه الصلوٰة والسلام وعظمها عند ربه لا يتعاظمها ذنب اذ انّها اعظم من الجميع فليستبشر من زاره ويلجأ الى الله تعالىٰ بشفاعة نبيه عليه الصلوٰة والسلام من لم يزره ـ اللهم لا تحرمنا من شفاعته بحرمته عندك امين يا ربّ العالمين ـ ومن اعتقد خلاف هذا فهو المحروم ـ

پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل کرنا گناہوں اور خطاؤں کے بوجھوں کے ساقط ہونے کا محل ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کی برکت اور اللہ کے نزدیک آپ کی عظمت کے سامنے کوئی گناہ بڑا نہیں۔اس لیے کہ آپ کی شفاعت سب سے بڑھ کر ہے۔ پس چاہیئے کہ خوش ہووے وہ شخص جس نے حضور کی زیارت کی جو شخص زیارت کے لیے حاضر نہ ہو۔کا وہ حضور کو شفیع بنا کر خدا کی پناہ لے۔اللهم لا تحرمنا من شفاعته بحرمته عندك امين يارب العالمين ۔جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ محروم ہے۔

امام محمد بن موسیٰ بن نعمان مراکشی فارسی مالکی (متوفی ۶۸۳ھ) نے ۶۳۹ھ میں حج سے واپس

Marfat.com

آ کر اپنی کتاب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام فی الیقظة والمنام تصنیف کی۔ علامہ سمہودی نے اس میں سے چند مثالیں ایسے اشخاص کی نقل کی ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کیا یا حضور کی قبر شریف کے پاس آپ سے کچھ مانگا اور ان کو ان کا مطلوب حاصل ہو گیا۔ ہم ذیل میں وفاء الوفاء کے علاوہ دیگر کتب سے بھی توسل واستغاثہ کے چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

۱- حافظ محمد بن منکدر (متوفی ۲۰۵ھ) کا بیان ہے کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی ۸۰ دینار بطور امانت رکھے۔ اور وہ یہ کہہ کر جہاد پر چلا گیا کہ میری واپسی تک اگر تمہیں ضرورت پیش آئے تو خرچ کر لینا۔ والد نے قحط سالی کے سبب سے وہ دینار خرچ کر لیے۔ اس شخص نے واپس آ کر اپنی امانت طلب کی۔ والد نے جواب دیا کل میرے پاس آنا۔ اور رات مسجد نبوی میں گزاری۔ کبھی قبر شریف سے لپٹتے اور کبھی منبر منیف سے۔ یہاں تک کہ قبر شریف سے استغاثہ کرتے کرتے صبح ہونے کو آئی۔ ناگاہ تاریکی میں ایک شخص نمودار ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اے ابو محمد! یہ لو۔'' والد نے ہاتھ بڑھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک تھیلی ہے جس میں اسی ۸۰ دینار ہیں۔ صبح کو والد نے وہی دینار اس شخص کو دے دیئے۔

۲- امام ابو بکر مقری کا قول ہے کہ میں طبرانی اور ابو الشیخ حرم نبوی میں فاقہ سے تھے۔ جب عشاء کا وقت آیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! ہم بھوکے ہیں۔'' یہ عرض کر کے میں لوٹا۔ ابو القاسم (طبرانی) نے مجھ سے کہا کہ بیٹھو۔ رزق آئے گا یا موت۔ ابو بکر کا بیان ہے کہ میں اور ابو الشیخ سو گئے۔ اور طبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے۔ ایک علوی نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہم نے کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے پاس کھانے سے بھری ہوئی ایک زنبیل ہے۔ ہم نے بیٹھ کر کھایا اور خیال کیا کہ بقیہ کو غلام لے لے گا۔ مگر وہ باقی کو ہمارے پاس چھوڑ گئے۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو علوی نے ہم سے کہا۔ کیا تم نے نبی ﷺ سے فریاد کی تھی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے پاس کچھ لے جاؤں۔

۳- ابن جلاد کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور فاقہ سے تھا۔ میں نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''میں آپ کا مہمان ہوں۔'' اتنا عرض کر کے میں سو گیا۔ خواب میں نبی ﷺ نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی۔ آدھی میں نے کھا لی۔ آنکھ کھلی تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔

Marfat.com

۴- ابوالخیر اقطع ذکر کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور فاقہ سے تھا۔ پانچ دن اسی طرح رہا۔ پھر قبر شریف پر حاضر ہوا۔ اور نبی ﷺ اور حضرات شیخین پر سلام عرض کیا اور یوں گویا ہوا۔ ''یارسول اللہ! میں آپ کا مہمان ہوں۔'' یہ عرض کر کے میں قبر شریف کے پیچھے سو گیا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ حضرت ابوبکر آپ کے دائیں طرف اور حضرت عمر بائیں طرف اور حضرت علی سامنے ہیں۔ مجھے حضرت علی نے بلایا اور کہا کہ اٹھو! رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میں نے اٹھ کر حضور کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ حضور نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی۔ آدھی میں نے کھالی۔ آنکھ کھلی تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔

۵- ابوعبداللہ محمد بن زرعہ صوفی ذکر کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد اور ابوعبداللہ بن خفیف مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ ہم رات کو بھوکے رہے۔ میں ابھی بالغ نہ ہوا تھا اور اپنے والد سے بار بار کہتا تھا کہ میں بھوکا ہوں۔ میرے والد نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! آج رات میں آپ کا مہمان ہوں۔'' یہ عرض کر کے والد مراقب ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے سر اٹھایا تو کبھی روتے کبھی ہنستے۔ ان سے سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے کچھ درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے۔ ہاتھ جو کھولا تو اس میں وہ درہم موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان درہموں میں اتنی برکت دی کہ ہم شیراز آ گئے اور وہاں بھی ان میں سے خرچ کرتے رہے۔

۶- احمد بن محمد صوفی کا بیان ہے کہ میں تین مہینے بیابان میں پھرتا رہا۔ پھر مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ اور روضہ شریف پر حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور حضرات شیخین پر سلام عرض کیا۔ پھر سو گیا۔ خواب میں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے احمد! تم آ گئے ہو؟'' میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ میں بھوکا ہوں اور آپ کا مہمان ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھولو۔ میں نے ہاتھ کھول دیئے۔ حضور نے میرے دونوں ہاتھ درہموں سے بھر دیئے۔ میری آنکھ کھلی تو دونوں ہاتھ درہموں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے نان میدہ اور فالودہ خریدا اور کھایا۔ پھر اسی وقت صحرا کی راہ لی۔

۷- حافظ ابوالقاسم بن عساکر نے اپنی تاریخ میں بالاسناد نقل کیا ہے کہ ابوالقاسم ثابت بن احمد بغدادی ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے پاس نماز صبح کے لیے اذان دی۔ اور اس میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا۔ خدام مسجد میں سے ایک

Marfat.com

نے یہ سن کر اس پر تھپیر مارا۔ اس شخص نے رو کر عرض کیا۔ ''آپ کے حضور میں میرے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔'' اسی وقت اس خادم پر فالج گرا اسے وہاں سے اٹھا کر گھر لے گئے۔ اور وہ تین دن کے بعد مر گیا۔[۲۷]

۸- منجملہ روایات ابن نعمان یہ ہے کہ میں نے ابو اسحاق ابراہیم بن سعید سے سنا کہ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ میرے ساتھ تین فقیر تھے۔ ہم فاقہ میں مبتلا ہوئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! ہمارے پاس کچھ نہیں۔ ہمیں تین مُدّ کافی ہیں خواہ کسی چیز کے ہوں۔'' اس کے بعد ایک شخص مجھ سے ملا۔ اس نے مجھے تین مد عمدہ کھجوریں عطا کیں۔

۹- امام ابن نعمان ہی بروایت ابوالعباس بن نفیس مقری ضریر نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا میں مدینہ منورہ میں تین دن بھوکا رہا۔ میں نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! میں بھوکا ہوں۔'' یہ عرض کر کے میں سو گیا۔ ایک لڑکی نے پاؤں مار کر مجھے جگا دیا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گئی اور گیہوں کی روٹی اور گھی اور کھجوریں پیش کیں۔ اور کہا۔

''ابوالعباس! کھاؤ۔ میرے جد بزرگوار ﷺ نے مجھے یہ کھانا تیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ تمہیں جب بھوک لگے ہمارے پاس آ جایا کرو۔''

۱۰ تا ۱۳- علامہ سمہودی اپنے مسموعات یوں بیان کرتے ہیں۔ میں نے شریف ابو محمد عبدالسلام بن عبدالرحمٰن حسینی فاسی کو یہ فرماتے سنا کہ میں مدینہ منورہ میں تین دن رہا۔ مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا۔ میں نے منبر شریف کے پاس دوگانہ ادا کر کے یوں عرض کیا۔ ''اے میرے جد بزرگوار! میں بھوکا ہوں اور آپ سے ثرید مانگتا ہوں۔'' یہ عرض کر کے میں سو گیا۔ ناگاہ ایک شخص نے مجھے جگا دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے پاس ایک چوبی پیالہ ہے جس میں ثرید، گھی، مصالحہ اور گوشت ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ کھا لو۔ میں نے پوچھا کہ تم یہ کہاں سے لائے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میرے بچے تین دن سے اسی کھانے کی تمنا کرتے تھے۔ آج اللہ تعالیٰ نے کچھ کشائش کر دی تو میں نے یہ کھانا تیار کیا۔ پھر میں سو گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ کہ تمہارا ایک بھائی مجھ سے اسی کھانے کی آرزو کرتا ہے۔ تم اس میں سے اس کو بھی کھلاؤ۔

میں نے شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الامان کو یہ کہتے سنا کہ میں مدینہ منورہ میں محراب فاطمہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

کے عقب میں تھا۔شریف مکثر قاسمی محراب مذکور کے پیچھے سوئے ہوئے تھے۔ وہ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور ہمارے پاس مسکراتے ہوئے آئے۔ شمس الدین صواب خادم روضہ شریف نے ان سے مسکرانے کا سبب دریافت کیا انہوں نے بیان کیا کہ میں فاقہ سے تھا۔اپنے گھر سے نکل کر بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں آیا۔اور نبی ﷺ سے استغاثہ کیا کہ میں بھوکا ہوں۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے دودھ کا پیالہ عطا فرمایا۔ میں نے پی لیا اور سیراب ہوگیا۔ دیکھ لو یہ موجود ہے۔اور اپنے منہ میں سے اپنے ہاتھ پر تھوک کر دکھلا دیا۔ہم نے مشاہدہ کیا کہ ان کے منہ میں دودھ تھا۔

میں نے عبداللہ بن حسن دمیاطی کو بیان کرتے سنا کہ مجھ سے عبدالقادر تینیسی نے حکایت کی کہ میں فقیروں کی طرح سفر کر رہا تھا۔ میں نے مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر رسول اللہ ﷺ سے کچھ عرض کیا اور بھوک کی شکایت کی۔ پھر میں وہیں سو گیا۔ایک نوجوان نے مجھے جگا دیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ اس نے ثرید کا ایک پیالہ اور کئی قسم کی کھجوریں اور بہت سی روٹیاں پیش کیں۔ میں نے کھانا کھایا۔اس نے گوشت و نان و تمر سے میرا توشہ دان بھر دیا۔اور بیان کیا کہ میں نماز چاشت کے بعد سویا ہوا تھا۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں یہ کھانا پہنچا دوں۔حضور نے مجھے تمہاری جگہ بھی بتا دی اور فرمادیا کہ تم نے حضور سے یہی تمنا کی تھی۔

میں نے اپنے دوست علی بن ابراہیم بوصیری کو فرماتے سنا کہ عبدالسلام بن ابی القاسم صقلی ذکر کرتے تھے کہ ایک ثقہ شخص نے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا مجھ سے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں تھا۔میرے پاس کچھ نہ تھا میں کمزور ہو رہا تھا۔ایک روز حجرۂ شریف کے پاس آ کر میں نے عرض کیا۔ ''یا سیّد الاوّلین والآخرین! میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ پانچ ماہ سے آپ کی خدمت میں ہوں۔ کمزور ہو گیا ہوں۔ یارسول اللہ! خدا سے دعا فرمایئے کہ میرے پاس کوئی بندہ ایسا بھیج دے جو مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا مجھے اپنے ساتھ لے جائے۔'' میں یہ عرض کر کے منبر شریف کے پاس بیٹھ گیا۔ ناگاہ ایک شخص حجرہ میں داخل ہوا۔ اس نے کچھ کلام کیا اور کہا۔ اے جد بزرگوار! اے جد بزرگوار! پھر میری طرف آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر باب جبریل" سے نکلا۔اور بقیع میں سے ہوتا ہوا ایک خیمہ میں پہنچا۔وہاں اس نے غلام و کنیز سے کہا کہ اپنے مہمان کے لیے کھانا تیار کرو۔ چنانچہ غلام لکڑیاں چن لایا اور کنیز نے اناج پیس کر روٹی پکائی۔ روٹی کے ساتھ گھی اور کھجوریں تھیں۔ میں آدھی روٹی سے سیر ہو گیا۔اس نے باقی آدھی اور دو صاع کھجوریں میرے توشہ دان میں ڈال دیں۔ جب

Marfat.com

میں فارغ ہوا تو اس نے میرا نام پوچھا۔ میں نے بتلا دیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ تجھے خدا کی قسم! میرے جد بزرگوار کے پاس پھر شکایت نہ کرنا۔ کیونکہ انہیں ناگوار گزرتا ہے۔ آج سے بھوک کے وقت تیرا رزق تیرے پاس آ جایا کریگا۔ یہاں تک کہ سفر کے لیے تجھے کوئی ساتھی مل جائے۔ پھر اس نے اپنے غلام سے کہا کہ ان کو حجرۂ شریف میں پہنچا دو۔ جب میں غلام کے ساتھ بقیع میں آیا تو میں نے اس سے کہا کہ اب تم لوٹ جاؤ۔ میں پہنچ جاؤں گا۔ اس نے کہا۔ یا سیدی! میں تو آپ کو حجرۂ شریف میں پہنچا کر ہی آؤں گا۔ مبادا رسول اللہ ﷺ میرے آقا کو بتا دیں۔ غرض وہ مجھے حجرۂ شریف میں پہنچا کر چلا گیا۔ میں چار روز توشہ دان میں سے کھاتا رہا پھر مجھے بھوک لگی تو وہی غلام مجھے کھانا دے گیا۔ بعد ازاں ایسا ہی ہوتا رہا کہ جب بھی مجھے بھوک لگتی کھانا پہنچ جاتا۔ یہاں تک کہ ایک جماعت کے ساتھ میں ینبع کی طرف نکلا۔

۱۴- علامہ سمہودی اپنا واقع بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں تھا۔ مصر کے حاجیوں کا قافلہ زیارت کو آیا۔ میرے ہاتھ میں خلوت کی کنجی تھی۔ جس میں میری کتابیں تھیں۔ ایک مصری عالم نے کہا کہ میرے ساتھ روضہ شریف میں چلو۔ جب میں واپس آیا تو مجھے کنجی نہ ملی۔ میں نے ہر چند مختلف جگہ تلاش کی مگر نہ ملی۔ یہ مجھ پر بہت ناگوار گزرا۔ کیونکہ اس وقت مجھے کنجی کی سخت ضرورت تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یا سیدی! یا رسول اللہ! میری خلوت کی کنجی گم ہوگئی ہے مجھے اس کی ضرورت ہے۔ میں آپ کے پاس دروازے سے مانگتا ہوں۔'' یہ عرض کر کے میں واپس آیا تو ایک لڑکے کو جسے میں نہ پہچانتا تھا خلوت کے قریب دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ کنجی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ کہاں سے ملی؟ اس نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کے مواجہ شریف کے پاس تھی۔ میں نے وہاں سے اٹھالی۔ [۶۸]

۱۵- علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ کئی سال مجھے ایک بیماری لاحق رہی جس کے علاج سے اطبا عاجز آ گئے میں نے ۲۸ جمادی الاولیٰ ۸۹۳ھ کی رات کو مکہ مشرفہ میں نبی ﷺ سے استغاثہ کیا۔ خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس ایک کاغذ ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ اذن شریف نبوی کے بعد حضرت شریفہ سے یہ احمد بن قسطلانی کی دوا ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو واللہ میں نے اس بیماری کو کوئی نشان نہ پایا اور نبی ﷺ کی برکت سے شفاء حاصل ہوگئی۔

Marfat.com

۱۶- علامہ قسطلانی اپنا دوسرا واقعہ یوں ذکر کرتے ہیں کہ ۸۸۵ھ میں زیارت شریف کے بعد میں مصر کو آ رہا تھا کہ مکہ کے راستے میں ہماری خادمہ غزال حبشہ پر کئی روز آسیب کا اثر رہا۔ اس بارے میں میں نے نبی ﷺ سے استغاثہ کیا۔ خواب میں ایک شخص نظر آیا۔ جس کے ساتھ وہ جن تھا۔ اس نے کہا اس جن کو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں نے اس جن کو ملامت کی اور اس سے حلف لیا کہ آئندہ اس خادمہ کے پاس نہ آئے گا۔ میری آنکھ کھلی تو خادمہ پر آسیب کا کچھ اثر نہ تھا گویا اس کو قید سے رہا کر دیا گیا ہے۔ وہ عافیت میں رہی۔ یہاں تک کہ میں نے ۸۹۴ھ میں اس کو علیحدہ کر دیا۔

۱۷- علامہ یوسف نبہانی نقل فرماتے ہیں کہ کثیر بن محمد بن رفاعہ نے بیان کیا کہ ایک شخص عبدالملک بن سعید بن خیار بن جبر کے پاس آیا۔ اس نے اس شخص کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ تجھے لاعلاج بیماری ہے۔ اس نے پوچھا کیا بیماری ہے؟ ابن جبیر نے کہا کہ دبیلہ [۲۹]۔ یہ سن کر وہ لوٹ آیا۔ اور اس نے تین بار یوں دعا مانگی۔

اللہ اللہ اللہ ربی لا اشرك به شيئا اللهم انی اتوجه اليك بنبيك محمد صلی اللہ علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الیٰ ربك وربی ان یرحمنی ممابی رحمة یغنینی بها عن رحمة من سواه .

اللہ، اللہ، اللہ میرا پروردگار ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلے سے پیش ہوتا ہوں۔ یا محمد! میں آپ کے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کے وسیلے سے پیش ہوتا ہوں کہ وہ اس بیماری میں مجھ پر ایسی رحمت کہ جس سے کسی غیر کی رحمت سے مجھے بے نیاز کر دے۔

اس دعا کے بعد وہ پھر ابن جبر کے پاس گیا۔ اس نے اس کا پیٹ ٹٹولا تو کہا کہ تو تندرست ہو گیا ہے۔ تجھے کوئی بیماری نہیں۔ [۳۰]

۱۸- ابوعبداللہ سالم معروف بہ خواجہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دریائے نیل کے ایک جزیرہ میں ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا۔ ناگاہ ایک شخص نے جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی ﷺ ہیں مجھ سے فرمایا کہ جب تو کسی سختی میں ہو تو یوں پکارا کر:۔

اَنَا مُسْتَجِيْرٌ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یارسول اللہ! میں آپ کی پناہ کا طلبگار ہوں۔

Marfat.com

اتفاق سے ان ہی ایام میں ایک نابینا نے نبی ﷺ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ میں نے اس سے اپنا خواب بیان کر دیا اور کہہ دیا کہ جب تو کسی سختی میں مبتلا ہو تو یوں پکار اکر انا **مستجیر بک یارسول اللہ** ۔ وہ روانہ ہو کر رابغ میں پہنچا۔ وہاں پانی کی قلت تھی۔ اس کا خدمت گار پانی کی تلاش میں نکلا۔ راوی کا قول ہے کہ اس نابینا نے مجھ سے ذکر کیا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی۔ میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا۔ اسی اثناء میں مجھے تمہارا قول یاد آ گیا۔ میں نے کہا۔ **انا مستجیر بک یارسول اللہ** ۔ اسی حال میں ناگاہ ایک شخص کی آواز میرے کان میں پڑی کہ تو اپنی مشک بھر لے۔ میں نے مشک میں پانی کے گرنے کی آواز سنی یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں سے آ گیا۔[۱]

۱۹- ابوالحسن علی بن مصطفیٰ عسقلانی ذکر کرتے ہیں کہ ہم بحر عیذاب میں کشتی میں جدہ کو روانہ ہوئے۔ سمندر میں طغیانی آ گئی۔ ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا۔ جب ہم ڈوبنے لگے تو نبی ﷺ سے استغاثہ کرنے لگے اور یوں پکارنے لگے۔ یا محمداہ یا محمداہ ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک دل شخص تھا۔ وہ بولا۔ حاجیو! گھبراؤ مت۔ تم بچ جاؤ گے۔ کیونکہ ابھی میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ میں نے حضور سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ کی امت آپ سے استغاثہ کر رہی ہے۔ حضور نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مدد کرو۔ مغربی کا قول ہے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت صدیق اکبر سمندر میں گھس گئے۔ انہوں نے کشتی کے چپوار پر اپنا ہاتھ ڈالا۔ اور کھینچتے رہے یہاں تک کہ خشکی سے جا لگے۔ چنانچہ ہم صحیح و سالم رہے۔ اور اس کے بعد بجز خیر ہم نے کچھ نہ دیکھا۔ اور صحیح و سالم خشکی پر پہنچ گئے۔[۲]

۲۰- علامہ نبہانی شواہد الحق میں عبدالرحمٰن جزولی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ میری آنکھ ہر سال خراب ہو جایا کرتی تھی۔ ایک سال مدینہ منورہ میں میری آنکھ دکھنے لگی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریاد کی۔ "یارسول اللہ! میں آپ کی حمایت میں ہوں اور میری آنکھ دکھ رہی ہے۔" پس مجھے آرام ہو گیا اور حضور کی برکت سے اب تک مجھے آنکھ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

۲۱- علامہ نبہانی شواہد الحق میں کتاب الاشارات الی معرفۃ الزیارات سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے مصنف شیخ ابوالحسن علی ابن ابی بکر السائح الہروی (متوفی بحلب ۶۱۱ھ) کہتے ہیں کہ جزیرہ میں

Marfat.com

ایک شہر تو نہ ہے وہاں مشہد نبی ﷺ اور مشہد علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ میں نے جزیرہ والوں سے ان مشاہد کی نسبت دریافت کیا کہ کیا یہ نبی ﷺ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام پر بنائے گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ قصہ تفصیل طلب ہے۔ پھر ایک خوبصورت شیخ کو بلا کر بتلایا کہ یہ شخص جذام میں مبتلا ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اس کی بیماری سے ڈر کر اسے جزیرہ کے ایک طرف نکال دیا تھا۔ ایک رات اس نے ایسا غل مچایا کہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور اسے تندرست کھڑا دیکھا۔ جب اس کا حال دریافت کیا گیا تو اس نے بیان کیا کہ اس جگہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ "یہاں مسجد بنواؤ" میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں بیمار ہوں۔ لوگ میری بات کا یقین نہ کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے علی! اس کا ہاتھ پکڑو۔ حضرت علی نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

امام ابن نعمان مصنف مصباح الظلام فرماتے کہ میں نے اس مسجد کو دیکھا ہے۔ ہمارے استاد حافظ دمیاطی اور دیگر شیوخ اس قصہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور اس کو صحیح بتاتے تھے۔ یہ قصہ وہاں مشہور ہے۔ اس مسجد کو مسجد النبی کہتے ہیں۔

۲۲- علامہ نبہانی اپنی کتاب سعادت الدارین میں خود اپنے استغاثہ کا قصہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ کسی ناخدا ترس دشمن نے میرے اوپر ایسا افتراء باندھا کہ سلطان عبدالحمید خاں نے حکم دیا کہ مجھے معزول کر کے دور علاقہ میں بھیج دیا جائے۔ یہ سن کر مجھے بیقراری ہوئی۔ جمعرات کا دن تھا جمعہ کی رات میں نے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھا اور تین سو پچاس بار یہ درود شریف پڑھا۔ **اللھم صل علی سیدنا محمد وعلیٰ آلِ سیدنا محمد ۔ قد ضاقت حیلتی ادرکنی یا رسول اللہ** ۔ مجھے نیند آ گئی۔ آخر رات پھر جاگا اور ہزار دفعہ درود شریف پڑھ کر حضور ﷺ سے استغاثہ کیا۔ جمعہ کی شام ہی کو سلطان کی طرف سے تار آ گیا کہ مجھے بحال رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سلطان کو نصرت دے اور مفتری کو رسوا کرے۔ **والحمد للہ رب العالمین**۔

۲۳- امام شرف الدین بوصیری (متوفی ۶۹۴ھ) اپنے قصیدہ بردہ کا سبب تصنیف یوں بیان فرماتے ہیں۔

"میں نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں بہت سے قصیدے لکھے۔ جن میں سے بعضے وزیر زین

Marfat.com

الدین یعقوب بن زبیر کی درخواست پر تصنیف ہوئے۔ بعدازاں ایسا اتفاق ہوا کہ میں مرض فالج میں مبتلا ہوگیا۔ اور اس سے میرا نصف بدن بے کار ہوگیا۔ میرے جی میں آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں ایک اور قصیدہ لکھوں۔ چنانچہ میں نے یہ قصیدہ بردہ تیار کیا اور توسل حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ باری تعالیٰ میں اپنی عافیت کے لیے دعا کی۔ میں نے اس قصیدے کو بار بار پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعا کی اور سو گیا۔ (اب دیکھئے احمد مختار کی مسیحائی اور محمد عربی کی چارہ فرمائی) خواب میں زیارت ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست شفا میرے مفلوج حصہ پر پھیرا۔ اور اپنی چادر (بردہ) مبارک مجھ پر ڈال دی۔ آنکھ کھلی تو میں نے اپنے تئیں تندرست وقوی پایا۔ میں نے اس قصیدے کا ذکر کسی سے نہ کیا تھا۔ مگر جب میں صبح کو گھر سے نکلا تو راستے میں ایک درویش نے مجھ سے کہا کہ وہ قصیدہ مجھے عنایت فرمائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ کون سا قصیدہ طلب فرماتے ہیں؟ وہ بولے کہ جو تم نے بحالت مرض لکھا ہے۔ اور اس کا مطلع بھی بتا دیا اور یہ بھی فرمایا کہ خدا کی قسم! رات کو یہی قصیدہ میں نے دربار نبوی میں سنا ہے۔ جب یہ پڑھا جا رہا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو سن کر یوں جھوم رہے تھے۔ جیسا کہ بادنسیم کے جھونکے سے میوہ دار درخت کی شاخیں جھومتی ہیں۔ حضور انور نے ان کو پسند فرمایا اور پڑھنے والے پر ایک چادر ڈال دی۔ یہ سن کر میں نے اپنا خواب بیان کیا اور یہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا۔ اس نے لوگوں سے ذکر کر دیا اور یہ خواب مشہور ہوگیا۔[۳]

۲۴- شیخ شمس الدین محمد بن محمد جزری شافعی (متوفی ۸۳۳ھ) اپنی مشہور کتاب حصن حصین من کلام سید المرسلین کے دیباچہ میں اپنے استغاثہ کا یوں ذکر کرتے ہیں:-

"جب میں اس کی ترتیب وتہذیب پوری کر چکا تو مجھے ایسے دشمن (امیر تیمور) نے طلب کیا کہ اللہ کے سوا کوئی اس کو دفع نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس دشمن سے چھپ کر بھاگ گیا۔ اور اس کتاب کو میں نے اپنا حصین بنایا۔ میں نے حضور سید المرسلین کو خواب میں دیکھا۔ میں حضور کے بائیں جانب بیٹھا ہوا ہوں۔ حضور گویا فرما رہے ہیں کہ تو کیا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے لیے اور مسلمانوں کے لیے اللہ سے دعا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک اٹھائے۔ میں دیکھ رہا تھا آپ نے دعا مانگی۔ پھر دست مبارک چہرے پر ملے۔

Marfat.com

یہ زیارت شب پنجشنبہ کو ہوئی۔ اور شب یک شنبہ کو دشمن بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان احادیث کی برکت سے جو اس کتاب میں ہیں مجھے اور مسلمانوں کو دشمن سے نجات دی۔''

۲۵- فقیہ ابو محمد اشبیلی نے اپنی کتاب فضیلت حج میں لکھا ہے کہ اہل غرناطہ میں سے ایک شخص کو ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ اس کے علاج سے اطبا عاجز ہو گئے اور شفاء سے مایوس ہو گئے۔ وزیر ابو عبداللہ محمد بن ابی الخصال نے ایک نامہ بحضور نبی کریم ﷺ لکھا۔ اور اس مریض کی شفاء کے لیے اشعار میں حضور سے توسل کیا۔ یہ نامہ کسی کے ہاتھ مدینہ منورہ کو بھیج دیا گیا۔ جب وہ اشعار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ شریف پر پڑھے گئے تو بیمار اپنے وطن میں اسی وقت تندرست ہو گیا۔ نامہ لے جانے والے نے واپس آ کر اسے دیکھا تو ایسا تندرست پایا کہ گویا وہ کبھی بیمار نہ ہوا تھا۔ [۴۶]

۲۶- ابو محمد عبداللہ بن محمد ازدی کا حال جو اندلس میں ایک نیک شخص تھا۔ بیان کرتا ہے کہ اندلس میں ایک شخص کا بیٹا قید ہو گیا۔ وہ اپنے بیٹے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے فریاد کرنے کے لیے اپنے شہر سے نکلا۔ راستے میں کوئی اس کا واقف ملا۔ اس نے کہا۔ کہاں جاتے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ سے فریاد کرنے جاتا ہوں۔ کیونکہ رومیوں نے میرے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور تین سو دینار زر فدیہ قرار دیا ہے۔ مجھ میں استطاعت نہیں۔ اس واقف نے کہا کہ نبی ﷺ سے استغاثہ ہر جگہ مفید نہیں ہے۔ مگر وہ نہ مانا۔ جب مدینہ میں پہنچا تو روضہ شریف پر حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل کیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی ﷺ فرما رہے ہیں کہ تم اپنے وطن کو لوٹ جاؤ۔ جب وہ اپنے شہر میں واپس آیا تو اپنے بیٹے کو موجود پایا۔ اس سے حال دریافت کیا تو بیٹے نے کہا کہ فلاں رات مجھ کو اور بہت سے قیدیوں کو خدا تعالیٰ نے رہائی دی۔ وہ رات وہی تھی جس میں اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ (شواہد الحق)

۲۷- ابراہیم بن مرزوق بیانی کا بیان ہے کہ جزیرہ شقر کا ایک شخص قید ہو گیا اور بیڑیوں اور کاٹھ میں ٹھوک دیا گیا۔ وہ یا رسول اللہ ﷺ پکار پکار کر فریاد کرتا تھا۔ اس کے بڑے دشمن نے طنزاً کہا کہ اس سے کہو کہ تمہیں چھڑا دے۔ جب رات ہوئی تو ایک شخص نے اسے بلایا اور کہا کہ اذان کہو۔ وہ بولا کہ تم نہیں دیکھتے کہ میں کس حال میں ہوں؟ پھر اس نے اذان کہی۔ جس وقت وہ اشہد

Marfat.com

ان محمدا رسول اللہ پر پہنچا تو اس کی بیڑیاں وغیرہ خود بخود ٹوٹ گئیں۔ اور اس کے سامنے ایک باغ نمودار ہوا۔ وہ باغ میں پھر رہا تھا کہ اسے ایک راستہ مل گیا جس سے وہ جزیرہ شقر میں جا پہنچا۔ اور اس کا قصہ اس کے شہر میں مشہور ہو گیا۔ (شواہد الحق)

۲۸- سیدی محمد بن سعید بصری الاصل قریشی شافعی (متوفی ۸۴۹ھ) کے خلاف شاہ یمن نے کچھ طلب دنیا کے لیے لکھ دیا تھا۔ اس پر آپ نے حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی جناب میں یوں توسل واستغاثہ کیا:-

مالی سوی جاہ النبی محمد	میرے واسطے نبی محمد کے جاہ کے سوا کوئی ایسا جاہ
جاہ بہ احمی و ابلغ مقصدی	نہیں کہ جسکے وسیلہ سے میں محفوظ رہوں اور اپنے
فکم بہ زال العناعنی وقد	مقصد کو پہنچوں کیونکہ بہت دفعہ آپ کے وسیلہ
اعدمت فی ظن العذول المعتدی	سے میری تکلیف دور ہو گئی حالانکہ میں ملامت
یا قلب لا تجزع وکن خیر امرئ	کرنے والے ستمگر کے گمان میں محتاج و ہیچ تھا اے دل
اضحیٰ یرجی غارۃ من احمد	تو بے صبری نہ کر اور اچھا مرد بن۔ جو احمد سے غارت کا
فعسی توافیك الفوائد ممسیا	امیدوار رہے۔ کیونکہ قریب ہے تجھے شام کو فائدے
ولعل تاتیك البشائر فی غد	پہنچیں گے۔ اور امید ہے تجھے کل بشارتیں آئیں گی۔

آپ نے اس نظم کو تمام نہ کیا تھا کہ نیند آ گئی۔ خواب میں حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر کی زیارت ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ ہم غارت کے لیے آ گئے ہیں۔ تو ہر رات ہم پر ایک ہزار بار درود بھیجا کر۔ سورج غروب نہ ہونے پایا تھا کہ منصور کی بیماری کی خبر آئی۔ پھر تیسرے دن وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (جامع الکرامات للنبہانی۔ بحوالہ مناوی جزء اول ص ۱۵۶)

۲۹- سیدی ابوالعباس مری کا بیان ہے کہ میں جہاز پر سوار ہو گیا۔ تلاطم کے سبب سے ہم ڈوبنے لگے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:-

اللھم بحرمۃ نبیك الامی انقذی	یا اللہ! تو اپنے نبی مصطفیٰ ﷺ کے طفیل مجھے
وسلمی۔	بچا لے اور سلامت رکھ۔

میں اس دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ مجھے جہاز کے گرد فرشتے نظر آئے جنہوں نے مجھے سلامتی کی بشارت دی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو خوشخبری دی کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم کل صبح صحیح، سالم رہو۔

Marfat.com

مریہ میں پہنچ جاؤ گے۔ (جامع الکرامات بحوالہ مصباح الظلام ۔ جزء اول ص ۲۷۷)

۳۰- امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں یوں فریاد کرتے ہیں:-

واتینـــا الیك انـضــاء فـقــر	ورہم گناہوں کے بوجھ سے نحیف وناتوان ہوکر
حـمـلـتـنـا الی الـغـنـی انـضـاء	آ آپ کے پاس آئے ہیں۔ دبلی اونٹنیاں ہمیں
وانـطـوت فی الصدور حاجات نفس	بارگاہ غنا میں لائی ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں
مـــالهـــا عـن نـدی یـدیك انـطـوا	ذاتی حاجتیں ہیں۔ جن کیلئے آپ کے دست
فـاغثـنـا یـا مـن هو الغوث والغیاث	مبارک کی سخاوت سے چارہ نہیں پس ہماری مدد
اذا اجهـــد الــــوری الـــلاراء	کیجئے اے فریاد رس و
	باراں جب کہ خلقت قحط سے تنگ آ جائے۔

۳۱- شیخ الاسلام حافظ ابوالفتح تقی الدین بن دقیق العید (متوفی ۱۱ صفر ۷۰۲ھ) توسل و استغاثہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:-

اقـول لـركـب سـائرین لیثرب	میں یثرب جانے والے شتر سواروں سے
ظفـرتـم بتقریـب النبی المقرب	کہتا ہوں۔ کہ تم کو نبی مقرب کی زیارت نصیب
فبثـو الیـه کل شکـوی ومعب	ہو۔ تم حضور سے ہر ایک مرض و مشقت عرض
وقـصـوا عـلیـه کـل سئول ومطلب	کردینا۔ اور ہر ایک درخواست و مطلب بیان
وانتـم بـمـرائـی لـلرسول و مسمع	کردین۔ اس حال میں کہ رسول اللہ تمہیں دیکھتے
مستـحـمـون فی مغناه خیر حمایة	اور تمہاری بات سنتے ہونگے اور حضور کی منزل
وتـکـفـون مـا تـخشون ای کفایة	میں تمہاری خوب حفاظت ہوگی۔ اور جس چیز
وتـبـدولـکـم مـن عـنـده کـل ایة	سے تم ڈرتے ہو اس سے خوب بچاؤ ہوگا۔ اور
فـحـلـوا من التـعـظیم ابـعد غـایة	حضور کے ہاں سے تمہارے واسطے ہر ایک نشان
فـحـق رسـول الله اکـبـر مـارعـی	ظاہر ہوگا۔ پس تم غایت درجہ کی تعظیم سے اترنا۔
	کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حق ان سب سے بڑا
	ہے جن کی رعایت کی جانی ضروری ہے۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ للتاج السبکی ۔ ترجمہ ابن دقیق العید)

Marfat.com

۳۲- علامہ کمال الدین بن زمد کانی انصاری (متوفی ۱۶ رمضان ۷۲۷ھ) جنہوں نے مسئلہ زیارت واستغاثہ میں اپنے ہمعصر ابن تیمیہ کی تردید میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اپنے قصیدہ مدحیہ میں یوں فرماتے ہیں:-

یا صاحب الجاه عند الله خالق
ما ردجاهك الا كل افاك
انت الوجيه على رغم العداء ابدا
انت الشفيع لفتاك ونساك
يا فرقة الزيغ لالقيت صالحة
ولا سقى الله يوما قلب مرضاك
ولا حظيت بجاه المصطفىٰ ابدا
ومن اعانك فى الدنيا ووالاك
يا افضل الرسل و يا مولىٰ الانام ويا
خير الخلائق من انس و املاك
بى الذنوب وهذا ملجاء الشاكى

اے خدائے خالق کے نزدیک قدر و منزلت والے! سوائے دروغ گو کے کسی نے آپ کے جاہ و منزلت کو رد نہیں کیا، دشمنوں کی خواہش کے برعکس آپ ہمیشہ آبرو والے ہیں۔ آپ دلیروں اور عابدوں کے شفیع ہیں۔ اے فرقہ کج رو! تو کسی نیکی کو نہ پائے۔ اور نہ خدا کسی روز تیرے مریضوں کے دل سیراب کرے، اور نہ تو جاہ مصطفیٰ سے کبھی فائدہ اٹھائے۔ اور نہ دنیا میں تیرے مددگار اور دوست فائدہ اٹھائیں۔ اے افضل الرسل اے تمام مخلوقات کے آقا اے تمام انس و ملائک سے بہتر! لو میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میں آپ سے اپنے گناہوں کے سلوک کی شکایت کروں اور آپ کی بارگاہ ہی فریاد کرنے والے کا ملجا ہے۔

قد قيدتنى ذنوبى عن بلوغ مدى
قصدى الى الفوز منها فهى اشراكى
فاستغفر الله لى واساله عصمته
فيها بقى وغنى من غير امساك
عليك من ربك الله الصلوٰة كما
مناعليك والسلام الطيب الزاكى

میرے گناہوں نے مجھے میرے غایت قصد تک پہنچنے سے روک کر اپنے میں پھنسالیا۔ پس وہ میرا جال ہیں۔ پس آپ خدا سے میرے لیے مغفرت طلب کیجئے اور آئندہ اس سے حفاظت اور غنا بلا امساک کی دعا کیجئے آپ پر آپ کے پروردگار اللہ کی طرف سے درود ہو۔ جیسا کہ ہماری طرف سے آپ پر عمدہ پاک سلام ہو۔

Marfat.com

(فوات الوفیات۔جزء ثانی ص ۲۵۱)

۳۳۔مشہور مؤرخ قاضی عبدالرحمٰن معروف بہ ابن خلدون مالکی (متوفی ۸۰۸ھ) یوں استغاثہ کرتے ہیں:۔

هب لی شفاعتك التی ارجوبها	مجھے اپنی شفاعت عطا فرمائیے جس سے میں
صفحا جمیلا عن قبیح ذنوبی	اپنے برے گناہوں کی معافی کی امید کرسکوں
ان النجا ة وان اتیحت لامریٔقبضل	اگر نجات کسی مرد کے لیے مقدر ہے تو وہ آپ
جاهك لیس لالتشبیب	کے جاہ کے طفیل سے ہے۔تشبیب سے نہیں میں
انی دعوتك واثقًا باجابتی	آپ کو پکارتا ہوں۔مجھے قبولیت کا یقین ہے اے
یا خیر مدعوو خیر مجیب	خیر مدعو،اے خیر مجیب!

(المقالات الوفیہ فی الرد علی الوہابیہ)

۳۴۔شیخ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۳ھ) یوں عرض کرتے ہیں:۔

نبی الله یا خیر البرایا	اے اللہ کے نبی اے تمام مخلوق سے بہتر! حضور
بجاهك اتقی فصل القضاء	ہی کی قدر و منزلت کے طفیل قیامت میں میرا
وارجو یا کریم العفو عما	بچاؤ ہوگا۔اے کریم اے صاحب جود وعطاء!
جنته ید ای یا ربّ الحباء	میں ان گناہوں کی جو مجھ سے ہوئے ہیں معافی
فقل یا احمد بن علی اذهب	کی امید کرتا ہوں۔حضور فرمادیں کہ اے احمد بن
الی دار النعیم بلا شقاء	علی جنت میں بغیر مشقت کے چلا جا۔

(المقالات الوفیہ)

۳۵۔ امام عمر بن الوردی یوں عرض کرتے ہیں:۔

یا ربّ بالهادی البشر محمد	اے میرے پروردگار ہادیٔ بشیر حضرت محمد کے
وبدینه العالی علی الادیان	طفیل سے اور حضور کے دین کی برکت سے جو
ثبت علی الاسلام قلبی واهدنی	سب دینوں پر غالب ہے میرے دل کو اسلام پر
للحق وانصرنی علی الشیطان	ثابت رکھ اور حق کی طرف میری رہنمائی کر اور

Marfat.com

مجھے شیطان پر غلبہ دے۔

(المقالات الوفیہ)

۳۶-مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ ہمزیہ میں اس طرح استغاثہ فرماتے ہیں:-

رسول اللہ یا خیر البرایا	اے اللہ کے رسول اے تمام خلق سے بہتر
نوالك ابتغی یوم القضاء	قیامت کے دن میں آپ کی عطا و بخشش چاہتا
اذا ما حل خطب مدلھم	ہوں۔ جب کوئی سخت مصیبت پیش آئے تو
فانت الحصن من کل البلاء	حضور ہی ہر بلا کے بچاؤ کے لیے قلعہ ہیں۔ حضور
الیك توجھی وبك استنادی	ہی کی طرف میری توجہ ہے اور حضور ہی میرا سہارا
وفیك مطامعی وبك ارتجائی	ہیں اور حضور ہی سے بھلائی کی طمع اور حضور ہی
	سے امید ہے۔

۳۷-مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے قصیدہ اطیب النغم کی تضمین میں یوں فرماتے ہیں:-

مداروجود الکون فی کل لحظة	آپ ہر لحظہ وجود عالم کے دارومدار ہیں
ومفتاح باب الجودفی کل عسرة	اور ہر مشکل میں سخاوت کے دروازے کی کنجی
ومتمسك الملھوف فی کل شدة	ہیں۔ اور ہر شدت میں پریشان بے قرار کی پناہ
ومعتصم المکروب فی کل غمرة	ہیں۔ اور ہر مصیبت میں آفت رسیدہ کا سہارا
ومنتجع الغفران من کل تائب	ہیں۔ اور ہر ایک توبہ کرنے والے کیلئے بخشش کا
الیك قد العین حین ضراعته	وسیلہ ہیں خشوع و خضوع کے وقت آپ ہی کی
	طرف آنکھ اٹھتی ہے۔

۳۸-استاد کبیر شیخ حمد اللہ شبراوی مصری رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے وقت یوں عرض کرتے ہیں:-

یا رسول اللہ انی مذنب	یا رسول اللہ! میں گنہگار ہوں۔ گنہگار کی عرض کا
ومن الجود قبول المذنب	قبول کرنا جود و کرم ہے۔ یا نبی اللہ یا سیّد الانبیاء
یا نبی اللہ مالی حیلة	آپ کی محبت کے سوا میرا کوئی حیلہ نہیں میرا اندوہ
غیر حبی لك یا خیر نبی	غم بڑا ہے۔ مجھے آپ سے امید ہے۔ اے

Marfat.com

عظم الکرب ولی فیك رجاء | پروردگار! حضور کے طفیل سے میرا غم دور
فیه یا رب فرّج کربی | کردے۔(مقالات وفیہ)

۳۹-حضرت حاجی حافظ شاہ محمد امداد اللہ رحمۃ اللہ دربار نبوی میں یوں عرض کرتے ہیں:-

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم | ہمارے جرم وعصیاں پر نہ جاؤ یارسول اللہ
پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہوکر | میری کشتی کنارے پر لگاؤ یارسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں | بس اب چاہو تراؤ یا ڈباؤ یارسول اللہ

(رسالہ دردنامہ غمناک)

۴۰- مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ یوں عرض کرتے ہیں:-

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا | نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار
یہ ہے اجابتِ حق کو تری دعا کا لحاظ | قضائے مبرم و مشروط کی نہیں ہے پکار
خدا ترا تو جہاں کا ہے واجب الطاعۃ | جہاں کو تجھ سے تجھے اپنے حق سے ہے سروکار

(قصائد قاسمی)

حدیث توسل بالعباس کی بحث

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۸ھ میں جسے عام الرمادۃ کہتے ہیں سخت قحط پڑا۔ چوپائے اور انسان بھوک کی شدت سے مرنے لگے۔لوگوں نے تنگ آ کر حضرت فاروق اعظم سے استسقاء کے لیے درخواست کی جسے امام بخاری نے یوں نقل کیا ہے:-

عن انس مالك ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه کان اذا قحطوا استسقٰی بالعباس بن عبدالمطلب رضی الله تعالیٰ عنه فقال اللّٰهم نتوسل الیك بنبینا صلی الله علیه وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیكِ بعمّ نبینا فاسقینا قال فیسقون ۔

(باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

انس بن مالک سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں میں قحط پڑا۔عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور یوں عرض کیا۔یا اللہ! ہم تیری جناب میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے پس تو ہمیں بارش عطا کردیتا تھا۔اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔پس ہمیں بارش عطا کر(قول راوی) پس بارش ہورہی تھی۔

Marfat.com

ابن تیمیہ اوران کے مقلدین نجدیہ کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے جورسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بعد وفات شریف توسل جائز نہیں۔ ورنہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ایسا نہ کرتے۔ ابن تیمیہ کا یہ اجتہاد ایجاد بندہ ہے۔ علماء اہل سنت میں سے آج تک کسی نے اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا۔ حضور اقدس ﷺ کی شان میں حیات ووفات میں اس طرح فرق کرنا کمال درجہ کی شقاوت ہے۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ مسئلہ زیارت وتوسل کی مخالفت کا خمیازہ جو ابن تیمیہ کو بھگتنا پڑا ہم اس کی طرف پہلے اشارہ کرآئے ہیں۔ اب ہم حدیث زیر بحث کی نسبت بطریق اختصار حسب ذیل گزارش کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس دعاء باراں میں نام نامی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ نہیں بنایا۔ بلکہ یوں عرض کیا کہ اے پروردگار ہم تیری جناب میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ نام نامی لیکر وسیلہ پکڑنا بھی جائز تھا مگر اس موقع پر فاروق اعظم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قرابت نبوی جتلا کر گویا حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہی کا وسیلہ پیش کرنا منظور تھا۔ چنانچہ خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی زبان مبارک سے اقرار کرتے ہیں جیسا کہ عمدۃ القادری شرح صحیح بخاری میں بدیں الفاظ مذکور ہے:۔

وفی حدیث ابی صالح فلما صعد عمرو معه العباس المنبر قال عمر اللّٰهم انا توجهنا اليك بعم نبيك وصنو ابيه فاسقنا الغيث ولا تجعلنا من القانطين ثم قال قل يا ابا الفضل فقال العباس اللّٰهم لم ينزل بلاء الابذنب ولم يكشف الابتوبة وقد توجه بي القوم اليك لمكاني من نبيك (الحدیث)	اور حدیث ابوصالح میں ہے کہ جب حضرت عمر و حضرت عباس منبر پر چڑھے تو حضرت عمر نے عرض کیا۔ یا اللہ ہم تیری جناب میں تیرے نبی کے چچا کو جو بجائے والد نبی کے ہیں پیش کرتے ہیں تو ہمیں بارش عطا فرما اور ہمیں ناامید نہ کر۔ پھر کہا اے عباس تم بھی دعا کرو۔ حضرت عباس نے یوں دعا کی۔ یا اللہ! نہیں اتری کوئی بلا مگر گناہ کے سبب سے اور نہیں دور ہوئی مگر توبہ سے۔ اور قوم نے اس واسطے میرا وسیلہ پکڑا ہے کہ میرا تعلق تیرے نبی سے ہے۔

خو. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیان سے بھی صاف پایا جاتا ہے کہ یہاں حقیقت میں

Marfat.com

آنحضرت ﷺ سے توسل ہے۔ حافظ ابن عبد البر استیعاب میں حضرت عباس بن عبد المطلب کے حالات میں لکھتے ہیں:-

ورویـنـا من وجوه عن عمر انه خرج یستسقی وخرج بالعباس فقال اللّٰهم انا نتقرب الیك بعم نبیك صلی الله علیه وسلم ونتشفع به فاحفظ فیه نبیك صلی الله علیه وسلم کما حفظت الغلامین لصلاح ابیهما (الحدیث)

حضرت عمر سے ہمیں کئی وجہ سے روایت پہنچی ہے کہ وہ اپنے ساتھ حضرت عباس کو لیکر نکلے۔ اور عرض کیا۔ یا اللہ! ہم بوسیلہ تیرے نبی کے چچا کے تیری جناب میں حاضر ہوتے ہیں اور ان کو اپنا شفیع بناتے ہیں۔ پس تو اس میں اپنے نبی ﷺ کی رعایت کر جیسا کہ تو نے ان دو یتیم بچوں کی رعایت ان کے باپ کی نیکی کے سبب کی (کہ ان کی گرتی دیوار کو سیدھا کھڑا کر دیا)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں آنحضرت ﷺ کی رعایت کا مطلب یہی ہے کہ قرابت نبوی کو ملحوظ رکھ کر بارش کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرما۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں بھی یہی مضمون تقریباً ان ہی الفاظ میں مذکور ہے۔

عمدۃ القاری میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے جب مرتدین کے مقابلہ میں لشکر اسلام کو روانہ کیا تو آپ حضرت عباس کے ساتھ مشایعت کے واسطے شہر سے باہر نکلے اور کہا:-

یا عباس استنصرو انا او من فانی ارجوان لا یخیب دعوتك لمکانك من نبی الله صلی الله علیه وسلم ۔

اے عباس! مدد کی دعاء مانگو اور میں آمین کہتا جاؤں۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ تمہاری دعا بیکار نہ جائیگی بوجہ اس کے کہ تمہارا نبی ﷺ سے تعلق ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت عباس کو وسیلہ بنانا صرف قرابت نبوی کے سبب سے تھا اور توسل بالنبی ہے ﷺ۔ بایں ہمہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حدیث زیر بحث میں حضرت فاروق اعظم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات خاص سے بلا تعلق قرابت نبوی کے وسیلہ پکڑا ہے تو اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے وسیلہ پکڑنے کا انکار نہیں نکلتا۔ حضور ﷺ کے وسیلہ ہونے اور حضور کے ذریعہ سے دعا مانگنے کا ثبوت مطلقاً اسی حدیث میں موجود ہے۔ اب اس مطلق توسل کو کہ عام ہے حالت حیات اور وفات سے، مقید بحالت حیات کرنا اور حالت وفات کی نفی کرنا کس قاعدہ سے ہے۔ اور دلالات

Marfat.com

اربعہ علم اصول (عبارۃ النص واشارۃ النص ودلالتہ النص واقتضاء النص) میں سے کونسی دلالت اس نفی توسل پر دلالت کرتی ہے۔ ہرگز کوئی دلالت نفی توسل پر دلالت نہیں کرتی۔ یہ اجتہاد بے بنیاد کسی علمی قاعدے پر مبنی نہیں۔ کیونکہ اگر مثلاً ایک شخص میں ایک وصف پایا جائے تو وہ دوسرے شخص میں اس وصف کے نہ پائے جانے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ پس اس صورت میں حدیث زیر بحث سے توسل بالنبی ﷺ کے علاوہ اہل بیت ودیگر صلحاء امت سے توسل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم نے مختلف اوقات میں ہر دو طریق پر عمل کیا ہے۔

یہاں نجدیہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس موقعہ پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ (جو افضل ذریعہ ہیں) کو چھوڑ کر دوسرا وسیلہ کیوں اختیار کیا۔ اس کا جواب کئی طرح سے دیا گیا ہے۔

اولاً - حافظ ابن عبدالبر استیعاب (ترجمہ عباس بن عبدالمطلب) میں یوں لکھتے ہیں:-

قال ابوعمر و کان سبب ذٰلك ان الارض اجدبت اجدابا شديدا على عهد عمر زمن الرمادة و ذالك سنة سبع عشرة فقال كعب يا امير المومنين ان بنى اسرائيل كانوا اذا اصابهم مثل هٰذا استسقوا لعصبة الانبياء فقال عمر هٰذا عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وهنو ابيه وسيد بنى هاشم فمشى اليه عمرو شكا اليه ما فيه الناس من القحط ثم صعد المنبر و معه عباس الخ

ابوعمر نے کہا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عام الرمادۃ میں سخت خشک سالی تھی۔ اور یہ ۱۷ھ تھا۔ حضرت کعب نے کہا۔ اے امیر المومنین بنی اسرائیل میں جب ایسا قحط پڑتا تھا تو وہ پیغمبروں کی ایک جماعت کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا اور بمنزلہ والد نبی اور بنی ہاشم ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے قحط کی شکایت کی جس میں لوگ مبتلا تھے۔ پھر منبر پر چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

پس یہاں بھی قرابت نبوی کی وجہ سے توسل ہے، جو توسل بالنبی ہے ﷺ۔

ثانیاً - علامہ ابن حجر ہیتمی مکی جوہر منظم ص ۷۷ میں فرماتے ہیں:-

Marfat.com

وكان حكمة توسله به دون النبي صلى الله عليه وسلم و قبره اظهار غاية التواضع لنفسه و الرفعة لقرابة النبي ففي توسله به توسل بالنبي صلى الله عليه وسلم وزيادة	گویا نبی ﷺ اور آپ کی قبر شریف کو چھوڑ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کرنے میں حکمت بمقابلہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی تواضع کا ظاہر کرنا اور قرابت نبوی کی رفعت کا اظہار تھا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل توسل بالنبی ﷺ ہے۔اورزیادت ہے۔

ثالثاً-شیخنا العلامہ مولانا مشتاق احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ دفع التامل عن التوسل بسید الرسل ص ۱۷ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:-

یہ علم کلام کا مسئلہ مسلمہ ہے کہ ولی کی کرامت اس نبی کا معجزہ ہے جس کی امت میں وہ ولی ہے۔ یہ جو کرامت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس موقع استسقاء پر ظاہر ہوئی کہ ان کی دعا سے مینہ برسا، یہ معجزہ رسول اکرم ﷺ کا ہوا۔ یہاں افضل ذریعہ کو صحابہ نے چھوڑا نہیں بلکہ اور زیادہ افضلیت کو جتلا دیا اور بتلا دیا کہ ہمارے پاس ایسا افضل ذریعہ ہے جس کے ادنیٰ خادموں یا جس کے قرابت داروں کے وسیلہ بنانے سے خداوند کریم دعا قبول فرمالیتا ہے۔انتہی

ان نجدیہ سے پوچھنا چاہئے کہ تمہارا دعویٰ توسل بالحدیث ہے۔اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کے دن سب لوگ بغرض شفاعت دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس یکے بعد دیگرے جائیں گے۔ پھر اخیر میں حضور سیّد المرسلین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔شفاعت عظمیٰ کے بعد جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مختص ہے۔علماء اور شہداء امت بھی گنہگاروں کے لیے جو دوزخ میں ہوں گے شفاعت فرمائیں گے۔ پس وہاں افضل ذریعہ چھوڑ کر دوسرے وسیلے کیوں اختیار کئے جائیں گے۔اس حدیث سے تو ظاہر ہے کہ افضل ذریعہ کی موجودگی میں دیگر وسائل اختیار کرنا جائز ہے۔ غرض توسل بالنبی ﷺ جائز، توسل باہل البیت والصلحاء جائز۔ایک وقت میں ہر دو معاً جائز اور مختلف اوقات میں علیحدہ علیحدہ بھی جائز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کئی موقعوں پر توسل کی ضرورت پڑی ہے۔جن میں سے استغاثہ و توسل زیر بحث ایک مثال ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ انہوں نے ایسے مواقع پر کس طرح توسل کیا ہے۔اس کتاب میں ایسی دس مثالیں پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔جن کا

Marfat.com

ماحصل ہم یہاں بالترتیب دہراتے ہیں:-

۱- حضور اقدس ﷺ کا وصال شریف ہو چکا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چہرۂ مبارک سے چادر اٹھا کر یوں پکارتے ہیں:-

اذکرنا یا محمد عند ربك و لنکن من بالك ۔ اے محمد ہمیں اپنے پروردگار کے پاس یاد کرنا اور ضرور ہمارا خیال رکھنا۔

۲- دفن شریف کے تیسرے روز ایک اعرابی مزار مقدس پر حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ ''یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔'' قبر شریف سے آواز آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔

۳- عہد فاروقی میں قحط پڑا۔ حضرت بلال بن حارث صحابی مزار شریف پر حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے۔ بارش کی دعا فرمائیں۔ حضور خواب میں حضرت بلال سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر سے میرا اسلام کہو اور بارش کی بشارت دو۔ اور ان سے یہ بھی کہہ دو کہ دین میں نرمی اختیار کریں۔ چنانچہ بلال نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ خبر سنائی۔ آپ سن کر رو پڑے۔ اگر بعد وفات شریف توسل جائز نہ ہوتا تو امیر المومنین ضرور منع کرتے۔

۴- ایک سال مدینہ منورہ میں قحط پڑتا ہے۔ لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فریاد کرتے ہیں۔ حضرت ممدوحہ فرماتی ہیں کہ روضہ شریف پر حاضر ہو کر ایک روشندان آسمان کی طرف کھول دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا ہے اور خوب بارش ہوتی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس توسل پر اعتراض نہ کیا۔ بلکہ بعد میں یہ طریق توسل اہل مدینہ میں جاری رہتا ہے۔ حضرت صدیقہ کی علمی قابلیت محتاج بیان نہیں۔ اگر وفات شریف کے بعد توسل ناجائز ہوتا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سکوت نہ فرماتے۔ جو جواز توسل پر اجماع سکوتی ہے۔

۵- عہد فاروقی میں عام الرمادہ ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت بلال بن حارث صحابی اپنے اہل خانہ کے اصرار پر ایک بکری ذبح کرتے ہیں۔ کھال اتارنے پر سرخ ہڈیاں نظر آئیں تو یوں پکارتے ہیں۔ یا محمداہ!

۶- عہد فاروقی ہی میں ۱۵ھ میں مسلمانوں کا مقابلہ یوقنا حاکم حلب کے لشکر جرار سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت کعب بن حمزہ لشکر اسلام کے بچانے کے لیے بے چین ہو رہے ہیں اور یوں پکار رہے ہیں۔

یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل — یا محمد! یا محمد! اے نصرت الٰہی! نزول فرما۔

اس لشکر اسلام میں کس قدر صحابہ شامل ہوں گے۔ مگر کسی نے اس استغاثہ پر اعتراض نہیں کیا۔

۷- ۱۳ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا خط عبداللہ بن قرط صحابی کے ہاتھ حضرت عبیدہ بن الجراح کے نام یرموک بھیجتے ہیں۔ اور بوسیلہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ جاتے وقت حضرت عبداللہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں آپ کی درخواست پر حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہ روضہ شریف پر ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کرتے ہیں:-

اللھم انا نتوسل بھذا النبی المصطفی والرسول المجتبیٰ الخ — یا اللہ! ہم اس نبی مصطفیٰ اور رسول مجتبیٰ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔ الخ

اس موقع پر حضرات حسنین و حضرت عائشہ صدیقہ بھی اس دعا میں شریک ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی حضرت عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ اب جایئے۔ اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ و عباس رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ و ازواج رسول اللہ کی دعا کو رد نہ کرے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنے نبی کا وسیلہ پکڑا ہے جو اکرم الخلق ہیں۔

۸- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سو گیا۔ آپ پکارتے ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اور خوابیدگی دور ہو جاتی ہے۔

۹- ایک شخص کسی حاجت کے لیے بار بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ مگر حضرت خلیفہ توجہ نہیں فرماتے۔ حضرت عثمان بن حنیف صحابی اس شخص کو وہ طریق توسل بتاتے ہیں جو خود حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو بتایا تھا جس میں یہ الفاظ ہیں۔ اللّٰھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك ان تقضیٰ حاجتی۔ وہ شخص اس پر عمل کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ یہی عمل آج تک مشائخ امت میں جاری ہے۔

۱۰- بنو عامر (قبیلہ حضرت نابغہ جعدی) بصرہ میں کھیتوں میں اپنے مواشی چرایا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی ابو موسیٰ اشعری کو ان کے طلب کرنے کے لیے بھیجتے ہیں۔ حضرت نابغہ اپنی قوم کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ ان کو تازیانے لگاتے ہیں۔ حضرت نابغہ صحابی اس

Marfat.com

تشدد کی فریاد آنحضرت ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما سے یوں کرتے ہیں:۔

فیا قبر النبی وصاحبیہ ۔ الایا غوثنا لو تسمعونا
پس اے قبر نبی کی اور آپ کے دو صحابہ کی دیکھنا اے ہمارے فریاد رس! کاش آپ سنیں۔

میں نے یہ مثالیں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس واسطے دہرائی ہیں کہ مومنوں کے ایمان کو تازگی بخشتی ہیں۔ اس عشرہ کاملہ کے علاوہ قرآن کریم کی دو آیتوں سے توسل زیر بحث کا ثبوت۔ خود حضور اکرم ﷺ کا انبیائے سابقین علیہم السلام سے توسل۔ حضرات تابعین کا توسل بالنبی ﷺ۔ اعرابی کا قصہ بروایت امام عتبی (متوفی ۲۲۸ھ) جسے علماء مذاہب اربعہ نے آداب زیارت میں شمار کیا ہے۔ پھر اس زمانے تک توسل کی اور چالیس مثالیں۔ یہ سب کچھ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ زیادہ کی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام! غور کا مقام ہے۔ حضور رسول اکرم ﷺ ابتداء آفرینش سے تا قیامت واسطہ و وسیلہ و ذریعہ ہیں۔ چنانچہ خلق عالم میں آپ ہی واسطہ تھے۔ عالم ارواح میں انبیاء کرام کی روحوں نے جو علوم و معارف حاصل کئے وہ آپ ہی کے واسطہ و ذریعہ سے کئے۔ اس عالم میں انبیاء کرام کو جو مشکلات پیش آئیں اور جو انعامات الٰہی ان پر ہوئے ان مشکلات کا حل اور ان انعامات کا حصول آپ ہی کے واسطہ سے تھا۔ دنیا میں وجود عنصری کے ساتھ تشریف لانے پر خالق و مخلوق میں واسطہ آپ ہی کی ذات اقدس تھی۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ ''دیتا خدا ہے، بانٹتا میں ہوں۔'' صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قضاء حاجات کے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ ہی کا واسطہ پیش کیا کرتے تھے۔ وفات شریف کے بعد بھی زمانہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے اور تا قیامت رہے گا۔ عرصات قیامت میں تمام امتوں کی مشکل کا حل آپ ہی کے واسطہ سے ہوگا۔ اندریں حالات منکرین کا توسل بعد الوفات سے انکار نہایت حیرت انگیز ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں بحیات حقیقیہ دنیویہ زندہ ہیں۔ آپ کے تصرفات بدستور جاری ہیں اسی واسطے آپ کی امت میں قطب و اوتاد و ابدال تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ آپ کی دنیوی زندگی میں جس اعلیٰ وصف کے سبب سے آپ سے توسل کیا جاتا تھا وہ وفات شریف کے بعد بھی بدستور ثابت ہے کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اسی طرح وصف رحمۃ للعلمین بھی بعد الوفات آپ میں موجود ہے۔ کیونکہ آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ میری حیات اور میری ممات دونوں تمہارے واسطے بہتر ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

Marfat.com

بایں ہمہ آپ کی حیات وممات میں فرق کرنا اور توسل بعد الوفات کا انکار کرنا یقیناً حرمان وشقاوت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

بجاہ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

۴-عرصاتِ قیامت میں شفاعت وتوسل

اس کتاب میں شفاعت کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ شفاعت کے جس قدر انواع ہیں وہ سب حضور سیّد المرسلین ﷺ کے لئے ثابت ہیں۔ جن میں سے بعض حضور سے مختص ہیں اور بعض میں مشارکت ہے۔ قیامت میں سب سے پہلے جو باب شفاعت کھولیں گے وہ آنحضرت ﷺ ہونگے۔ اس لئے حقیقت میں تمام شفاعتیں حضور ہی کی طرف راجع ہیں۔ اور حضور ہی صاحب شفاعت علی الاطلاق ہیں۔ وہ انواع حسب ذیل ہیں:

اول-شفاعت عظمیٰ ہے جو تمام خلائق کو عام ہے۔ اور حضور کو مختص ہے۔ میدان حشر میں طول وقوف کے سبب سے سب لوگ گھبرا جائیں گے اور بغرض شفاعت انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس یکے بعد دیگرے جائیں گے۔ مگر سب کی طرف سے یہی جواب ملے گا کہ ہم اس کے اہل نہیں۔ آخر کار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہونگے اور حضور انا لھا (میں اس کا اہل ہوں) فرماتے ہوئے بارگاہ ربّ العزت میں طول وقوف سے نجات اور تعجیل حساب کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔

دوم-ایک جماعت کے حق میں بغیر حساب بہشت میں داخل ہونے کے لئے شفاعت ہوگی۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے ستر ہزار آدمی بے حساب بہشت میں جائیں گے۔ ان ستر ہزار کے ساتھ اور بہت سے بھی بے حساب جنت میں چلے جائینگے۔ بعض کے نزدیک یہ نوع بھی آنحضرت ﷺ سے مخصوص ہے۔

سوم-وہ اقوام جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں۔ شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔

چہارم-جو لوگ دوزخ کے مستحق ومستوجب ہیں وہ حضور کی شفاعت سے بہشت میں چلے جائیں گے۔

پنجم- ایک جماعت کے رفع درجات کے لئے حضور شفاعت فرمائینگے۔

ششم-گنہگار لوگ جو دوزخ میں ہونگے وہ شفاعت سے نکل آئیں گے۔ یہ شفاعت تمام انبیائے

Marfat.com

وملائکہ وشہداء میں مشترک ہے۔

ہفتم - استفتاح جنت کے لئے شفاعت ہوگی۔

ہشتم - جولوگ عذاب دائمی کے مستحق ہونگے ان (میں سے بعض) کے عذاب میں تخفیف کے لئے ہوگی۔

نہم- خاص اہل مدینہ کے لئے ہوگی۔

دہم- آنحضرت ﷺ کے روضۂ شریف کے زائرین کے لئے ہوگی۔ (اشعۃ اللمعات جلد رابع ۴۰۴)

اب اخیر میں توکلی مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے روتا ہوا اور بار رسالت میں یوں عرض کر رہا ہے:-

''یارسول اللہ! قیامت میں اس مسکین' عاجز' بےنوا' سراپا گناہ محمد نور بخش توکلی کی شفاعت فرما دیجئے گا۔''

Marfat.com

حواشی

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب موت یوم الاثنین

۲ نسیم الریاض بحوالہ ابوداؤد و بخاری۔

۳ وفاء الوفاء جزء اول ص ۳۴۸

۴ نسیم الریاض بحوالہ احمد و ابن اسحاق۔ اصابہ ترجمہ ابوطالب۔

۵ بیہقی و بزار۔ اصابہ ترجمہ ابوطالب بحوالہ ابن اسحاق۔

۶ الادب المفرد للبخاری۔ باب مایقول الرجل اذا خدرت رجلہ۔

۷ شفاء شریف

۸ زرقانی علی المواہب بحوالہ امام احمد وغیرہ۔

۹ اصابہ بحوالہ طبرانی

۱۰ اصابہ۔ ترجمہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی۔

۱۱ سیرت ابن ہشام۔

۱۲ استیعاب ترجمہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔

۱۳ نسیم الریاض وغیرہ۔

۱۴ صحیح مسلم۔ باب الامداد بالملائکہ فی غزوۃ بدر

۱۵ ترمذی۔ ابواب الزہد۔

۱۶ مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ باب الحب فی اللہ و من اللہ۔

۱۷ اور ۱۸ درمنثور بحوالہ طبرانی و ابن مردویہ و ابونعیم فی الحلیۃ والضیاء المقدسی فی صفۃ الجنۃ۔

۱۹ بخاری۔ تفسیر سورۂ حجرات۔

۲۰ اسباب نزول للواحدی۔

۲۱ صحیح مسلم۔ باب مخافات المومن ان یحبط عملہٗ۔

Marfat.com

۲۲۔ صحیح بخاری کتاب الشروط۔

۲۳۔ ترمذی۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۂ احزاب۔

۲۴۔ ترمذی ابواب المناقب۔

۲۵۔ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۶۔ الادب المفرد للبخاری۔ باب قرع الباب۔ اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازوں میں حلقے نہ تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پاس ادب بجائے دستک دینے کے ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے۔

۲۷۔ زاد المعاد لابن قیم۔ قصۂ حدیبیہ۔ طاور در منثور للسیوطی تفسیر سورۂ فتح۔

۲۸۔ صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ وکذا الحج والعمرۃ۔

۲۹۔ اصابہ بحوالہ طبرانی۔ ترجمہ اسلع الاعرجی۔ تفسیر در منثور بحوالہ طحاوی و دارقطنی وطبرانی وبیہقی وغیرہ۔

۳۰۔ ترمذی۔ کتاب الطہارت۔ باب ماجاء فی مصافحۃ الجنب۔

۳۱۔ کشف الغمہ للشعرانی۔ جزء ثانی ص ۱۸۴۔

۳۲۔ جامع ترمذی۔ باب ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۳۔ اصابہ ترجمہ سعید بن یربوع۔

۳۴۔ الادب المفرد للبخاری۔ باب الرجل یقبل ابنتہ۔

۳۵۔ جامع ترمذی۔ ابواب الاستیذان والادب۔ باب ماجاء فی قبلۃ الید والرجل۔

۳۶۔ ابن ماجہ باب الرجل یقبل ید الرجل۔

۳۷۔ الادب المفرد للبخاری۔ باب تقبیل الید۔ تفسیر در منثور بحوالہ ابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ وغیرہ۔

۳۸۔ ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی قبلۃ الجسد۔ الادب المفرد للبخاری۔ باب تقبیل الید۔

۳۹۔ زرقانی علی المواہب۔ وفد عبد القیس الادب المفرد للبخاری۔ باب التودۃ فی الامور۔

۴۰۔ دلائل حافظ ابی نعیم۔ مطبوعہ دائرہ المعارف حیدر آباد دکن ص ۱۳۸۔

۴۱۔ صحیح بخاری کتاب اللباس۔ باب الزند بالذہب۔

۴۲۔ اصابہ بحوالہ ابن اسحاق۔ ترجمہ محجن بن ادرع اسلمی۔ نیز مشکوٰۃ بحوالہ بخاری۔ باب اعداد آلۃ الجہاد۔

۴۳۔ صحیح مسلم۔ باب اباحت اکل الثوم۔

۴۴۔ شفاء شریف۔ علی القاری شرح میں لکھتے ہیں کہ اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

۴۵۔ وفاء الوفاء بحوالہ ابن زبالہ۔ جزء اول ص ۳۹۸۔

Marfat.com

۴۶ مناصع مدینہ منورہ سے باہر ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں عورتیں زمانہ جاہلیت میں رات کے وقت بول و براز کے لیے جایا کرتی تھیں۔ کذافی معجم البلدان للیاقوت۔

۴۷ تاریخ صغیر للبخاری مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد ص ۴۲۔

۴۸ طبقات ابن سعد۔ جزء ثالث۔ قسم ثانی ص ۸۷۔

۴۹ ایک قسم کی خوشبو ہے جو مرکب ہوتی ہے۔

۵۰ کافور و صندل وغیرہ جو مردے کے کفن و جسم پر مل دیا جاتا ہے۔

۵۱ حیاۃ الحیوان للدمیری۔ تحت عنکبوت۔ زرقانی علی المواہب۔ باب ہجرۃ المصطفےٰ اصحابہ الی المدینۃ۔

۵۲ صحیح مسلم۔ باب تحریم اناء الذہب والفضۃ علی النساء والرجال۔

۵۳ دیکھو وفاء الوفاء للسمہودی اور شفاء السقام للسبکی۔

۵۴ وفاء الوفاء جزء ثانی۔ ص ۴۱۲۔

۵۵ وفاء الوفاء۔ جزء ثانی ص ۴۲۴۔

۵۶ السیف الصقیل فی الرد علی ابن زخیل۔ تکملہ علامہ کوثری۔ ص ۱۵۶۔

۵۷ وفاء الوفاء جزء ثانی ص ۴۲۰۔

۵۸ سنن دارمی۔ باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ۔

۵۹ قاضی زین الدین ابوبکر بن حسین بن عمر عثمانی مراغی نزیل مدینہ منورہ (متوفی ۸۱۶ھ) نے مدینہ منورہ کے حالات میں اپنی کتاب تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الہجرۃ لکھی ہے۔ جس کے مبیضہ سے وہ ۷۶۶ھ میں فارغ ہوئے۔ کشف الظنون۔

۶۰ وفاء الوفاء۔ جزء ثانی ص ۳۹۸۔

۶۱ وفاء الوفاء۔ جزء اول ص ۴۲۰۔

۶۲ عمر بن شیبہ نے عبدالعزیز بن عمران سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے پانچ اشخاص کی قبروں کے اور کسی کی قبر میں نہیں اترے۔ ان پانچ میں تین عورتیں اور دو مرد ہیں بدیں تفصیل۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ عائشہ صدیقہ کی والدہ ام رومان۔ حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد۔ ابن خدیجہ اور عبداللہ بن نہم مزنی ملقب بہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ وفاء او فاء جزء ثانی ص ۸۷۔

۶۳ محمد بن عبیداللہ بن عمرو بن معاویہ بن عمرو بن عتبہ بن ابی سفیان صخر بن حرب (متوفی ۲۲۸ھ)

۶۴ وفاء الوفاء۔ جزء اول ص ۴۱۱۔

Marfat.com

۶۵ عروس کے لیے سب چیزیں آراستہ کی جاتی ہیں۔سب اس کی خدمت کرتے ہیں۔اور اس کا حکم مانتے ہیں۔اور اس کو خوش کرنے کے لیے اسباب مہیا کئے جاتے ہیں۔اسی طرح آنحضرت ﷺ ملک وملکوت میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق ہیں۔بسیائط ومرکبات میں آپ کا تصرف ہے۔اور یہ عالم آپ ہی کے لیے بنا ہے۔پس آپ عروس مملکت ہیں۔کذافی مطالع المسرات۔

۶۶ علامہ سمہودی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ابوبکر مقری کا واقعہ وفاء لابن الجوزی میں ہے۔باقی واقعات مذکورہ بالا کو ابن جوزی کے علاوہ اوروں نے بھی ذکر کیا ہے۔

۶۷ وفاءالوفاء۔جزء ثانی ص۴۲۹۔

۶۸ پیٹ کی ایک بیماری کا نام ہے۔

۶۹ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص۷۹۰۔

۷۰ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص۷۸۶۔

۷۱ حجۃ اللہ علی العالمین ص۷۸۷۔

۷۲ فوات الوفیات للعلامۃ محمد بن شاکر بن احمد کتبی متوفی ۷۶۴ھ۔ترجمہ محمد بن سعید بوصیری۔

۷۳ وفاءالوفاء۔جزء ثانی ص۴۳۰۔

Marfat.com